حیات اعلیٰ حضرت



جلد دوم

مُصنّف

ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ

مرکز اہل سنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ،
پور بندر، گجرات



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan. WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

حیاتِ اعلیٰ حضرت

دوم

مُصنّف

ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہ

ترتیب جدید

مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی

مرکز اہلسنت برکات رضا

امام احمد رضا روڈ

پوربندر۔ گجرات

نام کتاب.......... حیات اعلیٰ حضرت (دوم)

مصنف.......... ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی

ترتیب جدید.......... مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی

تصحیح.......... مولانا عبدالمبین نعمانی قادری رضوی

سن اشاعت....... ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳ء

زیراہتمام.......... مناظر اہلسنّت علاّمہ عبدالستار ہمدانی، برکاتی، نوری

ناشر.......... مرکزِ اہلسنت برکات رضا، پور بندر، گجرات

صفحات.......... ۷۷۴

ملنے کے پتے

فاروقیہ بک ڈپو.......... ۴۴۲، مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔۶

رضا اکیڈمی.......... ۲۶ رکامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔۳

مکتبہ نعیمیہ.......... ۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔۶

رضوی کتاب گھر.......... ۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔۶

کتب خانہ امجدیہ.......... ۴۲۵، مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔۶

مختصر فہرست مضامین حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم

افاضات و ارشادات 377

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت اور مذہب وہابیت میں اصل فرق ایک ہی ہے، اور مسائل کا اختلاف اسی پر متفرع ہے۔ اہل سنت و جماعت اللہ و رسول و اولیائے کرام کی محبت میں مست و سرشار ہیں، اسی لیے تحریر و تقریر، قول و فعل جو کچھ ہوتا ہے سب سے تعظیم و تکریم ثابت ہوتی ہے۔ اور وہابیت کا پورا فوٹو یہ شعر ہے

همسری با انبیا بر داشتند ÷ اولیا را هم چوں خود پنداشتند

اسی لیے ہر تعظیم و تکریم کی بات میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ شرک و بدعت کا سہارا ان کو ایسا مل گیا ہے، کہ ہر بات کو کھینچ کر شرک و بدعت بنا دیتے ہیں۔ اس وقت میرے پیش نظر فتاوی رشیدیہ کی تینوں جلدیں، اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اقامة القیامہ ہے۔ اور مقصود مجلس میلاد شریف اور قیام کی تحقیق ہے۔ وہابیہ خصوصاً دیوبندیوں نے شرک و کفر کے منانے کے لیے شاید اس کا دسواں حصہ بھی جد و جہد نہ کیا ہوگا، جس درجہ ذکر رسول مجلس میلاد شریف و قیام کے خلاف جہاد کرنے میں قوت آزمائی کی ہے۔ بلکہ شرک کے ساتھ تو یہ وسعت اخلاق کہ

شرک کلی مشکک ہے، اسکے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں۔

(لطائف رشیدیہ ص ۱۶)۔

جب شرک مباح ہی ہوا، تو جی چاہا تو مسلمان رہے، یا خواہش ہوئی تو مشرک ہو گئے کہ مباح کا کرنا، نہ کرنا، دونوں اختیار میں ہوتا ہے۔ بخلاف مجلس میلاد

کے کہ یہ کسی صورت سے جائز نہیں، اگر چہ روایت صحیحہ ہی سے مولود شریف کہا جائے۔

۲فتاوی رشیدیہ حصہ دوم مطبع قاسمی صفحہ ۱۳۱ پر ہے:۔

سوال:۔ محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں، اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ وکاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب:۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

سبحان تیری قدرت! عداوت رسول کی حد بھی ہے۔

نیز اسی حصہ کے صفحہ ۹۲ پر ایک سوال ہے۔

انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیا۔

انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔

نیز حصہ سوم مطبع آرمی پریس دہلی ص ۱۱۲ پر ایک سوال ہے:۔

جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے، اور تقسیم شیرینی ہو، شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا۔

کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود شریف درست نہیں''

یہ پیوندی جواب بھی قابل ملاحظہ ہے۔ سوال میں صرف عرس تھا اور وہ بھی جس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے۔ جواب میں مولود بھی بڑھا دیا۔

نیز فتاوی رشیدیہ حصہ اول مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی ص ۴۸ ر پر

ایک سوال ہے۔

جس مولود میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب لکھا:

عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

نیز حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال ہے:

سوم چہلم وغیرہ کی مجلسیں بہ تخصیص دن کے منع ہے، یا بالکل ہی نہ کرنا چاہئے۔ اور اس مجلس میں جانا چاہئے، یا نہیں؟

اس کا جواب یہ لکھا:

مجالس مروجہ زمانہ ھذا میلاد وعرس وسوم وچہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے۔

کھل گیا کہ اس ذکر خیر ہی سے عداوت ہے، اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور جو بعض جگہ عذر بے معنی لکھ دیتے ہیں، وہ محض برائے نام ہاتھی کے دانت دکھانے کے ہیں۔ ورنہ اگر درحقیقت وہی سبب ناجوازی ہوتا، تو جہاں پایا جاتا، حکم ممانعت ہوتا۔ جیسے شراب کے لیے سُکر کہ جس چیز میں سُکر ہوگا، وہ چیز حرام ہوگی ـــــ حالانکہ دوسری جگہ وہ سبب موجود، مگر حکم ممانعت مفقود ہے۔ مثلاً حصہ اول میں وجہ ناجوازی اہتمام وتداعی بتایا۔ اگر واقعی یہ سبب نادرست ہونے کا ہے، تو چاہیے کہ مدرسہ دیو بند وسہارنپور ودیگر مدارس وہابیہ کے سالانہ جلسے دستار بندی کے بھی نادرست ہوں۔ کیوں کہ ان میں اہتمام اور تداعی اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے، جس قدر لوگ مجلس مولود شریف میں اہتمام کرتے ہیں۔ مگر

کیا کسی دیوبندی مولوی خواہ مولوی رشید احمد صاحب، یا اور کسی نے ان جلسوں کو روکا؟ ان کی ممانعت کا فتوی دیا؟ نہیں دیا تو کیوں؟ جب کہ سبب ممانعت یعنی اہتمام و تداعی موجود ہے۔

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۸۴ پر ایک سوال کے جواب میں ہے۔

یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین میں نہ تھی لہٰذا یہ مجلس بدعت ضلالت ہے۔

معلوم ہوا کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو وہ بدعت و ضلالت ہوتی ہے۔ مگر بہت چیزوں کے لیے یہ تسلیم ہے کہ خیر القرون میں نہیں، پھر بھی بدعت ضلالہ نہیں کہتے۔ مثلاً

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ۱۰۱ پر ہے۔

سوال :- صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا، اور ذکر ارہ اور حلقہ بر قبور نہیں بلکہ ویسی ہی، اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں؟

اس کا جواب مجلس میلاد کے جواب کے طریقے پر بعینہٖ یہی ہونا چاہئے ـــــــ یہ اذکار و اشغال چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین نہ تھے۔ لہٰذا یہ اذکار و اشغال بدعت ضلالت ہیں۔

مگر اس میں مشیخیت مآبی ہی ختم ہو جاتی تھی، اس لیے اس کا جواب لکھا:

جواب :- اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں۔ سب کی اصل نصوص سے ثابت۔ جیسا اصل علاج ثابت ہے، مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں۔ ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے۔

کیا اس اصول پر مجلس میلاد شریف کا جواب نہیں ہو سکتا تھا؟ کہ مجلس میلاد شریف ذکر خدا و رسول ہے۔ اور اس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کرنا چاہیے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱ پر تیسواں سوال ہے۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جو جواب مجلس مولود شریف کا دیا بعینہٖ، اس سوال کا بھی جواب ہو سکتا ہے کہ مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا، قرون ثلثہ میں نہ تھا۔ بلکہ بخاری شریف بھی قرون ثلثہ میں نہ لکھی گئی۔ اس لیے اس کی جمع و ترتیب اور اس کا ختم سب بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا۔

قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں تھی مگر اس کا ختم درست ہے۔

معلوم ہوا کہ قرون ثلثہ میں نہ ہونا بدعت ضلالت کا سبب صرف مجلس مولود کے لیے ہے، کہ ذکر رسول کو روکا جائے۔ ورنہ بخاری کا ختم بھی بدعت ہوتا۔ بلکہ حدیث شریف میں قرآن شریف کے سوا احادیث لکھنے کی ممانعت وارد ہے، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے بخاری کی جمع و ترتیب ہی کو بدعت ضلالت، ہادم و مخالف سنت بتاتے۔ مگر یہ ساری بدعت مجلس مولود کے لیے ہے ؎

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا

تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

کبھی کسی ہیات کذائی کا عذر گڑھتے ہیں کہ ذکر رسول تو خیر القرون میں تھا،

مگر اس ہیات کذائی کے ساتھ نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔ یہ عذر بھی محض ننگ ہے۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۸ پر ایک سوال ہے۔

اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ میں نہیں تھا بلکہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب؟

خدا اگر حیا دیتا تو ان کے اصول پر جواب صاف تھا، کہ مساجد و مدارس کی یہ صورت اور طرز تعلیم موجود قرون ثلثہ میں نہ تھا۔ اس لیے بدعت ضلالت ہے۔

مگر اس کا جواب لکھا کہ:

مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں، جیسی چاہے، بنائے۔ علی ھذا مدرسہ کی کوئی صورت معین نہیں، مکان ہو، اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔ اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جاننا بدعت ہوگا۔

حالانکہ ہر آنکھ والا دیکھ کر جان سکتا ہے کہ مساجد تمام ایک ہی ہیأت وصورت کی بنتی ہیں۔ اور مجلس مولود شریف کی ہرگز کوئی ہیأت نہیں۔ مگر مجلس مولود شریف کو تو ہیأت کذائی کا الزام لگا کر بدعت وضلالت قرار دیا۔ اور جس کی ہیأت کذائی پر تعامل بلا دوامصار، وہ جائز رہی۔ اس لیے کہ مکان ہے۔ اسی طرح قیام میلاد کی ممانعت اور اس کی مخالفت پر ساری قوت علمی صرف کردی جاتی ہے۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۳۹، ۳۸ پر ہے۔

اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔

نیز ص ۱۲ پر ہے۔

وقت میلاد شریف کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

پس یہی حجت اس کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے۔

یہ زور قلم اور علم کا سارا نچوڑ ان بزرگ کا ہے، جن کی صفت میں تذکرۃ الرشید حصہ اول ۸۷ پر مولوی عاشق الٰہی صاحب یوں نغمہ سرا ہیں۔

حجت اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلہ روحانی کا سچا جانشین، جس وقت مسند خلافت کا صدر نشین ہوا، حق تعالیٰ کے غیبی فرشتوں نے منادی پھیر دی، اور اطراف ہند بر ہما و سندھ، یورپ و بنگال، پچھم و پنجاب، مدراس و دکن، برار و ممالک متوسطہ کابل و افغانستان کے بلاد متفرقہ میں ایک کھل بل مچ گئی۔ گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔ آپ کے پاس پندرہ بیس سے لے کر ستر اسی تک کا ہر برس مجمع ہوتا تھا۔ اور یہ کوئی دو چار سال تک کا تدریسی تجربہ نہیں، بلکہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ کے شروع تک جس کی مدت ایک کم پچاس سال ہوتی ہے، علمی خدمتوں کا ذخیرہ ہے۔

پھر ص ۸۹ پر آپ کے جملہ کمالات کا خلاصہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

آپ کی قوت اجتہاد، قابلیت استنباط، خوبی تطبیق و ارتباط، جودت ذہن، اتقان و عدالت، حافظہ و ثقاہت، تقدس و تبحر، تقاری و سلاست بیانی فراست و ہمہ دانی، حلم و رفق، لطف و شفقت، خندہ روی و کرم گستری، مسکین نوازی اور طلبہ کی گستاخ و بے جا حرکات پر صبر تحمل، غرض جواد اتھی، وہ حق بینی کے بار آور درخت کا پھل، اور بخاری وقت ہونے کی حیثیت سے تحدیث کے سدا بہار گلاب کا پھول تھی۔

ص ۹۰ پر طلبہ کے ساتھ اخلاق اور ایک چیز کو بار بار سمجھانے کا ایک واقعہ یہاں لکھا ہے:۔

ایک مرتبہ درس ہو رہا تھا قاری قرأت کر رہا تھا کہ کسی مقام پر عطارہ کا

لفظ آیا، چونکہ قرأت کرنے والا لفظ کے معنے سمجھے ہوئے اور مادہ اشتقاق یعنی عطر جانے ہوئے تھا، اس لیے بے تکان پڑھتا چلا گیا۔ برابر میں ایک طالب علم ولایتی بیٹھا ہوا تھا جو اس لفظ کے معنی نہ سمجھا اس نے بے چارے قرأت کنندہ ہم جماعت طالب علم کے زور سے کہنی ماری، اور کہا ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا۔ اور حضرت کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ عطارہ معنی چہ؟ آپ نے فرمایا: زوجہ عطر فرشندہ۔ حضرت کی زبان سے جواب کا ختم ہونا تھا کہ قاری نے پھر قرأت شروع کردی۔ بے چارہ ولایتی اب بھی نہ سمجھا، دوبارہ پھر کہنی ماری، اور حضرت سے دریافت کیا۔ مولانا عطارہ معنی چہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا: عطر فروش کی بیوی۔ پھر قاری نے قرأت شروع کی۔ تیسری مرتبہ پھر ولایتی نے کہنی ماری، اور تیز نظر سے دیکھ کر کہا۔ ٹھہرو، ہم نہیں سمجھا عطارہ کا معنی۔ اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے جواب دیا 'عطر بیچنے والا کا جورو' اس وقت ولایتی خوش ہوا اور کہا ہاں سمجھا۔ ہاں بھائی چلو۔

•

میں 'تذکرۃ الرشید' کا ایک دن یہ صفحہ دیکھ رہا تھا کہ میرے ایک دوست تشریف لائے، اور اس جگہ دیکھنے لگے۔ بولے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ولایتی جس کی مادری زبان فارسی ہے، وہ 'زوجہ عطر فروشندہ' نہیں سمجھا اور 'عطر بیچنے والے کا جورو' سمجھ گیا۔ میں نے کہا: اتنے بڑے مولوی نے لکھا، اور وہ بھی اپنے استاد اور پیر کے متعلق، اس میں شک کرنے کی کیا گنجائش؟ رہی مادری زبان، تو اگر اس کی مادری زبان میں سمجھایا جاتا تو وہ ضرور سمجھ جاتا۔ اس کے یہاں تو 'زوجہ عطر فروش' بولا جاتا ہوگا وہ تو 'زوجہ عطر فروشندہ' سن کر گھبرایا ہوگا، کہ اسم فاعل پر پھر یہ ڈبل علامت کیسی؟ جس طرح قتیل نے ایران میں ایک شخص کو

گھوڑے پر آتے ہوئے دیکھ کر کمال فارسی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ 'شخصے بر اسپ سوار می آید'۔ ان لوگوں کو حیرت ہوئی، اور منھ تکنے لگے۔ جب کسی ایرانی لڑکے نے کہا، 'سوارے می آید'۔ وہ لوگ مسرور ہو گئے۔

خیر! بہر کیف بات بہت دور جا پہنچی۔ اصل غرض یہ تھی کہ ان کے یہاں قیام میلاد کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس لیے بدعت ہے۔ حالانکہ مدارس اسلامیہ کا ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ جب آیہ کریمہ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** ۞ نازل ہوئی۔ جبریل امین نے عرض کیا: یارسول اللہ! خدائے تعالیٰ بعد سلام فرماتا ہے: اے میرے پیارے! تم جانتے ہو میں نے کس طرح تمہارا ذکر بلند کیا؟ ارشاد ہوا: **اللہ اعلم** اللہ بہتر جانتا ہے۔ جبریل امین نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فکانما ذکرنی** ۞ میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے، تو جس نے تمہارا تذکرہ کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے تین طریقے قرآن شریف میں ذکر فرمائے ہیں۔ **اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ** ۞ یعنی اولوا الالباب، عقل والے، وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر، اور لیٹ کر۔

اور ظاہر ہے کہ لیٹ کر ذکر دو ہی وقت ہے۔ یا تو انسان بیمار ہو، یا وہ اذکار جو سونے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ باقی حالتوں میں ذکر کی دو ہی صورت ہے۔ **قیاماً وقعوداً** ــــــ ہوسکتا ہے کہ مولود شریف یعنی ذکر رسول کہ ذکر الٰہی ہے، پورا کا پورا کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ لیکن اس وقت صرف **قیاماً** پر عمل ہوگا، **قعوداً** پر عمل نہ ہوگا ــــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف بیٹھ کر ہی تمام ذکر کیا جائے، ایک منٹ کے لیے قیام نہ کیا جائے۔ مگر اس صورت میں صرف **قعوداً**

پر عمل ہوگا، قیاما پر عمل نہ ہوگا۔ اور مقصود دونوں عمل ہے۔ اس لیے بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ تاکہ قیاما قعودا دونوں پر عمل ہو۔

بات بہت صاف اور واضح ہے۔ لیکن وہمی حضرات نے اس صاف اور سیدھی بات کو ایک چیستاں اور معمہ بنا رکھا ہے۔ اس لیے علمائے کرام اہل سنت اپنے اپنے زمانوں میں مسئلہ مولود شریف وقیام پر روشنی ڈالتے آئے، اور کتابیں تصنیف کرتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہ نے بھی ایک ضخیم رسالہ بنام **اذاقة الآثام لمانعي عمل المولد والقيام** تصنیف فرمایا۔ جس پر اعلیٰ حضرت نے ایک نہایت ہی نفیس حاشیہ بنام **رشاقة الكلام في حواشي اذاقة الآثام** تحریر فرمایا۔ جس پر کلام بعد کو آئے گا۔ اور خاص مسئلہ قیام میلاد میں زیر تبصرہ رسالہ **اقامة القيامة على طاعن القيام لنبي تهامه** تصنیف فرمایا۔

یہ رسالہ ۴۶ صفحات کا ہے۔ رام پور سے ۱۲۹۹ھ میں ایک استفتاء آیا تھا، جس میں بہت سے سوالات تھے۔ اور انھیں سوالات کثیرہ کے ضمن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

> مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کیسا ہے؟ بعض لوگ اس قیام سے انکار بحت رکھتے ہیں، اور اسے بدیں وجہ کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا، بدعت سیئہ وحرام سمجھتے، اور کہتے ہیں۔ ہمیں صحابہ وتابعین کی سند چاہئے، ورنہ ہم نہیں

مانتے۔ان کے ان اقوال کا کیا حال ہے؟ بینوا توجروا۔

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں پہلے حمد ونعت تحریر فرمایا، جو براعت استہلال پر مشتمل ہے۔ پھر تحریر فرمایا کہ:

دو مقام واجب الاعلام ہیں۔

اولاً:- اس قیام مبارک کا اپنے طور پر کتب وفتاوی علما قدست اسرارھم سے حکم بیان کرنا، جس سے بعونہ تعالیٰ موافقین کے لیے ایضاح حق وازاحت باطل ہو، اور منصب فتوی اپنے حق کو واصل ہو۔

ثانیاً:- اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متقاربہ تمام اصاغر واکابر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرون ثلثہ میں نہ تھا، تو بدعت ضلالت ہوا۔ اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہی کرتے۔اس فعل اور اس کے امثال امور نزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے۔ جس کی بنا پر اہل سنت وسواد اعظم ملت وہزاراں ائمہ شریعت وطریقت کو معاذ اللہ بدعتی، گمراہ ٹھہراتے ہیں، اور مطلقاً خوف خدا وترس روز جزا دل میں نہیں لاتے۔

مقام اول:- اللہ عزوجل نے شریعت غرا، بیضا، زہرا، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاری۔اور بحمدہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارا دین کامل فرمادیا۔ اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پرنور سید عالم ﷺ کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔

قال اللہ تعالیٰ: **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ** (سورہ مائدہ، آیت ۳) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

الحمد للہ! ہماری شریعت مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں۔ امیر المو منین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ **حسبنا کتاب اللہ** ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔ مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا، اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا، عام کو نامقدور ہے۔ اس لیے قرآن عظیم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے۔

اول: **مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** (سورہ حشر، آیت ۷) جو کچھ رسول تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ خذو صیغہ امر کا ہے۔ اور امر وجوب کے لیے ہے۔ تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی —— اور فانتھوا نہی ہے۔ اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگر چہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے مگر امت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی۔ ولہٰذا فرمایا: **وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ** (سورہ نحل، آیت ۴۴) اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لیے بیان فرمادو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔

دوم: **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (سورہ انبیاء، آیت ۷) علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

حوادث غیر متناہی ہیں۔ احادیث میں ہر جزئیہ کے لیے نام بنام تصریح اگر فرمائی بھی جاتی، ان کا حفظ وضبط نامقدور ہوتا۔ پھر جو مدارج عالیہ مجتہدان امت کے لیے ان کے اجتہاد پر رکھے گئے، وہ نہ ملتے۔ نیز اختلاف ائمہ کی رحمت ووسعت نصیب نہ ہوتی۔ لہٰذا حدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف اشعار فرمایا۔ اس کی تفصیل وتفریع وتاصیل مجتہدین کرام نے فرمائی۔ اور احاطہ تصریح نامتناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح

مشکل و تفصیل مجمل و تقیید مرسل باقی تھی، جو قرناً فقرناً طبقۃً فطبقۃً مشائخ کرام وعلمائے اعلام کرتے چلے آئے۔ ہر زمانہ کے حوادث تازہ کے احکام اس زمانہ کے علمائے کرام، حاملان فقہ، حامیان اسلام نے بیان فرمائے۔ اور یہ سب اپنی اصل ہی کی طرف راجع ہوئے، اور ہوتے رہیں گے۔ عن النبی ﷺ لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق حتی یأتی امر الله رواه البخاری صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الٰہی آئے۔

جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانے کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے، وہ اسی نور سے ہے، جو صاحب شریعت ﷺ سے اسے ملا ہے۔ تو حقیقۃ اس میں رسول اللہ ﷺ ہی کا احسان امت پر ہے کہ علما کو یہ استعداد عطا فرمائی، جس سے انہوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی۔ یوں ہی ہر طبقہ ائمہ کا بعد والوں پر احسان ہے۔ اب یہیں دیکھیے کہ کتب ظاہر الروایہ اور نوادر ائمہ تھیں۔ پھر کتب نوازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں۔ پھر متون و شروح و حواشی وفتاوی وقتاً فوقتاً تصنیف ہوتے رہے۔ اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے کیے، اور مقبول ہوتے رہے۔ کہ سب اسی اجمال قرآن وسنت کی تفصیل ہے۔

نصاب الاحتساب، وفتاوی عالمگیریہ زمانہ سلطان عالمگیر انار الله تعالیٰ برهانه کی تصنیف ہیں۔ ان میں بہت ان جزئیات کی تصریح ملے گی، جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع ہی نہ ہوئے تھے۔ اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ وتابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ، خاص امام اعظم و صاحبین کا نص لاؤ، تو وہ یا احمق و مجنون ہے، یا گمراہ مفتون۔ پھر عالمگیری کے بہت بعد اب

قریب زمانہ کی کتابیں: فتاوی اسعدیہ، وفتاوی حامدیہ، وطحطاوی علی الدر، وطحطاوی علی مراقی الفلاح، وعقود الدریہ، ورد المحتار، و رسائل شامی وغیرھا کتب معتمدہ ہیں کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے۔

دو اول کے سوا، یہ سب تیرہویں صدی کی تصنیف ہیں۔ مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں۔ ان میں صدہا وہ بیان ملیں گے، جو پہلے نہ تھے۔ اور مانعین کے یہاں تو فتاوی شاہ عبدالعزیز صاحب، بلکہ مأۃ مسائل واربعین تک پر اعتماد ہو رہا ہے۔ کیا 'مأۃ مسائل' 'اربعین' کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ وتابعین وائمہ تو بہت بالا ہیں، عالمگیری ورد المحتار تک کہیں دکھا سکتے ہیں؟

اب ان کے بعد ریل، تار برقی، نوٹ، منی آرڈر، فونوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ وتابعین یا امام ابوحنیفہ یا نہ سہی، ہدایہ ودر مختار، یا یہی نہ سہی، عالمگیری وطحطاوی ورد المحتار، یا سب جانے دو، شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاوے میں دکھاؤ۔ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جا سکتا ہے؟۔

خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے۔ مگر جب سے حادث ہے، علما نے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔

درمختار میں ہے: یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین...

اذان کے بعد حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام عرض کرنا جس طرح حرمین طیبین میں رائج ہے۔

درمختار میں فرمایا: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ

سبع مائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة للاثنین ثم یوم الجمعةبعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین فھو بدعة حسنة ...

کتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے۔ اُس وقت کے علمائے دین معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے؟

مجلس میلاد مبارک وقیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے۔ مگر صحابہ وتابعین وائمۂ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی، اسی جنون پونی ہوگی۔ ان پر انھیں علمائے کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا، جن کے زمانہ میں ان کا وجود تھا۔ جیسے مجلس مبارک کے لیے امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی، وامام خاتم الحفاظ جلال الدین السیوطی، وامام احمد خطیب قسطلانی وغیرہم اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ، جن کے نام وکلام کی تصریح بارہا کر دی گئی۔

یوہیں مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے گی، جن کا ذکر شریف آتا ہے۔ وباللہ التوفیق - بحمد اللہ تعالیٰ موافقین اہل حق وانصاف ودین کے لیے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا انکار، ان کی کیا پرواہ؟ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علمائے کرام کو مانیں۔ مولیٰ عزوجل توفیق دے۔ تو یہاں منصف غیر متعصب کے لیے اسی قدر کافی کہ:

یہ فعل مبارک یعنی قیام وقت ذِکر ولادت حضور خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والسلام صدہا سال سے بلاد اسلامیہ میں رائج ومعمول، اور اکابر ائمہ دین میں مقرر ومقبول۔ شرع میں اس سے منع مفقود، اور بے منع شرع منع مردود۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ وانما الحرام ما حرم اللہ وماسکت

عنہ فھو عفو من اللہ۔ علی الخصوص حرمین طیبین مکہ معظمہ ومدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علی منورھما وبارک وسلم کہ مبدء ومرجع دین وایمان ہیں۔ وہاں کے اکابر علما ومفتیان مذاہب اربعہ، مدتہا مدت سے اس فعل کے فاعل وعامل وقائل ہیں۔ ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا۔ بلکہ بلاشبہہ مستحسن ومستحب ٹھہرایا۔

علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے، اور ارشاد فرماتے ہیں۔

قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا تقی الدین السبکی رحمۃاللّٰہ تعالیٰ علیہ وتابعہ علی ذالک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علما عصرہ فانشد فیہ قول الصرصری فی مدحہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ؎

قیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذھب
علی فضۃ من خط احسن من کتب
وان ینھض للاشراف عند سماعہ
قیاما صفوفا او جثیا علی الرکب

فعند ذالک قام الامام السبکی وجمیع من فی المجلس فحصل انس کثیر بذالک المجلس وکفی بذالک فی الاقتداء .. بے شک وقت ذکر نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام قیام کرنا، امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ سے پایا گیا، جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین وتقوی میں اماموں کے امام ہیں۔ اور

اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقات کبری میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانہ کے علما کی مجتمع ہوئی، اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار ﷺ میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ ﷺ کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ جو سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتھر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے۔ اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سر و قد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں۔ ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔

علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اسی قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اھ۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے گیارہ علمائے کرام اور عارف باللہ سید سند مولانا جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز کی کتاب **عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر** ——— فاضل اجل سیدی جعفر بن اسمٰعیل علوی مدنی کی کتاب **شرح الکوکب علی عقد الجوہر** ——— فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی جو رسالہ اثبات قیام میں دلائل ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ **فاستفید من مجموع ما ذکرنا استحباب القیام لہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم** یعنی ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی ﷺ کی تعظیم ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: **قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علیٰ استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللہ تعالیٰ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ** بے شک امت مصطفیٰ ﷺ سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے۔ اور بے شک نبی ﷺ فرماتے ہیں: 'میری امت

گمراہی پر جمع نہیں ہوتی'۔۔۔۔۔۔ امام علامہ مدالقی، علامہ زید کے رسالہ میلاد ۔۔۔۔۔۔ خاتمۃ المحدثین زین الحرم، عین الکرم، مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی کی کتاب مستطاب الدر السنیه فی الرد علی الوهابیه ۔۔۔۔۔۔ شیخ مشائخنا، خاتمۃ المحققین، امام العلما، سید المدرسین، مفتی الحنفیہ بمکۃ المحمیہ سیدنا علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی کے فتاوے ۔۔۔۔۔۔ اورعلامہ انباری کی کتاب مورد الظمأن کی عبارتیں ثبوت قیام وقت ذکر ولادت رسول ﷺ میں نقل فرمائیں، جن میں سے تین عبارتیں بطور نمونہ اس جگہ نقل کی گئیں۔

اس کے بعد گیارہ فتاوے علمائے کرام کے، ثبوتِ قیامِ میلاد شریف میں نقل فرمایا۔

اول: فتوی مولانا جمال عمر حنفی، جس پر مولانا صدیق بن عبد الرحمٰن کمال حنفی، اورعلامہ الوری علم الہدی مولانا سید سند زین دحلان شافعی نے بھی موافقت فرمائی۔

دوسرا: فتوی مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ کا۔

تیسرا: فتوی مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی مفتی حنابلہ کا ذکر فرمایا۔ جس میں فرماتے ہیں: **نعم یجب القیام عند ذکر ولادته صلی اللّٰه تعالیٰ وسلم اذ یحضر روحانیته صلی اللّٰه تعالیٰ وسلم فعند ذالک یجب التعظیم والقیام** ہاں ذکرولادت حضور اقدس ﷺ کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم وقیام لازم ہوا۔

چوتھا: فتوی مفتی حنفیہ مولانا عبد اللہ بن محمد حنفی کا۔

پانچواں: فتوی شیخ مشائخنا مولانا الامام سراج العلما عبد اللہ سراج مکی مفتی حنفیہ کا۔

چھٹا: فتوی عمر بن ابی بکر شافعی کا۔

ساتواں: فتوی علمائے حرمین محترمین، جس پر مفتی مکہ معظمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی، اور رئیس العلما شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی، اور مفتی مالکیہ مولانا حسین بن ابراہیم مکی، اور سید المحققین مولانا احمد بن زین شافعی، اور مدرس مسجد نبویہ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی، اور مولانا عبد الکریم بن عبد الحکیم سنفی مدنی، اور فقیہ جلیل مولانا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ، اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اصل فتوی مزین بخطوط ومواہیر علما ممدوحین فقیر نے بچشم خود دیکھا۔ اور مدتوں فقیر کے پاس رہا، جس میں کثیر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی ہے، اور بدلائل باہرہ مذہب وہابیت کو سراسر مردود و باطل ٹھہرایا ہے۔

آٹھواں: فتوی حضرات علمائے مدینہ منورہ کا، آخر روضۃ النعیم میں طبع ہوا ہے۔ اس فتوی پر مولانا عبد الجبار، اور ابراہیم بن خیار وغیرہما تیں علمائے کرام کی مہریں ہیں۔

نواں: فتوی علمائے مکہ معظمہ، جس میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں: **فالمنكر لهذا مبتدع بدعة سيئة مذمومة لانكاره على شئ حسن عند الله والمسلمين** ۔ یعنی پس مجلس میلاد و قیام کا منکر بدعتی ہے، اور اس منکر کی بدعت سیئہ مذمومہ ہے کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا و اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی۔

اس فتوی پر حضرت سید العلما احمد دحلان مفتی شافعیہ، وجناب مستطاب شیخنا وبرکتنا سراج الفضلا مولانا عبد الرحمن سراج مفتی حنفیہ، مولانا حسن مفتی حنابلہ، ومولانا محمد شرفی مفتی مالکیہ، وغیرہم پینتالیس علما کی مہریں ہیں۔

دسواں: فتوی علمائے جدہ میں، مجیب اول مولانا باصر بن علی بن احمد مجلس میلاد اوراس میں قیام وتعیین یوم وتزئین مکان واستعمال خوشبو وقرأت قرآن واظہار سرور واطعام طعام کی نسبت فرماتے ہیں: **بهذه الصورة المجموعة من الاشياء المذكورة بدعة حسنة مستحبة شرعاً لا ينكرها الامن فی قلبه شعبة من شعب النفاق والبغض له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وكيف يسوغ له ذالک مع قوله تعالیٰ: وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْب** جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعا بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ جس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی ﷺ کی عداوت ہے۔ اور یہ انکار اسے کیوں کر روا ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے 'جو خدا کے شعائروں کی تعظیم کرے، تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے'۔

اس پر مولانا عیاض بن جعفر صدیق، مولانا احمد فتاح، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا احمد جلیس، مولانا محمد صالح رحمة الله تعالیٰ علیهم کی تصدیقات وتحریرات ہیں۔ **ونص عبارة مولانا احمد جليس هكذا "الحمد لله وكفى والصلاة على المصطفى نعم ذكر ولادة النبی ﷺ ومعجزاته وحليته والحضور لسماعه وتزيين المكان ورش ماء الورد والبخور بالعود وتعيين اليوم والقيامة عند ذكر ولادته ﷺ واطعام الطعام وتقسيم التمر وقراء شئ من القرآن كلها مستحبة بلا شک وريب**

واللہ تعالیٰ اعلم بالغیب۔ خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ ﷺ پر درود۔ ہاں معجزات و حلیہ شریفہ نبی ﷺ کا ذکر کرنا، اور اس کے سننے کو حاضر ہونا، اور مکان سجانا، اور گلاب چھڑکنا، اور اگربتی سلگانا، اور دن مقرر کرنا، اور ولادت نبی ﷺ کے وقت قیام کرنا، اور کھانا کھلانا، اور خرمے بانٹنا، اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا، بلا شک و شبہ مستحب ہے۔

مولانا محمد صالح نے لکھا: **امة النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم من العرب والمصر والشام والروم والاندلس وجمیع بلاد الاسلام مجتمع ومتفق علی استحبابه واستحسانه**۔ یعنی نبی ﷺ کی امت عرب ومصر وشام وروم واندلس وتمام بلاد اسلام سے اس کے استحباب واستحسان پر اجماع واتفاق کیے ہوئے ہیں۔

گیارہواں فتوی: علمائے جدہ کا ہے جس میں مولانا یحییٰ بن اکرم تحریر فرماتے ہیں: **الف فی ذالک العلما وحثوا علی فعله فقالوا لاینکرها الا مبتدع فعلی حاکم الشریعة ان یعزروه**.. یعنی علما نے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس فعل پر رغبت دی اور فرمایا اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی تو حاکم شرع پر اس کی تعزیر لازم۔

اس فتوی پر مولانا علی شامی بن عبد اللہ، مولانا علی طحان، مولانا محمد بن داؤد بن عبد الرحمٰن، مولانا محمد بن عبد اللہ، مولانا احمد بن محمد خلیل، مولانا عبد الرحمٰن بن علی حضرمی کی تصحیحات وتصدیقات ہیں۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: بالجملہ سر دست اس قدر کتب وفتاوی وافعال واقوال علما وائمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان واستحباب کی سند صریح حاضر ہے۔ جس میں سو سے زائد ائمہ وعلما کی تحقیق وتصدیق روشن وظاہر۔ اور رسالہ غایة المرام میں علمائے ہند

کے بھی فتوے چھپے ہیں، جن پر پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں۔

اب منصف انصاف کرے۔ آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ، و مدینہ منورہ، و جدہ، و حدیدہ، و روم، و شام، و مصر، و دمیاط، و یمن، و زبید، و بصرہ و حضر موت، و حلب، و حمص، و برزنج، و برع، و کرد، و داغستان، و اندلس، و ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا؟ یا معاذ اللہ! یہ عمائد شریعت صدہا سال سے آج تک سب کے سب مبتدع و بد مذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے؟

تعصب نہ کیجیے تو ہم ایک تدبیر بتائیں۔ ذرا اپنے دل کو خیالات ایں و آں سے رہائی دیجیے۔ اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجیے کہ گویا یہ سیکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں، اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالیشان میں جمع ہوئے ہیں۔ اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے۔ اور ان سب عمائد نے یک زباں ہوکر بآواز بلند فرمایا ہے: بیشک مستحب ہے۔ بے شک مستحب ہے۔ وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے ـــــــ اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجیے، اور مشت چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھیے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالیشان مجمع میں جاکر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے۔ اور یوں تو ؎

چو شیراں برفتند از مرغزار ÷ زند روبہ لنگ لاف شکار

جسے چاہے کہہ دیجیے وہ کیا تھے، ہم ان کی کب مانتے ہیں، انکا قول کیا حجت ہوسکتا ہے؟ نعوذ باللہ منہ۔

مقام دوم:- اس مقام کی شرح و تفصیل مفضی نہایت اطناب و تطویل۔ معہٰذا ہمارے علمائے عرب و عجم بحمد اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہوچکے کہ کوئی دقیقہ

احقاق حق وابطال باطل کا اٹھانہ رکھا۔علی الخصوص حضرت حامی السنن ماحی الفتن سیدی ومولائی والدی روح اللہ روحہ نے کتاب مستطاب **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** میں وہ تحقیقات بدیعہ وتدقیقات منیعہ ارشادفرمائیں، جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ حق کے لیے نہیں ،مگر غایت انجلا وبیان، اور باطل کو نصیب نہیں ،مگرموت بے امان۔**والحمد للہ رب العالمین**۔لہٰذافقیر یہاں چندا جمالی نکتوں پر بسبیل اشارہ وایما اکتفا کرتا ہے۔

نکتہ اول:- اصل اشیا میں اباحت ہے۔یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت ،اوراس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق ،وہی تو مذموم وممنوع ہے۔باقی سب چیزیں جائز ومباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن وحدیث میں منصوص ہو،یاان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔

توجوشخص جس فعل کو ناجائز یاحرام یامکروہ کہے،اس پرواجب کہ اپنے دعوی پر دلیل قائم کرے ــــــ اور جائز ومباح کہنے والے کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں ۔کہ ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہوناہی جواز کی دلیل کافی ہے۔

جامع ترمذی،وسنن ابن ماجہ،ومستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو عفا** یعنی حلال وہ ہے ،جوخدانے اپنی کتاب میں حلال کیا۔اورحرام وہ ہے، جسے خدانے اپنی کتاب میں حرام کیا۔اورجس کا کچھ ذکر نہ فرمایاوہ اللہ کی طرف سے معاف ہے۔یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

ملاعلی قاری مرقات میں فرماتے ہیں: **فیہ ان الاصل فی الاشیاء**

الاباحة اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔

لطف یہ کہ مولوی نذیر حسین صاحب سورج گڑھی دہلوی نے بھی فتوائے متصدقہ مہری تخطی میں تصریح کی کہ:

او مدہوش، بے عقل! خدا و رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے، اور نا جائز کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو نا جائز کہتے ہو خدا و رسول نے نا جائز کہاں کہا ہے؟ ملخصاً

نکتہ دوم:- عموم و اطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام ﷺ سے آج تک علما میں شائع و ذائع ہے۔ یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا، تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے گی۔ تاوقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ مسلم الثبوت میں ہے: **شاع وذاع احتجاجهم سلفاوخلفا بالعموما ت من غير نكير ..**

یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ مولوی نذیر حسین صاحب میں ہے۔

جب عام و مطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم و اطلاق پر رہے گا عموم و اطلاق سے استدلال برابر زمانہ صحابہ کرام سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔

اب سنیے! ذکر الٰہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت۔ قال اللہ تعالیٰ: **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا** خدا کو بہت یاد کرو۔

اور نبی کریم ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلاۃ والسلام کی یاد عین خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد تو اسی لیے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ معہذا نبی کریم ﷺ کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ

حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انھیں یہ مراتب بخشے، یہ کمال عطا فرمایا ـــــ
اب چاہے اسے نعت سمجھ لو، یعنی آقا ﷺ ایسے ہیں، جنھیں حق تعالیٰ نے ایسے ایسے درجے دیے۔ اس وقت یہ کلام آیہ کریمہ: **وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ** کے قبیل سے ہوگا ـــــ چاہے حمد سمجھ لو، یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے۔ اس وقت یہ کلام آیۂ کریمہ: **سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ** و آیۂ کریمہ: **هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی** کے طور پر ہو جائے گا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے فرماتا ہے:
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا سے یوں نقل فرماتے ہیں:
جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكرني یعنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔
بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی، حسن ومحمود ہی رہے گی۔ اور مجلس میلاد وصلاۃ بعد الاذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لیے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں! جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے، وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔
اسی طرح نعمت الٰہیہ کے بیان واظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا۔ قال تعالیٰ
وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ـــــ اور ولادت اقدس ﷺ تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا۔

علیٰ ہذا القیاس نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے۔ اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے ثابت۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نکتہ سوم: ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کے لیے رخصت یا ممانعت ماننا، اس پر موقوف کہ قرآن وحدیث میں خاص اس کا نام لے کر جائز کہا ہو، یا منع کیا ہو۔ یا اس کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ کسی عام یا مطلق مامور بہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے۔

بر تقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس وقیام مجلس کے نام قرآن وحدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔

بر تقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت کے ساتھ ثبوت مانگتے ہو، اور با آنکہ یہ افعال اطلاقات ذِکر وتحدیث نعمت وتعظیم وتوقیرِ نبی کے تحت میں داخل ہیں، جائز نہیں مانتے۔

نکتہ چہارم: حضرات مانعین سب کے سب اس مرض میں گرفتار کہ قرن وزمانہ کو حاکم شرع بنایا ہے۔ جو نئی بات کہ قرآن وحدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں، جب فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ بری نہیں، اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت وگمرہی۔ حالانکہ شرعاً وعقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین وتقبیح پر قابو نہیں۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے۔ اور برا کام کسی زمانہ میں ہو، برا ہے۔ آخر بلوائے مصر، وواقعہ کربلا، حادثہ حُرہ، وبدعات خوارج، وشناعات روافض، وخباثات نواصب،

وخرافات معتزلہ وغیرھا امور شنیعہ، زمانۂ صحابہ وتابعین میں حادث ہوئے، مگر معاذ اللہ وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ اور بنائے تصنیف کتب، وتدوین علوم، ورد مبتدعین، وتعلیم وتعلم نحو وصرف، وطرق اذکار، وصور اشغال اولیائے سلاسل قدست اسرارھم وغیرھا امور حسنہ، ان کے بعد شائع ہوئے، مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بد نہیں قرار پا سکتے۔ بلکہ اس کا مدار نفس فعل کے حسن وقبح پہ ہے۔ جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن وحدیث سے ثابت، وہ بے شک حسن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو۔ اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا، خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:۔

والبدعة ان كانت مما تندرج تحت مستحسن فهي حسنة وان كانت تندرج تحت مستقبح فهي مستقبحة والا فمن قسم المباح ..

یعنی بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔

اب مجلس قیام وغیرھا امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں نہ تھے، لہٰذا ممنوع ہیں، محض باطل ہو گیا۔

نکتہ پنجم: بڑی مستند، ان حضرات کی حدیث: خیر القرون قرنی ہے، اس میں بحمد اللہ ان کے مطلب کی بو بھی نہیں۔ حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ اس کے بعد

جھوٹ، خیانت، اور تن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا۔

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق مامور بہ کے تحت میں داخل ہو، شنیع و مذموم ٹھہرے گا۔ جو اس کے ثبوت کا دعویٰ رکھتا ہو، بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

نکتہ ششم: اگر کسی زمانہ کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا، اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں، اور مابعد کے شر تو اکثر صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔ **اخرج ابو نعیم ان رسول اللّٰہ ﷺ قال اذا اتیٰ علیٰ ابی بکر اجله وعمر اجله وعثمٰن اجله فان استطعت ان تموت فمت** ۔ یعنی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جب انتقال کر جائیں ابو بکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔ اب تمہارے طور پر چاہیے کہ زمانہ پاک حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم بلکہ صرف زمانہ شیخین (کہ طبرانی کی روایت کی وارد" اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جانا) رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے۔ پھر جو کچھ حادث ہوا، اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں، وہ معاذ اللہ سبب شر و قبیح و مذموم و بدعت ضلالت قرار پائے۔ خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

نکتہ ہفتم: اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اس کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں، تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے

بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ یعنی میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینھ، کہ نہیں کہہ سکتے اس کا اگلا بہتر ہے، یا پچھلا۔

شیخ محقق لکھتے ہیں: کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافع ست کہیے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص؟ اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور، جو علما و عرفا مابعد میں بلحاظ اصول و عموم و اطلاق شائع ہوئے؟۔

نکتہ ہشتم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاورات و مکالمات کو دیکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت و شریت نہیں۔ دیکھیے بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور ﷺ میں نہ تھیں، ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں، اور وہ انھیں برا کہتے، اور نہایت تشدد و انکار فرماتے۔ اور بہت تازہ باتیں کہ حادث ہوئیں ان کو بدعت و محدثات مان کر خود کرتے، اور لوگوں کو اجازت دیتے، اور خیر و حسن بتاتے۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: نعمة البدعة ھذہ کیا اچھی بدعت ہے یہ۔ اور سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ بآواز پڑھتے سنکر فرمایا: ای بنی محدث ایاك والحدث اے میرے بیٹے یہ نو پیدا بات ہے بچ نئی باتوں سے۔ فاروق اعظم نے بدعت مان کر حسن کہا۔ اور عبد اللہ بن مغفل نے اس فعل کو کہ ان کے زمانہ میں واقع ہوا بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی ان کے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفس فعل کو دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، اجازت دیتے، ورنہ منع فرمادیتے۔ اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانہ تابعین وتبع تابعین میں رائج رہا۔ تو باتفاق صحابہ وتابعین وتبع تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے، اگرچہ نیا ہو۔ اور قبیح، قبیح ہے، اگرچہ پرانا ہو۔ پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے۔

نکتہ نہم: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں۔ زمانہ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا۔ اور بفرمان جلیل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وسیدنا فاروق اعظم وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرار پاچکا کہ بات، فی نفسہ نیک ہونا چاہیے، اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب جنگ یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید ہوئے، تو حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے، تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھنے کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیوں کر کروگے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا۔ مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملہ میں بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کے لیے کھول دیا، اور میری رائے عمر کی رائے کے موافق ہوگئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو

بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا۔ انھیں بھی وہی شبہہ گذرا، اور عرض کی: بھلا آپ ایسی بات کیوں کر کرتے ہیں، جو حضور اقدس ﷺ نے نہ کی؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم بات تو بھلائی کی ہے۔ پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی، یہانتک کہ ان کی رائے بھی شیخین کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی، اور انھوں نے قرآن عظیم جمع کیا۔

دیکھو! جب زید بن ثابت نے صدیق اکبر، اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر اعتراض کیا، تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہوتا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں، ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے۔ بلکہ یہی جواب فرمایا کہ اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے نہ کیا، پر کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے۔ پس کیوں کر ممنوع ہوسکتا ہے؟ اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی۔ اور قرآن عظیم باتفاق صحابہ جمع ہوا۔

اب غضب کی بات ہے کہ ان حضرات کو سودا، اچھلے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہوچکی، پھر اکھیڑیں۔

نکتہ دہم: جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے محبت وتعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کچھ انھوں نے نہ کیا، تم کرتے ہو؟ لطف یہ ہے کہ بعینہٖ وہی اعتراض اگر قابل تسلیم ہو، تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین، اور تابعین پر باعتبار صحابہ، اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ ﷺ وارد۔ مثلاً جس فعل کو حضور اقدس ﷺ وصحابہ وتابعین کسی نے نہ کیا، اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوا، تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔

ہم کہیں گے اس کام میں بھلائی ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ وصحابہ وتابعین

کرتے۔ تبع تابعین کیا ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں، جوانھوں نے نہ کیا یہ کریں گے؟ اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہوا، اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ وصحابہ کیوں نہ کرتے۔ تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے؟

علی ہذا القیاس جونئی باتیں صحابہ نے کیں، ان میں بھی تمہاری طرح کہا جائے گا ؎

بزہد وورع کوش وصدق وصفا ÷ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

کیا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ ان کی خوبی معلوم نہ ہوئی؟ یا صحابہ کو افعال خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی؟

غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بنا پر عیاذاباللہ عیاذا باللہ تمام صحابہ وتابعین بھی بدعتی ٹھہرے جاتے ہیں۔

نکتہ یازدھم: امام احمد بن محمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب مغفور تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر ست منع فرمودن چیزے دیگر۔

نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز۔

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ کھا ہے۔

نکتہ دوازدھم: ع: سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جاست

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ وتابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ ونشر دین متین،

وقتل کافرین، واشاعت فرائض، وحدود الٰہیہ، ومحافظت اصول ایمان، وحفظ وروایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی۔ لہٰذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی؟ تاسیس قواعد واصول، وتفریع جزئیات وفروع، وتصنیف وتدوین علوم، ونظم دلائل حق، ورد شبہات اہل بدعت، وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دین الٰہی کی بنیاد مستحکم کردی، اور مشارق ومغارب میں ملّتِ حنفیہ کی جڑ جم گئی۔ اس وقت ائمہ وعلمائے مابعد نے تخت وبخت سازگار پا کر بیخ وبُن جمانے والوں کی ہمتِ بلند کے قدم لیے، اور باغبانِ حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے الاہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ مصطفیٰ ﷺ کا باغ ہرا ابھرا پھلا پھولا لہلہایا، اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم وکام ودماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ ٹہنیاں جواب پھوٹیں، جب کہاں تھیں؟ یہ پتیاں جواب نکلیں، پہلے کیوں نہاں تھیں؟ اگر ان میں کوئی خوبی پاتے، تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے؟ اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! ان اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی، وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے۔

نکتہ سیزدہم: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرون ثلثہ میں نہ تھا، سب منع ہے اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا، اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا، اور طلبہ کے لیے مطبع نولکشور سے فیصدی دس روپے کمیشن لے کر کتابیں منگانا، اور بہ تخصیص روز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں

وعظ کہنے جائیں، نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لیے جلسے، اور پنچ مقرر کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر شہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا، اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ سب اکابر واصاغر میں بلانکیر رائج ہیں۔ قرون ثلثہ میں کب تھیں؟ کیا تمہارے لیے پروانۂ معافی آ گیا ہے کہ جو چاہو کرو، تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ یا یہ نکتہ چینیاں انھیں باتوں میں ہیں، جن میں تعظیم ومحبت حضور سرور عالم ﷺ سے علاقہ ہو، باقی حلال شیر مادر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاکبر۔

نکتہ چہاردھم: افسوس! کیا الٹا زمانہ ہے۔ امور تعظیم وادب میں سلف صالح سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی طریقہ رہا کہ ورود، وعدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی، بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بتایا۔ **کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا** جس بات کو نبی کریم ﷺ کی ادب وتعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔ اسی لیے سلفاً وخلفاً جس مسلمان نے کسی نئے طریقہ سے حضور اقدس ﷺ کا ادب کیا، اس ایجاد کو علما نے اس کے مدائح میں شمار کیا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہرایا۔

مثلاً سیدنا امام مالک، صاحب المذہب، عالم المدینہ رضی اللہ عنہ نے ادب حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں، جو صحابہ وتابعین سے ہرگز منقول نہیں۔ اور وہ ایجاد تمام علما کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا۔ اور ان کے غایت محبت پر دلیل قرار پایا۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں: جس کا ترجمہ یہ ہے: جب لوگ مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے، ایک کنیز آ کر کہتی: شیخ تم سے پوچھتے ہیں:

تم حدیث سیکھنے آئے ہو، یا فقہ و مسائل؟ اگر انھوں نے جواب دیا: فقہ و مسائل۔ جب تو آپ تشریف لے آتے۔ اور اگر کہا: حدیث۔ تو پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، طیلسان اوڑھتے، اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے، ان کے لیے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے، اور بنہایت خشوع و خضوع اس پر جلوس فرماتے، اور جب تک حدیث بیان کرتے، اگر سلگائے رہتے، اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے، جب نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنا ہوتی۔

حضرت سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو فرمایا: میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کروں، اور میں حدیث بیان نہیں کرتا، جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔

دوسری مثال: انھیں کی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے، اور فرماتے: مجھے شرم آتی ہے خدائے تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور سرور عالم ﷺ جلوہ فرما ہوں، اسے جانور کی سُم سے روندوں۔

تیسری مثال: احمد غازی تیرانداز سے شفا شریف میں نقل کیا ہے کہ میں نے کمان کبھی بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی، جب سے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔

چوتھی مثال: امام بن حاج مالکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ بعض صالحین چالیس برس مکہ معظّمہ کے مجاور رہے، اور کبھی حرم محترم میں پیشاب نہ کیا، نہ لیٹے۔ ابن حاج کہتے ہیں: ایسے شخص کو مجاورت مستحب ہے۔ یا یوں کہیے: اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

یہ ابن حاج مستندین مانعین سے ہیں۔ اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں۔ مگر اس پر نکیر نہیں فرماتے، بلکہ تعریف کرتے ہیں۔

پانچویں مثال: اسی میں ہے۔ بعض صالحین زیارت نبی ﷺ کو حاضر ہوئے، تو شہر میں نہ گئے، بلکہ باہر سے زیارت کرلی۔ اور یہ ادب تھا اس مرحوم کا، نبی ﷺ کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے؟ کہا: کیا مجھ جیسا شخص داخل ہو سید الکونین ﷺ کے شہر میں؟ میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔

چھٹی مثال: اسی میں ہے: میرے سردار ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، تو جب تک رہا، مسجد شریف میں قعدہ نماز کے سوا نہ بیٹھا۔ اور برابر حضور میں کھڑا رہا، جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔

ساتویں مثال: اس کے متصل نہیں امام سے نقل کرتے ہیں: میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا، نہ کہیں اور گیا۔ نہ حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی کی زیارت کی۔ ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں۔ پھر میں نے کہا: کہاں جاؤں گا؟ یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا، سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بے چاروں اور مسکینوں کے لیے۔ اور وہاں حضور اقدس ﷺ کے سوا کون ہے، جس کا قصد کیا جائے؟ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا۔ اور مراد و مطلب ہاتھ آئے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اب فقیر سرکار قادریہ غفر اللہ تعالیٰ لہٗ بھی اس فتوی کو انہیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا، اور مراد و مطلب ہاتھ آئے

گا۔ اور اپنے رب کریم تبارک وتعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف مسئلہ قیام نبی میں بیان کافی وبرہان شافی ہو، بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل قرار پائے۔ اور جسے خدا چاہے اس کے لیے شاہراہ تحقیق پر مشعل ہدایت ہو جائے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسراج اُفُقِہٖ سیدنا ومولانا محمّد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی ﷺ

اس فتویٰ پر علمائے رامپور سے حضرت مولانا ارشاد حسین، ومولانا گوہر علی، ومولانا عبد اللہ قریشی، ومولانا شاہ سلامت اللہ ـــــ اور علمائے بدایوں سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر، ومولانا عبد المقتدر، ومولانا امداد حسین، ومولانا حافظ محمد بخش، ومولانا عبد الرزاق بن عبد الصمد ـــــ اور علمائے بریلی سے مولانا محمد شاہ خان صاحب، ومولانا سلطان احمد خان صاحب۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصدیقات ومواہیر ہیں۔

گنگوہی صاحب اور نہ صرف گنگوہی ومولوی اسماعیل دہلوی، بلکہ وہابیہ مطلقاً مقلدین ہوں یعنی دیوبندیہ یا غیر مقلدین ہوں یعنی دہلویہ۔ایک وصف خاص ان کا یہی ہے کہ ہر مسئلہ میں اسی پہلو کو اختیار کریں، جس میں انبیاورسل کی بے قدری وتوہین ہو، یا کم از کم عزت وقدر ثابت نہ ہو۔ اعتقادیات سے عملیات، مستحبات سے لے کر فضائل تک سب میں یہ بات ضروری ہے۔اور جس مولوی کی تحریرات وتقریرات ایسی نہ ہوں، وہ وہابی نہیں ۔اس وقت میرے پیش نظر تقبیل ابہامیں ہے۔یعنی اذان سنتے وقت جب نام نامی حضور اقدس ﷺ کا آئے، اور موذن أشھد أن محمّدا رسول اللّٰہ کہے، اس وقت سننے والے کو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی رخ سوائے تعظیم وتوقیر حضور اقدس ﷺ کے دوسری طرف نہیں ۔تو اگر کوئی اور وجہ وثبوت اس کے کرنے کا نہ ہوتا، تو صرف تعظیم وتوقیر ہی وجہ وجیہ جواز کے لیے کافی تھی۔ نہ کہ ایک حدیث بھی اس مضمون کی مروی۔ جسے امام سخاوی نے رسالۂ مبارکہ **المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی الالسنۃ** میں ذکر فرمایا۔مگر ان بدعت پرستوں کے یہاں یہ کب گوارہ ہو، ان کے یہاں بدعت ومنع ہے۔

جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا، تو حضور نے ایک ضخیم کتاب ۱۳۲ صفحات کی اس کے جواب میں تحریر فرمائی۔اور اس کا تاریخی نام **منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین** تجویز رکھا۔

یہ رسالہ اگرچہ بظاہر اس ایک مسئلہ کا جواب ہے، لیکن درحقیقت وہابیہ کی ساری عمارت کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا، اور اہل سنت کے ہاتھ میں ایک زبردست اوزار ردوہابیہ کا دینا ہے۔ اور علم اصول حدیث کے بہت سے مسائل کی توضیح وتشریح ہے۔ اور وہابیہ، دیوبندیہ کے سارے اِدّعائے حدیث دانی کی تقبیح و تفضیح ہے۔

یہ رسالہ پہلے مطبع گلزار حسنی بمبئی میں طبع ہوا، اور تمام شائقین کی خدمت میں تحفۃً بھیجا گیا۔ پھر دوبارہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں چھپا۔ تیسری بار فتاوی رضویہ جلد دوم میں ص ۵۱۷ سے ص ۶۴۸ تک چھپا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی دوسرے رسالوں کی طرح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ کا ذکر ہے۔ ابتدائے جواب ان لفظوں سے ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للّٰہ الذی نور عیون المسلمین ○ بنور عین اعیان المرسلین ○ والصلاۃ والسلام علی نور العیون ○ سرور القلب المحزون ○ محمدن الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان ○ والحبیب اسمہ عند اھل الایمان ○ الخ

خطبہ کے بعد جواب ان مبارک لفظوں میں تحریر فرمایا ہے۔

حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے، یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز۔ جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم۔ اور اگر خود کوئی دلیل خاص نہ ہوتی، تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جو نا جائز بتائے، ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے۔ اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔

پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما وعمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔

پھر حدیث شریف سے سیدنا صدیق اکبر، وسیدنا امام حسن، وسیدنا ابوالعباس خضر وغیرھم اکابر دین کے کرنے کا ثبوت کتاب مستطاب مقاصد حسنہ سے ذکر فرمایا۔اور کتب فقہ جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ وفتاوی صوفیہ وکنز العباد ورد المحتار حاشیہ در مختار وغیرہا کتب فقہ کے حوالہ سے اس فعل کا استحباب واستحسان ثابت فرمایا۔

رہا محدثین کا اس حدیث کو لا یصح فرمانا، جس سے ان متحدث صاحبوں کو اردو محاورہ کا دھوکا ہوا کہ 'یہ بات صحیح نہیں' اس کے معنی یہ ہیں کہ 'غلط ہے'۔حالانکہ یہ اصطلاح فنی ہے کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔نہ کہ نفی صلاح تماسک وصلوح تمسک ، نہ کہ دعوی وضع وکذب۔تو عندالتحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں، یوں ہی حکم کذب ووضع بھی ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور۔وعمل علما وقبول قدما، حدیث کے لیے قوی دیگر۔اور نہ سہی، تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول۔اور اس سے بھی گذریے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی ومنقول، اور سلف صالح میں حفظ صحت بصر وروشنائی چشم کے لیے مجرب ،اور معمول۔ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو، تو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو، تو صرف تجربہ وافی۔کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں۔نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف۔اور نفع حاصل ہو، تو منع باطل۔ بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے؟

ولہذا مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ۔

تو صدیق اکبر سے کسی شی کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم ﷺ سے ثبوت ہے، اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہیں۔

امام سخاوی **المقاصد الحسنه فی الحدیث الدائره علی الالسنة** میں فرماتے ہیں:-

حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قو ل الموذن اشهد ان محمدا رسول اللّٰه مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت باللّٰه ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکرن الصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لما سمع قول الموذن اشهدان محمدا رسول اللّٰه قال هذا وقبل بباطن الانملتی السبابتین ومسح عینیه فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی ولا یصح ۔ یعنی موذن سے اشهدان محمدا رسول اللّٰه سن کر انگشتان شہادت کے پورے، جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا، اور یہ دعا پڑھنا اشهدان محمدا عبده ورسوله رضیت باللّٰه رب وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے موذن کو اشهدان محمدا رسول اللّٰه کہتے سنا، یہ دعا پڑھی، اور دونوں کلمہ کی انگلیوں کے پورے، جانب زیرین سے چوم کر

آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے۔ اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہونچی، جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:-

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامها وخطيبها فی تاريخه عن المجد احد القدماء من المصر يين انه سمعه يقول من صلی علی النبی ﷺ اذا سمع ذکره فی الاذان وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهماعينيه لم يرمد ابدا ٥ یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے، نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سنا کہ جو شخص نبی ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے، اور انھیں بوسہ دیکر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر شرح نقایہ سے نقل فرمایا:-

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانيه صلی الله تعالیٰ عليک يارسول الله عند الثانية منها قرة عينی بک يارسول الله ثم يقال اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامين علی العينين فانه ﷺ يكون له قائدا الی الجنة كذا فی كنز العباد ٥ یعنی خبردار ہو! بے شک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشهدان محمّدا رسول الله سنے صلى الله عليك يارسول الله کہے۔ اور دوسری بار قرة عيني بك يارسول الله، پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے:

اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر، تو نبی ﷺ اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:۔

ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ ۔ یعنی ایسا ہی سیدی فضل اللہ سہروردی نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے بہت نفیس اعلیٰ درجہ کے قیمتی اکتیس فائدے بحوالہ کتب مستندہ تحریر فرمائے ہیں، جن کو بطور اختصار لکھنا فوائد سے خالی نہیں۔

افادہ اول:۔

(الف) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ 'صحیح نہیں' اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے۔ بلکہ 'صحیح' ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے، جس کے شرائط سخت و دشوار، اور موانع و عوائق کثیر و بسیار۔ حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔

حلیہ شرح منیہ میں ہے:۔

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیث لا یلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن ۔ یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

(ب) یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار، نفی حسن میں بھی نص نہیں، جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو۔ نہ کہ صالح و لائق اعتبار نہ ہونا، نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا، جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح۔

اور سب سے بدتر موضوع۔ اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں، درجہ بدرجہ مرتب۔ صحیح کے بعد حسن لذاتہ، بلکہ صحیح لغیرہ؟ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب، اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔

اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے۔ اور وہ سب حجج بہا ہیں۔ اور آخر کی قسم، صالح۔ یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے۔ اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ، بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور پہنا کرتی ہے۔ ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول، وتنہا کافی ہے۔

پھر درجہ ششم میں ضعف قوی ووہن شدید ہے۔ جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا، بشرطیکہ ہنوز کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث، احکام میں احتجاج درکنار، اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں! فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً، اور بعض کے طور پر بعد انجبار بہ تعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے۔ کما سنبینہ انشاء اللہ تعالیٰ

پھر درجہ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے۔ جس کا مدار وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد۔ یعنی جس کا مدار کذب پر ہو، عین موضوع۔ یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالاجماع نہ قابل انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے۔

حقیقۃً حدیث نہیں، محض مجعول وافترا ہے۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح ـــــ پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعة ـــــ پھر علی ابن محمد کنانی تنزیہ شریعۃ المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة ـــــ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:۔

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم وانما هو اخبارعن عدم الثبوت وفرق بین الامرین ○ (ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ 'یہ صحیح نہیں' اور 'موضوع' کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کہ 'موضوع' کہنا، تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے۔ اور 'غیر صحیح' کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں۔ بلکہ اس کا حاصل تو نفی ثبوت ہے۔ اوران دونوں میں بڑا فرق ہے۔ رضوی)

افادہ دوم:۔

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا، اگراثر کرتا ہے، تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے، نہ کہ باطل وموضوع۔ بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت، قادح صحت ومانع حجت بھی ہے یا نہیں؟ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں۔

اول مستور: جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں۔

دوم مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

سوم مجہول الحال: جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں۔

قسم اول: یعنی مستور، تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ اور دو قسم باقی کو

بعض اکابر حجت جانتے، جمہور محدثین ضعف مانتے ہیں۔ بلکہ امام نووی مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهرا وباطنا ومجهولها باطنا مع وجودها ظاهرا وهو المستور ومجهول العين فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به واما الآخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين ...

افادہ سوم:-

اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علما کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجت میں بھی کچھ خلل نہیں آتا۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:-

لا يضر ذالك فان المنقطع كالمرسل في القبول من الثقات ○

افادہ چہارم:-

انقطاع تو ایک امر سہل ہے، جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علما فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب ہونا، بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ درباره فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔

تعقبات میں ہے:-

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع ○

افادہ پنجم:-

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک، یا عدالت مشکوک،

شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہوتا۔ جیسے: **حدثنی رجل ○** مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ یا **بعض اصحابنا ○** ایک رفیق نے خبر دی۔ پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے، نہ یہ کہ موجب وضع۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ **قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج** میں فرماتے ہیں:۔

لایستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم ○

ولہٰذا التصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبرِ نقصان ہو جاتا ہے۔

افادہ ششم:۔

بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے۔ اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد۔ مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہ ثقہ ہو؟ اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ لہٰذا دربارہ مجہول ردوقبول میں مختلف، اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل:۔

الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولة وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الیٰ قوله) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم ووقفهم آخرون ○

افادہ ہفتم:۔

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں، جن کا ہر ایک، جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں۔ مثلاً راوی کی اپنی مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی

تلقین قبول کرلے۔ یعنی دوسرا جو بتادے کہ تونے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی۔ اور غفلت کا طعن، فسق کے طعن سے بھی بدتر، اور جہالت سے چار درجہ سخت ہے۔

امام احمد بن حجر عسقلانی نے نخبة الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں۔ کذب، تہمت کذب، کثرت غلط، غفلت، فسق، وہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سوء حفظ ـــــــ اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔ پھر علما فرماتے ہیں: ایسے غافل، شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔

اواخر تعقبات میں ہے:-

فیه یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن قلت هذا لایقتضی الحکم بوضع حدیثه ○

افادہ ہشتم:-

یوں ہی **منکر الحدیث**۔ اگر چہ یہ جرح امام بخاری نے فرمائی ہو۔ حالانکہ وہ فرماچکے کہ میں جسے **منکر الحدیث** کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔ بایں ہمہ علمانے فرمایا: ایسی حدیث بھی موضوع نہیں۔

تعقبات میں ہے:۔

قال البخاری منکر الحدیث فغایة امر حدیثه ان یکون ضعیفا ○

افادہ نہم:-

ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے۔ جس کے بعد صرف متہم بالوضع، یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے۔ اس پر بھی علمانے تصریح فرمائی کہ متروک

کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے، موضوع نہیں۔

امام ابن حجر اطراف العشرة پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:-

زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع ولیس کما قال فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب الیٰ الوضع ۞

افادہ دھم:-

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا، محض ہوس ہے۔ ہاں! موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم ــــــ یا سنت متواترہ ــــــ یا اجماع قطعی، قطعیات الدلالۃ ــــــ یا عقل صریح ــــــ یا حس صحیح ــــــ یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے۔ یا معنی شنیع وقبیح ہوں، جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معقول نہ ہو ــــــ یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہونچے، اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے ــــــ یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا، تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں ــــــ یا کسی حقیر فعل کی مدحت، اور اس پر وعدہ بشارت ــــــ یا صغیر امر کی مذمت، اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں، جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح وضع کی ہیں۔

یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں، جنہیں سمع، دفع۔

اور طمع، منع کرے ـــــــ یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے، جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث **لحمک لحمی ودمک دمی** ـــــــ یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے، یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کردی ہے۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال ـــــــ یا تمام کتب تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے، اور اس کا کہیں پتا نہ چلے ـــــــ یا راوی خود اقرار وضع کردے، خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے، جو بمنزلہ اقرار ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔

رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو، اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے؟

اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں۔

اول:- انکار محض، یعنی بے امور مذکورہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔

دوم:- کذاب وضاع، جس سے عمداً نبی پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے۔ وہ بھی بطریق ظن، نہ بروجہ یقین۔ کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ اور قصداً افترا اس سے ثابت نہیں۔ تو اس کی حدیث موضوع نہیں، اگرچہ متہم بہ کذب ووضع ہو۔

سوم:- بہت علما جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں، وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیوں کر موضوع ہوسکتی

ہے؟ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے، نہ متہم بالکذب۔ بھی فرماتے ہیں: موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا، یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔

افادہ یازدہم:-

جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو، محدث اگر اس پر حکم وضع کرے، تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں۔ بلکہ صرف اس سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل۔ اور نہ صرف موضوع، بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہی حاصل۔ ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں۔ تو کسی عالم کا حکم وضع، یا ضعف دیکھ کر خواہی نہ خواہی سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل، یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے۔

نتیجۃ الافادات:-

بحمد اللہ! فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا، تو بدیہی۔ اور یہ بھی ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب، یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع۔ ولہذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اختصار کیا۔ اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔

اور اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو، تو وہ صرف کسی

خاص سند کی نسبت ہوگا، نہ اصل حدیث پر۔ جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں۔ جنھیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں۔ کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع۔

افادہ دوازدھم:۔

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے، اور وہ بہت ضعف رکھتے ہوں، تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہو، تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہونچتی، اور مثل صحیح، خود احکام حلال وحرام میں حجت ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں:۔

تعدد الطرق يبلغ الحديث الضعيف الىٰ حد الحسن ○

ميزان الشريعة الكبرى ○ میں ہے:۔

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة وبالحسن اخرىٰ ○

افادہ سیزدھم:۔

جہالت راوی، بلکہ ابہام بھی انھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے۔ جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں، اور حدیث کو رتبۂ حسن تک پہونچا دیتے ہیں۔ یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کی صالح ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فی اسناده جهالة لكنه اعتضد فصار حسنا...

افادہ چہار دہم:-

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں، صرف دومل کر بھی قوت پاجاتے ہیں۔

تیسیر میں فرمایا:-

ضعیف بضعف عمرو بن واقد لکنه یقوی بوروده من طرقین ○

افادہ پانژدہم:-

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے، اگرچہ سند ضعیف ہو۔

مرقات میں ہے:-

رواه الترمذی وقال غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم قال النووی واسناده ضعیف نقله میرک فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم والعلم عندالله تعالیٰ ○

امام جلال الدین سیوطی نے تعقبات میں فرمایا:-

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله ○

یہ ارشادات علما، احادیثِ احکام کے بارے میں ہیں۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شانژدہم:-

جن باتوں کا ثبوت احادیث سے چاہا جائے، وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں۔ بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو، اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ آحاد اگرچہ کیسی ہی قوت سند ونہایت

صحت پر ہوں، ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں، جن میں خاص یقین درکار۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:۔

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقه لایفید الا الظن ولاعبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات ٥

ملا علی قاری منح الروض الازهر میں فرماتے ہیں:۔

الآحاد لاتفید الاعتماد فی الاعتقاد ٥

دوسرا درجہ احکام کا ہے۔ کہ ان کے لیے اگر چہ اتنی قوت درکار نہیں، پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ، خواہ لغیرہ، یا حسن لذاتہ، یا کم سے کم لغیرہ، ہونا چاہیے۔ جمہور علما یہاں ضعیف نہیں سنتے۔

تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا، اتنا ثواب پائے گا۔ یا کسی نبی یا صحابی کی خوبیاں بیان ہوئیں کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا۔ تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔

حضرت سیدی ابوطالب مکی اپنی مبارک کتاب **قوت القلوب فی معاملة المحبوب** میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب مقبولة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لاتعارض ولا ترد کذالک کان السلف یفعلون ٥

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔

مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں:-

ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است، الخ

(نواب قطب الدین نے) مظاہر حق میں راوی حدیث **صلاۃ الاوابین** کا **منکر الحدیث** ہونا، امام بخاری سے نقل کر کے لکھا۔

اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے۔

افادہ ہفدھم:-

ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔

شیخ الاسلام ابوزکریا **کتاب الاذکار** میں تحریر فرماتے ہیں:-

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل فى الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا ٥

ملا علی قاری **موضوعات کبیر** میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:-

الضعيف يعمل به فى فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة ٥

افادہ ہیژدھم:-

اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو تصریحات علما در کنار، خود حضور پرنور ﷺ سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے،

اور تحقیق صحت و جودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے۔ حسن بن ارفع اپنے 'جزء حدیثی' ــــــ اور ابو الشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری ــــــ اور قطنی، اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:-

من بلغه عن اللّٰه عزوجل شيئ فيه فضيلة فاخذ به ايمانا به ورجاء ثوابه اعطاه اللّٰه ذالك وان لم يكن كذالك ولفظ الدار قطنى اعطاه اللّٰه ذالك الثواب وان لم يكن مابلغه حقا ۝

افاده نوزدهم:-

عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر، اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں، آخر بطلان پر یقین تو نہیں۔ **فان الكذوب قد يصدق** تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو؟

مقدمہ امام عمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:-

اذا قالوا فى حديث انه غير صحيح فليس ذالك قطعا بانه كذب فى نفس الامر اذقد يكون صدقا فى نفس الامر وانما المراد به لم يصح اسناده على الشرط المذكور ۝

تقریب وتدریب میں ہے:-

اذاقيل حديث ضعيف فمعناه لم يصح اسناده على الشرط المذكور لا انه كذب فى نفس الامر لجواز صدق الكاذب ۝

یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر نا معتبر وضعیف

ٹھہرا چکے۔ علمائے قلب، عرفائے رب انھیں مقبول و معتمد بتاتے، اور بصیغہ جزم وقطع حضور پرنور ﷺ کی طرف نسبت فرماتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے، جنھیں علما اپنے زُبر و دفاتر میں کہیں نہیں پاتے۔ ان کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار، الٹے طعن و جرح، و اہانت کا باعث ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ انعنمۃ للہ وہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ، و اللہ باللہ، و اشد توقیا فی القول عن رسول اللہ ﷺ تھے۔

میزان الشریعۃ الکبریٰ، میں حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں:-

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين فهو صحيح عند اهل الكشف ○

کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا:-

كان صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول من صلى عليَّ طهر اللّٰه قلبه من النفاق كما يطهر الثوب بالماء وكان صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول من قال صلى اللّٰه على محمد فقد فتح على نفسه سبعين بابا من الرحمة والقى اللّٰه محبته فى قلوب الناس فلا يبغضه الامن فى قلبه نفاق قال شيخنا رضى اللّٰه تعالىٰ عنه هذا الحديث والذى قبله روينا هما عن بعض العارفين عن الخضر عليه السلام عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وهما عندنا صحيحان فى اعلىٰ درجات الصحة وان لم يثبتهما المحدثون على مقتضى اصطلاحهم ○

بالجملہ اولیائے کرام کے لیے سوائے اس ظاہری سند کے دوسرا طریقہ ارفع واعلیٰ ہے۔ ولہذا سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:۔

قد اخذ تم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت ○

افادہ بستم:۔

مقاصد شرع کا عارف، اور کلمات علما کا واقف، جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل، مذکورہ بالا عبارات امام ابن حجر و **قوت القلوب** امام مکی، ونیز تقریر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ ان انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس، بے تکلف اس کے آئینہ دل میں ترسم ہوگا۔ کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں، بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی، بلا شبہہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا ورود، استحباب کی راہ بتائے گا، جانب ترک میں تنزہ وتورع کی طرف بلائے گا۔ کہ آخر مصطفےٰ ﷺ نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا: **کیف وقد قیل** کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔ رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **دع مایریبک الی مالا یریبک** ○ جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں دغدغہ نہیں ۔ رواہ الامام احمد والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو، مورث شبہہ سے تو کم نہیں۔

توحل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع ﷺ کے مطابق ہے۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:۔

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذاکان فیه احتیاط ۝ حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اسی میں احتیاط ہو۔

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے۔ ایک صاحب محمد بن جعفر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، فصد لے لی۔ فوراً برص ہوگئی۔ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا: **ایاک والاستهانه بحدیثی** ۝ انہوں نے توبہ کی۔ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام ابن عساکر روایت کرتے ہیں، کہ ابو معین حسین طبری نے پچھنے لگانے چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا: حجام بلالاؤ۔ وہ چلا، حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہا: حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگائے۔ برص ہوگئی۔ خواب میں حضور سے فریاد کی۔ حضور نے فرمایا: **ایاک والاستهانة بحدیثی** ۝ دیکھ! میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔ انھوں نے منت مانی۔ اللہ تعالی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو، یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔

یوں ہی ایک حدیث ضعیف بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علما نے کتروائے۔ کسی نے بربنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا: حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہوگئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب رب ذی الجلال ﷺ سے مشرف ہوئے۔ اپنے حال کی شکایت عرض کی۔

حضور نے ارشاد فرمایا: تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی: حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہونچی تھی۔ حضور نے فرمایا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہونچی۔ یہ فرما کر حضور نے اپنا دست اقدس ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے۔

سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں۔

افادہ بست ویکم:-

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے، زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث بھی وارد ہوئی ہو۔ بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعف ہی کا ورود، ان احکام استحباب وتنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بگوش ہوش استماع کیا ہے، اس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن۔

افادہ بست و دوم:-

جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر وقلب حاضر سے دیکھا سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب، یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہہ، یا امر مباح کی تائید، اباحت پر استناد کرنا، اسے احکام میں حجت بنانا، اور حرام وحلال کا مثبت ٹھہرانا نہیں۔ کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت، اور استحباب وتنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ، وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت۔ جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعاں ہوئی۔

حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں، ممکن کہ واقع میں صحیح ہو، صرف امید واحتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب وکراہت ان قواعد صحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا، ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا۔ تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت، جو کچھ ثابت کی، دلائل شرعیہ ہی سے ثابت کی، نہ حدیث ضعیف سے۔

افادہ بست وسوم:-

جمہور علما کے عامہ کلمات مطالعہ کیجیے، تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کرتے۔ صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو۔

زرقانی شرح مواھب میں ہے:-

عادۃ المصنفین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا ۝

کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا، کسے معلوم نہیں؟ اس کے بعد صرف کذاب ووضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اسے متروک، بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا۔ بایں ہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اس کی، اور اس کے امثال کی روایات سے مالامال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انھیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں: **قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفیان وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ بالتفسیر اما فی الحدیث فعندہ مناکیر ۝**

امام واقدی کو جمہور علما اہل اثر نے چنیں وچناں کہا۔ جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب میں مسطور۔ اگر چہ ہمارے علما کے نزدیک ان کی توثیق ہی

راجح ہے۔ کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر۔ بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انھیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے، اور سلفاً خلفاً ان کی مرویات سِیَر میں ذکر تے ہیں ۔وعلی ھذا القیاس۔

افادہ بست وچہارم:-

کسی حدیث کا کتب طبقۂ رابعہ سے ہونا، موضوعیت بالائے طاق، ضعف شدید درکنار، مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن، صحیح، صالح ضعیف، باطل، ہرقسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں! بوجہ اختلاط وعدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے، ہر حدیث میں احتمال ضعف قائم۔ لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین، ان سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب 'ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود' کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ ان کتابوں کی جتنی حدیثیں ہیں، سب واہی ساقط ہیں، یا موضوع وباطل۔ اور اصلاً دربارۂ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل۔ کوئی ادنی ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا۔ نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ وعمل کا انکار فرمارہے ہیں۔ اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔

نیز تصانیف خطیب وابونعیم بھی طبقۂ رابعہ میں ہیں۔ اور شاہ صاحب **بستان المحدثین** میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:-

از نوادر کتب او کتاب **حلیة الاولیاء** ہست کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ۔

اسی میں ہے:-

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب ست بسیار خوب کتابے ست۔

افادہ بست پنجم:-

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں، دو قسم ہیں۔

ایک: وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا۔ جیسے **موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صغانی** ـــــ ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلا شبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو۔ ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے، تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے؟ پھر اس سے بھی صرف اتنا ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بنظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا۔ نہ کہ ضعف، نہ کہ سقوط، نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسان وصحاح بھردی ہیں۔ اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے۔ جسے ائمہ محققین و نقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کیا۔

دوم: وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح، جیسے لآلی امام سیوطی۔ یا نظر و تنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کردینا، جن پر کسی نے حکم وضع کیا۔ جیسے انھیں کا **ذیل اللآلی** ـــــ پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کے موضوع ہونے کی دلیل نہیں۔ کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں، بلکہ اگر کچھ حکم دیا، یا سند، یا متن پر کلام کیا ہے، تو اسے دیکھا جائے گا۔

کہ صحت یا حسن یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے؟

نتیجة الافادات :-

الحمدللہ! کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہونچا، اور احقاق حق حد اقصی کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں، تو انتہا درجہ، ضعیف بہ ضعف خفیف۔ اور فضائل اعمال میں باجماع علما محدثین وفقہا مقبول وکافی، اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید ووافی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین

افادہ بست وششم:-

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے۔ مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی، وہ علما وصلحا کے تجربہ میں آچکی۔ تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔

حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قضائے حاجات کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی، جس کے آخر میں ہے: **ولا تعلمونها السفهاء فانه يدعون بها فيستجابون** ۝ یعنی بے وقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمۂ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن، متروک، بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ بایں ہمہ ازاں جا کہ مستدرک میں تھا۔

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا وقال ابراهيم بن علي الدبيلي قد جربته فوجدته حقا وقال الحاكم قال لنا ابو زكريا قد جربته فوجدته حقا قال الحاكم قد جربته فوجدته حقا ۝ (۱)

امام حافظ منذری نے فرمایا:-

الاعتماد فی مثل ھٰذا علی التجربة لا علیٰ الاسناد ٥

افادہ بست وہفتم:-

بھلا، یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگر چہ طبقہ رابعہ وغیر ہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام ونشان نہ ہو۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے" حضور اقدس ﷺ کو ندا کر کے بابی انت وامی یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جمیلہ عرض کیے۔

یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ لخمی اندلسی نے اپنی کتاب **اقتباس الانوار والتماس الازهار** اور ابو عبد اللہ محمد بن الحاج عبدری مالکی نے اپنی کتاب **مدخل** میں ذکر کی، دونوں نے محض بلا سند ـــــ ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا۔ مگر ازانجا کہ مقام، مقام فضائل تھا، اسی قدر کو کافی سمجھا۔ علامہ ابو العباس قصاری نے اسے **شرح قصیدہ بردہ** میں ذکر کیا، اور انھیں اندلسی کا حوالہ دیا۔ پھر علامہ قسطلانی نے **مواهب لدنیه** میں بصیغۂ جزم ذکر کی، اور اسی طرح **قصار ومدخل** کی سند دی۔ اسی **مواهب شریف** و **نسیم الریاض** علامہ خفاجی و **مدارج النبوۃ** شیخ محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ: **لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ٥ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ٥** محل استناد میں ذکر کیا۔ کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المحبوبین ﷺ کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ:

لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ فِی سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۵ اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۵ مگر اس قسم میں، اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ہے۔ جس کی طرف امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اشارۃ فرمایا کہ عرض کرتے ہیں:

قد قالوا ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه ﷺ من القسم بذاته وبحیاته کما اشار الیه عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه بقوله بابی انت وامی یارسول اللّٰه قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیک فقال لااقسم بهذا البلد ۵ (نسیم الریاض)

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا، کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علما میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجیے، یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں، جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل، نہ اس میں سند کا نام ونشان۔ قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی سے استناد موجود۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شفا شریف میں اسی حدیث مذکور فاروقی بابی انت وامی یارسول اللّٰه کا ایک پارہ یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام جلال الدین سیوطی نے مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالے سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا۔

لم اجده فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکراه فی ضمن حدیث طویل وکفی بذالک

سند المثله فانه لیس مما یتعلق بالاحکام۔

افادہ بست وھشتم:-

بالفرض حدیث موضوع وباطل ہی ہو، تاہم موضوعیت، عدم حدیث ہے، نہ حدیث عدم۔ یعنی اس بارے میں کچھ وارد نہ ہوا، نہ یہ کہ انکار ومنع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا، اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا، ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا۔ اور بہ نیت حسن، حسن ومستحسن ہو جائے گا۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں موضوع ہونے لگا؟ موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے، یا نہی وممانعت کا پروانہ؟

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیرقول رملی **اما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال** فرماتے ہیں:-

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشرعیة واما اذا کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منه لا لجعله حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام ؀

یہ تو تصریح کلی تھی۔ اب چند جزئیات پر نظر کیجیے، تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت دے رہے ہیں کہ ورود موضوعات واباطیل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا۔ بلکہ باوصف اظہار وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:-

حدیث لبس الخرقة الصوفیة وکون الحسن البصری لبسها من علی قال ابن دحیه وابن صلاح انه باطل وکذا قال شیخنا انه لیس فی شئ من طرقها مایثبت...ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا من ان یلبسه الخرقة ولم ینفرد شیخنا بهذا بل

سبقه الیه جماعة حتی من لبسها والبسها........هذا مع الباسی ایاها لجماعة من اعیان الصوفیه امتثالا لاالالزامهم لی بذالک حتی تجاه الکعبة المشرفة تبرکا بذکر الصالحین واقتفاء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدین• ملخصا

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے، اور وہ اس میں معذور۔ مگر حق، اثبات سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقة تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:۔

اثبته جماعة وهو الراجح عندی لوجوه وقد رجحه ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختاره وتبعه الحافظ ابن حجر فی اطراف المختاره•

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح وصحیح ہے۔ اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی یقینی ہے۔ جس کے بعد حصول سماع ولبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں۔ وللّٰہ الحمد

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:۔

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی وهو باطل وکذب.....

وقد قال الشیخ علی المتقی عن شیخه الشیخ ابن حجر قدس سره و غیره اما الصلاة علی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم عند ذالک ونحوه فلا اصل لها ومع ذالک فلا کراهة عندنا اه ملخصا•

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذ کار صبح وشام، ہے۔

یشبهها ماتید اوله السادة الصوفية من قول لااله الاالله سبعين الف مرة يذكرون ان الله تعالىٰ يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار ويحافظون عليها لانفسهم ولمن مات من اها ليهم واخوانهم وقد ذكرها الامام اليافعى والعارف الكبير المحى بن العربى واوصى بالمحافظة عليها وذكروا انه قد ورد فيها خبر نبوى لكن قال بعض المشائخ لم ترد به السنة فيما اعلم وقد وقفت على صورة سوال للحافظ ابن حجر رحمه الله تعالىٰ عن هذا الحديث وهومن قال لااله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع اه هكذا قال ابن النجم الضبطى وعقبه بقوله لكن ينبغى للشخص ان يفعل ذالک اقتداء بالسيادة وامتثالا بقول من اوصى بها تبركا بافعالهم اه ملخصا

یہ علامہ نجم الدین ضبطی، شاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبد العزیز صاحب کے استاذ سلسلۂ حدیث ہیں۔ دیکھو! انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوی نقل کر کے حدیث کے باطل وموضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت کی، کہ اولیائے کرام کا اتباع ہو۔ اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق۔

(۴) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا۔

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلة ؀

بایں ہمہ فرمایا۔

ثم اعلم انه لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان تکون مکروهة اوبدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام ؀

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت۔ موضوعیت حدیث، استحباب فعل کے بھی منافی نہیں۔ اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت، عدم حدیث ہے۔ اور ورود حدیث بخصوصِ فعل لازم استحباب نہیں، کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفالازم آئے۔

افادہ بست ونہم:۔

بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول۔ ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت؟ صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتب ائمہ وعلماو مشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز، اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں۔ انھیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے؟

عزیزو! خدارا انصاف۔ ذرا شاہ ولی اللہ کی قول الجمیل دیکھو۔ اور ان کے والد ومشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو۔

(الف) دردسر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا، کیل سے ابجد، ہوز لکھنا۔

(ب) چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنا کر پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔

(ج) اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انھیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا۔

(د) دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا۔

(ہ) دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا۔

(و) عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا۔

(ز) اسقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا۔

(ح) دردزہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔

(ط) فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال۔

(ی) بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا۔

(ک) لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا۔

(ل) دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن وساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا، اس پر شہت ُبہت ُکیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قطاع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا۔

(م) چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا۔

(ن) بخار کو عیسی وموسی ومحمد علیہم السلام کی قسمیں دینا۔

(ص) مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو، ساعت بھی خاص اول ہی ہو، اس کے سوا صد ہا باتیں ہیں۔

ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے؟ اور یہ ترکیبیں قرون ثلثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں، تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزندار جمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائیں؟

یہ سب تو بے سند، حلال و نفائس اعمال۔ مگر از ان میں حضور اقدس ﷺ کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا، کہ اکابر سلف سے ماثور، علما و صلحا کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال۔ تو کیا بات ہے؟ یہاں نام پاک حضور سید المحبوبین ﷺ درمیان ہے، لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلہ شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ÷ من انداز قدت را می شناسم

افادہ سیم:-

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ تعالیٰ باحسن وجوہ، نقش مراد، کرسی نشیں، اور عرش تحقیق مستقر و مکیں۔ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا؟ مستحب کیسا؟ خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے۔ اس کا منکر سنت مصطفیٰ ﷺ کا منکر ہے، بلکہ رد کرنے والا۔

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براھین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وہ عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں، حدث کے تماشے،

ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے، اپنی جانیں واریں۔ عقل و ہوش و چشم و گوش، اپنے عدم ملکہ کو صدقہ اتاریں۔ خادمان شریعت چاکران ملت، مالم تسمعوا انتم ولا آبائکم پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل کا حاصل بے حاصل یہ کہ:

ارشادات علما کی مراد یہ کہ صرف وہ حدیث ضعیف مقبول، جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور، اگر چہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو۔ جیسے روزۂ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگر چہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے، جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو، مقبول نہیں۔ کہ یہ تو عمل کی حدیث ہوئی، نہ فضائل کی۔ پھر بشرط مذکور حدیث اگر چہ مقبول ہوگی، مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو جائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلاف اجماع ہے۔ علما نے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا، ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔

یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں، اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں، وہ اگر چہ سِیَر ہوں، خواہ مواعظ، خواہ معجزات، خواہ فضائل صحابہ واہل بیت، وسائر رجال، جن میں قبول ضعاف، کی علما برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان، جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو، اگر چہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلا داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے۔ میں ضعاف درکنار، بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی مردود ہیں، جب تک متواتر وقطعی الدلالہ نہ ہوں۔ مثلاً جیسے حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی، اور صدقات چاہتی ہیں، باب عقائد سے ہے۔ اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو، تو باب عمل سے۔ کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور

نہ ہوئی ــــــــ خلاصہ یہ ہے کہ جو متعلق بجوارح ہیں، ان میں صحاح احاد بھی بے اعتبار، اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار۔ ہاں! ثواب بھی مذکور ہو، تو ضعاف مقبول۔ اور یہی مراد علما۔ مگر مستحب نہ ٹھہرے گا، جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔

شروع ص ۸۱ سے وسط ص ۸۹ تک ان مُحَدِّثِ مُحدِث نے یہی قاعدہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات کے رد کی کیا حاجت؟ ہمارے افادات سابقہ سے حرف حرف ان کا مردود۔ مگر یہاں ہمیں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی۔ اگر بنظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے، فبہا۔ ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے۔ کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے، اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور۔ تو احادیث، مفید استحباب نہی، جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے، کہ جو حدیث جس باب میں مقبول، لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علما سے، کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ۔ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل وحدیث صحیح ارتقائے شبہات واحادیث مذکورہ افادہ [۱۸] وغیرہا سے، کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے۔ ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم۔ اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو، اگرچہ وہ فعل خاص، بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلثہ میں نہ پایا گیا ہو، سب سنت ہے۔ تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا؟!

افادہ سی ویکم :-

اذہانِ اکثر قاصرین زمان میں، سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمۂ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں، مطلقا باطل ومردود وعاطل۔ کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل، کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل۔

حالانکہ یہ محض اختراع، بیّن الاندفاع، مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم ﷺ کی طرف بے سند متصل نسبت کرے، محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل، منقطع، معضل ہے۔ اور فقہاواصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل۔ اصطلاحات حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں، کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں۔ بلکہ تمام وسائط حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ ﷺ وامثال ذالک کہتے ہیں، وہ بھی معضل ومرسل ہے۔

امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان وفصاعدا

مسلم الثبوت میں ہے: المرسل قول العدل قال علیه السلام کذا

پھر باجماع علما محدثین وفقہا یہ سب انواع، نوع موضوع سے بیگانہ ہیں، اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں سلفاً خلفاً ماخوذ ومقبول۔ جملہ مصنفینِ علوم، حدیث موضوع کو شر الانواع

بتاتے، اور انھیں اس سے ... کار فرماتے آئے۔ اور تمام مولفینِ سیر، بلا نکیر منکر، مراسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے۔

علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں: لا يخفى ان السير تجمع الصحيح والسقيم والضعيف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغيره من الائمة اذا روينا فى الحلال والحرام شددنا و اذا روينا فى الفضائل ونحوها تساهلنا...

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

الحمدللہ! کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس ﷺ کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی، اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولی عز و جل اس نام کریم و صلاۃ و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے، اور انارت عیون، و تنویر قلوب، و تکفیر ذنوب، و سلامت ایمان، و امن و امان، و تنعیم قبر، و نجات فی الحشر، کا باعث بنائے۔

فانه تعالىٰ بكرمه يقبل الصلاتين وهو اكرم من ان يدع ما بينهما وكان ذالك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخر شهر ربيع آخرت من شهور السنة

الثالثة عشر من المائة الرابـ ن هجرة الحبيب سيد البشر

صلى اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وعلى آله وصحبه واولیائه اجمعین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین سبحانك اللهم

وبحمدك اشهد ان لااله الا اللّٰه انت استغفرك واتوب الیك

واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمه مجده اتم واحكم۔

علمائے وہابیہ عموماً، خصوصا گنگوہی صاحب بات بات میں شرک وکفرو بدعت وگمراہی کا فتوی دیا کرتے ہیں۔ کہ طبیعت کی افتاد ہی اس قسم کی ہوگئی ہے کہ الدین یسر کو خواہ مخواہ عسر بنادیا ہے۔ جو فتوی ہے، عجیب وغریب ہے۔ مولود، فاتحہ، عرس، کو ناجائز کہتے کہتے ناجواز ہی زبان پر چڑھ گیا، گویا تکیہ کلام ہوگیا۔ منی آرڈر کرنا ناجائز ہے، سود ہے۔ نوٹ کی بیع کم وبیش در کنار برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔ پوڑیہ کا رنگ نجس، ناپاک ہے۔ روسر کی شکر جائز نہیں۔ وعلی ھذا القیاس۔

اسی کا ایک استفتاء ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ میں نواب گنج بارہ بنکی سے شیخ عبد الجلیل پنجابی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وجماعت کی خدمت بابرکت میں بھیجا۔ سوال یہ تھا:-

> روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے۔ اور اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ کل چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مستقل رسالہ ۴۸ صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلے مطبع حنفیہ پٹنہ میں رسالہ 'مخزن تحقیق تحفہ حنفیہ' کے ضمن میں چھپا۔ پھر دوسری مرتبہ فتاوی رضویہ جلد دوم میں صفحہ ۹۵ سے صفحہ ۱۴۳ تک چھپا۔ اعلیٰ حضرت نے تحریر جواب سے قبل حسب عادت کریمہ خطبہ عربی تحریر

فرمایا۔ ابتدا اس طرح فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمع المولی و شکر ÷ لمن حمد العلی الاکبر ÷ شکرک ربنا الذ واحلی ÷ من کل ما یلذ ویستحلی ÷ والصلوٰۃ و السلام علی سید الا نام ÷ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ÷ عذب الریق حلو الکلام ÷ منبع شھد یزیل السقام ÷ والہ وصحبہ العظام الفخام ÷ مااشتفی بالعسل مریض سقیم ÷ واجب الحلو مسلم سلیم .....

اس رسالہ کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت نے **الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر** رکھا۔ اور قبل تحریر جواب، دس مقدمہ اور ایک ضابطہ کلیہ تحریر فرمایا۔ جس سے مسئلہ کا جواب صاف اور روشن ہو جائے۔

مقدمہ اولیٰ:-

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول ونامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں، جب تک ان پر ناپاک دسومت نہ ہو۔ سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے، اور اس کا ہر جزء بدن ایسا ناپاک کہ اصلا صلاحیت طہارت نہیں رکھتا۔ اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے، ان کی ہڈیاں بہر حال پاک ہیں، اگرچہ دسومت آمیز ہوں۔ کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے۔ تو اس کی آمیزش سے استخوان کیوں کر ناپاک ہو سکتے ہیں؟ فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار: شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمھا وعصبھا وحافرھا وقرنھا الخالیہ عن الدسومۃ (قید للجمع

کمافی القهسهانی فخرج الشعر المنتوف ومابعده اذاكان فيه دسومة) ودم سمك طاهر انتهت ملخصة

مگر حلال و جائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی، یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں ـــــــ حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی مرجائے، یا کاٹا جائے، بجميع اجزائه حرام ہے۔ اگرچہ طاہر ہو، کہ طہارت مستلزم حلت نہیں۔ جیسے سنکھیا بقدر مضرت، اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت، اور مچھلی کے سوا جانورانِ دریائی کا گوشت وغیرہ ذٰلک۔ کہ یہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

مقدمه ثانيه:-

شریعت مطہرہ میں طہارت وحلت اصل ہیں۔ اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات، میں کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اور حرمت ونجاست عارضی، کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار۔ اور محض شکوک وظنون سے ان کا اثبات ناممکن۔ کہ طہارت وحلت پر بوجہِ اصالت، جو یقین تھا، اس کا زوال بھی اس کے یقین کے مثل ہی سے متصور۔ نرا ظن لاحق، یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا۔

یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے، جس پر ہزار ہا احکام متفرع۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی۔ اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا، وہ صد ہا وساوس ہائلہ وفتنہ پروازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔ جب کسی کو کسی شئ پر انکار ومنع کرتے، اور اسے مکروہ، حرام، ناجائز، کہتے سنو۔ جان لو کہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک دلیل واضح سے ثابت نہ کرے، اس کا دعوی اسی پر مردود، اور جائز ومباح کہنے والا،

بالکل سبکدوش۔ کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے: (الاصل فی الاشیاء الطهارة) لقوله تعالیٰ: **هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً** ۵ والیقین لا یزول بالشك والظن بل یزول بیقین مثله (وهذ اصل مقدر فی الشرع منصوص علیه)

مقدمہ ثالثہ:-

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ، وثبوت کامل، کسی شئ کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے۔ بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے۔ کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجت مبین خود مبیّن۔

سیدی عبد الغنی بن سیدی اسمٰعیل فرماتے ہیں: لیس ا لاحتیاط فی الافتراء علی اللہ باثبات الحرمة او الکراهة الذین لابدلهما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل

مقدمہ رابعہ:-

بازاری افواہ قابل اعتبار، اور احکام شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی۔ بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں، جن کی کچھ اصل نہیں۔ یا ہے تو، بہزار تفاوت۔ اکثر دیکھا ہے کہ ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی، اور قائلوں سے تحقیق کیا، تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے۔ نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے، نہ اس کی سند کا پتہ چلے، کہ اصل قائل کون تھا؟ جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی۔ یا ثابت ہوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق منتہائے سند تھا۔ پھر معلوم و مشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے، خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں۔ حدیث موقوف

میں ہے کہ شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھوٹی بات مشہور کر دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں، نام نہیں جانتا۔

مقدمہ مسلم شریف میں ہے۔ان الشیطان یتمثل فی صورة الرجل فیاتی القوم فیحدثهم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منهم سمعت رجلا اعرف وجهه ولاادری ماسمه یحدث۔

مقدمہ خامسہ:-

حلت، حرمت، طہارت، نجاست، احکام دینیہ ہیں۔ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔قال تعالیٰ: لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۝ بلکہ مسلمان فاسق، بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں۔ چہ جائے کافر۔قال تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا۝ الآیہ درمختار میں ہے: شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اه ملخصا

مقدمہ سادسہ:-

کسی شئ کا محل احتیاط سے دور، یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور، اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا، اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئ یا اس قوم کی استعمالی، خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں۔کہ اس سے اگر یقین ہوا تو ان کی بے احتیاطی پر۔اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں۔پھر نفس شئ میں سوائے ظنون وخیالات کے کیا باقی رہا؟ جنہیں امثال مقام میں شرح مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی۔ کما ذکرناه فی المقدمة الثانیه اور

توضیحا للمرام چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب۔

(۱) دیکھو! کیا کم ہے ان کنووں کی بے احتیاطی، جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، بچے، نادان، بے تمیز عورتیں، سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں۔ پھر شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی، اور شُرب و وضو روا فرماتی ہے، جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التتار خانیه ثم رد المحتار: من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو طاهر مالم يتيقن وكذا الآبار والحياض والحباب الموضوعة فی الطرقات ويستقی منها الصغاروالكبار والمسلمون والكفار۔

(۲) خیال کرو! اس سے زیادہ ظنون وخیالات ہیں ان جوتوں کے بارے میں، جنھیں گلی، کوچوں ہر قسم کی جگہوں پر پہنے پھرے۔ پھر بھی علما فرماتے ہیں: جوتا، کنویں سے نکلے، اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو، تو کنواں طاہر اگر چہ تطییبا للقلوب دس بیس ڈول تجویز کیے گئے۔ فی التتار خانیه سئل الامام الخجندی عن ركية وهی البئر وجد فيها خف ای نعل تلبس ويمشی بها صاحبها فی الطرقات لايدری متی وقع فيها وليس عليه اثر النجاسة هل يحكم بنجاسة الماء قال لا اه ملخصا

(۳) غور کرو! کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم وجامہ میں؟ کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مگر فقہا حکم دیتے ہیں کہ جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، پاک ہے، جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

طریقه محمدیه اور اس کی شرح حدیقه ندیه میں ہے: كذالك حكم

الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه لان الصبیان لا یتوقون النجاسة لکن لا یحکم بها بالشك حتی لو ظهرت عین النجاسة او اثرها حکم بالنجاسة اه ملخصا

(٤) لحاظ کرو! کس قدر مجال وسیع ہے روغن کتان میں، جس سے صابون بنتا ہے۔ اس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں، اور چوہا اس کی بو پر دوڑتا، اور جیسے بن پڑے، پیتا، اور اکثر اس میں گر بھی جاتا ہے۔ پھر ائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ فقط ظن ہیں۔ کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہوا ہے۔ فی المحیط البرهانی وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یوخذ من دهن الکتان ودهن الکتان نجس لان اوعیته تکون مفتوحة الراس عادة والفارة تقصد شربها وتقع فیها غالبا ولکنا معشر الحنفیه لا نفتی بنجاسة الصابون لانا لا نفتی بنجاسة الدهن لا ن الوقوع الفارة مظنون ولا نجاسة بالظن الخ ملخصا

(٥) نظر کرو! کتنی ردی حالت ہے ان کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں۔ کیا ہمیں ان کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں؟ کیا ہم نہیں کہہ سکتے؟ کہ ان کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاست سے خالی نہیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم؟ کہ ان کے نزدیک گائے کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف و طاہر بلکہ طہور، مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے۔ کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تام منظور رکھتے ہیں، تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شی سے حاصل نہیں جانتے۔ پھر علما ان چیزوں کا کھانا جائز جانتے ہیں۔ فی ردالمحتار طاهر ما

يتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب ملخصا

(٦) نگاہ کرو! مشرکین کے برتن، کون نہیں جانتا، جیسے وہ ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ظروف میں شرابیں پئیں، سور چکھیں، جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں۔ پھر شرع فرماتی ہے۔ جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔ فی الحدیقه اوعية اليهود والنصارىٰ والمجوس لا تخلو عن نجاسة لكن لا يحكم بها بالاحتمال والشك ملخصا

(٧) تامل کرو! کس قدر معدن بے احتیاطی، بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار۔ خصوصاً ان کے شراب خوار کے کپڑے، علی الخصوص پاجامے، کہ وہ ہرگز استنجا کا لحاظ رکھیں، نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاست سے احتراز کریں۔ پھر علما حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں، اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز، جب تک تلوث واضح نہ ہو۔ فی الدر المختار ثياب الفسقة واهل الذمة طاهرة اه

ولہٰذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنی احتمال کافی سمجھتے ہیں، اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو! گائے بکری وغیرہ اگر کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئیں، قطعاً حکم طہارت ہے۔ قال فی البحر وقيد نا بالعلم لانهم قالوا فی البقر ونحوه يحرج حيا لا يجب نزح شيئ وان كان الظاهر اشتمال بولها على افخاذها لكن يحتمل طهارتها بان سقطت عقب دخولها ماء كثيرا مع ان الاصل الطهارة اه

مقدمہ سابعہ:-

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبۂ وقوع وکثرت شیوع ہو، بیشک باعث غلبہ ظن۔ اور ظن غالب شرعاً معتبر، اور فقہ میں مبنائے احکام۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے، اور محض نا قابل التفات سمجھے۔ گویا اس کا وجود وعدم یکساں ہو۔ ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بہ یقین، کہ ہر جگہ کار یقین دے گا، اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا مزاحم ورافع ہوگا۔ اور غالباً اصطلاح علما میں غالب ظن واکبر رائے اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے: الشك لغة مطلق التردد وفى اصطلاح الاصول استواء طرفى الشئ وهو الوقوف بين الشيئين بحيث لايميل القلب الى احدهما فان ترجح احدهما ولم يطرح الآخر فهو ظن فان طرحه فهو غالب الظن وهو بمنزلة اليقين وان لم يترجح فهو وهم ولبعض متاخرى الاصوليين عبارة اخرى اوجزء مما ذكرناه مع زيادة على ذالك وهى ان اليقين جزم القلب مع الاستناد الى الدليل القطعى والاعتقاد جزم القلب من غير استناد الى الدليل القطعى كاعتقاد العامى والظن تجويز امرين احدهما اقوى من الآخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الآخر والشك تجويز امرين لا مزية لاحدهما على الآخر اه ملخصا

دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک نہ جمے۔ اور جانب مرجوح

کو محض مضمحل نہ سمجھے۔ بلکہ ادھر بھی ذہن جائے۔ اگرچہ بضعف وقلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے، نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے۔ بلکہ مرتبہ شک وتردد ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ کلمات علما میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقتاً یہ مجرد ظن ہے، نہ غلبہ ظن۔ فی الحدیقة الندیة ، غالب الظن اذا لم یاخذ به القلب فهو بمنزلة الشك و الیقین لایزول بالشك اه ہاں! اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو افضل وبہتر جانتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل واجب ومتحتم ہو جائے۔

مقدمہ ثامنہ:-

کسی شی کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس، یا اختلاط حرام، نجاست وحرمت کا تیقن، اس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اسی وقت ہو سکتا ہے، جب معلوم ومحقق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے۔ مثلاً جب شی کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا تحم خنزیر پڑتی ہے، اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے۔ تو اس کا التزام کلیۃً ناجائز وحرام ہے۔ وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے نہ دیکھی، نہ خاص اس نسبت معتبر خبر پائی۔ ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو۔ کہ علی العموم التزام معلوم، تو یہ احتمال اسی قبیل سے ہے، جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا، اور بالکل متزائل مضمحل وضمحل مانتا ہے۔ اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کار آمد نہیں۔ نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے۔ تو اصل طہارت کا یقین، اس غلبہ ظن سے ذاہب وزائل ہو گیا۔ مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہو جائے۔ تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

ولہذا علمانے فرمایا: "دیبائے فارسی ناپاک ہے اور اس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں۔ اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔ فی الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیه البول لبریقه اھ اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے، نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے، جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں۔ تو اس بنا پر ہر گز ہر گز حکم تحریم وتنجیس علی "'' روا نہیں۔ اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں فرد کا اہم استعمال چاہتے ہیں، ممکن کہ افراد محفوظہ سے ہو۔ اور اصل متیقن طہارت وحلت۔ تو شکوک وظنون ناقابل عبرت۔

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں، بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقدمہ تاسعہ :-

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں، اور کوئی ممیز وعلامت فارقہ نہ ملے، تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی۔ کہ آخران میں حلال بھی ہے۔ تو ہر شئی میں احتمال حلت قائم، اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی۔ یہ دعوی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح۔ اور خود ملاذِ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رحمہ اللہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر روایت سے ہے، اس پر نص فرمایا: فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال والحرام فی البلد فانه یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالة علی انه من الحرام اھ

مقدمہ عاشرہ :-

حضرت حق جل وعلانے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں، جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو۔ کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے وراء۔ قال اللہ تعالیٰ: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا ۝ نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شیٔ برتیں، جسے ہم اپنے علم ویقین کے رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حرج عظیم۔ اور حرج مدفوع بالنص۔ قال تعالیٰ: مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۝

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ تعالیٰ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا۔ جو اسے اس کے طور پر لے گا، اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے۔ اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا، یہ دین اس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا۔ اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبه فسددوا واقاربو وبشروا الحدیث رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں، جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو۔ اسے مانع ونجاست کا عارض ہونا، ہمارے علم میں نہ ہو۔ ولہٰذا جب تک خاص اس شیٔ میں، جسے استعمال کرنا چاہتا ہے، کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے، تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے۔ ویمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

فی الحدیقة: لا حرمة الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمه السوال عن شیٔ حتی یطلع علی حرمته ویتحقق بها فیحرم علیه ح اه ملخصا

ہاں! اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے، جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے۔ یہ بھی اس وقت تک ہے، جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم واکد کا خلاف نہ لازم آئے۔ کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی۔ یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے لایا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے؟ کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں۔ اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو۔ جیسے عالم دین، سچا مرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذی عزت مسلمان سردار قوم، تو اس نے اور بیجا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترک ادب۔

ایک قاعدہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق مقدم سمجھے۔ اور ان امور میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں، اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو، ان میں اپنے ترفع وتنزہ کے لیے خلاف وجدائی نہ کرے۔ کہ یہ سب امور ائتلاف وموانست کے معارض، اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں! ہوشیار وگوش دار کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکوچۂ سلامت وجادۂ کرامت ہے، جس سے بہت زاہدان خشک واہل تقشف غافل وجاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں، اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ خبردار ومحکوم گیر قال الامام الغزالی: لیس له ان یسأله بل ان کان

یتورع فلیتلطف فی الترک وان کان لابد له فلیاکل بغیر سوال اذ السوال ایذاء وهتك ستر وایحاش وهو حرام بلا شك۔

وضع ضابطه کلیه دریں باب وتفرقه در حکم عظام وشراب:

واضح ہو کہ کسی شی حرام خواہ نجس کے، دوسرے چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے۔

تخصی: یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن۔ مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کوئیں میں نجاست گری ہے۔

نوعی: یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین۔

اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک اجمالی: یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے، نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو۔ جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کوئیں۔

دوسرا کلی: یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو۔ مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیزیں اس ترکیب کا جزو خاص ہے، کہ جب بناتے ہیں، اسے شریک کرتے ہیں۔ اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو۔ ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہوسکتا۔ جیسے پانی وغیرہ کسی شی کو ہڈیوں سے صاف کریں، کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخوان کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جو مقصود ان سے حاصل وپاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر۔ کمالا یخفی

اور وہ اشیا بھی جن کا کسی ماکول ومشروب، یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجب تردد وتشویش وباعث سوال وتفتیش ہو، دو قسم ہیں۔

ایک مامنه محذور : یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود۔ بعض ان میں حرام ونجس بھی ہیں۔ اور بعض حلال وطاہر۔ جیسے عظام کہ یہاں منشاء تو ہم صرف ان لوگوں کا بے باک وناَمحتاط ہونا ہے، جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے۔ کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود، اوران کو پرواہ واحتیاط مفقود۔ تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے؟ اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں سے متعلق ہو، تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا۔ اور صدورِ محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

دوسرے ماهو محذور : یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں۔ جن کی کوئی فرد حلال وطاہر نہیں۔ جیسے شراب بجمیع اقسامها علی مذهب محمد الماخوذ للفتویٰ۔ یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اسی شئ کی نفس حالت ہے، نہ بنانے والوں کی جرأت وجسارت۔ یہاں تک کہ ابتداء اہل کارخانہ کی وثاقت وعدالت معلوم ہونا، اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی۔ بلکہ یہ سن کر ان کی وثاقت واحتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ہنگام نظر وتنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صورت اولیٰ میں مجرد اسی شئ مثلاً استخوان کے پڑنے پر تیقن، عام ازاں کہ تخصی ہونا یا نوعی، اجمالی ہو یا کلی، خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں ــــــ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں۔ کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر وحلال کا احتمال قائم۔ ولہٰذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط

مانع اشتراو تناول نہیں۔ کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کر سکتے۔

بخلاف صورت ثانیہ کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین تخصی خواہ نوعی کلی اس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے۔ جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا۔ اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد، صورت اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے، یہاں قطعا منقطع۔ کمالا یخفی۔ اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام وناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین تخصی یا نوعی کلی ہو، تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ، صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی ـــــ

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں، کہ جب علی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں، تو ہر فرد کی محفوظی محتمل۔ جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین، یقین تخصی کی طرف رجوع کر جائے گا۔ وھو مانع کما ذکرنا۔

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں۔ جب تک ماھو محذور کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور ماھو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی۔ مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے، جب تک یقین تخصی کی طرف آئل نہ ہو۔

الشروع فی الجواب:۔

کُل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور وواجب النظر۔ اب مقدمہ ۴ و۵ کی تقریریں پیش نگاہ رکھ کر، لحاظ درکار۔

اگر یہ اخبار، افواہ بازار، یا منتہائے سند، بعض مشرکین وکفار، تو بالکل مردود ومحض بے اعتبار۔ ہاں! صورت اخیرہ میں ـــــ اگر ان کا صدق دل پر جمے،

تو احتیاط بہتر، تاہم گناہ نہیں ـــــ اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں۔

اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نا معلوم الحال کی خبر، تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر ـــــ اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے، تو کچھ باک نہیں، مگر احتراز افضل۔ کہ آخر مسلمان ہیں۔ عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں۔ خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں، تو فسق بھی تو ثابت نہیں ـــــ اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے، تو بے شک احتراز چاہیے۔ کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے۔ اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی۔ مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا، اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل اس کی صدق کی طرف جائے۔ پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے، اس کے لیے وہی پہلا حکم ہے، کہ احتراز بہتر، ورنہ اجازت۔

ہاں! اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو، جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے، تو بے شک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو، جب بھی احتراز واجب، اور برف حرام و نجس ـــــ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معائنہ سے خبر دے۔ ورنہ سنی سنائی کہنے میں، اس کا قول، خود اس کا قول نہیں۔ اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معائنہ سے بیان کرے، نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں، مگر جس سے پوچھیے، وہی سننا بیان کرتا ہے۔ کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتہ نہیں، تو وہی افواہ بازاری،

ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی۔ اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے۔ صرف نظر اس اصل کے حال پر اقتضاء کرے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں۔

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جزء ہے، تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں۔ اور علی العموم اس کے تمام افراد ممنوع و محذور ــــــ اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو، محض مہمل و مہجور۔ کہ ماھو محذور میں یقین نوعی کلی ہے۔ اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی۔ یہاں تک کہ ایسی شئ کا دوا میں بھی استعمال ناروا۔ مگر جب اس کے سوا دوا نہ ہو۔ اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی۔ جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا، یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا۔

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں، تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے۔ مگر تحریم و تنجیس کا حکم بے دلیل شرعی، ہرگز روا نہیں ــــــ یہ تو اصل حکم فقہی ہے۔ اور واقع پر نظر کیجیے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتی۔ نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں، شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ تو برف پر حکم جواز ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیشک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی ہے، جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر

اولاً: غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر صرف شکر کا عبور و مرور

ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے کچھ اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں۔ جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کر کے صاف کرتے ہیں، کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے۔ اور انکشت واستخوان کا کوئی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ جب تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے۔ اگرچہ حلال وماکول نہ ہوں ـــــ اور درصورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے، اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالۂ کثافت کی ظاہراً یہی صورت۔ ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا، غالبًا باعث تصفیہ نہ ہوگا۔ تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخوان، نجاست عصیر وحرمت شکر میں شک نہیں۔ ورنہ بلاریب طیب وحلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے، اور وہ مخلوط وغیر ممیّز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں، تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور۔ صرف طہارت کفایت نہ کرے گی۔ اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوئے، تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے۔ اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں، حرام۔ تو شکر بھی حرام ہو جائے گی۔

روسر کی جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے، اور اس کی تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر۔ اور استخوان کی طہارت، نجاست، حلت، حرمت، کا حکم پہلے معلوم ہو چکا۔ (دیکھو مقدمہ ۱)

ثانیاً: کیف ماکان ان خیالات پر مطلقاً شکر روسر کو نجس وحرام کہہ دینا صحیح نہیں، بلکہ مقام حلال میں طہارت وحلت ہی پر فتوی دیا جائے گا۔ تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو۔ کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست وحرمت

پر یقین نہیں، صرف ظنون وخیالات ہیں جنھیں شرع اعتبار نہیں فرماتی۔ (دیکھو۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں۔ مانا کہ انھیں نجس وطاہر وحرام وحلال کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں، جن کے اختلاط سے شئ حرام یا نجس ہوجائے۔ مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں، بلکہ حلال وطاہر بھی بکثرت۔ نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں، جو موجب تحریم وتنجیس ہو۔ نہ کہ کچھ ناپاک وحرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت، کہ انھیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو، جس کے سبب وہ لوگ انھیں کو اختیار کریں۔

اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں؟ ـــــ یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں۔ پھر نفس شکر میں سوائے ظنون کے کیا حاصل؟ اس سے بدرجہا زیادہ وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق۔ (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت ووفور وشدت بے احتیاطی، غلبہ ظن غیر ملحق بالیقین حاصل ہو، وہاں بھی علما تنجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں۔ (دیکھو مقدمہ ۷) پھر مانحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے، اور طیب وطاہر شاذ ونادر؟ ـــــ یا اتنا یقین ہو کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں۔ پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں، جو نجس وحرام کردے۔ اور جب یوں بھی ہے، اور یوں بھی۔ تو ہر شکر میں احتمال محفوظی۔ تو ہرگز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے۔

(دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہہ ریب وشبہ کی نہ پائی جائے، تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ، یا ایذائے اہل ایمان، یا ترک ادب بزرگان، یا پردہ دری مسلمان، یا اور کوئی محذور سمجھے، وہاں تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے۔ (دیکھو مقدمہ ۱۰)

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں، اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملادی گئیں کہ اب جدا نہیں ہوسکتیں۔ یا بچشم خود معائنہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخوان لائے گئے، اور اس کے روبرو اس رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے، اور وہی رس منعقد ہوکر شکر بنا۔ تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی، اس پر حرام۔ جس کا نہ کھانا جائز، نہ کھلانا جائز۔ نہ لینا جائز، نہ دینا جائز۔

یوہیں جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے، جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گذرا، ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے۔ اور معتمد بیان کرنے والا کہے: میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے، جس میں ایسا عمل کیا گیا۔ تو اس کا استعمال بھی روا نہ ہوگا۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں۔

اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر شخص سے سنا، مگر بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی۔ اور کچھ تمیز نہ رہی تو حکم جواز ہے اور خریداری واستعمال میں مضائقہ نہیں۔ جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل خاص قائم نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرعی، اور حکم نہیں، مگر شرع کے لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ وبارک وسلم۔

بالجملہ اس شکر کے بارے میں اگر ان صورتوں میں سے کوئی شکل موجود ہو،

جن پر ہم نے حکم حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے۔ ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد وناواقفی۔ نہ تحقیق کسی شی کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط، بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے۔ جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو۔ (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصورات کا دروازہ کھولا جائے گا، تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہوجائے گا۔ ایک روسر کی شکر کیا؟ ہزارہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی۔ گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے؟ اور ان کی طہارت پر بے تمسک باصل کون سا بینہ قاطعہ ملا ہے؟ اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے، ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ **فی الحاشیۃ الشامیۃ:** فیہ جرح عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ اھ

ہاں! جو شخص بحکم کیف وقد قیل بچنا چاہے یہ بہتر وافضل ونہایت محمود عمل۔ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے۔ نہ یہ اس کے سبب اصل شی کو ممنوع کہنے لگے۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی۔ نہ آگے منگائے جانے کا قصد۔ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں، انھیں آثم خواہ بے باک جانتا ہے۔ نہ تورع واحتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفع وتعلی روا رکھے۔

فقیر غفر اللہ تعالی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل

تقریر کیے، جو انھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ واللّٰہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ نستعین فی کل حین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمّد وآلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین استراح القلم من تحریرہ فی ثلثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم آخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذاک الشھر المکرم سنۃ ثلث بعد الالف وثلثمائۃ من ھجرۃ حضرت سید العالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

شرک پرستوں کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے والا 'ندائے بغیر اللہ' یعنی ندائے یارسول اللہ، یاعلی، یاغوث اعظم، یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ ہے۔اور اس میں اس قدر غلو ہے کہ شرک سے گھٹ کر تو اس میں فتوی دیتے ہی نہیں۔حالانکہ یہ مسئلہ ایسا بدیہی البطلان ہے، جس کا بطلان شمس وامس سے بھی واضح۔اگر یہ مسئلہ حق ہو، تو بندہ سے لے کر خدا تک کوئی شرک سے خالی نہیں۔دنیا میں باپ بیٹے کو ندا کرتا، بیٹا باپ کو پکارتا، استاد شاگرد کو پکارتا، شاگرد استاد کو ندا کرتا، پیر مرید کو ندا کرتا، مرید پیر کو پکارتا، آقا غلام کو، غلام آقا کو پکارتا ہے۔علیٰ ھذ االقیاس عوام، اولیا کو، صحابہ کو، رسول کو، انبیا کو ندا کرتے ہیں۔خدا اپنے بندوں کو پکارتا ہے۔کہیں یا ایھا الناس فرماتا ہے، کہیں یابنی اسرائیل کہیں یاایھا الذین آمنوا ____ اور یا ایھا النبی، یاایھا الرسول ، یاایھاالمزمل،یاایھاالمدثر کی پکار سے کون تعلیم یافتہ غافل اور جاہل ہے؟ تو چاہیے کہ سب کے سب مشرک ہو جائیں۔نہ خدا مومن رہے، نہ بندوں میں ایمان کا نام ونشان۔

اعلیٰ حضرت ،امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ۱۳۰۴ھ میں اس کے متعلق ایک استفتاء پیش ہوا

> زید مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ ﷺ کو کلمہ 'یا' سے ندا کرتا ہے۔اور الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ ، اسئلک الشفاعۃ یا رسول اللہ کہا کرتا ہے۔یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ

سے کافر مشرک کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک مختصر رسالہ ایک جز یعنی ۱۶ صفحہ کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ ابتدا اس رسالہ کی اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ و کفی والصلاۃ والسلام علیٰ حبیبہ المصطفی وآلہ واصحابہ اولی الصدق والصفا....

کلمات مذکورہ بیشک جائز ہیں۔ جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا، مگر سفیہہ جاہل۔ یا ضال مضل۔ جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو، شفاء السقام امام تقی الدین سبکی ومواھب لدنیہ امام قسطلانی وشرح مواھب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی و مرقات ملا علی قاری، ولمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ، وجذب القلوب، ومدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، وافضل القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام کی طرف رجوع کرے۔ یا فقیر کا رسالہ **الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال** مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدر ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور طبرانی وبیہقی نے صحیح، اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم کہا، جس میں حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:-

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی لتقضی لی اللھم فاشفعہ فیہ حاجتی ھذہ اے اللہ!

میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے جو مہربانی کے نبی ہیں۔ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

امام بخاری الأدب المفرد میں ابن السنی، ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:۔

ان بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما خدرت رجله فقیل له اذکر احب الناس الیك فصاح یا محمداہ فانتشرت

امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی کے مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا ـــــ اہل مدینہ میں قدیم سے اس یامحمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ ذکرہ الخفاجی فی نسیم الریاض ـــــ بلال ابن حارث مزنی قحط عام الرمادہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ناقل کہ انھوں نے ندا کی: یامحمداہ ـــــ امام فقیہ عبدالرحمن ہذلی کوفی سر پر بلند ٹوپی رکھتے، جس پر لکھا تھا: محمد یا منصور ـــــ امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے استغاثہ انبیا واولیا کے متعلق سوال ہوا۔ جواب دیا: ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلما والصالحین جائزة وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثة بعد موتهم ـــــ علامہ خیر الدین رملی رحمة اللّٰہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں۔ قولهم یاشیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمته ـــــ سیدی جمال بن عمر مکی کے فتاوی میں ہے: الاستغاثة بالاولیاء ونداء هم والتوسل بهم امر مشروع وشیء مرغوب لاینکره الا مکابر اومعاند وقد

حرم برکۃ الاولیاء الکرام ـــــــ امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا۔ کہ وہ تین بھائی سواران دلاور، ساکنان شام تھے۔ کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے

فاسرھم الروم مرۃ فقال لھم الملک انی اجعل فیکم الملک وازوجکم بناتی وتدخلون فی النصرانیۃ فابوا وقالوا یامحمداہ

یہ واقعہ روح پرور مفصل امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے:-

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:-

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی رکعتین یقرء فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشر مرۃ ثم یصلی علی رسول اللہ ﷺ بعد السلام ویسلم علیہ ثم یخطوا الی العراق احدی عشرۃ خطوۃ یذکر فیھا اسمی ویذکر حاجتہ فانھا تقضی

اکابر علمائے کرام مثل امام ابوالحسن نخمی شطنونی، امام عبد اللہ اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی، مولانا ابوالمعالی محمد مسلمی، شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک سے نقل وروایت فرمائے ہیں۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں:-

سیدی محمد غمری کے ایک مرید بازار میں جارہے تھے۔ ان کے جانور کا پاؤں پھسلا۔ بآواز پکارا۔ یا سیدی محمد یاغمری ادھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان

چقمق قید کیے لے جارہے تھے۔ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا: یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا: میرے شیخ۔کہا: میں ذلیل بھی کہتا ہوں۔ یاسیدی محمد یاغمری لاحظنی ان کا یہ کہنا تھا کہ سیدی محمد غمری تشریف لائے، اور مدد فرمائی۔ کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی۔ مجبوراً ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

اسی میں ہے:-

سیدی محمد حنفی وضو فرمارہے تھے۔ ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی کہ غائب ہوگئی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے مرید کو عطا فرمائی۔ کہ جب وہ واپس آئے، اس وقت تک اسے اپنے پاس رکھ۔ ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا، اور عرض کی: اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب چور میرے سینہ پر کھڑا ہو کر مجھے ذبح کرنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یاسیدی محمد یا حنفی اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا۔ اور مجھے برکت حضرت، اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

اسی میں ہے:-

ولی ممدوح کی زوجہ بیمار ہوئیں برابر یا سیدی احمد یابدوی خاطرک معی کہا کرتیں۔ ایک دن سید احمد بدوی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: یوں کہہ۔ یا سیدی محمد یا حنفی ان بیوی نے یوں ہی کہا۔ صبح کو اچھی خاصی تندرست اٹھیں، گویا مرض نہ تھا۔

اسی میں ہے:-

حضرت ممدوح اپنے مرض موت میں فرماتے تھے۔ من کانت له حاجة فلیات قبری ویطلب حاجته اقضها له فان ما بینی وبینکم غیر ذراع من

تراب و کل رجل یحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فلیس برجل

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل کے احوال شریفہ میں لکھا:-

كان يقول انامن المتصرفين في قبورهم فمن كانت له حاجة فليات الى قبالة وجهي ويذكرها لي اقضها له

اسی میں ہے:-

حضرت سیدی مدین اشمونی وضو فرما رہے تھے۔ایک کھڑاؤں پھینکی سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انھوں نے اپنی صاجبزادی کے متعلق کہا کہ ایک جنگل میں ایک بدوضع شخص نے دست درازی چاہی۔ اپنے والد کے پیر کو پکارا: یا شیخ ابی لاحظنی وہ کھڑاؤں آئی، اس شخص کو لگی، اور لڑکی نجات پائی۔

اسی میں سیدی موسی ابوعمران کے احوال میں ہے:-

كان اذاناداه مريده اجابه من مسيرة سنة او اكثر

شیخ محقق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے رسالہ شطاریہ سے نقل کرتے ہیں:-

ذکر کشف شریف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست الخ

مولانا جامی حضرت مولوی معنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا نے اپنے قریب انتقال فرمایا:-

درحالتے کہ مرایا د کنید تا من شمارا مدد باشم در ہرلباسے کہ باشم

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں فرماتے ہیں: ؎

و صلی علیك الله یا خیر خلقه

ویا خیر مسئول و یا خیر واهب

و یا خیر من یرجی لکشف رزیة

ومن جوده قد فاق جود السحائب

وانت مجیری من هجوم ملمة

اذا انشبت فی القلب شر المخالب

پھر اسی کے ترجمہ وشرح میں فرماتے ہیں:-

ورحمت فرستد برتو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق الخ۔

یہی شاہ صاحب مدحیہ ھمزیہ میں لکھتے ہیں ؎

ینادی ضارعا بخضوع قلب

و ذل و ابتهال و التجاء

رسول الله یا خیر البرایا

نوالك ابتغی یوم القضاء

اذا ما حل خطب مدلهم

فانت الحصین من کل البلاء

الیك توجهی وبك استنادی

وفیك مطامعی وبك ارتجائی

پھر خود ہی اس کے ترجمہ وشرح میں لکھتے ہیں:-

اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات! عطاء ترا می خواہم روز فیصل کردن۔ الخ

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کی

ایک ترکیب لکھتے ہیں، جس میں ہے:-

ویک صد ویازدہ بار شیئاللہ یا شیخ عبد القادر جیلانی

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اس کے شیخ واستاذ حدیث مولانا ابوطاہر مدنی، اوران کے شیخ واستاذ ووالد مولانا ابراہیم کردی، اوران کے استاذ مولانا احمد قشاشی، اوران کے استاذ مولانا احمد شناوی، اورشاہ صاحب کے استاذا لاستاذ مولانا احمد نخلی، اورشاہ صاحب کے پیرومرشد شیخ سعید لاہوری، اوران کے شیخ مولانا عبدالملک اوران کے مرشد شیخ بایزید ثانی، اورشیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی، اوران دونوں صاحبوں کے پیر ومرشد مولانا وجیہ الدین علوی، اوران کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری۔

یہ سب اکابر نادعلی کی سندیں لیتے، اوراپنے تلامذہ ومستفیدین کواجازتیں دیتے۔اوریا علی یا علی کاوظیفہ کرتے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرت سیدی احمد زروق سے دوبیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں ؎

انا لمریدی جامع لشتاته

اذا ما سطا جور الزمان بنكبة

وان كنت في ضيق و كرب و وحشة

فنادِ بيا زروق آت بسرعة

علامہ زیادی، پھر علامہ اجہوری، پھر علامہ داؤدی، پھر علامہ شامی، گم شدہ چیز ملنے کے لیے بلندی پر جاکر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھنا، او. بایں الفاظ ندا کرنا مجرب لکھا ہے۔

یاسیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی نزعتك من دیوان الاولیاء

غرض یہ، صحابہ کرام سے اس وقت تک کہ اس قدر ائمہ واولیا وعلما ہیں، جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کیے۔

اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ یہ عثمان بن حنیف، عبد اللہ بن عباس، وعبد اللہ بن عمر، صحابہ کرام سے لے کر شاہ ولی اللہ، وشاہ عبد العزیز صاحب، اور ان کے اساتذہ ومشائخ تک سب کو کافر مشرک کہتے ہیں، یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی۔ اور حق واضح ہو گیا ______ اور بے دھڑک ان سب پر کفر وشرک کا فتوی جاری کریں، تو جان لیجیے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک وکافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

فائدہ: حضور سید عالم ﷺ کو ندا کرنے کے دلائل سے التحیات ہے۔ جس میں نمازی، حضور سے عرض کرتا ہے: السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے، تو عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک ودخیل ہے۔ اور یہ جاہلانہ خیال کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے، تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی ﷺ کی ندا۔ حاشا وکلا۔ عالمگیری، شرح قدوری، تنویر الابصار، درمختار، مراقی الفلاح وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے: ویقصد بالفاظ التشهد معناها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیه وعلی نفسه واولیائه لا الاخبار عن ذالك ذکره فی المحبتی یعنی اور قصد کرے الفاظ تشہد سے اس کے معانی

مراد لے کر بر طریق انشائے کلام، گویا اللہ تعالیٰ کی تحیت کرنا رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا، اور اپنے نفس اور اولیاپر۔ نہ اس سے خبر دینا یہ مجتبیٰ میں ہے۔

اخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلہ میں مبسوط کتاب لکھ سکتا ہے۔ مگر منصف کے لیے اسی قدر وافی اور اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو ایک حرف کافی۔ اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علی سیدنا محمد الشافی وآلہ وصحبہ حماۃ الدین الصافی آمین والحمد للہ رب العالمین۔

وہابیت جس کا اصل اصول انبیائے کرام واولیائے عظام کی بے قدری اور توہین، اوران کے ثبات ثابتہ واقعیہ کا انکار، اوراس کی اہمیت کم کرنا ہے۔ وہ کس طرح ٹھنڈے دل سے اس کو قبول کرسکتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیائے کرام کے سردار ہیں؟ جب منصوص بنص قطعی صفت رحمۃ للعلمین کا انکار نہ کرسکی، تو اس کو ایک عام بات قرار دے کر، دوسروں کو بھی اس صفت میں شریک ٹھہرایا، اور ایک معمولی بات قرار دیا۔ کہ ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم قاسمی پریس ص ۱۲ پر ایک سوال ہے اس کا جواب گنگوہی صاحب نے یہ دیا۔

> لفظ رحمۃ للعلمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیا وانبیا اور علمائے ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلی ہیں۔ لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔اھ

ہر علم والا بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رحمۃ للعلمین ہونا حضور اقدس ﷺ کی صفت خاصہ ہے۔ جس میں دوسرے انبیا بھی شریک وسہیم نہیں۔ اولیا اور علما تو کجا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے تمہاری رسالت نہ کی مگر ساری جہان کے لیے رحمت۔ تو رحمۃ للعلمین نہ ہوگا، مگر وہ کہ رسول الی العلمین ہو، تمام جہاں کو اس کی رسالت عام ہو، اور وہ نہیں مگر رسول اللہ ﷺ۔ کہ خود حضور فرماتے ہیں: کان الانبیاء یبعثون الی قومھم خاصۃ وبعثت الی الخلق کافۃ ائمہ کرام نے اس وصف کریم سے حضور کی تفضیل مطلق ثابت کی۔ مگر وہابیہ کے یہاں یہ حضور کی صفت خاصہ نہیں۔ اور پھر فقط رسولوں ہی کے لیے تعمیم نہیں،

بلکہ اولیا اور علما سب کو حضور کا شریک وسہیم اس صفت خاصہ میں ٹھہرا دیا۔ یعنی حضور کی اس صفت رحمۃ للعلمین میں سب ملاؤں کو شریک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ پھر سید العلمین کیوں کر مان سکتے ہیں؟

چنانچہ ۱۳۰۵ھ میں جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر مونگیر محلہ دروازہ سے سوال بھیجا۔

یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا۔ ہر چند کہا گیا کہ یہ مسئلہ واضحہ ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ مگر کہتے ہیں: قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ لہٰذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک مستقل رسالہ پانچ جزء سے زائد میں تحریر فرمایا۔ جسے اول مرتبہ میں جناب مولانا صدیق علی صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع قادری بریلی میں چھپوایا۔ پھر متعدد بار مختلف مطبعوں سے طبع کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی حسب عادت مستمرہ خطبہ مسنونہ سے شروع فرمایا۔ جس میں بطور براعت استہلال ایسے ایسے اوصاف ذکر فرمائے، جس سے اس مسئلہ پر پوری طرح روشنی پڑے۔ فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ° تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا ° والیٰ اقوامھم خاصۃ ارسل المرسلون ° ھو الذی ارسل نبینا رحمۃ للعلمین ° فادخل تحت ذیل رحمتہ الانبیاء والمرسلین ° والملئکۃ المقربین °

وخلق اللہ اجمعین الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

حضور پرنور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا، قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی، مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا، مگر گمراہ، بددین، بندہ شیاطین۔ والعیاذ باللّٰہ رب العالمین

اس رسالہ کو اعلیٰ حضرت نے دو ہیکل پر منقسم فرمایا۔ ہیکل اول میں آیات جلیلہ۔ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ۔ یہ ہیکل نورافگن چار تابشوں سے روشن۔ تابش اول: چندوحی ربانی علاوہ آیہ کریمہ قرآنی۔ تابش دوم: ارشادات عالیہ حضور سید المرسلین ﷺ۔ تابش سوم: محض و خالص طرق وروایات حدیث خصائص۔ تابش چہارم: صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوال علما کتب سابقہ، بشرائے ہواتف، ورؤیائے صادقہ۔ واللہ سبحانہ ھو المعین۔

ہیکل اول: جواہر زواہر آیات قرآنیہ۔

آیت اولیٰ :- وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران، آیت ۸۱/۸۲)

امام ابو جعفر طبری ودیگر محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلاۃ السلام سے آخر تک جتنے انبیا بھیجے،

سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو وہ ان پر ایمان لائے، اور ان کی مدد فرمائے۔ اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے جو صاف ارشاد فرمارہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اصل الاصول ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ سب رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیا و رسل سے ہے، وہی نسبت انبیا و رسل کو اس سید کل سے ہے۔ امتیوں پر فرض ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں، رسولوں سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے گرویدگی کریں۔

آیت ثانیہ:۔ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

اے محبوب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں۔ جس میں انبیا و ملائکہ سب داخل۔ تو لاجرم حضور پرنور سید المرسلین ﷺ ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے۔ اور وہ سب حضور کی سرکار، دوعالم مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اس لیے اولیائے کاملین، علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سما میں، اولیٰ و آخرۃ میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی، یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی، سب حضور کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹتی ہے، اور ہمیشہ بٹے گی۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیہ کریمہ کے تحت میں لکھا:۔

لما كان رحمة للعلمين لزم ان يكون افضل من كل العلمين ٥

جب حضور تمام عالم کے لیے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسواء اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاهر بلادلیل وهو لایجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللّٰه الهادی۔

آیت ثالثہ:- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ؕ (سورہ ابراہیم آیت ۴)

اس آیت سے حضور کی افضلیت مطلقہ پر استدلال حضرت عبداللہ بن عباس نے کیا۔ حاضرین نے انبیا پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا: ان اللّٰه تعالیٰ قال: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ؕ وقال لمحمّد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وَمَا أَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ؕ فارسله الی الانس والجن

یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لیے فرمایا۔ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کی اور محمد ﷺ سے فرمایا ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔

علما فرماتے ہیں: آپ کی رسالت والا کا تمام انس وجن کو شامل ہونا اجماعی ہے۔ اور محققین کے نزدیک ملائکہ بھی اس میں شامل، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر، ارض وسما، جبال وبحار، تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ دائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں ارسلت الی الخلق کافة میں لفظ خلق اور وہ بھی مؤکد بکلمۂ کافہ اس مطلب پر بہترین دلیل ہے۔

آیت رابعہ:- تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (سورہ بقرہ، آیت ۲۵۳)

ائمہ فرماتے ہیں۔ یہاں اس بعض سے سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ

انھیں سب انبیا پر عزت و عظمت بخشی۔

آیت خامسہ:- هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿(سورہ فتح، آیت ۲۸)

اور اس امت مرحومہ سے فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴿ (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰) تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کئے گئے۔

آیہ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل۔ تو لاجرم اس دین کا صاحب، اور اس امت کا آقا، سب دین وامت والوں سے افضل واعلیٰ۔

آیت سادسہ:- قرآن عظیم کا دائمی محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے۔ یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ــــــ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا ــــــ یٰاِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا ــــــ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ــــــ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً ــــــ یٰزَكَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ ــــــ یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ...

مگر جہاں محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ ، یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ ، یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ ، یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ، یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ، طٰهٰ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ..

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور خطابوں کو سنے گا، بالبداہۃ حضور سید المرسلین، وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب یا ایہا النبی خطاب محمد ست

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

آیت سابعہ: - لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ؁ (سورہ حجر، آیت ۷۲)

تیری جان کی قسم کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ؁ (سورہ بلد، آیت ۱،۲) میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔

وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ؁ (سورہ زخرف، آیت ۸۸) مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَالْعَصْرِ ؁ (سورہ عصر، آیت ۱) قسم زمان برکت نشان محمد ﷺ کی ہے۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہو؟ کہ قرآن عظیم نے ان کے شہر کی قسم کھائی۔ ان کی باتوں کی قسم کھائی۔ ان کے زمانہ کی قسم کھائی۔ ان کی جان کی قسم کھائی ﷺ۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیت کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ **والحمد للہ رب العالمین۔**

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ سے، اور ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر بغوی، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی: اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوا محمد ﷺ کے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی **احیاء العلوم**، اور ابن الحاج مکی مدخل، اور خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ، شہاب خفاجی نسیم الریاض میں ناقل: عمر فاروق اعظم ایک حدیث شریف حضور اقدس ﷺ سے عرض کرتے ہیں: بیشک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی،

نہ باقی انبیا کی۔ اور تحقیق کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ یعنی میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

آیت ثامنہ: قرآن میں جا بجا مذکور کہ کفار اپنی خبث باطنی سے انبیائے کرام سے سخت کلامی سے پیش آتے، اور اپنے حلم کے مطابق حضرات انبیائے کرام خود متکفل جواب ہوتے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا: اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا: میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔

حضرت ہود سے قوم عاد نے کہا: اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میری قوم! مجھ میں اصلا سفاہت نہیں میں پیغمبر ہوں رب العلمین کا۔

اسی طرح حضرت سیدنا شعیب اور سیدنا موسیٰ سے جو جاہلانہ کلام ان کی قوم نے کیا۔ انھوں نے خود اس کا جواب دیا۔ مگر جناب سید المرسلین ﷺ کے خلاف شان ان کے زمانہ کے کفار جو کچھ بولے، حضور نے صبر فرمایا۔ مگر رب العزت جل جلالہ نے سب کو اپنے حبیب ومحبوب ﷺ کی طرف سے جواب دیا۔ مثلاً کفار نے کہا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۙ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں —— وحی اترنے میں کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے ان محمدا ودعه ربه وقلاه حق جل جلالہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیرے رخ روشن کی قسم، اور تیری زلف کی قسم جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے، نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا،

اور نہ دشمن بنایا ــــــ کفار نے کہا: لست مرسلا رب جل وعلا نے فرمایا: یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو مرسل ہے ــــــ عاص بن وائل نے صاحبزادہ کے انتقال پہ حضور کو ابتر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ اس لیے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے وہ دین حق میں آکر تمہارے بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے، اور اس کے دشمن ہو جائیں گے ــــــ جب حضور کو ابولہب شقی نے تبا لک سائر الیوم کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ ٹوٹ جائیو دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

اسی طرح جب حضرت یوسف و مریم پر بہتان اُٹھا۔ حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی۔

اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا، اگر چاہتا تو درخت کے ایک ایک پتے اور بیاباں کے ایک ایک ریگ سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و عصمت پر خود گواہی دیں، اور ان کا مرتبہ بڑھائیں۔ چنانچہ سورہ نور کی سترہ آیتیں اتاریں، اور خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی ؎

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

آیت تاسعہ:- عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹) قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

یعنی اس مقام میں کہ تمام اولین و آخرین ان کی حمد کریں گے، اور سب کوئی

اس وقت ان کے دست نگر اور محتاج ہوں گے۔ سب کا ہاتھ ان کی طرف پھیلا ہوگا۔ یہ مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ سب کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لھا انا لھا فرمائیں گے ؎

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

آیت عاشرہ:- قرآن عظیم شروع سے اخیر تک بغور دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جو نعمتیں اور انبیا کو مانگنے پر ملیں، یہاں بے مانگے عطا ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا: وَلَاتُخْزِنِی فِی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ مجھے رسوانہ کرنا جس لوگ اٹھائے جائیں۔ اور نبی ﷺ کے لیے خود ارشاد ہوا۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ جس دن خدا رسوانہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو ـــــ خلیل **علیہ الصلاۃ والسلام** نے کہا: اِنِّی ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّی سَیَھْدِیْنِ ۝ حبیب ﷺ کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۝ ـــــ خلیل علیہ السلام نے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سَیَھْدِیْنِ ۝ اور حبیب کے لیے خود فرمایا: وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً ۝ ـــــ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کہا: عجلت الیک رب لترضی ۝ حبیب ﷺ کے لیے خود فرمایا: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۝ قریب ہے تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ وغیرھا من الآیات۔

ہیکل دوم: تابش اول میں اٹھارہ وحی الٰہی ہے۔ جسے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اگلی کتابوں سے نقل فرمایا۔ بطور نمونہ، اٹھارہویں وحی، علامہ فاسی کی

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات سے منقول، جس میں چند آیات توریت شریف سے نقل فرمائیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا موسی أحمدنی اذ مننت علیك مع کلامی ایاك بالایمان بأحمد ولو لم تقبل الایمان بأحمد ماجاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسی من لم یومن بأحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه ولم یشتق الیه کانت حسناته مردودة علیه ومنعته حفظ لحکمة ولا ادخل فی قلبه نو ر الهدی وامحو اسمه من النبوة یاموسی من امن بأحمد وصدقه اولئك هم الفائزون ومن کفر بأحمد وکذبه من جمیع خلقی اولئك هم الخاسرون ، اولئك هم النادمون ؛ اولئك هم الغافلون اے موسیٰ! میری حمد بجالا، جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا۔ کہ تجھ سے احمد پر ایمان لانے کے بارے میں کلام فرمایا۔ اور اگر تو احمد پر ایمان لانا نہ مانتا، میرے گھر میں مجھ سے قرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسیٰ! تمام مرسلین سے جوکوئی احمد پر ایمان نہ لائے، اور اس کی تصدیق نہ کرے، اور اس کا مشتاق نہ ہو، اس کی نیکیاں مردود ہوں گی۔ اور اسے حکمت کی حفظ سے روک دوں گا، اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا، اور اس کا نام دفتر انبیا سے مٹادوں گا۔ اے موسیٰ! جو احمد پر ایمان لائے، اور اس کی تصدیق کرے، وہی ہیں مراد کو پہونچے۔ اور میری تمام مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی، وہی زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

اس تابش میں تین جلوے ہیں۔ جلوہ اول نصوص جلیہ میں۔ اس میں چودہ ارشادات مبارکہ ہیں۔ ازاں جملہ ارشاد ششم ابونعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:۔

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود وحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلها طهورا ومسجدا ونصرت بالرعب امامی شهرا واعطیت خواتیم سورة البقرة و کانت من کنوز العرش و خصصت بها دون الانبیاء واعطیت المثانی مکان التوراة والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل وانا سید ولد آدم فی الدنیا والآخرة ولا فخر وانا اول من تنشق الارض عنی وعن امتی ولافخر وبیدی لواء الحمد یوم القیٰمة وجمیع الانبیاء تحته ولا فخر والی مفاتیح الجنة یوم القیٰمة ولافخر وانا امامهم وامتی بالاثر ٥ میں جن وانس کی طرف اور ہر سیاہ وسرخ کی طرف رسول بھیجا گیا۔ اور سب انبیا سے الگ میرے ہی لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ اور میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی، اور مسجد ٹھہری۔ اور میرے آگے ایک مہینہ کی راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ اور مجھے بقرہ کی آخری آیتیں کہ خزانہائے عرش سے تھیں، عطا ہوئیں۔ یہ خاص میرا حصہ تھا سب انبیا سے جدا۔ اور مجھے توریت کے بدلے قرآن کی وہ سورتیں ملیں، جن میں سو سے کم آیتیں ہیں۔ اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں، اور زبور کے عوض حم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفضیل دی گئی کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہے۔ اور میں دنیا وآخرت میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں اور میری امت قبروں سے نکلے گی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت کے دن میرے ہی

ہاتھ لوائے حمد ہوگا، اور تمام انبیا اس کے نیچے۔اور کچھ فخر نہیں۔ اور قیامت میں جنت کی کنجیوں کا مجھی کو اختیار ہوگا، اور کچھ فخر نہیں۔ اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور تمام مخلوق سے پہلے جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں ان سب سے آگے ہوں گا، اور میری امت میرے پیچھے۔ اللهم اجعلني منهم وفيهم ومعهم بجاهه عندك آمين ۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقا کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ آله وصحبه وبارك وسلم۔

جلوہ دوم جلائل متعلقہ بأخرت:-

اور اس میں ۲۵ ر ارشادات ہیں، جو بشمول جلوہ اول ۳۹ ر ہوئے۔

ارشاد بست وہفتم یہ ہے: حدیث موقوف مطول احمد، وبخاری، ومسلم، وترمذی نے ابوہریرہ ـــــ اور بخاری، ومسلم، وابن ماجہ نے انس ـــــ ترمذی، وابن خزیمہ نے ابوسعید خذری ـــــ اور احمد، وبزاز، وابن حبان، وابو یعلیٰ نے صدیق اکبر ـــــ اور احمد، وابو یعلی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ـــــ اور عبد اللہ بن مبارک، وابن ابی شیبہ، وابن ابی عاصم، وطبرانی نے بسند صحیح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی۔ ان سب کے الفاظ جدا جدا کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہٰذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منظم سلسلے میں یکجا کر کے اس جانفزا قصے کی تلخیص کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

ارشاد ہوتا ہے: روز قیامت اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک میدان وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں، اور پکارنے

والے کی آواز سنیں۔ دن طویل ہوگا، اور آفتاب کواس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ یہاں تک کہ بقدر دو کمانون کے فرق رہ جائے گا۔ پسینے آنا شروع ہوں گے۔ قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ غڑپ غڑپ کریں گے، جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ قرب آفتاب سے غم وکرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ رہ رہ کر تین گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ آپس میں کہیں گے: دیکھتے نہیں! تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہونچے؟ کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے، جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ السلام ہمارے باپ ہیں، ان کے پاس چلنا چاہیے۔ پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

عرض کریں گے: اے باپ ہمارے! اے آدم! آپ ابو البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دست قدرت سے بنایا، اور اپنی روح آپ میں ڈالی، اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا، اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا۔ سب چیزوں کے نام آپ کو سکھائے، اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں، اور کس حال کو پہنچے؟

آدم علیہ الصلاۃ والسلام فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں، مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا، نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے،

مجھے اپنی جان کا غم ہے۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

عرض کریں گے: پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟

فرمائیں گے: اپنے پدر ثانی نوح کے پاس جاؤ۔ کہ وہ پہلے نبی ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا۔ وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ لوگ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے:

اے نوح! اور اے نبی اللہ! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا، آپ کو برگزیدہ کیا، اور آپ کی دعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس بلا میں ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے؟ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔

نوح علیہ السلام فرمایں گے: میں اس قابل نہیں۔ یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا۔ آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے، جو نہ اس سے پہلے کیا، اور نہ اس کے بعد کرے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم اور کسی کے پاس جاؤ۔

(فقیر ظفر الدین قادری غفرلہٗ کہتا ہے کہ یہ حدیث بہت طویل ہے، جس میں نوح علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا، اور ان کا اپنی مجبوریوں کو بیان کرنا مذکور ہے پھر لوگ ان کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اپنی مصیبت عرض کریں گے اور وہ بھی صاف جواب دیں گے پھر ان کے حکم کے مطابق لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

پاس جائیں گے وہاں بھی کورا جواب پائیں گے پھر لوگ ان کے مشورہ کے مطابق آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مطلب عرض کریں گے اعلیٰ حضرت نے ان سب واقعات کو پوری تفصیل سے تحریر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔)

اب وہ وقت آیا کہ لوگ تھکے ہارے، مصیبت کے مارے، ہاتھ پاؤں چھوڑے، چار طرف سے امیدیں توڑے، بارگاہ عرش جاہ، بیکس پناہ، خاتم دورۂ رسالت، فاتح باب شفاعت، محبوب باوجاہت، مطلوب بلند عزت، ملجائے عاجزاں، ماوائے بے کساں، مولائے دوجہاں، حضور پرنور محمد رسول اللہ، شفیع یوم النشور افضل صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وعیالہ میں حاضر آئے۔ اور باہزاراں ہزار نالہائے زار، ودل بے قرار، وچشم اشک بار، یوں عرض کرتے ہیں:

اے محمد! اے اللہ کے نبی! آپ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتحیاب کیا، اور آج آپ بہ امن واطمینان تشریف لائے۔ حضور اللہ کے رسول، اور انبیا کے خاتم ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے، کہ ہمارا فیصلہ فرمادے۔ حضور نگاہ کریں، کہ ہم کس درد میں ہیں؟ حضور ملاحظہ تو فرمائیں، ہم کس حال کو پہنچے؟

حضور پرنور ارشاد فرمائیں گے: انا لھا انا لھا و انا صاحبکم میں شفاعت کے لیے ہوں، میں تمہارا وہ مطلوب ہوں، جسے تمام موقف میں ڈھونڈ پھرے۔

اس کے بعد حضور نے اپنی شفاعت کی کیفیت ارشاد فرمائی۔

یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بہ نگاہ ایمان دیکھے، اور

اولاً: حق جل وعلا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیوں کر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے کرام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا، اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ شفاعت تو پاتے مگر یہ کیسے کھلتا کہ یہ منصب اخم اسی سید اکرم کا حصہ ہے۔

ثانیاً: سوال شفاعت پر حضرات انبیا کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا دیکھیے۔ یہیں مقام محمود کا مزا آتا، اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت، ومصابیح نبوت میں افضل واعلی، وبلند وبالا وہی عرب کا سورج ،حرم کا چاند ہے، جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے —— اور انبیائے خمسہ کی وجہ تخصیص ظاہر کہ حضرت آدم اول انبیا و پدر انبیا ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوا العزم مرسل، اور سب انبیائے سابقین سے اعلی وافضل۔ تو ان پر تفضیل سب پر تفضیل۔ والحمد للہ الملک الجلیل

جلوہ سوم ارشادات انبیائے عظام وملائکہ کرام:-

اس میں چودہ ارشادات ہیں کہ دونوں جلوہائے گزشتہ کے ارشادات ملا کر ترپن ہوئے۔

ارشاد پنجاہ وسوم یہ ہے: مولانا علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے آکر مجھے یوں سلام کیا۔ السلام علیك یا اول السلام علیك یاآخر السلام علیك یاظاهر السلام علیك یا باطن

میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں؟

عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اور اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت دی، اور تمام انبیا و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام وصفت سے حضور کے لیے نام وصفت مشتق فرمایا ہے ـــــ حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیا سے آفرینش میں مقدم ہیں ـــــ اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سب سے مؤخر، اور آخر الامم کی طرف خاتم النبیین ہیں ـــــ اور باطن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا، اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے، یہاں تک کہ حق جل جلالہ نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے، اور ڈر سناتے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتے، اور چراغ تاباں ـــــ اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف وفضل سب اہل آسمان وزمین پر آشکار کیا۔ تو ان میں کوئی ایسا نہیں، جو حضور پر درود نہ بھیجے۔ حضور کا رب محمود ہے، اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول، آخر، ظاہر، باطن ہے۔ اور حضور بھی اول، آخر، ظاہر، و باطن ہیں۔

یہ بشارت عظیم سن کر حضور نے فرمایا: الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیا پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام وصفت میں۔

تابش سوم طرق وروایات حدیث خصائص میں:-

متعدد محدثین کرام نے متعدد صحابہ عظام سے مختلف سندوں کے ساتھ احادیث خصائص بیان فرمائیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور سید عالم ﷺ نے

اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے، جو کسی نبی و رسول نے نہ پائے۔ان روایات میں سے کسی میں دو، کہیں تین، کہیں چار باتیں بیان فرمائیں۔ کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس۔ اور حقیقۃً سو، اور دو سو پر بھی انتہا نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے ''خصائص کبری'' میں ڈھائی سو کے قریب حضور کے خصائص جمع فرمائے۔ اور یہ صرف ان کا علم تھا۔ ان سے زیادہ علم والے ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم، علم اعظم حضور سید عالم ﷺ سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل وخصائص جانتے ہیں، دوسرا کیا جانے گا؟ اور حضور سے زیادہ علم والا ان کا مالک و مولیٰ جل وعلا" ان الیٰ ربك المنتهی " اور " وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ" اسی لیے حدیث شریف میں ہے:" یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی " اے ابو بکر! جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا۔

ترا چنانکہ توئی دیدہ کجا بینند ÷ بقدر بینش خود ہر کند ادراک

تابش چہارم آثار صحابہ وبقیہ موعودات خطبہ میں:-

اس میں بارہ روایتیں ہیں۔ بارہویں روایت یہ ہے۔

بزار، امیر المومنین مولی علی رضی اللہ عنہ سے راوی: جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان سکھانی چاہی، جبرئیل براق لے کر حاضر ہوئے۔ حضور سوار ہو کر اس حجاب عظمت تک پہونچے، جو رحمن جل مجدہ کے نزدیک ہے۔ پردے سے ایک فرشتہ نکلا، اور اذان کہی۔ حق عز جلالہ نے ہر کلم پر، موذن کی تصدیق فرمائی۔ پھر فرشتے نے حضور پر نور ﷺ کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔ حضور نے اہل سمٰوات

کی امامت فرمائی، جن میں آدم ونوح علیہما الصلاۃ والسلام بھی شامل تھے۔اس روز حق تبارک تعالیٰ نے محمد ﷺ کا شرف عام اہل آسمان وزمین پر کامل کردیا ــــــــــ اسی کے مثل ابونعیم نے مولیٰ علی سے روایت کی،جس میں ہے: پھر حضوراقدس ﷺ سے کہا آگے بڑھیے،حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی، اورمخلوقات الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں: یہ رسالہ ششم شوال کوآغاز اورنوزدہم کوختم اورآج پنجم ذی قعدہ روز جان افروز دوشنبہ کووقت چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

جیسا پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ مذہب وہابیت کا اصل الاصول، انبیا و اولیا کی توہین اور بے قدری، ان کے اوصاف وکمالات واقعیہ کا انکار، اور ان کو ایک محض معمولی سطح پر لانا، اور لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن صفات سے ان کی اہمیت وعظمت ثابت ہوتی ہو، اس کا انکار، اور اگر یہ نہ ہو سکے، تو عدم اقرار ہی رہے۔ انھیں مسائل میں ایک مسئلہ سماع اموات ہے۔ یعنی بزرگان دین کا اپنے مزارات میں استعانت واستمداد کرنے والوں کی عرض سننا، اور خداوند عالم کا ان کے وسیلہ سے ان لوگوں کی حاجت روا فرمانا، وہابیہ کو اس سے انکار رہے۔ اگر چہ اس مسئلہ میں گنگوہی صاحب خلاف معمول ذرا ڈھیلے ہیں۔ اس کو مختلف فیہ بتاتے ہیں۔ ورنہ وہ تو کسی طرح شرک وکفر سے نیچے کی باتیں ہی نہیں کرتے ہیں۔

فتاوی رشیدہ حصہ اول ص ۱۲ پر سینتیسواں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

روح کو حیاۃ ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر۔

دیکھیے! اصل مذہب وہابیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ولی کو عامی کے برابر کر دیا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۷۳ پر اٹھارہویں سوال کے جواب میں لکھا۔

یہ مسئلہ (سماع موتی) عہد صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے۔ جس عمل کرے درست ہے۔

غنیمت ہے کہ تلقین کی اجازت تو دی، اگرچہ ایک ہی قول لی بنا پر۔ ''اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا'' کی بھی ایک ہی کہی۔ فیصلہ تو اختلافی باتوں ہی کا ہوتا ہے، متفق علیہ بات میں فیصلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پھر فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ۱۰۰ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اول زمانہ قریب فن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔

یہ 'اول زمانہ قریب دفن' کی تخصیص ہی عجیب ہے۔ جب روح زندہ ہی ہے، پھر اس 'قرب دفن' کی کیا خصوصیت؟

پھر فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کے ۱۱۳/ر پر سوال 'میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟' کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

> اموات کے سننے میں علما کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں سنتی۔

تعجب ہے کہ گنگوہی صاحب یہ کیسی ان کہی کہہ رہے ہیں؟ ورنہ ان کا مذہب درحقیقت سماع کا انکار، اور نہ صرف انکار بلکہ حسب عادت مستمرہ کفر ہے۔ اولیائے کرام ان کے نزدیک کس گنتی وشمار میں ہیں؟ حضور اقدس ﷺ جن کی حیات بالاتفاق ثابت، ان کے سماع کے متعلق یہ گہر ریزی کی ہے۔ فتاوی رشیدیہ حصہ اول ۹۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ علیہ الصلاۃ والسلام خود خطاب، سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے، یا السلام علی النبی کہے۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلاۃ آپ کو پہنچایا جاتا

ہے۔ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے۔جیسا احادیث میں آیا ہے،تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔اھ

یہ کفر بھی عجیب وغریب ہے۔جو سنتا ہے وہ خود ہی سنتا ہے یا اس کے بدلے دوسرا اسنتا ہے؟اور اگر رسول اللہ ﷺ کا سننا،اس وجہ سے کفر خیال کیا کہ یہ صفت خاص خدا کی ہے،تو وہ فرشتہ یا جماعت ملائکہ کی خود کیونکر سن سکتی ہے؟صفت مخصوص باری تعالیٰ میں تو کسی کی شرکت جائز نہیں۔غرض ؎

جو بات کی حضور نے وہ لاجواب کی

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

غرض وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے ——— اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب درمیان زائر اور مقبور کے،حجب عدیدہ سمع وبصر حائل،تو سماع اموات اور بصارت صور محال۔اگر بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ،زیادت ادراک بھی حاصل ہو،لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلاتوجہِ خاص،جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر وحیز اختیار پروردگار عالم ہے،بروقت دعا زائر کے،وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں۔جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے،تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔اور نہیں ہے یہ اعتقاد،مگر شرک۔اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک۔

اور بعض لوگ آیہ کریمہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ مَنْ فِي الْقُبُوْرَ ۞ اور آیہ کریمہ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۞ کو سند میں پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۳۰۵ھ کو ایک صاحب کا فتوی،جس میں نفی سماع موتی کی دلیل عقلی مذکور تھی،اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں پیش ہوا۔

اور اس کی تصدیق چاہی۔ ازاں جا کہ یہ جواب غلط، خلاف مذہب اہل سنت وجماعت تھا، اعلیٰ حضرت نے اس کی تصدیق نہ فرمائی۔ اور اس مسئلہ پر مستقل رسالہ مسمی بہ **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** ایک سو بائیس صفحے کا تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ بمبئی مطبع گلزارِ حسنی میں چھپا، اور شائقین کی خدمت میں مفت صرف محصول ڈاک بھیجنے پر پیش کیا گیا۔ دوسری مرتبہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں طبع ہوا۔ میرے پیش نظر طبع دوم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کو بھی اپنی عادت کریمہ مستمرہ کے مطابق حمد ونعت سے شروع کیا، جس میں بطور براعت استہلال اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی خلق الانسان ° وعلمه البيان ° واعطاه سمعا وبصرا وعلما فزان ° وجعله مظهرا لصفات الرحمٰن ° ولم يجعله معد وما بفناء الابدان ° والصلاة والسلام الاتمان الاكملان ° على السميع البصير العليم الخبير الملك المستعان ° المولى الكريم الرؤف الرحيم العظيم الشان ° سيدنا ومولانا محمد النافذ حكمه فی عوالم الامكان ° الخ

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا وہ فتوی نقل فرمایا ہے۔
اس کے بعد مقصد اول، نوع اول میں اس کا رد فرمایا ہے۔ لیکن ردواعتراض کو بلفظ سوال تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس طرح پچیس سوالات فرمائے ہیں، یعنی پچیس طرح اس کا رد فرمایا ہے، جن میں بعض یہ ہیں۔

سوال اول: جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی ہے، یا شرعی، یا عادی؟

برتقدیر اول: کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالی قادر ہے کہ یہ حائل، مانع احساس نہ ہو یا نہیں؟ اگر کہیے، نا۔ تو ان اللہ علی کل شیء قدیر کا کیا جواب؟ اور فرمایئے، ہاں۔ تو استحالہ کہاں؟

برتقدیر ثانی: آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجیے کہ جب تک یہ حائل وحجاب رہیں گے، ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔

برتقدیر ثالث: عادت اہل دنیا مراد، یا عادت اہل برزخ ـــــ برتقدیر اول کیا ثبوت ہے کہ مانع دنیوی، عائق برزخ بھی ہے؟ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے، مگر بطور خرق عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں ـــــ درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیوں کر جانی؟ اموات نے آکر تو بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقہ سے معلوم ہوا تو ارشاد کیجیے۔ اور نامول کہ دعوی بتمامہا زیر لحاظ رہے

سوال پنجم: جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جاکر جس وقت بات کیجیے، سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا، یا نہیں؟ اگر کہیے، ہاں۔ تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جاکر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک

پہنچی ہے ـــــــ اور فرمایئے ، نا۔ تو مزار پر جاکر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق ماننا کیونکر جانا گیا؟

سوال ہفتم: کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور؟ جب تو واجب کہ تمام اندھے، بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور (جس کے بارے میں حدیث میں ہے۔ اعطاہ اسماع الخلائق) آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق، بلکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا، کیونکر مفہوم ہوا؟ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

سوال ہشتم: بفرض لزوم، سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق؟ علی الاول، ملازمت باطل۔ وعلی الثانی، لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری ہو ـــــــ اور کسی بات کا سننا، کسی غیر خدا کے لیے ماننا، مطلقاً مستلزم شرک ہو، تو سب مشرک ہیں۔ یا ہر ذی سمع و بصر علی الاطلاق؟ تو آفت اشد ہے۔ **والعیاذ باللہ**

سوال نہم: ان اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں، تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں۔ آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں، نہ استلزام عدم۔ تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیوں کر ہوسکتا ہے؟ غایت یہ کہ بے دلیل ہو، تو غلط سہی۔ کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے؟

سوال پانزدھم: شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہامی نمایندوارباب حاجات

ومطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند ومی یابند۔

کہیے! زیادت ادراک مسلم؟ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب وتحیز اختیار پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں، کیوں کر مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے؟ اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیوں کر صحیح ومقبول ٹھہری؟

نوع دوم میں جناب مولوی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کی آٹھ مخالفتیں مذکور ہیں۔

مخالفت ا: مولوی صاحب فرماتے ہیں: زیارت قبور مومنین خاصۃ بزرگان دین، مندوب ومسنون ہے۔

یہ خصوصیت ہمارے طور پر بے شک حق، مگر مولوی اسحاق صاحب 'مأۃ مسائل' میں لکھتے ہیں:-

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر ست۔

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا:

بلکہ از زیارت قبور اغنیا وملوک زیادت غیرت حاصل می گیرد۔

مخالفت ٦: جناب نے امتناع رؤیت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ ابتنا باعلیٰ ندا منادی، کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود ان میں راسا یہ قوتیں نہ ہوتیں، تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی ——— اب متکلمین جماعت سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس

تخصیص کے مقر ہوں گے، یا راساً منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند، یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی سے سوال ہوا۔

سماعت موتی سوائے سلام جائز ست؟

جواب دیا:

ثابت نیست۔

کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے، جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں۔

پھر آیت سے استدلال کا تین جواب دیا۔

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ؟ نظیر اس کی آیہ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ ہے، اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ یوہیں یہاں بھی ارشاد ہوا: اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو، تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا —— کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ یقیناً یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ خود اسی آیت کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ؎

وآية النفی معناها سماع هدی

لا يقبلون ولا يصنعون للادب

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے؟ موتی سے ــــــ موتی کون ہیں؟ ابدان۔ کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: مَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ جو قبر میں ہے اس کو تم نہیں سناتے ہو۔ قبر میں کون ہے؟ جسم۔ کہ روحیں تو علیین، یا جنت، یا آسمان، یا چاہ زمزم وغیر ہا مقامات عزواکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین، یا نار، یا چاہ وادی برموت وغیر ہا مقامات ذلت وآلام میں ہیں۔

امام سبکی شفاالسقام میں فرماتے ہیں: لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح

مقصد ثانی احادیث کے بیان میں

اس میں انیس حدیثیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد موت روح وصفات وافعال روح باقی رہتی ہیں۔

حدیث ۵: امام احمد، وابن ابی الدنیا، وطبرانی، ومروزی، وابن مندہ ابوسعید خزری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اسے غسل دے، اور جو اٹھائے، اور جو کفن پہنائے، اور جو قبر میں اتارے۔

حدیث ۱۳: ابن ابی الدنیا، عمرو بن دینار سے راوی کہ ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہورہا ہے۔ لوگ اسے نہلاتے ہیں، کفناتے اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔

نوع دوم احادیث سمع ادراک اہل قبور میں

اوراس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول: اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث ۲۰: امام احمد وحاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی: میں اس مکان میں جہاں حضور کا مزار پاک ہے یونہی چلی جاتی تھی؛ اور جی میں کہتی تھی، وہاں کون ہے؟ یہی میرے شوہراور میرے باپ ـــــ جب سے عمر دفن ہوئے، خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث۔

فرمایئے! اگرارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تواس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفن فاروق کے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ ’مکان میں میرے شوہراور باپ ہی تو ہیں، غیر کون ہے؟‘

فصل دوم: زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردہ کا جی بہلتا ہے۔ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں، توان امور سے جی بہلنا کیسا؟

حدیث ۲۲: امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں: قبر میں مردہ کے زیادہ جی بہلنے کا وہ وقت ہوتا ہے، جب اس کا کوئی پیارازیارت کوآئے

فصل سوم: زندوں کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذاپانے میں۔

حدیث ۲۵: امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا: لا توذ صاحب القبر اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

فصل چہارم: میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے

زائرین کو پہچانتے، اور اس کا سلام سنتے، اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث ٣٧: ابن ابی الدنیا، بیہقی، ابن عساکر، خطیب وغیرہم محدثین ابوہریرہ ﷛ سے راوی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے دنیا میں شناسائی تھی، اور اسے سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا، اور اسے پہچانتا ہے۔ اور جب ایسی قبر پر گذرتا ہے، جس سے جان پہچان نہ تھی، اور سلام کرتا ہے، تو میت جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث ٣٦: طبرانی **معجم اوسط** میں عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ سید عالم ﷺ مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے، اور فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

فصل پنجم: میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں، بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سنتے ہیں۔

حدیث ٤٠: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اپنے صحاح میں انس بن مالک سے راوی کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں: مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے، اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں، تو بے شک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث ٤٧: صحیح مسلم شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں کفار اہل بدر کی قتل گاہ دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا۔ اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا، وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ ناپاک، ایک کنویں میں بھر

دیئے گئے۔ سید عالم ﷺ وہاں تشریف لے گئے، اور نام بنام ان کفار لیام کو، ان کا، اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا: تم نے پایا، جو سچا وعدہ خدا ورسول نے تمہیں دیا تھا؟ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور، ان جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں، جن میں روحیں نہیں؟ فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر انھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث ۵۶: ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور ان کے قبر پر گذرے، دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں! حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث ۵۷: ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی ﷺ نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گذرے، اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں: مجھے مصطفیٰ ﷺ نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گذر نہ ہوا، مگر یہ کہ

اسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ بے سمع فہم محال، اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر محمول کیا۔ ولہٰذا عمر بھر اس پر عمل کیا۔ فتبصر

حدیث ۵۹: امام احمد تاریخ نیشا پور اور بیہقی، و ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن مسیب سے راوی کہ ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ علی نے اہل قبر پر سلام کر کے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے، یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر دیں؟ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: میں نے آواز سنی، کسی نے مولیٰ علی کو جواب سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے، ہمارے بعد کیا گذری؟ امیر المومنین نے فرمایا: تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لیے، اور تمہارے مال، سو وہ بٹ گئے، اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی۔ اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا، اس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی تو خبریں یہ ہیں۔ اب تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے عرض کی: کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا، اس کا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا، اس کا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

مقصد ثالث اقوال علما میں

اعلیٰ حضرت نے اس مقصد میں سو ائمہ دین و علمائے کاملین کے اسمائے طیبہ پیش فرمائے ہیں۔ جن کے اقوال دربارۂ سماع موتی

حضرت کے پیش نظر ہیں۔ ازاں جملہ گیارہ صحابہ کرام ہیں ـــــ بارہ تابعین عظام ـــــ تین تبع تابعین ـــــ کل ۲۶ ہوئے۔ اور ۷۴ اعاظم سلف اور اکارم خلف۔ کل سو حضرات ہوئے۔ اس کے بعد دس نام ان عالموں کے بھی تحریر فرمائے ہیں، جن پر مخالفین اعتماد کے لیے مجبور و مضطر ہیں۔ مثلاً

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب [۲] شاہ عبد الرحیم صاحب [۳] شاہ عبدالعزیز صاحب [۴] شاہ عبدالقادر صاحب [۵] مرزا مظہر جان جاناں صاحب [۶] قاضی ثناءاللہ صاحب [۷] مولوی اسحٰق صاحب دہلوی [۸] نواب قطب الدین صاحب [۹] مولوی خرم علی صاحب بلہوری [۱۰] مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ ان کے علاوہ ۶۵ نام صحابہ و تابعین، واتباع تابعین و علمائے مشاہیر کے اور گنائے جن، کا مجموعہ پونے دو سو ہوا۔

یہ مقصد دو نوع پر مشتمل۔ نوع اول اقوال علمائے سلف و خلف میں۔ اس میں ایک تمہید اور پندرہ فصل ہیں۔ تمہید اس میں کہ روح موت سے نہیں مرتیں اس میں پانچ قول ہیں۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: روحیں مرتی نہیں، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں۔

فصل اول: موت سے صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے، نہ کہ معاذاللہ جماد ہو جانا۔ اور اس میں پانچ قول، اور پانچ روایات مناسبہ ہیں۔

قول [۵]:- ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: اولیا کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت اول: امام عارف باللہ استاد ابو القاسم قشیری اپنے 'رسالہ' میں بسند خود، حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس سرہ سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ مسکرایا۔ اور کہا: اے ابو سعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مر جائیں؟ وہ تو یہی کہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آنا۔ اس کے علوم و افعال کا بدستور رہنا، بلکہ زیادہ ہو جانا، اور اس فصل میں پندرہ قول ہیں جو بشمول فصل اول ۲۰ رہوئے۔

قول [۷]: تفسیر بیضاوی میں ہے۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں۔ یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہے (روحیں) موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے، اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول [۱۷]: امام سیوطی فرماتے ہیں: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں! فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں، حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

فصل سوم: ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا واہل دنیا کو بھی شامل۔ اور اس فصل میں پانچ اقوال ہیں، تو کل پچیس ہوئے۔

قول [۲۵]: شیخ محقق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق و تفصیل لکھ کر فرماتے ہیں: 'با لجملہ کتاب وسنت مملوو مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت می کنند بر وجوہ علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار و منکر دین'۔

فصل چہارم: اموات سے حیا کرنے میں، اور اس میں ۹ قول ہیں، تو کل ۳۴ رہوئے۔

قول [۲۶]: ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی کہ وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی۔ کسی نے کہا۔ یہاں اتر کر قضائے حاجت کر لیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسے زندوں سے۔

قول [۲۸]: علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علما نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ (۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے۔ تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے۔ اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے، اس پر سلام عرض کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت وعظمت رکھتا ہے، اس کے سامنے بے سلام چلا جانا مروت وادب سے بعید ہے۔

فصل پنجم: افعال احیا سے تأذّی اموات میں۔ اور اس میں ۷ قول ہیں تو کل ۴۱ ہوئے۔

قول[۳۴]: مراقی الفلاح میں ہے۔ مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پچپل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

قول[۴۰/۴۱]: شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں امام ابو عمر عبد البر سے نقل کیا ہے: "از ینجا مستفاد میگردد. تمام انچہ متلذ ذمی شود بدان زندہ"۔

فصل ششم: ملاقات احیاو ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول[۴۲]: امام سیوطی انیس الغریب میں فرماتے ہیں: ویانسون ان اتی المقابر ÷ جب زائر مقابر پر آتے ہیں مردے ان سے انس حاصل کرتے ہیں۔

قول[۴۷ تا ۴۹]: رد المحتار میں غنیہ شرح منیۃ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مردے کا دل بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول[۵۹ تا ۶۲]: مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد وفتاوی غرائب وغیرہا میں ہے: گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک وہ تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندہ مخالفین سے ہیں۔

فصل ہفتم: مردے اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول[۶۷]: انیس الغریب میں ہے۔ ع: ویعرفون من اتھم زائرا

جوزیارت کو آتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں۔

قول[۶۸]: تیسیر میں ہے: بعد دفن بھی مردے کا شعور باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے زائر کو پہچانتے ہیں۔

قول[۷۳و۷۴]: اشعة اللمعات میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: دریں حدیث دلیل واضح ست بر حیات میت وعلم دی وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ در حالت حیات ایشاں۔

فصل ہشتم: وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے، اور ان کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول[۷۵تا۷۸]: امام یافعی، پھر امام سیوطی، امام محب الدین طبری سے ناقل کہ میں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ 'زبیدہ' میں تھا۔ انھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنذئیل امام یافعی، امام سیوطی، انہیں اسمٰعیل سے حاکی ہوئے کہ 'بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا۔ بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے۔ پھر کھلکھلا کر ہنسے، اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب میں دیکھا۔ رویا، اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا: تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی: مولانا اسمٰعیل! میں انھیں میں سے ہوں۔ میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت منهم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

قول[۸۱و۸۲]: شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں ہے کہ احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے، مردے کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اس کا سلام سنتا، اور ان سے انس کرتا، اور اس کو جواب دیتا ہے۔ اور یہ بات شہدا وغیر شہدا سب میں عام ہے، نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو بعض وقت نہ ہو۔

فصل نہم: اولیا کی کرامتیں، اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول[۸۷]: علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے، وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک خاص رسالہ اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

(قول[۹۰]: امام شیخ الاسلام شہاب رملی فرماتے ہیں کہ انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول[۹۵و۹۶]: شرح مشکوٰۃ میں شیخ محقق دہلوی نے فرمایا کہ "یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ودو کس دیگر را از اولیا شمر د مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ ست گفتہ۔

فصل دہم: الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد ویاری ہے۔

قول[۹۷]: امام عبد الوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں۔ اور دنیا وبرزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔

یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔ وللہ الحمد

حسبی من الخیرات ما اعدتہ یوم القیٰمۃ فی رضی الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الوریٰ ثم اعتقادی مذہب النعمٰن

ولرادتی وعقیدتی ومحبتی للشیخ عبد القادر الجیلانی

وی بخاک رضا شدم گفتم کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم

ہمہ روز از غمت بفکر فضول ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم

خبرے گو بما ز تلخی مرگ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم

قادریت بکام ما کردند سنیت را گدائے میکدہ ایم

شیر بودیم وہ شہد افزودن ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

قول[۱۰۳]: علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا: اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول[۱۱۵و۱۱۶]: سیدی جمال مکی کے فتاوی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول: انبیاو رسل واولیاو صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم: تصریحات علما میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سمع وفہم وعلم وشعور ہے۔

قول[۱۱۷]: امام عز الدین ابن عبد السلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم قبور پر سلام کریں۔ اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں، تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول[۱۲۰]: علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ

سماع موتی نقل کر کے فرماتے ہیں: یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول[۱۲۳]: مولانا علی قاری شرح اللباب دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں: نہ بلند آواز سے ہو، نہ بالکل آہستہ، جس میں سنانا کہ سنت ہے، فوت ہوجائے۔

فصل دوازدہم: اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب وکلام میں

قول[۱۲۴ تا ۱۲۷]: منسک متوسط ومسلک متقسط و اختیار شرح مختار وفتاوی عالمگیری میں ہے کہ بعد زیارت سید عالم ﷺ ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے: آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزاو عوض نیک دے، بہتر اس عوض کا جو کسی امام اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو۔ بے شک اپنی بہترین خلافت سے نبی ﷺ کی نیابت کی۔ اور بہترین روش سے حضور کی راہ اور طریقہ پر چلے۔ آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا۔ آپ نے اسلام کو آراستگی دی۔ آپ نے صلہ رحم فرمایا۔ آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے، یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے محاذی ہو، اور بعد سلام عرض کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے۔ اور ان سے راضی ہو، جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا۔ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام اور مسلمین کی رعایت کی۔ آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا۔ اسلام نے آپ سے قوت پائی۔ آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا، اور رہنمائے راہ یاب ہوئے۔ آپ نے ان کا جتھا باندھا، اور ان کے

محتاجوں کو غنی کردیا، اوران کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

فصل سیزدہم: بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں

(قول[۱۳۶]: بنایہ شرح ھدایہ میں ہے کہ تلقین کیوں کر نہ کی جائے گی؟ حالانکہ نبی ﷺ سے مروی ہوا۔ حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

قول[۱۴۴و۱۴۵]: ھندیہ میں مضمرات سے ہے، ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں، وقت نزع بھی، اور وقت دفن بھی۔

قول[۱۵۰تا۱۵۲]: جامع الرموز میں جواھر سے منقول: سئل القاضی مجدد الکرمانی عنه قال ما رأه المسلمون حسنا فھو عند الله حسن و روی فی ذالك حدیثین قاضی مجدد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا ہاں جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

(قول[۱۵۴]: کنسف الغطا میں امام صفار کا ارشاد نقل کیا: سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شد میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی گوید بآں پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض ست وروح در قبر معاد نمی شود۔

فصل چہاردہم: اصل مسئلہ سائل میں یعنی ارواح کرام کو ندا اوران سے توسل وطلب دعا

قول[۱۵۷تا۱۵۹]: خواجہ حافظی فصل الخطاب شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل: امام علی موسیٰ رضا سے عرض کی گئی۔ مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا: قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ، پھر عرض کر: سلام آپ پر اے اہل بیت

رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں، اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے! مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے۔ اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں، اس سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں۔

قول[۱۶۰]: سیدی جمال مکی کے فتاوی میں ہے۔ مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے: یارسول اللہ یا علی یا شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں! اولیا سے مدد مانگنی، اور انھیں پکارنا، اور ان کے ساتھ توسل کرنا، امر مشروع وشی مرغوب ہے۔ اس کا انکار نہ کرے گا، مگر ہٹ دھرم، یا دشمن انصاف۔ اور وہ برکت اولیا سے محروم ہے۔

قول[۱۷۳]: سیدی محمد عبدری 'مدخل' میں دربارہ زیارت قبور انبیائے سابقین فرماتے ہیں: زائر اُن کے آگے حاضر ہو، اور اس پر متعین ہو دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر جب حاضری سے شرفیاب ہو، تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے۔ اور ان کی سرکار میں فریاد کرے۔ اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے۔ اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں۔ اور سنت الٰہیہ جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

فصل پانزدہم: بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول[۱۷۴تا۱۷۸]: امام خاتمۃ المجتہدین، تقی الملۃ والدین

سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیا میں ایک فصل ماورد فی حیاۃ الانبیاء، دوسری فصل حیاۃ الشہداء میں وضع کر کے، تیسری فصل تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی۔ اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتی ثابت کر کے فرمایا:

بالجملہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں۔ اور بے شک ان کے ثبوت میں یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں، تو ان کی تصدیق واجب ہے ـــــ فصل اول میں انبیاعلیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا: رہے ادراکات جیسے علم وسماع، تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں۔ پھر انبیا تو انبیا ہیں ـــــ امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی ـــــ امام زین الدین مراغی اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ نایاب تحقیق ہے، اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں، رغبت کرنے والے ـــــ امام احمد قسطلانی نے مواہب میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی ـــــ پھر علامہ عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں۔

قول[۱۸۱و۱۸۲]: امام قرطبی پھر امام سیوطی قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں: تحقیق کہا گیا ہے کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے۔ اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا۔ اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب قرآن پڑھا جائے تو کان

لگا کر سنو، اور چپ رہو، شاید تم پر مہر ہو۔ اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول: ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

قول[۱۸۳]: مرقاۃ میں انبیاعلیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: سب مردے سلام وکلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول[۲۰۰]: جامع البرکات میں فرمایا: سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحاد بشر۔ انتہی والحمد للّٰہ رب العالمین

فقیر غفر لہ اللہ تعالیٰ لہ نے جن سولہ ائمہ وعلما کے اسما طیبہ گنائے تھے۔ بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دوسو شمار کر دیئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

نوع دوم: اقوال کبراء وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے۔ ناظران کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کر لے سوست سو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں۔

وصل اول:

(مقال ۱):- شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:-

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں، یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں، جدا نہیں ہوتے۔

(مقال ۴):- شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:-

چون آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ست و شعور و ادراکے کہ داشت حالا ہم وارد بلکہ صاف تر و روشن تر۔ اھ ملخصا۔

(مقال ۶):- قاضی ثناء اللہ پانی پتی رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجسادی کند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدا راسایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بسبب ہمیں حیات اجساد وآنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔

(مقال ۱۳):- مولانا شاہ عبد القادر صاحب تفسیر موضح القرآن میں زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم: بقائے تصرفات وکرامات اولیا بعد الوصال میں۔

(مقال ۱۷):- مرزا مظہر جان جاناں اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

بعض ارواح کاملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا دریں نشاۃ تصرفے باقی ست۔

(مقال ۱۸):- مولوی اسمٰعیل دہلوی 'صراط مستقیم میں، مولی علی

کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کی نسبت لکھتے ہیں:-

در سلطنت سلاطین وامارت مراہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست۔

(مقال ۲۰):- مظاہر الحق میں ہے:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں۔

وصل سوم: بعد وصال اولیا کے فیض وامداد میں

(مقال ۲۴):- 'تفسیر عزیزی' میں فرماتے ہیں:-

ارباب حاجات حل مشکلات خود آنہا می طلبند ومی یابند۔

(مقال ۳۷):- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ دوستاں ومعتقدان را در دو دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند ودشمنان را ہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد۔

(مقال ۶۵):- 'صراط مستقیم' میں ہے:-

حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت وتوسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود۔

وصل چہارم: اصل مسئلہ سائل یعنی اولیاء کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کے ندا میں

(مقال ۸۰):- شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:

بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند۔

(مقال ۸۹):- مرزا جان جاناں صاحب کے وصایا میں ہے۔

بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن۔الخ

(مقال ۱۰۳):- اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا:

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود، و بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ

(مقال ۱۰۵):- رسالہ 'فیض عام' مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

طریق استمداد از ایشاں انست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا می کنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے۔واللہ الہادی الی سبیل الصواب۔

الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہونچی۔سو مقال کا وعدہ تھا، ایک سو پانچ گنے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس سوال تھے۔مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں۔اور نوع اول میں دو سو قول۔اب یہ ایک سو پانچ مقال مل کر چار سو کا عدد کامل۔اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ دربارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ۔

مسئلہ سماع موتی میں علمائے عرب کا مہری و دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود ہے۔ جس میں حسب ذیل حضرات کی دستخط و مواہیر ہیں۔

[۱] مولانا محمد حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

[۲] مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی حنفی

[۳] مولانا حسین بن ابراھیم مالکی مفتی مالکیہ

[۴] مولانا احمد زینی دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ

[۵] مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

[۶] مولانا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

[۷] مولانا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ

[۸] مولانا سید ابراھیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ منورہ

کی دستخط و مواہیر ہیں۔

اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا۔ پھر بوجہ عروض اعراض واہتمام دیگر اغراض اس کی تبییض نے تاخیر پائی، اب الحمد للہ بعنایت الٰہی واعانت رسالت پناہی علیہ افضل الصلاۃ والسلام وعلی الہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا۔ اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا اضافہ ہوا۔ والحمد للہ اولا وآخرا باطنا وظاھرا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ ابنہ وحزبہ وعلینا معھم وبارک وسلم۔

وہابیہ کی شرک کی داستان صرف ایک یا دو مسئلہ پر منحصر نہیں بلکہ جس جگہ انبیا واولیا کی تعظیم وتکریم ہوتی دیکھی، وہیں شرک جماد یا۔ صوفیائے کرام خصوصاً مشائخ قادریہ کا ایک زمانہ قدیم سے معمول ومجرب عمل، قضائے حاجت وحصول مرادات کے لیے صلاۃ غوثیہ ہے۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

مگر وہابیہ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ گنگوہی صاحب کے فتاوی حصہ اول ص۸۴ پر ایک سوال ہے۔

صلاۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

سائل مسئلہ شرعیہ پوچھتا ہے، نہ ذاتی رائے۔ لیکن گنگوہی صاحب جواب میں فرماتے ہیں:۔

بندہ اس کو پسند نہیں کرتا، اور نہ جائز مانے۔

سائل کا سوال آپ کی پسندیدگی یا ناپسند کرنے سے نہ تھا۔ اور نہ یہ سوال تھا کہ آپ اس کو جائز جانتے ہیں، یا نہیں۔ لیکن کمال حیاداری سے یہ جواب آپ نے عنایت فرمایا۔ سچ کہا کسی نے ؎

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

خصوصاً جب سائل نے لکھا تھا کہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے، تو یا اس کا رد کیے ہوتے کہ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ مشائخ کے معمول کے سامنے سر جھکانا تھا۔ یا اگر اس کی حرمت و ناجوازی قرآن وحدیث سے آپ کے علم میں تھی، تو اس کو لکھ کر سائل کو فائدہ پہنچانا تھا۔

پھر اسی حصہ کے صفحہ ۱۲۳ پر ایک سوال ہے:-

صلاۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلاۃ معکوس وصلاۃ ہول بھی جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب تحریر کیا:-

صلاۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں۔ اور صلاۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے۔ اور صلاۃ ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہیں۔

جب نماز غوثیہ کی فضیلت جناب کو معلوم ہی نہیں۔ پھر ص ۸۴ پر ناپسند کیوں کیا، اور ناجائز کیوں بتایا؟ حکم دینے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول اس کی حقیقت معلوم ہونی، پھر شرع سے حرمت وممانعت کا ثبوت ——— جب حقیقت ہی نہیں معلوم، تو مجہول پر حکم ممانعت لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے؟ وہ تو خدا کو بہت اچھا کرنا تھا کہ مولوی صاحب خوش قسمتی سے صلاۃ غوثیہ کو جانتے ہی نہیں۔ ورنہ شرک کا فتوی دینے سے کسی طرح باز نہیں رہتے۔ اس لیے کہ صلاۃ غوثیہ کہ صلاۃ غوثیہ میں بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام عرض کرنا ہوتا ہے۔ اور گیارہ مرتبہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی امددنی فی

قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا، اس کے بعد اا قدم بغداد شریف کی طرف چلنا ہوتا ہے۔ اور ہر قدم پر یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات کہنا ہوتا ہے۔ اور مولوی صاحب کے فتاوی سے ثابت کہ ندا بالغیر واور استعانہ وامداد بالغیر سب شرک ہیں۔

فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ میں ہے:-

اور مدد مانگنا اولیا سے حرام ہے مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی یا نبی ہو شرک ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۷ پر ہے:-

اور جب انبیا علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو وہ خود کفر ہے۔

مقام غور ہے کہ جب یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے، تو یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین کہنا کیوں کر جائز ہوگا؟ اور اگر ولی اللہ کو بھی علم غیب مان کر دور سے سننے کا عقیدہ رکھ کر کہا، تو خود کفر ہونے میں کیا شبہہ رہا؟ واقعی مولوی ہوتو ایسا مشرک گر، کافر ساز کہ بات کا بتنگڑ کر کے خواہ مخواہ کفر وشرک تک نہ پہنچائے، تو اسے چین نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو رسالے تحریر فرمائے۔ ایک اردو میں پچاس صفحے کا، جس کا سوال ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ میں جناب مستطاب مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری

نے 'دہلی کھڑکی فراش خانہ' سے بھیجا تھا۔ جس کا نام تاریخی انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ہے۔ دوسرا رسالہ عربی میں بارہ صفحے کا۔ جس کا تاریخی نام ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار ہے۔ جبکہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدرآبادی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ غوثیہ کی اجازت چاہی تھی۔ یہ رسالہ گویا اجازت نامہ صلاۃ غوثیہ یعنی صلاۃ الاسرار کا ہے، جو اعلیٰ حضرت نے مولانا شاہ ابراہیم صاحب موصوف کو عطا فرمایا تھا۔

رسالہ اولیٰ یعنی انہار الانوار میں بعد نقل سوال ابتدائے جواب حسب دستور خطبہ عربیہ فصیحہ بلیغہ سے کیا ہے۔ الفاظ کریمہ حمد ونعت کے یہ ہیں۔

الحمد للہ علی حسن بلائہ ÷ ملأ ارضہ و ملأ سمائہ ÷ وملا ماشاء فی قدرہ وقضائہ ÷ والشکر للمصطفی علی نعمائہ ÷ شکرا یوافی حسن الائہ ÷ و یکافی عنا مزید عطائہ ÷ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابنائہ ÷ وازواجہ و اصحابہ واحبائہ ÷ ووارث علمہ ومجدہ وسنائہ ÷ غوثنا الاعظم رافع لوائہ ÷ ومشائخنا الکرام وسائر اولیائہ ÷ صلاۃ تکشف لنا الاسرار ÷ و تصرف عنا اذی الاشرار ÷ وتکون عدۃ لیوم لقائہ ÷ الخ

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالی مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول، اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لیے عمدہ طریق مرضی ومقبول۔ اور حضور پر نور غوث الثقلین، غیاث الکونین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول۔ اجلہ علما و اکابر کملا اپنی تصانیف

عالیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم و معتبر رکھتے آئے۔

امام اجل ہمام انجل سیدی ابو الحسن نور الدین بن جریر لخمی شطنوفی نے بسند خود بہجۃ الاسرار شریف میں ـــــــ اور شیخ شیوخ علما الہند شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ 'زبدۃ الآثار' لطیف میں ـــــــ اور دیگر علمائے کرام و کملائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اسفار منیف میں اس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کہ حضور نے فرمایا: جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار، پھر بعد سلام نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام عرض کرے۔ پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اور میرا نام اور اپنی حاجت ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو۔

اسی طرح امام جلیل عبد اللہ یافعی مکی صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی ـــــــ یوہیں فاضل کامل مولانا علی قاری نے نزھۃ الخاطر میں ذکر فرمایا۔ زبدۃ الآثار میں اپنے شیخ و استاذ کا اس نماز کی اجازت دینا، اور اپنا اجازت لینا، بیان کیا ـــــــ اور شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نفیس عجالہ ہے ـــــــ اس سے ثابت کہ شیخ عبد الوہاب متقی مکی نے کتاب بہجۃ الاسرار کو معتمد و معتبر اور اس مبارک نماز کو مسلم و مقرر فرمایا ـــــــ اور مولانا شیخ وجیہ الدین علوی استاد شیخ محقق و تلمیذ و مرید حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے۔ اور اس پر بتاکید اکید تحریص و ترغیب فرماتے ـــــــ یونہی شیخ نے اخبار الاخیار شریف ـــــــ اور مولانا ابو المعانی محمد مسلمی نے تحفۃ

شریفہ ـــــ اور حضرت سیدنا شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا ـــــ اور امام یافعی تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب کرام اس نماز کو عمل میں لاتے ـــــ اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ عالیہ قادریہ کے آداب میں فرمایا۔ وملازمة صلاة الاسرار التی بعده التخطی احدی عشرة خطوة یعنی اس خاندن پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

بایں ہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اور اس کا انکار مہر نیم روز وماہ نیم ماہ کا انکار ہے۔

امام ابن الجزری صاحب حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی، اور اس کی سند واجازت حاصل کی۔ اپنے رسالہ طبقات القراء میں فرماتے ہیں: میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی۔ اور انھوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجیہہ رد کرنا، سخت جہالت ہے۔ یا خبث وضلالت۔ اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود۔ ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھ جائے۔ اور نظام شریعت درہم برہم نظر آئے۔ جو سند پیش کیجیے، مخالف کہہ دے کہ یہ الحاقی ہے۔ چلیے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہوگیا۔

اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا، محض بہتان وافترا، ہرگز ہرگز قران وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرسکتا ہے۔ ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر ونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اور عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ الحلال ما احل اللّٰہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو عفاعنہ حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔ اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ والحاکم عن سلیمان الفارسی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

بالجملہ یہ فائدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو، وہ بھلی یا بری ہے۔ اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو، وہ معاف ہے، جائز ومباح ہے۔ اس کا کرنا درست وروا ہے۔ اور اس کو حرام گناہ، نادرست وممنوع کہنا، شریعت مطہرہ پر افترا۔ قال تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ (سورہ نحل، آیت ۱۱۶)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے مخالف کہنا بھی اسی سفاہت قدیمہ پر مبنی، کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو، وہ ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

علامہ خطیب قسطلانی مواھب لدنیہ میں فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع ——— شاہ عبد العزیز 'تحفہ اثنا عشریہ' میں فرماتے ہیں: 'نہ کردن چیزے دیگر ست ومنع فرمودن چیزے دیگر' ملخصاً۔

اور اسے خلاف اخلاص وتوکل ماننا نری جہالت ہے۔ اس میں محبوبان خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے، اور ان سے توسل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ قال تعالیٰ: وَابۡتَغُوۡا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۞ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ اور انبیا وملائکہ علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ اُوۡلٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الۡوَسِیۡلَةَ ۞ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم کا طلب باراں میں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توسل کرنا، صحیح بخاری شریف میں مروی ومشہور۔ حصن حصین میں ہے۔ وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ خ ر والصالحین من عبادہ خ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیا سے توسل کرے۔ اسے بخاری وبزار نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے۔ اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف ومشہور ہے، جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن، غریب، صحیح، اور حاکم نے برشرط شیخین صحیح کہا، اور امام منذری ودیگر ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم رکھا۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللھم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبى الرحمة يا محمد انى

اتوجه بك الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعه فی الٰہی!
میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ کہ بعض روایات حصن حصین لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا۔ یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کریں۔

تنبیہ:- حضرات منکرین کی حیاداری دیکھنے کے قابل۔ اس حدیث جلیل کی جلالت شان تصریحات علما سے ظاہر و باہر، اور اس سے جواز استمداد والتجا محبوبان خدا سے روشن و واضح، جس سے معاند کو بھی انکار کی مجال نہیں۔ ناچار نواب قطب الدین خان دہلوی مصنف ظفر جلیل نے ترجمہ حصن حصین میں حاشیہ کتاب پر یوں ہرزہ سرائی کی:

یک راوی ایں حدیث عثمان ابن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ست چنانکہ در تقریب موجود ہست و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ انصاف و دیانت کا تو مقتضا یہ تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا، تسلیم فرماتے۔ نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجیح حدیث کو، جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی، معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے، اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ التحیۃ والثنا کا کچھ خیال نہ کیجیے۔

اب حضرات منکرین کے تمام ذی علموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے، جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب صحاح ستہ میں کہیں روایت نہیں، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ کاش! اتنا ہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اس کا مدارِ روایت، وہ شخص کیونکر ممکن، جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں۔ اور سنیے! امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان ﷜ سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اذا ضل احدکم شیئا و اراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللّٰہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللّٰہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراھم جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے، بھولے، یا کوئی چیز گم کرے، اور مدد مانگنی چاہے، تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں، جنھیں نہیں دیکھتا۔ راوی حدیث نے فرمایا: قد جرب ذالك

فاضل علی قاری علامہ میرک سے، اور وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا حدیث حسن ـــــــ اور فرمایا: مشائخ کرام سے مروی ہوا انه مجرب قرن به النجح یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔

لطف یہ کہ یہاں بھی نواب صاحب موصوف نے اپنے زورِ علم و دیانت و جوشِ تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا۔ فرماتے ہیں:۔

> اس حدیث کے راویوں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے، تقوی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ہے

ایک کتاب کا اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

خدا کی شان! کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں، جنھیں تقریب میں مجھول الحال، اور میزان میں لایعرف کہا۔ اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان ابن جابر مازنی بدری کہ سید عالم ﷺ کے صحابی جلیل القدر مہاجر ومجاہد غزوہ بدر ہیں۔ جن کی جلالت شان بدر سے روشن مہر سے ابین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاہ عنا۔

مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ 'حرزِ ثمین' ان کے پیش نظر ہے، اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبة بن غزوان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ــــــ اور اسی طرح جس تقریب کا حوالہ دیا ہے، اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو تھی۔ عتبة بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مهاجر بدری مات سنة سبع عشر اھ ملخصا

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی جلیل الشان، رفیع المکان کو بزور زبان وزور جنان درجہ صحابیت سے طبقہ ثالثہ میں لا ڈالیے؟ اور شمسِ عدالت و بدرِ جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے؟ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اذالم تستحی فاصنع ما شئت ؎

کیوں حیا کا لگائیں دل میں گھن
بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

مسلمان دیکھیں! کہ حضرات منکرین انکار حق واصرار باطل میں کیا کچھ کر

گزرتے ہیں۔

رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، تو

اولاً جب اس کی ترکیب خود حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو انکار کی کیا گنجائش؟۔

ثانیاً وہ علما و اولیا جن میں بعض کے نام سابق میں مذکور ہوئے، جنھوں نے یہ نماز پسند کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی۔ منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے۔ پھر ان کے کہے سے کیوں کر مسلم ہو کہ حکم شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہ گار فساق بدعتی گزرے ـــــــ اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی تلبیس ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر (بطور معارضہ بالقلب) اس نماز مبارک پر انکار روا نہیں۔ اور جس پر انکار روا نہیں، وہ اقل درجہ مباح ہوگا۔ اس لیے کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکر عدم ہے۔ اور کلمات ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہوگا، ہرگز مذکور نہیں۔ ومن ادعی فعلیه البیان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سب ائمہ کے نزدیک اس نماز پر انکار روا نہیں، اور جس پر انکار روا نہیں، تو کم سے کم وہ مباح ضرور ہوگا۔ فثبت المقصود وبهت الهنود۔

رابعاً ان حضرات کی عجیب حالت ہے جواز کہ عقلاً ونقلاً محتاج دلیل نہیں ہے، بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے۔ اور عدم جواز کے لیے ان کے زبانی دعویٰ کافی ہو جاتے ہیں۔ اس نماز میں جو جو باتیں ہیں ان کا ثبوت لیجیے۔

[ا] محبوبان خدا کی نفس تعظیم بے شک اہم واجبات واعظم قربات سے

ہے۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴿ وقال تعالیٰ" وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿

[۲] ان کے لیے بہیت نماز قیام۔

علمائے دین نے روضہ منورہ کے حضور خاص بہیت نماز قیام کرنے کا حکم دیا۔ اختیار شرح مختار و فتاوی عالمگیری میں ہے۔ یتوجه الی قبره صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ویقف کما یقف فی الصلاة یعنی قبر شریف سید عالم ﷺ کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبان خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے، وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے۔ ولہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علما و عام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا۔

طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا راوی تعلموا العلم تعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه علم سیکھو اور علم کے لیے سکون ومہابت سیکھو، اور جس سے علم سیکھتے ہو، اس کے لیے تواضع کرو۔

خطیب نے کتاب الجامع میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا یوں روایت کی۔ تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تکونوا جبابرة العلما فیغلب جهلکم علمکم ٥ جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بایں ہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لیے تواضع حرام ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: التواضع لغیر اللّٰه حرام کذا فی الملتقط

تو بات وہی ہے کہ انبیا علما وسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں۔ وہ دین الٰہی کے قیم ہیں، یہ ملت الٰہیہ پر قائم ہیں۔ تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے، جو انھیں بارگاہ الٰہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی در حقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی۔ جیسے صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت و تعظیم بعینہٖ محبت و تعظیم سید عالم ﷺ ہے۔

تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذا باللہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کے لیے اس کے غنا کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں۔

[۳] محبوبان خدا کے لیے خشوع وخضوع۔

ابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ، اسامہ بن شریک سے راوی: قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولہ کأن علی رؤسھم الطیر میں سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب ارد گرد تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آ بیٹھیں۔ اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا؟ اسی طرح مولانا جامی نفحات الانس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک دعوت میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واھل المجلس کأن علی رؤسھم الطیر یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا، علما، وعمائد بغداد تھے۔ ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

[۴] رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت خشوع وخضوع۔

امام ابوابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کو یاد کرے، یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے، خشوع وخضوع بجا لائے، اور باوقار ہو جائے، اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے۔ اور حضور کے لیے اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے، جو حضور اقدس ﷺ کے روبرو اس پر طاری ہوتی۔ اور ادب کرے، جس طرح خدا نے ہمیں ان کا ادب سکھایا۔

[۵] صورت اقدس کا تصور باندھے۔

شرح مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویقف کما یقف فی الصلاۃ کے آگے ہے۔ و تمثیل سورۃ الکریمۃ البھیہ ملخصا یعنی اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

امام شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں امام تجیبی کے قول کے نیچے لکھتے ہیں: یعنی یاد حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس ﷺ کے روبرو حاضر ہوں، اور حضور کا خیال کرے، اور صورت اقدس کا تصور باندھے، گویا حضور کے سامنے حاضر ہے ____ امام قاضی عیاض، امام تجیبی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین کا یہی داب وطریقہ تھا۔ اور فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب سید عالم ﷺ کا ذکر کرتے، رنگ ان کا بدل جاتا، اور جھک جاتے۔ نسیم الریاض میں ہے۔ لشدۃ خشوعہ یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا۔

ان احادیث وروایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیے۔ اگر چہ قبلہ کو

پیٹھ ہو۔ اور دل کو خوب ان کی طرف متوجہ کرے، یہاں تک کہ ہر این و آں دل سے محو ہو جائے۔ اور ان کے لیے خشوع و خضوع محمود و مشروع۔

فقیر حیران ہے کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں؟ اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے؟ ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنت معلومہ ہے۔ پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت؟ ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو، تعیین سمت پر کیجیے۔ اس کا جواب مرزا مظہر جان جاناں شہید سے لیجیے۔ مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک ایک مرید رشید کو تحریر فرماتے ہیں:۔

> فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز برآمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورہ شماں متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ، بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ ست۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

> صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ می دہم۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ہے:۔

انانکہ زاو ناس بہیمی جستند ÷ بالجملہ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ÷ دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا:

> یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلیغ دارد۔

انھیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا:

بارواح طیبہ مُشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب دریوزہ کند۔

علامہ ابن حجر مکی **خیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان** میں فرماتے ہیں: ہمیشہ سے علماو اہل حاجت، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان کے توسل سے پیش کرتے ہیں۔ اور اس سبب سے فوراً مراد پاتے ہیں۔ انھیں میں سے امام شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک کرتا، اور ان کی قبر پر جاتا ہوں۔ اور جب مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھتا، اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں گزرتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے: غفر اللہ تعالی لہ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ ان پر مطلع نہیں ہوتے، مگر توفیق والے۔

اولا: جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا کی طرف اس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود، وسنت ماثورہ وطریقہ ماموره، اور ہنگام توسل ان کی جانب توجہ درکار۔ یہاں تک کہ امام مالک سے خلیفہ ابوجعفر عباسی نے پوچھا: دعا میں قبلہ کی طرف منھ کروں، یا مزار مبارک حضور اقدس سید المرسلین ﷺ کی طرف؟ تو فرمایا: کیوں اپنا منھ ان سے پھیرتا ہے، جو قیامت کو تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ بلکہ انھیں کی طرف منھ کر، اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالی تیری درخواست قبول فرمائے۔ اخرجه الامام القاضی عیاض فی الشفا وغیره فی غیره

اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ " پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائیے ——— یا ان کی قبروں کی طرف چلیے۔ جیسے امام شافعی، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار فائض الانوار کی طرف چلتے۔

اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اس آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے، گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں۔ تاہم دل سے توجہ کرتا، اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بناتا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: من تشبہ بقوم فھو منھم ٥

ثانیا: توسل میں توجہ باطن ضرور، اور ظاہر، عنوان باطن۔ لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب، حالت قلب پر شاہد ہو۔ جس طرح سید عالم ﷺ نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس، قلب احوال و کشف یاس کی خبر دے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے 'قول الجمیل' میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی۔ جس کے آخر میں ہے:-

> پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا، باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے۔ اگرچہ نفس اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا، جائز ٹھہرا۔ تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا، اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے، کیوں کرنا جائز ہوگا؟۔

ثالثا: ظاہر مصلح خاطر۔ ولہٰذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا

اہتمام چاہتے ہیں، وہاں اس کے مناسب افعال جوارح رکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔ اس لیے نماز میں تلفظ بنیت بقصد جمع عزیمت، علمانے مستحسن رکھا۔ اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین، اور تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا، اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس علم شریف کے بجالانے والوں پر روشن۔ گو منکر محروم بخیر باش ع:

ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تا نچشی

رابعا: سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو، عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔ یہاں بھی یہ محتاج جب در رکعت نماز پڑھ چکا، اور اب وہ وقت آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے۔ نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے، یاد آئے، اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے، جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر کرادی، ناچار ہٹتا ہے۔ اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولی وایسر۔ یمیناً وشمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقری بُعد کی صورت، اور اقبال، نشانِ اقبال۔ فکان ھو المختار

خامسا: خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع کو باب دعا میں تفاول پر بہت نظر ہے۔ اسی لیے استقا میں قلب ردا فرمایا کہ تبدیل حال کی فال ہو ـــــ اسی لیے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے، تا کہ اس حال کے بدل جانے پر فال ہو ـــــ اسی لیے ہنگام استقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ

ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو ـــــ اسی لیے علما نے مستحب رکھا کہ جب دفع بلا کے لیے دعا ہو، پشت دست سوئے سما ہو۔ گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا، اور جوش بلا کو دباتا ہے ـــــ اسی لیے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو۔ گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے۔ اس نے وہ برکت اعلیٰ و اشرف اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہونچ جائے گی۔

سادسا: صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبد اللہ مروی کہ سید عالم ﷺ عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے۔ جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی۔ یہاں تک کہ حضور بڑھے، تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے۔ اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

اسی طرح جب ارباب باطن و اصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل، عراق کی طرف توجہ کرتے ہیں، انوار و برکات و فیوض و خیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں۔ یہ بے تابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے، اور ان عزیز مہمانوں کے لیے رسم باجمال تلقی و استقبال بجا لاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جائے انکار ہے، اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف مسارعت کرے۔ رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقۂ لسان و اضطراب ارکان ہے، و بس۔ ہم اس امر سہل میں ان اہل بصائر کے طفیلی ہیں۔

ع ولارض من کاس الکرام نصیب

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حکم پر مبنی جو حقیقۃً صرف

احوال سیئہ اہل قلوب پر مبتنی۔ پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک۔

سابعا: دیدۂ انصاف بے غبار و صاف ہو، تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے، اس طرف چند قدم قریب ہونا، اور جہاں سے جدائی مقصود ہو، اس سے کچھ گام دور ہونا بھی نافع بکار آمد ہوتا ہے، جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو۔

جب سیدنا موسی **علیہ الصلاۃ والسلام** کا زمانہ انتقال قریب آیا۔ بن میں تشریف رکھتے تھے، اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا۔ وہاں تشریف لے جانا، میسر نہ ہوا۔ دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فسأل ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر ـــــ ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر دست عراق شریف کی حاضری متعذر۔ لہٰذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ

رہی عدد یازدہ (۱۱) کی تخصیص۔ اس کی وجہ ظاہر۔ اللہ طاق ہے، اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔ اور افضل الاوتار، و اول الاوتار ایک ہے۔ مگر یہاں تکثیر مطلوب، اور اس کے ساتھ تیسیر بھی ملحوظ۔ لہٰذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتفاع ہے، جو خود بھی وتر، اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اس کے لیے کوئی صحیح کسیر نہیں۔ اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے، زوج محض ہے، نہ زوج الازواج۔ کہ اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں۔ بلکہ خلو مرتبہ پر وہ بعینہ ایک ہے ـــــ بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلا کوئی محذور شرعی نہیں۔

اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ و تابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت و تعظیم میں ہم سے زیادہ تھے، ثواب ہوتا تو وہی کرتے؟۔

اولا وہی معمولی باتیں ہیں، جن کے جواب میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے۔ جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے۔ علی الخصوص کتاب مستطاب **اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد** و کتاب لاجواب، **اذاقة الآثام لما نعی عمل المولد والقیام** وغیرہما تصانیف تاج المحققین سراج المدققین فخر الاکابر، وارث العلم کابرا عن کابر، سیدی ووالدی حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب اعظم اللہ اجرہ ونورہ قبرہ اور یہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ **اقامة القیامة**، و**منیر العین** وغیرہما اپنے رسائل میں بقدر کفایت منقح کر چکا۔

ثانیا: یہاں ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں۔ یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور اعمال مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت۔ شاہ ولی اللہ صاحب 'ہوامع' میں لکھتے ہیں:۔

> اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادیں را۔

جامع ترینے۔ شاہ ولی اللہ کتاب **الانتباہ فی سلاسل اولیا اللہ** میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری کی سندیں، اور اس کے اعمال کی اجازتیں، اپنے استاد علم حدیث مولانا ابو طاہر مدنی، و شیخ محمد سعید لاہوری سے حاصل کیں۔ اور شیخ ابو طاہر نے اپنے والد ابراہیم کردی، انھوں نے

شیخ احمد قشاشی، انھوں نے شیخ احمد شناوی، انھوں نے شیخ سید صبغۃ اللہ، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی ــــــ

اسی طرح شیخ محمد سعید لاہوری نے شیخ محمد اشرف لاہوری، انھوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی، انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی، انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کی۔

حضرات منکرین مہربانی کر کے جواہر خمسہ پر نظر ڈالیں، اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے دیں۔ بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں، جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد محدثانہ سند لیتے، اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہیں یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی، اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے؟:

نادِ علی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں اینست۔

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب

کل ھم و غم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی

اسی طرح یہی شاہ ولی اللہ اسی رسالہ 'انتباہ' میں قضائے حاجت کے لیے ختم خواجگاں چشت کی ترکیب بتاتے ہیں، اور فرماتے ہیں:۔

دہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخواندہ باشند انشاء اللہ تعالیٰ در ایام متعددہ مقصود بحصول انجامد۔

مرزا مظہر جان جاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

دعا حزب البحر وظیفہ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند۔

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وختم حضرت مجدد ﷺ بعد حلقہ صبح لازم گیرید۔

ثالثا: خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل نظیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے۔ مزاج پرسی ان حضرات کی ہے، جو خاص امور ثواب وتقرب رب الارباب میں، محض اسی نیت سے کیے جاتے ہیں، ہمیشہ تجدید واختراع کو جائز مانتے، اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں۔ وہ کون؟ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا جان جاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم۔ جنھیں منکرین بدعتی وگمراہ کہیں، تو کس کے ہو کے رہیں؟

شاہ ولی اللہ 'قول الجمیل' میں اپنے اور اپنے پیران مشائخ کے آداب طریقت واشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں: لم یثبت تعین الآداب ولا تلك الاشغال ـــــ شاہ عبدالعزیز صاحب 'حاشیہ قول الجمیل' میں اس کی تائید فرماتے ہیں ـــــ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کر کے لکھتے ہیں:-

یعنی ایسے امور کو خلاف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔

اور سنیے! اسی 'القول الجمیل' میں اشغال مشائخ نقشبندیہ میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی:-

تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطہ شیخ ہے۔ جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے، اور فیض کا منتظر ہو۔ اور جب شیخ غائب ہو، تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے۔ جو فائدہ اس کی محبت دیتی تھی، اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کیا:-

حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اھ

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے، جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے۔ حد یہ کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی ''صراط مستقیم'' میں لکھا:-

اشغال مناسبہ وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند۔ ولہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند، بناء علیہ مصلحت دید۔ دوقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تجدید کردہ شود۔

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے؟ اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لیے کیے جاتے ہیں، نئی نئی باتیں جو قرآن وحدیث میں، نہ صحابہ میں، نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی، اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟

سبحان اللہ! ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں۔

اور نا جائز و بدعت ٹھہرے، تو وہ نماز جو حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی۔ ع: ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حق جل وعلا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے، اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے۔ خصوصاً حضور سید المحبوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین آمین۔

یہ ہے جو اس گدائے سرکار قادریہ پر برکات حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہوا۔ ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا اپنے تاجدار عظیم الجود والعطا کے کرم بے علت سے، اس صلہ کا طالب کہ عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوتے (وقت) حضور پر نور غوث اعظم وقطب عالم رضی اللہ عنہ کی محبت و عشق و عقیدت واتباع واطاعت پر جائے۔ اور جس دن یَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ کا ظہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت جگہ پائے۔ فان ذالك على الله يسير ان الله على كل شئ قدير

بحمد الله وقع الفراغ من تسويده لثمان خلون للقمر الزاهر من شهر ربيع الآخر فى ثلثة مجالس من ثلاث عدوات عام الف وثلث مائة وخمس من هجرة سيد الكائنات عليه وعلى آله وابنه افضل الصلوات ـ آمين

(۴۵) ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار (۱۰)

یہ رسالہ نافع عجالہ بھی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ۱۳۰۵ھ میں تالیف وتصنیف فرمایا۔ وجہ تصنیف اس رسالہ کی حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری مدراسی حیدآبادی کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے صلاۃ الاسرار کی اجازت مانگنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت نامہ کے ساتھ ساتھ اس نماز کی ترکیب، سمت عراق کی تعیین، گیارہ (۱۱) قدم چلنے کی دلچسپ ومفید وجوہ بھی تحریر فرمائے۔ ابتدا اس رسالہ کی بھی حسب دستور خطبۂ عربیہ بلیغہ فصیحہ سے کیا ہے، جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

شکرا لك یا من بالتوسل الیه یغفر کثر الذنوب ÷ وحمدا لك یا من بالتوکل علیه یجبر کسر القلوب ÷ اسئلك ان تصلی وتسلم وتبارك علی سراج افقك ÷ وملجاء خلقك ÷ وافضل قائم بحقك ÷ المبعوث بتیسیرك ورفقك ÷ رحمة للعٰلمین ÷ وشفیعا للمذنبین ÷ وامانا للخائفین ÷ ویسرا للبائسین ÷ وبشری للآئسین ÷ محمد ن النبی الرؤف الرحیم ÷ الجواد الکریم ÷ العلی العلیم ÷ الغنی الحکیم الحلیم ÷ مصحح الحسنات ÷ مقیل العثرات ÷ قاضی الحاجات ÷ واهب المرادات الخ

حمد ونعت ومنقبت غوث پاک کے بعد مجھ سے فاضل کامل، جمیل الشمائل، جامع الفضائل مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی حیدآبادی جمله الله من اولی الایادی وحفظه من شرور الاعادی نے صلاۃ غوثیہ مسمیٰ بہ صلاۃ

الاسرار شریف کی اجازت اپنے حسن ظن کی بنا پر مانگی۔ اگرچہ میں اس میدان کا اہل اور اس قابل نہ تھا۔ لیکن میں نے ان کی بات قبول کرلی، اور انھیں اجازت دی۔ جس طرح مجھے میرے شیخ و سردار میرے ہادی و مرشد تاج الکاملین، سراج الواصلین حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی نے، اور ان کو ان کے شیخ اجل و عم انجل، فرد العصر، قطب الدہر حضرت ابوالفضل شمس الملۃ والدین سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رضی اللہ عنہ نے اور ان کو ان کے والد ماجد سید شاہ حمزہ عینی مارہروی رضی اللہ عنہ نے اپنی سند مسلسل کابراعن کابر سے حضرات مشائخ قادریہ سے اجازت عطا فرمائی۔ کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مصیبت میں میرا وسیلہ پکڑے، میں اس کی مصیبت دور کردوں گا۔ اور جو کسی حاجت میں مجھ سے استغاثہ کرے، اس کی حاجت پوری کروں گا۔ اور جو شخص بعد نماز مغرب دو رکعت نماز پڑھے، اور بعدِ نماز حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، اور اس میں میرا نام لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔

ہمارے مشائخ کرام کے اس نماز کے متعلق دو طریقے ہیں۔ ایک صغریٰ، دوسرا کبریٰ۔ اور معمول و اسہل و اشمل طریقہ صغریٰ ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دینی یا دنیوی حاجت پیش آئے وہ نماز مغرب فرض و سنت پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل بنیت صلاۃ الاسرار پڑھے۔ جس سے مقصود تقرب الی اللہ، اور اس کا ثواب ہدیہ کرنا روح پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہو۔ تجدید وضو کرلے تو بہتر ہے۔ جس طرح حضور اقدس ﷺ نے صلاۃ الحاجۃ میں تعلیم فرمایا۔ جب حضور کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے تھے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے

کچھ صدقہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے نجوی کا یہ طریقہ بتایا۔ تو خدا وند عالم سے مناجات تو اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اگرچہ اس سے حکم کا وجوب منسوخ ہے۔ تاہم استحباب میں اصلاً شک کی گنجائش نہیں۔

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد جو چاہے پڑھے۔ اور اگر گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، تو احسن ہے۔

جب سلام پھیرے، تو اس کی حمد کرے، اور اس کی تعریف کرے، جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ اور بہتر حمد ماثور ہے۔ مثل اللهم ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ويرضى ملا السموات وملاء الارض وملا ما شئت من شئ بعد یا یہ پڑھے اللهم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا منتهى له ودون مشيئتك ولك الحمد دائما لا يريد قائله الا رضاك ولك الحمد حمدا عند كل طرفة عين وتنفس كل نفس وغير ذالك۔

اور بہتر ہے کہ خاتمہ دعا ان لفظوں پر کرے۔ اللهم لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔

اور جسے یہ دعا یاد نہ ہو، تین مرتبہ الحمد للہ کہے۔ یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی بہ نیت حمد و ثنا پڑھے۔ اس لیے کہ اس سے بہتر حمد و ثنا نہیں ہو سکتی۔

پھر حضور اقدس ﷺ پر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اسلیے کہ کوئی دعا بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی۔ اور بہتر درود غوثیہ ہے، جو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے مروی جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اللهم صل على (سيدنا ومولانا) محمد معدن

الجود والکرم وآلہ وسلم اور فقیر اس طرح پڑھتا ہے۔ اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وآلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمہ یا اکرم الاکرمین وبارک وسلم۔۔

پھر دل سے مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو، اور گیارہ مرتبہ اس طرح کہے: یا رسول اللہ یانبی اللہ اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

پھر گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے۔ اور یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گیارہ قدم چلنا چاہئے، نہ اس طرح جس طرح بعض جہال لوگ زمین پر قدم جمائے رہتے ہیں، اور صرف تین چار انگل بڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ارشاد مبارک یخطون الیٰ جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ کی تعمیل نہیں ہوئی۔

اور ہر قدم پر کہے: یا غوث الثقلین ویا کریم الطرفین اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

اس کے بعد بوسیلۂ حضور اقدس ﷺ وحضور پرنور غوث پاک رضی اللہ عنہ دعا کرے۔ اور دعا کے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے، جو حصن حصین میں بیان ہوئے ــــــ اور حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب احسن الوعا لآداب الدعاء ــــــ اور میں نے اس کے ذیل المدعا لاحسن الوعا میں بیان کیا۔

اور چاہیے کہ دعا کی ابتدا میں تین مرتبہ یا ارحم الراحمین کہے۔ اس لیے کہ شخص ایسا کہتا ہے اسے ایک فرشتہ جو اس پر موکل ہے، پکارتا ہے کہ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے۔ یعنی مانگ جو کچھ مانگنا ہے۔ اور یہ کہے: یا بدیع السمٰوات والارض یا

ذالجلال والاکرام اس لیے کہ ایک قول پر یہ اسم اعظم ہے اور اسی طرح حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح :لاالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین۔

اور تین مرتبہ آمین پر دعا کو ختم کرے، پھر درود شریف پڑھے۔ اور اخیر میں والحمد للہ رب العالمین کہے۔ تاکہ ابتدا وانتہا دونوں حمد وصلاۃ سے ہو کہ درود شریف کے صدقہ میں دعا بھی قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ جو شخص کسی حاجت میں اس قاعدہ سے دعا کرے ضرور مقبول ہوگی۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب کی کرم سے امید ہے کہ مجھے بھی دعا میں ضرور یاد رکھیں گے ہرگز فراموش نہ فرمائیں گے۔

لطیفہ نظیفہ: مخفی نہ رہے کہ گیارہ کے عدد کو سرکار قادریت کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ میں ۱۳۰۲ھ میں حضور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں گیا ہوا تھا کہ ایک شب دہلی میں صلاۃ الاسرار پڑھنے کا اتفاق ہوا تو گیارہ کے عدد کا ایک راز خیال میں آیا۔ وہ یہ کہ گیارہ میں ایک اکائی ہے، اور ایک دہائی۔ جن کو حروف میں لکھا تو یا ہوگا، یا ای ـــــ اور یا ندا کے لیے ہے، اور ای ایجاب کے لیے۔ تو جب سائلین وفقراکہ کثیر ہیں، حضور غوث پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تو کثرت سے وحدت کی طرف آتے ہیں، تو یہ شان یا کی ہے کہ دہائی سے انتہا اکائی کی طرف ہوتی ہے۔ اور حضور پاک مقام وحدت میں ہیں، مگر کثرت مضطرین کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اور وہ لوگ مقام کثرت سے مضطربانہ مقام وحدت میں آتے ہیں، جو ای کی شان ہے۔

اور ایک لطف ان دونوں حرفوں میں اور بھی ہے کہ 'ا' اول حرف ہے اور ی آخر حرف ہے، تو جو شخص ی سے آگے ترقی کرے گا تو اس کے لیے کوئی مظہر سوائے 'ا' کے نہیں۔ اور جو شخص 'ا' سے تنزل کرے گا تو اس کے لیے ی کے نیچے

کوئی منزل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک ﷺ دونوں طرفوں کو غایۃ الغایات کے ساتھ لیے ہوئے ہیں۔اسی لیے آپ کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔اسی لیے حضور نے فرمایا: الا نس لھم مشائخ والجن لھم مشائخ والملئکة لھم مشائخ وانا شیخ الکل بینی وبین مشائخ الخلق کما بین السماء والارض لا تقیسونی باحد ولاتقیسوا علی احدا یعنی انسان کے کچھ مشائخ ہیں،اور جن کے کچھ شیوخ ہیں،اور فرشتوں کے کچھ پیر ہیں۔اور میں شیخ الکل ہوں۔مجھ میں اور مشائخ خلق میں وہ فرق ہے جو آسمان وزمین میں ہے۔مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو،اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

یہ رسالہ ۲۴ رصفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۰۵ھ کو ختم ہوا۔والحمد للہ

وہابیت جیسا کہ مشہور ہے کہ عداوتِ خدا ورسول، واہانت انبیا واولیا کا نام ہے۔ جو مولوی اس وصف میں جس درجہ کامل ہوگا، وہابیوں میں (اسی درجہ) اعلیٰ شمار ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا شفیع المذنبین (ہونا) ایسا مخصوص ومشہور وصف ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سید المرسلین مانتا ہے، وہ ضرور شفیع المذنبین بھی جانتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ شفاعت ایک وصف ایسا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کو عطا کردیا گیا ہے۔ قیامت کے دن عَسیٰ اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً کا ظہور، شفاعت کبرائے حضور ہے، جس میں تمام اولین وآخرین آپ کے محتاج ہوں گے۔ سب ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہوں گے، ساری نگاہیں ان کو دیکھتی ہوں گی۔ ولصدق من قال۔

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اس مضمون کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میلاد مسمی بہ 'نگارستان لطافت' میں جس خوبی سے بیان فرمایا ہے، وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ناظرین کے سامنے انھیں کے الفاظ کریمہ میں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ انھیں ہزاروں زیب وزینت کے ساتھ عرش خدا کی طرف یوں لے چلیں گے، جیسے بلا تشبیہ دولہن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں۔ ملائکہ ہفت آسمان، سواری کے گرد وپیش، کافہ انبیا ومرسلین ان کا منہ تکیں گے۔

اگلے پچھلوں میں ان کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی۔ موافق ومخالف انھیں کادم بھرتے ہوں گے، بزم شفاعت کا انھیں دولہا بنائیں گے۔ گلوخلاصی سیہ کاران کاسہرا، انھیں کے سر رہے گا۔ سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے، اور خدا محمد کی رضا ﷺ۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو پیٹھ کئے ہے، اس دن ادھر منھ کرے گا۔ اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے، اس دن سروں پر ہوگا۔ شدت تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی۔ سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا۔ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا ہنگامہ نفسی نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کو شان جلال پسند آئے گی۔ اس دن جو عزت انھیں بارگاہ احدیت میں دی جائے گی، اس کی قدر وہ جانیں، یا ان کا خدا۔ رحمٰن تبارک وتعالیٰ انھیں عرش کی داہنی طرف مقام بخشے گا۔ یا اپنے ساتھ تخت عزت پر بیٹھائے گا۔ اور وہ جلوس ومجلس سے پاک ومنزہ ہے۔ آدم وعالم ان کے زین نشان ہوں گے۔ کنجیاں خزانۂ رحمت وایوانِ جنت کی انکے ہاتھ میں دیں گے۔ جسے چاہیں گے، عزت بخشیں گے۔ جسے چاہیں گے، کرامت دیں گے۔ اولین وآخرین ان کے قدموں میں لوٹتے ہوں گے۔ صفوف موقف میں ان کے عزوجاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی۔ اس کنارے سے اس کنارے تک غلغلہ محمد رسول اللہ سے آسمان گونجتے ہوں گے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ گوہر مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام، زریں کمر، خدمت اقدس میں دوڑتے ہوں گے۔ تمام کارکنانِ بارگاہ صمدیت، موکلانِ عذاب وملائکہ رحمت، اشارہ ابرو پر چلیں گے۔ جہان وجہانیان دم بخود وخاموش۔ بادۂ تری الناس سکاریٰ وما ھم بسکاریٰ سے مدہوش۔ اور حضور تاج شفاعت بر سر، وحلہ کرامت در بر، مقام تقرب میں بار پا کر سجدہ فرمائیں گے۔ رب عزت بکمال

رحمت ان سے ارشاد فرمائے گا: یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع ٥ اے محمد اپنا سر اٹھا اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہو گی۔ اور امتیں غایت خوف وخطر سے کس نازک حالت میں ہوں گی، اور اِن کی امت مرحومہ کرم ورحمت کے دامن میں چین کرے گی۔ غرض جو انھیں اس دن ملے گا، کسی کو ملا، نہ ملے۔ اھ

لیکن وہابی صاحبوں کے یہاں اس کی جو بے قدری ہے، وہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر۔ مسلمان کہلانے کی شرم ہے۔ اس لیے صاف کھلم کھلا انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا توڑ مروڑ کر اس کو بیان کرتے، کتابوں میں لکھتے ہیں کہ انکار ہی انکار ہے۔ ان کے معلم اول مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں۔ جنھوں نے تقویۃ الایمان لکھی، اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلائے۔ شفاعت کے متعلق لکھا:

> اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیا و اولیا کی شفاعت پر بہت پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے سو سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں شفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔

پھر اس کی تین قسمیں بیان کی۔ ایک شفاعت وجاہت اور اس کے متعلق لکھا:۔

> سو اس قسم کی شفاعت اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی وولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھتا ہو، وہ اصلی مشرک ہے۔

دوسری قسم شفاعت محبت ٹھہرائی۔ اور پھر اس کے متعلق لکھا:۔

اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے۔

تیسری قسم شفاعت بالاذن قرار دیا۔ مگر اس کے وہ معنی گڑھے کہ شفاعت کا خالی لفظ رہ گیا، حقیقت اڑ گئی۔ تاکہ انکار تو منھ بھر کر ہو اور جاہلوں کو کہنے کو ہو جائے کہ ہم منکر نہیں۔ اس میں یہ قیدیں بڑھائیں۔

[۱] ہمیشہ کا وہ چور نہیں [۲] چوری کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا نفس کی شامت سے قصور ہو گیا [۳] سو اس پر شرمندہ ہے [۴] اور رات دن ڈرتا ہے۔

مسلمانو! گنہ گار کی شفاعت میں کلام ہے۔ وہ جس سے نادراً ایک آدھ گناہ ہو گیا، اور عمر بھر کے اعمال اچھے ہیں۔ پھر اس اتفاقی گناہ پر بھی شرمندہ، اور رات دن ڈرتا ہے۔ اور نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ الندم توبة شرمندہ ہونا توبہ ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له جس نے گناہ سے توبہ کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔ ایسا شخص گنہ گار ہوگا یا اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں شمار ہوگا؟ اور شرمندہ ہی نہیں بلکہ رات دن ڈرتا ہے۔ اور بادشاہ کے امن کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر دار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ ایسا شخص عند اللہ تائب، اور لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ دوہری جنتوں کا سزاوار ہوگا۔ یا شفاعت وسفارش کا حاجت مند؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اترونها للمومنين المتقين لا ولكنها للمذنبين المتلوثين الخطائين کیا میر شفاعت ستھرے مومنوں کے لیے خیال کرتے ہو نہیں بلکہ وہ گناہ گاروں آلودہ روزگاروں

سخت خطا کاروں کے لیے ہے۔ دیکھو! جس کے لیے فرضی شفاعت کا تخیّل مقر ہوا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے ضرورت نہیں اور جن کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت بتاتے ہیں یہ تخیّل صاف منکر ہوا کہ ان کے لیے نہیں۔ تو فرضی کے اقرار کا نام لیا، اور واقعی سے صاف انکار کیا۔

اسی طرح فتاوی رشیدیہ حصہ سوم میں بھی دو سوالات کا جواب عجیب طرح توڑ مروڑ کر دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اقرار کرنے کو دل نہیں چاہتا، اور انکار کرنے کی ہمت دلائل و احادیث کو دیکھتے ہوئے نہیں۔ ناچار توڑ مروڑ سے کام لیا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ نے ؎

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص ۷ پر سوال ہشتم یہ ہے:-

شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدون اجازت و حکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ شفاعت کریں گے۔

اس کے جواب میں ص ۸ پر ہے:-

کوئی شفاعت بغیر ان کے نہیں ہو سکتی۔ من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے ایسا جو شفاعت کر سکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالمجد والکبریاء کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہو وے گی فقط۔

حالانکہ اگر رسول اللہ ﷺ سے دل صاف ہوتا، کسی قسم کا غبار نہ ہوتا تو اس

سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت صاف تھا۔ شفاعت کبریٰ کا تو سائل قائل ہی ہے۔ اسی طرح باقی شفاعت کے لیے بھی حضور کو اذن عطا ہو چکا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اعطیت الشفاعة تو آپ گنہ گاروں کی شفاعت اذن الٰہی ہی سے فرمائیں گے۔ ایسی صاف بات کو کس درجہ توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔

اسی طرح اسی حصہ سوم کے صفحہ ۱۰ پر سوال سوم ہے:۔

ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علما کو دیکھا کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے۔ مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی، اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے۔ ہمہ خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن رضائی تو کلھم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور اس کے معنی کیا ہیں؟ اور معنی اس کے شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

اس کو جواب میں لکھا:۔

اس کی سند وصحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت " وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی " کے کیے جائیں، تو معنی صحیح ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں بھی جواب بہت صاف اور واضح ہے۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی ہندوستان کے مشاہیر ائمہ محدثین سے ہیں۔ ان کا اس حدیث کو نقل کرنا ہی کافی ثبوت ہے جس طرح امام جلال الدین سیوطی نے مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا میں حدیث طویل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ قد بلغك من فضیلتك عنداللّٰہ تعالیٰ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لااقسم بھذا البلد کی نسبت فرمایا: نقله صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله و کفی بذالك سندا لمثله فانه لیس ما یتعلق به الاحکام

لیکن آپ نے جواب ایسے لفظوں میں دیا، جس سے یہ بے وقعت ہوجائے اور معتقدین یہ سمجھ لیں کہ جب اتنا بڑا محدث اپنی لاعلمی ظاہر کررہا ہے، تو نہ اس کی سند ہے، اور نہ یہ حدیث ٹھیک ہے۔ اور معنی بھی اس کے جو بیان کیے، وہ بھی بطور یعنی اگر یہ معنی لیے جائیں، تو ہوسکتا ہے۔ حالانکہ یہاں جو، اور تو، اگر، مگر، کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور اس کے معنی بھی صحیح ہے۔ قرآن شریف میں اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ مگر غبار آلود دل سے یہ نہ ہوسکا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں چند آیات توریت شریف کی بحوالہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات علامہ فاسی رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیه نقل فرماکر تحریر فرماتے ہیں۔

تذنیل: بعض روایات میں ہے۔ حق عز جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے: یامحمد انت نور نوری وسر سری وکنوز هدایتی وخزائن معرفتی جعلت فداك ملکی من العرش الی ما تحت الارضین کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز۔ اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے۔ میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے، سب میری رضا چاہتے ہیں، اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد۔

اللهم رب محمد صل علی محمد اسئلك رضاك عن محمد ورضامحمد عنك ان ترضی عنا محمدا وترضی عنا محمد آمین اله محمد وصل علی محمد وآل محمد وبارك وسلم

ان کلمات طیبات کو پڑھیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا دل وصف نبی دیکھ کر باغ باغ ہو رہا ہے، اور ذوق شوق سے ہزار مسرت وبہجت کے ساتھ اس ضمون کو حوالۂ قلم کرتا ہے۔ جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے، اور اس کے بھی دل کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں۔ اور ایک ان کلمات وعبارات فتاوی رشیدیہ کو پڑھیے کہ معلوم ہوتا کہ بیٹھے ہوئے دل سے لکھا ہے، جس میں وسعت قلب کا نام نہیں، جس کا اثر پڑھنے والے پر بھی پڑتا ہے۔

ع: افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اعلیٰ حضرت نے مسئلہ شفاعت کے متعلق ایک مستقل رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین تحریر فرمایا ہے۔جس کو حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد للّٰه البصير السميع ÷ والصلاة والسلام على البشير الشفيع ÷ وعلى آله وصحبه كل مساء وسطيع

سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر کتنا تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان ومدعیان سنیت، اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت؟ یہ بھی قرب قیامت کی ایک علامت ہے۔انا للّٰه وانا اليه راجعون احادیث شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں۔بیسیوں صحابہ،صدہا تابعین،ہزارہا محدثین،ان کے راوی۔ حدیث کی ہر گونہ کتابیں،صحاح،سنن،مسانید،معاجیم،جوامع،مصنفات،ان سے مالا مال۔اہل سنت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان واطفال بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ۔خدا کا دیدار،محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری۔صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبارك وشرف ومجد وكرم

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ سمع وطاعۃ لاحادیث الشفاعۃ میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع وتلخیص کی۔یہاں بنہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت اور ان سے پہلے چند آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے اس تمہید کے بعد یہ پانچ آیتیں مع ترجمہ فوائد تحریر فرمائی ہیں:۔

آیت اولیٰ: عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹)

کسی نے پوچھا: مقام محمود کیا چیز ہے؟ فرمایا: هو الشفاعة ۔

آیت ثانیہ: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝ (سورہ والضحیٰ، آیت ۵)

طبرانی معجم اوسط میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۝ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ ـــــ اور شفاعت کاہے کا نام ہے؟۔

آیت رابعہ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ (سورہ نساء، آیت ۶۴)

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گناہ کر کے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو، اور اس سے درخواست شفاعت کرو۔ محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا، تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ۝ (سورہ منافقون، آیت ۵)

اس آیت میں منافقوں کا حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور کی شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے، وہ کل نہ پائیں گے۔ اور جو کل نہ پائیں گے، وہ کل نہ پائیں گے۔

اس کے بعد چالیس حدیثیں مع اسمائے صحابہ وراویانِ حدیث واسمائے محدثین جنھوں نے ان حدیثوں کو روایت کیا تحریر فرمایا ہے صرف ایک حدیث نمونۃً لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

حدیث ۱۶ : بخاری، ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبد اللہ ــــ اور احمد بسند حسن ــــ اور بخاری تاریخ میں ــــ اور بزار اور طبرانی وبیہقی وابونعیم حضرت عبد اللہ بن عباس ــــ اور احمد بسند حسن ــــ اور بزار بسند جید ــــ ودارمی، وابن ابی شیبہ، وابویعلی، وابونعیم، وبیہقی، حضرت ابوذر ــــ اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری ــــ اور کبیر میں حضرت سائب بن یزید ــــ اور احمد باسناد حسن ــــ اور ابن ابی شیبہ، وطبرانی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی، واللفظ لجابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعطیت مالم یعطین احد قبلی (الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) واعطیت الشفاعۃ۔

ان چھوں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں: میں شفیع مقرر کر دیا گیا، اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی۔ میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

اخیر حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یومن بھا لم یکن من اھلھا میری شفاعت روز قیامت حق ہے

جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے، اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے۔

اللھم انک تعلم انک ھدیت فامنا شفاعة حبیبک محمد صلی للّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلنا من اھلھا فی الدنیا والآخرة یا اھل التقوی واھل المغفرة واجعل اشرف صلواتك علیٰ ھذاالحبیب لمرتجی وعلیٰ آلہ وصحبہ دائما ابدا آمین یاارحم الراحمین والحمد للّٰہ رب العالمین

سنی، حنفی، عام لوگوں کے خیال میں ایک ہیں۔ گویا جو سنی ہے، وہ حنفی بھی ہے۔ اور جو حنفی ہے، وہ سنی بھی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے۔

سنی: وہ ہے جس کے عقائد مطابق اہل سنت و جماعت امام ابو منصور ماتریدی، یا امام ابوالحسن اشعری ہوں۔ اگرچہ فروع میں حنفی ہو، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی۔

حنفی وہ ہے جو فروع میں مقلد امام الائمہ امام اعظم کا ہو۔ عام ازیں کہ عقیدۃً سنی ہو، یا معتزلی، وہابی۔

تو نہ سب سنی حنفی ہیں، اور نہ سب حنفی سنی۔ بلکہ ان میں ایک مادہ اجتماع کا ہے۔ یعنی سنی حنفی دونوں ہے، جس کے اعتقادات مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ امام اعظم کے مقلد ہوں۔ اور دو مادہ افتراق کا ہے۔ سنی ہو، حنفی نہیں۔ جیسے شوافع مالکیہ، وحنابلہ، جن کے عقائد درست مطابق اہل سنت ہوں، اور فروع میں امام الائمہ کا مقلد نہیں۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ سے کسی ایک کے پیرو ہوں۔ حنفی ہوں۔ سنی نہیں یعنی فروع میں امام الائمہ کا مقلد ہو مگر اعتقاداً سنی نہیں۔ بلکہ معتزلی ہو۔ جیسے جار اللہ زمخشری، یا وہابی ہو۔ جیسے دیوبندی حضرات کہ عملاً حنفی ہیں، اور اعتقاداً محمد بن عبدالوہاب کے پیرو، اور اس کے عقائد کی تحسین وتعریف کرنے والے۔

اسی طرح عام لوگ وہابی اور غیر مقلد کو بھی ایک ہی خیال کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ دونوں بھی ایک نہیں، بلکہ ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

وہابی: وہ ہے جس کے اعتقادات کفریہ وشرکیہ مطابق محمد بن عبد الوہاب نجدی ہوں، اور فروع میں بھی آوارہ گرد، کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ اور جو صرف اعتقادات میں ہم خیال نجدی کا ہو، مگر مصلحۃً یا واقعۃً کسی امام کا مقلد ہو تو وہ وہابی ہوگا، غیر مقلد نہیں۔ تو جو غیر مقلد ہے، وہابی ضرور ہے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور جو وہابی ہے، کچھ ضرور نہیں کہ غیر مقلد ہو۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرفعلی تھانوی وسائر علمائے دیوبند۔ کہ ان کے عقائد شرکیہ وکفریہ بالکل وہابیہ ہی کے ہیں۔ سر مو تفاوت نہیں۔ البتہ فروع میں واقعۃً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، یا مصلحۃً آمین بالجہر ورفع یدین نہیں کرتے۔ ورنہ الٰہیات، نبوات، معاد سب میں دونوں بالکل طابق النعل بالنعل ہیں۔

بہرحال غیر مقلدین کے عقائد تو عالم آشکارا ہیں۔ لیکن فروع میں آوارہ گردی اور بے راہ روی کی وجہ سے ان کے مسائل جزئیہ فرعیہ ایک تماشا ہیں۔ اسی لیے عام مسلمان ان کے پیچھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے احتراز کرتے رہے، اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت و جماعت اور علمائے دیوبند سے لوگ فتوی پوچھتے رہے۔ علمائے دیوبند تو عینی بھائی نہ سہی، علاتی یا اخیافی بھائی یقینی تھے۔ کس منھ سے نماز ناجائز یا مکروہ بتاتے کہ سوائے تقلید سب علتیں ان میں خود ہی موجود تھیں۔ لہٰذا آپس کی لڑائی دودھ کی ملائی' والی مثال کے مطابق فتوی دیا۔

فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۷ سولہواں سوال اور جواب ملاحظہ ہو:-

وہابی کون لوگ ہیں اور عبد الوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟

الجواب: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

اور اس سے پہلے صفحہ پر گیارہواں سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجبر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہیں آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

الجواب: کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے اگر چہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۵ پر ساتواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال: غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

الجواب: مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث ہی کے عامل ہیں مقلد ہوں یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ان تینوں فتووں سے اس قدر باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔

(۲) ان کے عقائد عمدہ تھے۔

(۳) مذہب ان کا حنبلی تھا۔

(۴) ان کے مزاج میں شدت تھی۔

(۵) محمد بن عبد الوہاب اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔

(۶) ان میں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔

(۷) عقائد سب کے متحد ہیں۔

(۸) اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی خرابی نہیں۔

(۱۰) ایسا خیال تعصب ہے اور وہ اچھا نہیں۔

(۱۱) غیر مقلدین حدیث پر نفسانیت سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) غیر مقلدین مجتہدین کو برا کہتے ہیں۔

(۱۳) تقلید کو شرک بتاتے ہیں۔

(۱۴) مسلمان مقلدوں کو مشرک جانتے ہیں۔

(۱۵) نفسانیت سے عمل (حدیث پر) کرتے ہیں۔

(۱۶) مقلد اور غیر مقلد دونوں، حدیث پر عمل کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا قابل ملاحظہ یہ ہے کہ یہاں محمد بن عبد الوہاب کے عقیدہ کو سراہا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور صفحہ ۶۲ پر اٹھائیسویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ تقلید شخصی کو مامور ومفروض من اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔ اور پہلے لکھ چکے ہیں کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف فرضیت کا انکار، بلکہ الٹا اس کو شرک بتانا ہے۔ یہ جواب ہے۔ جیسے کوئی شخص معاذ اللہ نماز نہ پڑھے، بلکہ لوگوں کو اس سے روکے، اور نہ صرف معمولی درجہ کا گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہی بتائے، بلکہ ایک دم شرک تک پہنچائے۔ تو مسلمان خود ہی غور کریں کہ اس کا حکم کیا ہوگا۔

مگر برادرانِ اخیافی کی محبت دیکھیے کہ فرض و مامور من اللہ کے نہ صرف منکر بلکہ اسے شرک بتانے والوں کو ہلکا سا لفظ لکھتے ہیں۔ 'جاہل گمراہ ہے'

بہرکیف معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جاہل، گمراہ ہیں۔ اور پہلے فتاوی سے معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے مقتدی (یعنی وہابیہ غیر مقلدین) اچھے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے ــــــــ متعارض ومتناقض جواب فتاوی رشیدیہ کے اخص خصوصیات سے ہے ملاحظہ ہو۔ حصہ اول ص ۱۸ کسی نے مولوی اسماعیل کو کافر و مردود کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، اور ان کے ساتھ کفار سا معاملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ جواب میں لکھا:۔

> مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا کرنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے

کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے بالطریق
اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔فقط۔

اس کے بعد اسی حصہ کا ص ۴۳ ملاحظہ فرمائیے۔ وہاج احمد مرادآبادی نے 'تقویۃ الایمان' کا حال دریافت کیا تھا۔ اور اس کے مؤلف کو برا اور کافر کہنے والے کا حکم پوچھا تھا، تو جواب میں فرماتے ہیں:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت
واصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے
اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ولی کامل
،محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ سے تھے، جو کوئی ان دونوں کو کافر یا
بد جانتا ہے وہ خود شیطان وملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہاں ان دونوں کو حضرات شیخین وصحابہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھا دیا کہ روافض وخوارج کو کافر نہ کہا جائے اور کافر کہنے والے شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

پھر تقویۃ الایمان کی تعریف میں مبالغہ کی بھی حد ہو گئی۔ یہ نثر میں شاعری گنگوہی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

نیز اسی حصہ کے ص ۱۱۵ پر مرزا حفیظ اللہ بیگ مرادآبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:-

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے رد شرک وبدعت میں
لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں
اور اس رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔

حد ہو گئی۔ قرآن شریف رکھنے کو عین اسلام قرار دے دیا۔ حالانکہ آج کل

کتنے ہندو تاجر کتب ہیں، جن کے یہاں قرآن شریف کی نہ ایک دو جلد بلکہ سیکڑوں ہزاروں جلدیں ہوں گی۔ مگر کسی نے ان کو مسلمان نہ رکھا۔ اور لطف یہ کہ اس کا رکھنا اسلام کی دلیل، یا اسلام کی بات نہیں، بلکہ عین اسلام ہے۔ ہر پڑھا لکھا آدمی عین شئ کا حکم جانتا ہے کہ وجوداً اور عدماً ہر طرح اس کا اثر دائر ہوتا ہے۔ یعنی جس کے گھر میں تقویۃ الایمان ہو وہ مسلمان ہے، اس لیے کہ عین اسلام اس کے یہاں ہے۔ اور جس کے یہاں تقویۃ الایمان نہیں، چونکہ عین اسلام اس کے گھر نہیں، اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر عبد العلیم خان مین پوری کا چار سوال درج ہے۔ چوتھا سوال یہ ہے۔

> وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے؟ مردود ہے، یا مقبول۔ اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابق سنت و جماعت ہیں یا مخالف؟ کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

گویا اس چوتھے سوال میں بھی سائل نے چار باتیں دریافت کی تھیں۔ اس کا جواب لکھا:-

> اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں۔

چلیے چاروں کا جواب ہوگیا۔ اب یہ تو کوئی شخص کہہ ہی نہیں سکتا کہ بزعم خود گنگوہی صاحب اور ان کے متبعین متبع سنت اور دین دار نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے معنی یہی ہوئے کہ یہ سب لوگ وہابی ہیں ــــــ اور حصہ اول میں بتا چکے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین کو وہابی کہتے ہیں۔ تو یہ سب لوگ متبعین محمد بن عبد الوہاب ہیں۔

اب ذرا فتاوی رشیدیہ حصہ سوم کی سیر کیجیے، تو عشق کا پارہ کچھ اور چڑھا ہوا نظر آئے گا۔ صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں:۔

مولوی اسمٰعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے ...سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقوی کے ساتھ رہا۔ اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے ....بہر حال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔

تعارض وتناقض کی حد ہوگئی، مگر بات وہی ہے کہ بارہ بجے کے قبل جو جواب لکھا عقل کے مطابق نقل کے موافق لکھا کہ مولوی اسمٰعیل کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا نہ چاہئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علما کافر نہیں کہتے۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی اسمٰعیل کے تکفیر سے بالطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔ (حصہ اول صفحہ ۱۹) اور بارہ بجے کے بعد جو جواب دیا وہ بالکل خلاف عقل ونقل ہے۔ جو کوئی ان کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے (ص ۴۳) اور تیسرے حصہ میں اس خدا ورسول کی توہین کرنے والے، مسلمانوں کا خون مباح جاننے والے، پٹھانوں کے ہاتھ اپنے مستقر کو پہنچنے والے کو، شہید اور قطعی جنتی بتایا۔ اور طعن کرنے والے کو ملعون لکھا۔ ملاحظہ ہو حصہ سوم صفحہ ۴۹۔

گویا زبان وقلم پر شریعت کی مہر نہیں کہ کہیں تو شریعت کے مطابق،

جو لکھیں شریعت کے موافق، بلکہ پورا اپنا قبضہ تسلط۔ جس کو جو چاہا، لکھا۔ اور جب، جیسا چاہا، ویسا لکھا۔ کرم پر آگئے، تو حضرات شیخین وصحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ جانا۔ اور اس سے احتیاط کیا، اور گرم ہو گئے، تو مولفین صحاح ستہ کو برا کہنے والے کو نہ فاسق گنہ گار بلکہ کافر ومرتد ملعون حق تعالیٰ کا لکھ دیا۔

فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۸ پر مولوی محمد روشن خان مرادآبادی کے سوال کے جواب میں لکھا:۔

رافضی کے کفر میں خلاف ہے بعض علما کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے۔ اور عکس اس کے ناجائز۔ اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔ مگر جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔ مگر ترک ہر حال اولیٰ ہے۔ فقط۔

نیز اسی حصہ کا ص ۱۲ ملاحظہ ہو سوال تھا کہ:

زید کہتا ہے کہ کتب وفقہ یا دوسری کتب حدیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں۔ ان کے بتانے والے اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت و جماعت کی ہیں آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟

اس کا جواب لکھا:۔

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے

والے صحابہ اور بعد کو علما و عاملین و مقبولین رہے اور بالاتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق و مرتد بلکہ کافر و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔

یہ تو غیر مقلدین کے متعلق گنگوہی صاحب کی تحقیقات دقیقہ و تدقیقات انیقہ تھیں۔

اب آیئے! اعلیٰ حضرت نے مولوی فضل الرحمٰن صاحب امام مسجد فیروز پور پنجاب کے ایک سوال دربارۂ غیر مقلدین جو اولیائے کرام کی توہین کرتے، فقہی مسائل کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ رسالہ کتابی سائز کے ۵۲ صفحے پر چھپا ہے۔ اس کا تاریخی نام النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید ہے۔ اس رسالہ کو بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق نہایت بلیغ و فصیح خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ جس کے الفاظ کریمہ یہ ہیں:-

الحمد لله الذی ھدانا السنن ÷ ووقانا المحن ÷ وجعل فینا کل امام حسن ÷ به یتاسیٰ وعلیه یوتمن ÷ واغنانا ان نقتدی باھل الفتن ÷ والصلاۃ الحنانة والسلام الاحن ÷ علی الامام الامین الامان الامن ÷ محمد مربی الروح والبدن ÷ وآله وصحبه فی السر والعلن ÷ الائمة المجتھدین مصابیح الزمن ÷ کاشفی ماخفی مظھری ما بطن ÷ الثقات السراۃ ھداۃ السنن ÷ السقاۃ الفراۃ من فرات السنن ÷ وعلینا بھم یاعظیم المنن ، واشھدان لااله الا اللّٰہ

وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه ربه وسلم

اس کے بعد تمہید ونقل عبارت سوال کر کے گیارہ آیتیں، اور چودہ حدیثیں تحریر فرمائی ہیں۔ جس سے علم باطن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (جن میں سے چند یہ ہیں۔)

آیہ کریمہ: وَآتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً ۝

وآیہ کریمہ: اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْراً ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَالَمْ تَحِطْ بِهٖ خُبْراً ۝

وآیہ کریمہ: وَمَا فَعَلْتُهُ مِنْ اَمْرِىْ ذَالِكَ تَاْوِيْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْراً ۝

وحدیث بخاری: فاذا احببته كنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به ويده الذی يبطش بها ورجله الذی يمشی بها الى قوله تعالىٰ ماترددت عن شیٔ انا فاعله ترددی عن قبض نفس المومن يكره الموت وانااكره مسائته ٥

وحدیث طبرانی: انز ل القرآن على سبعة احرف لكل حرف منها ظهر وبطن وبكل حرف حد ولكل حد مطلع وعائين فاما احدهما فبششته فيكم واما الآخر فلو بششته قطع هذاالبلعوم۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:-

وغیر ذالک آیات واحادیث۔ سمجھ وال کے لیے علم باطن اور اس کے رجال ومضائق مجال، وحقائق اقوال، ودقائق افعال کا پتہ دینے کو بہت ہیں۔

وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوراً فَمَالَهٗ مِنْ نُوْر ۝

اس کے بعد مقدمہ میں غیر مقلدین کی بدعت پر کلام اجمالی فرمایا ہے:-

یامعشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بے چارے عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں۔ مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں۔ ائمہ ہدی کو احبار ورہبان ٹھہرائیں۔ سچے مسلمان کو کافر ومشرک بنائیں۔ قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا، ہر عامی جاہل کا کام کہیں۔ بے راہ چل کر، بے گاہ مچل کر، حرام خدا کو حلال کردیں، حلال خدا کو حرام کہیں۔ ان کا بدعتی، بد مذہب، گمراہ، بے ادب، ضال، مضل، غوی، مبطل ہونا نہایت جلی واظہر۔ بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشر واضر واشنع وافجر کمالایخفی علی ذی بصر۔

صحیح بخاری شریف میں تعلیقات اور شرح السنہ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ بعینہ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیت کریمہ: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۝ کہ کفار اہل کتاب اوران کے عمائد وارباب میں اتری۔ ہمیشہ یہ بے باک لوگ اہل سنت وائمہ اہل سنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں، کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اتریں، انھیں امت محفوظہ مرحومہ کے علما پر ڈھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین کو

ان کی خباثت سے پاک کرے، آمین۔

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں۔ الٰہی! ہمارے لیے برکت دے ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی: اور ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، اور وہیں سے نکلے گی سینگ شیطان کی ـــــ اس خبر صادق مخبر صادق ﷺ کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع: اگر پدر نتواند پسر تمام کند

تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا۔ اور ناکردنی کاموں، ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا۔ حاصل ان کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ:

عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔

اسی بنا پر انھوں نے حرم خدا وحریم مصطفیٰ علیہ افضل الصلاۃ والثنا کو عیاذا باللہ دار الحرب، اور وہاں کے سکان کرام ہم سائیگان خدا ورسول کو (خاک بدہان گستاخان) کافر ومشرک ٹھہرایا۔ اور بنام جہاد خروج کر کے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطنت کبریٰ کا پرچم اڑایا۔

علامہ شامی حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان

خوارج فرماتے ہیں: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں، جیسا ہمارے زمانہ میں پیروان عبد الوہاب سے واقع ہوا۔ جنھوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر تغلب کیا۔ اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے مذہب پر نہیں، وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی، اور ان کے شہر ویران کیے، اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود، اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع ومردود ہوکر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی۔ آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے۔ بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا، وہی رنگ وآہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعاً ؕ خود متفرق ہوگیا۔ ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے

ع: قدم عشق پیشتر بہتر

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا۔

چلیے آپس میں چل گئی، وہ انھیں گمراہ، اور یہ انھیں مشرک کہنے لگے۔ مگر مخالفت اہل سنت وعداوت اہل حق میں پھر ملة واحدة رہے۔ ہر چندان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی۔ لیکن پھر کلام الامام امام الکلام۔ ان کے امام وبانی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک بنانے

کو حدیث صحیح مسلم لا یذهب اللیل والنهار حتیٰ یعبد اللات والعزیٰ [الیٰ قوله] یبعث الله ریحا طیبة فتوفی من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیه فیرجعون الیٰ دین ابائهم نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجود پر جمادی۔ اور اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا۔

سو پیغمبر اسلام کے فرمانے کے مطابق ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ ہوش مند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے، جس کی خبر حدیث میں دی ہے۔ تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو۔ بھلے مانس! اب تو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردہ سے الگ کہیں بستا ہے؟ تم سب بھی انھیں شرار الناس و بدترین خلق میں ہوئے، جن کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان کا نام نہیں، اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں۔

سچ فرمایا خیر البریہ ﷺ نے: آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن، سفیہہ العقلا ئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے۔ اسلام سے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، اخرجه الشیخان عن علی المرتضی کرم الله وجهه۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی و تیرے ـــــــ خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انھیں نہایت پابند شرع جانتے۔ پھر بات بات پر عمل

بالقرآن کا دعوی۔ عجیب دام در سبزہ تھا۔ اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک —— یہی رنگ ان حضرات کے ہیں۔ آپ مؤحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث، اور سب چناں وچنیں بزعم خبیث۔ پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہل سنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں۔

صحیح حدیث میں ہے: تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے، اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے، اور اپنے اعمال ان کے اعمال کے مقابل۔ مگر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے، گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ **رواہ الشیخان عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

پھر شان خدا کہ ان کی مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار، بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے۔ حدیث میں ہے: عرض کی گئی یا رسول اللہ! ان کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا: سر منڈانا۔ یعنی ان کے اکثر سر منڈے ہوں گے۔ **رواہ البخاری** بعض حدیث میں ان کا پتہ بتایا: گھٹنی ازار والے۔

بالجملہ یہ خوارج حضرات نہروان کے پس ماندے، بلکہ غلو و بے باکی میں ان سے بھی آگے ہیں۔ یہ انھیں بھی نہ سوجھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع:

طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استاد را

مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کا حسن انتقام لائق عبرت ہے۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ حدیث

سے سند لائے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے اور ہوا یہ کہ خود اپنے کافر مشرک ہونے کا اقرار کر لیا۔ کہ جب وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں، تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے۔ فقضی الرجل علی نفسہ اقرار مرد آزار مرد۔ المرء مواخذ باقرارہ مدہوش بے چارہ، خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہوا۔

مسلمانوں کو خدا کی امان ہے۔ ان کے لیے ان کے سچے نبی ﷺ سے سچی بشارت آئی کہ یہ امت مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔ پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے ـــــ امام احمد کی حدیث میں ہے: بے شک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو ـــــ امام احمد اور ابن ماجہ کی حدیث میں عام مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوا: خبر دار ہو! بے شک وہ نہ سورج کو پوجیں گے، اور نہ چاند کو، نہ پتھر کو، نہ بت کو۔ ہاں! یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے۔

پھر خطبہ مبارکہ میں حجاز یعنی حرمین طیبین اور ان کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی۔

جامع ترمذی شریف میں ہے: بے شک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بانبی (بل) کی طرف۔ اور بے شک دین، حرمین طیبین کو اپنا مسکن و مامن بنائے گا۔ جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔ پھر مدینہ طیبہ کا کہنا ہی کیا ہے؟ کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر ملجا و مناص ہے۔ اس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا: بے شک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا، جیسے سانپ اپنی بانبی

کی طرف ۔رواہ الامام احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ...

انصاف کیجیے! تو صرف یہی حدیثیں، اوران کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی ووافی وبرہان شافی ۔ کہ اگران کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ، واہل مکہ، واہل حجاز، واہل عرب، واہل تمام بلادوامصار دارالاسلام، سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں۔اور مسلمان صرفی یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار، بقیۃ السیف۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلعہ قمع ہوا، اس پر سن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا۔اسی سال سے انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوی دیا۔امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

> ہندوستان دریں جزء زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار دو صد وسی وسوم ست۔اکثرش دارالحرب گردیدہ۔

مگر زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی۔ناچار زبان قلم، قلم زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے۔کفر وشرک تو پہلا لقب ہے۔ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں: کہ اہل سنت کفار حربی ہیں، ان کے خون ومال مباح وحلال۔ بلکہ اس سے زیادہ شیطانی اقوال۔ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس مقدمہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے جواب سوال ان لفظوں میں دیا ہے:-

بلاشبہہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع، ولازم الاحتراز۔انھیں باختیار خود امام کرنا، تو ہرگز کسی سنی محب سنت وکارہ بدعت کا کام نہیں۔

اور جہاں وہ امام ہوں، اور منع پر قدرت نہ ہو، سنی کو چاہیے، دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے۔ حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔

امام محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: یکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد المفتی به لانه بسبیل الی التحول اور اگر بمجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی، یا پڑھنے کے بعد حال کھلا، تو نماز پھیر لے، اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔ اگرچہ مدت گذر چکی ہو۔ کمافی ردالمحتار

اعلیٰ حضرت نے اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن فرمایا ہے:-

[دلیل اول] یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے۔ اور علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے۔ اور اس کا چھوڑ دینا، اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا، سنیوں کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں 'ظاہریہ' کہتے ہیں، جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:-

داود ظاہری ومتابعانش را از اہل سنت شمرون درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست اھ۔

مگر وہ بے چارے باایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے۔ (مگر پھر بھی) بہ تصریح شاہ صاحب انھیں سنی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے، تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں ان سے ہزار قدم آگے (ہیں) کیوں کر ممکن کہ بدعتی وگمراہ نہ ٹھہریں؟۔

اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوی میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ ــــــــ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے مقارب، گناہ کی جالب، اعادۂ نماز کی موجب۔

علما فرماتے ہیں: نماز اعظم فرائض دین ہے، اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب۔ اور امامت میں اس کی توقیر وتعظیم کہ مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ حدیث میں ہے: من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام ۝ جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی ــــــ دوسری حدیث میں ہے: اهل البدع شر الخلق والخليقة ۝ بدعتی لوگ تمام جہاں سے بدتر ہیں ــــــــ نیز بدعتی مبغوض خدا ہے، اور مبغوض خدا سے نفرت ودوری واجب۔ ولہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ــــــــــ

ابن ماجہ شریف میں ہے: ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے، مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو ــــــــ

علامہ ابراہیم حلبی نے شرح صغیری منیہ میں تصریح فرمائی کہ فاسق ومبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو ان کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں۔

[دلیل دوم] غیر مقلدین بد مذہب کے علاوہ فاسق معلن بے باک مجاہر بھی ہیں۔اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔امداد الفتاح میں ہے: کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: تبع فیه الزیلعی ومفاد کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة یعنی امامت فاسق عالم کی مکروہ ہے اس لیے کہ اسے دین کا اہتمام نہیں تو اس کی شرعا اہانت واجب ہے تو امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی۔اس مسئلہ میں زیلعی کا مصنف نے اتباع کیا اور کراہت کا مفاد فاسق میں تحریمی ہے۔

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیوں کر ہیں؟ یہ خود واضح وبیّن۔کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے امت کے طعن وتوہین میں گزارتے ہیں۔اور عام مسلمانوں کی سب وشتم تو ان کا وظیفۂ ہر ساعت ہے۔جس نے جانا، اس نے جانا۔اور جس نے نہ جانا، وہ اب جانے۔ ان کے رسائل دیکھے۔ باتیں سنے۔ خصوصاً اس وقت کے لچھے خدا نہ سنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے ہیں۔اور اذا خلوا کا وقت پا کر یہ آپس میں کھلتے ہیں۔(تو ان میں کئی طرح کے فسق ہیں۔)

(فسق اول): سب ودشنام اہل اسلام۔

حدیث مشہور میں ہے: سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔اخرجه الامام احمد والبخاری ومسلم وغیرهم عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه۔

(فسق دوم): طعن علما۔

طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی: تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا، مگر منافق۔ ایک وہ کہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا ذی علم۔ تیسرا امام عادل ـــــــ مسند الفردوس میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے، ہلاک ہوجائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فسق سوم): عداوت عامہ اہل عرب وحجاز۔

انہیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں۔ قد بدت البغضاء من افواھھم وماتخفی صدورھم اکبر اور اس کی وجہ مخالفتِ مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا، اور بکرّات ومرّات، ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا ہے۔ غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد وعلمائے عرب وحجاز سے سخت بغض وعداوت ہے۔ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے۔

(فسق چہارم): پھر یہ عداوت منجر بہ سب وشتم ہوتی ہے۔ کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے، اور اپنے دام بچھانے چاہے۔ حال کھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گیے۔ جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا ـــــــ بیہقی شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً راوی: من سب العرب فاولئك ھم المشرکون جو اہل عرب کو

سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

(فسق پنجم): مدینہ طیبہ کو جزیرۂ عرب پر جس قدر فضیلت ہے، اسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشی نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا، جیسے نمک پانی میں۔ اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ؟ ان سے کہیے تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ ۝ ط ہم اور تم سب مل کر مہریں کردیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین کا ہے، فریقین کو مقبول ہوگا۔ اگر بے تکلف اس پر راضی ہوجائیں فبہا۔ ورنہ جان لیں کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب، اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل، ان پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ بددین جانتے ہیں۔ پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنی؟۔

(فسق ششم): عداوت اولیائے کرام قدست اسرارہم۔ جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب، محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ:

اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ اھ

چوڑھے چمار ——— اور ——— ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے۔ خود سید المحبوبین ﷺ کی نسبت صاف لکھ دیا کہ:

وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے۔

سبحان اللہ! سید عالم ﷺ تو ارشاد فرمائیں: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اخرجہ ابو داؤد ' والنسائی ' وابن ماجہ عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ایک سفیہ مغرور، محبان خدا سے نفور، خود حضور پرنور ﷺ کی نسبت ناپاک الفاظ کہے۔ اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا۔ اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بوتھی جو تونے یعنی کہہ کر محبوب اعظم ﷺ پر افترا کیا۔ حضور پر افترا خدا پر افترا ہے۔ اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا۔

جب خود حضور اقدس ﷺ کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں، تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے۔ حضرت عزت حق جل جلالہ فرماتا ہے: من عاد لی ولیا فقد اذنتہ للحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا

۔اخرجہ الامام البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ عن ربہ عز وجل۔

(فسق ھفتم): ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی، باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہو گئے ــــــ اور حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اخرجہ الامام احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابو داؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنین وچناں

کہتے ہیں، خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں۔ منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے
اہل حق و مبطلین کا فرق ظاہر۔ والحمد للہ رب العلمین۔

[دلیل سوم]: اس کی تقریر میں اولاً یہ سنیے کہ ان حضرات کے فقہی مسائل متعلقہ نماز وطہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے ہیں، کیا کیا ہیں؟ اور وہ علی الاطلاق مذاہب اربعہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں؟۔ محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے فتوائے جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے ان کے بعض بعض عملیات بھی تلخیص کیے ہیں میں یہاں اسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئلہ ۱:- طریقہ محمدیہ ترجمہ دررالبہیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی میں ہے۔

> پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

اس مسئلہ کا مطلب یہ ہوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے، نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ ۲:- فتح المغیث صفحہ ۱۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے۔

> نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق۔ مگر موت لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب کتے کا، اور لینڈ بھی، اور خون بھی حیض ونفاس کا، اور گوشت

ہے سوئر کا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے۔ اور اصل اشیا میں پاکی ہے، اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔

یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا۔ باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا، جب تک نقل صحیح غیر معارض نہ ہو۔ تو مرغی کی بیٹ یا سور کا موت یا کتے کی منی وغیرہ یہ سب چیزیں ان کے نزدیک پاک ہوئیں۔ اور ان چیزوں کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے ان کے نزدیک نماز میں خرابی نہ ہوگی۔

مسئلہ۳:- نواب صاحب موصوف **روضہ ندیہ** کے صفحہ ۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

شراب و مردار و خون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے۔ اھ مترجما۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا یوں کہتا ؎

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

مسئلہ۴:- نواب صاحب اپنے صاحب زادے کے نام سے **نہج المقبول من شرائع الرسول** صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:-

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست واصل در ہمہ

چیز ہا طہارت ست و در نجاست لحم خود خلاف ست و دم مسفوح حرام

ست و نجس اھ ملخصا۔

مسئلہ ۵:- اسی فتح المغیث کے ص ۶ پر ہے۔

کافی ہے مسح کرنا پگڑیوں پر۔

یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہو گیا اگر چہ قرآن عظیم فرمایا کرے وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ اپنے سروں کا مسح کرو۔

مسئلہ ۶:- مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین 'ہدایت قلوب قاسیہ' کے ص ۳۶ میں لکھتے ہیں:-

جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔

مسئلہ ۷:- فتاوی ابراھیمیہ مصنفہ مولوی محمد ابراہیم غیر مقلد صفحہ ۲ میں ہے۔

وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

یہ رافضیوں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے۔ وہ تو جواز ہی مانتے ہیں، اور یہ افتراض کے قائل ہیں۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے تعصب کو دیکھتے ہوئے ہر عقل والا انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز کیوں کر پڑھی جا سکتی ہے؟ جبکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حنفیہ شافعیہ میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز اس وقت درست ہے، جب کہ امام تحامی مواضع خلاف کی کرے۔ مثلاً فصد وحجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا، ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔

مس ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا، ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے، ان کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف بو رنگ یا مزا متغیر نہ ہو جائے، ہمارے نزدیک ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو جائے، تو بالاتفاق ناپاک ہو جائے گا۔ ان کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے، ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور۔ ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب، وضو میں فرض نہیں، ان کے نزدیک فرض۔ وعلی ہٰذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے، جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو۔ جب تک باحتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے۔ تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کر لیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے۔ اور محتاط حنفی مس ذکر و مساس زن سے وضو کر لیتے ہیں، اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہیں کیا، منع بھی تو نہ فرمایا۔ پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی، دوسرے پر نہیں۔ اور کر لینے میں بالاتفاق طاہر ہو جائیں گے۔ جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے، اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: الاقتداء بشافعی المذهب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف ـــــــ خانیہ و خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور متعصب کی تفسیر یہ ہے کہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو۔

اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید و کین مدید ہے۔ تو ان روایات پر غیر مقلدوں کی اقتدا ناجائز ہونے کی یہ جداگانہ دلیل ہوئی۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کر جائے، وہ کافر ہے۔ کہ اس نے اس کا کافر ہونا چاہا۔ اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے۔ اور رضا بالکفر آپ ہی کفر۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں ــــــــ جب اس متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے، تو یہ صریح متعصبین، جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین ہو، دن رات اسی میں ساعی رہیں، اور جب تقریراً تحریراً اس کی تصریحیں کر چکے، اور مکابر ہر طرح اپنی بات ہی بالا چاہتا ہے، تو قطعاً اس کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں، اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں۔ اور جب بحمد اللہ مسلمان کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو، غم و غصہ کھائیں۔ تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا، اور ان کی اقتدا کیوں کر روا ہوگی؟۔

یہاں تک تو ان کے فسق و بدعت وغیرہما کی بنا پر کلام تھا۔ ایک امر اشد و اعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں۔ یہاں تک کہ احادیث صحیحہ و اقوال جماہیر فقہا سے ان کا صریح کافر ہونا، اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل ہونا، نکلتا ہے۔ وہ کیا؟ یعنی ان کا تقلید کو شرک، اور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، سب مقلد ان ائمہ کو

مشرکین بتانا۔ کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے۔ اور پھر ایک دو کو نہیں، لاکھوں کروڑوں کو، پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو، جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت وارا کین امت واساطین ملت وحملہ شریعت وکملہ طریقت تھے۔

مولانا شاہ ولی الدین صاحب دہلوی رسالہ 'انصاف' میں لکھتے ہیں:-

> دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر وشرک ٹھہری، تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامۂ مسلمین سب کفار مشرکین ہوئے۔ نہ یہی، آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے کہ صد ہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامہ اہل سنت چار مذہبوں پر منقسم ہو گئے، اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

بالجملہ اس میں اصلاً شک وشبہہ کی گنجائش نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک وکفر اور مقلدین کو مشرک کہہ کر لاکھوں کروروں علما، اولیا، صلحا، اصفیا، بلکہ امت کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہرا دیا۔ علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ ان کے اکابر اپنی جماعت کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے ہیں ـــــــ اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے، ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر خود کافر ہے۔ امام مالک واحمد بخاری ومسلم ابوداؤد وترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً راوی: ایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کماقال والا رجعت علیه ـــــــ

غرض مذہب مفتیٰ بہ پر اس گروہ کو سخت دقت کہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے، اور اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں: تو ان کا کافر ہونا لازم، اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔

مگر حاشا اللہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے، اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں، ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے۔ ہاں! ہاں! یوں کہتے ہیں۔ اور خدا اور رسول کے حضور کہیں کہ یہ لوگ آثم ہیں، خاطی ہیں، ظالم ہیں، بدعتی ہیں، ضال ہیں، مضل ہیں، غوی ہیں، مبطل ہیں۔ مگر ہیہات کافر نہیں، مشرک نہیں، اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں، عدو اللہ نہیں۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز رکھیں۔ ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں۔ احادیث میں ہے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالطت سے بچنا چاہیے۔ اس لیے ہر طرح ان سے دوری مناسب۔ خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب۔ اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا، مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس رسالہ کو ان الفاظ مبارکہ پر ختم فرمایا ہے:-

الحمد للہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع ہوا۔ اور چہارم ذی الحجہ روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیہ کو بدر سمائے اختتام ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد وآلہ والائمہ المجتہدین والمقلدین لہم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم وجل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تار من جملہ ان چیزوں کے ہے کہ زمانہ خیر القرون تو کجا؟ تبع تابعین وائمہ مجتہدین، بلکہ بارہویں صدی تک اس کا وجود ہندوستان میں نہ تھا۔ اس لیے فقہ کی اخیر کتاب فتاوی عالم گیری اور بعد کی تصانیف میں بھی اس کا جزئیہ مصرح نہیں۔ جس زمانہ میں اس کا رواج عام ہو گیا، دنیوی کاروبار میں عام طور پر اس کا استعمال ہوا۔ بلکہ تجارتی اہم کاروبار کا دارومدار گویا اسی پر ہو گیا۔ بڑے تاجروں کو کہاں اس کا موقع کہ روزمرہ کے کاروبار میں لمبے لمبے خطوط لکھا کریں، یا پڑھ سکیں، یا دو تین دن تک کا انتظار خط پہونچنے میں کریں۔ اس لیے اس کا رواج زیادہ تر کاروباری تجارتی دنیا میں ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے تار ایجاد کیا، جن کے یہاں عام طور پر مروج ہوا، وہ معمولی خبری حیثیت میں استعمال کرتے رہے۔ لیکن اہم اور ذمہ داری کی باتوں، شہادت کے موقع پر اس کو اس لائق نہ سمجھا کہ کام لیا جا سکے۔ خون کا مقدمہ تو بہت اہم ہے، معمولی فوجداری دیوانی کے مقدمہ میں بھی تار کو ناقابل قبول سمجھا، اور تار پر کسی مقدمہ میں بھی گواہی نہ لی گئی۔ گواہی تو درکنار ووٹ کا معاملہ جس کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ بوگس ووٹ دینا ایک معمولی بات ہے۔ اس میں بھی ناقابل استعمال متصور ہوا۔ مرکزی اور صوبائی کونسل اور اسمبلی تو بڑی چیز ہے، معمولی ڈسٹرکٹ بورڈ کے ووٹ میں بھی اس کو جگہ نہ دی گئی۔ اور ووٹر کا تار دینا کہ ہم فلاں شخص کو ووٹ دیتے ہیں کافی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ ووٹر جہاں کہیں بھی ہو، اس کو پولینگ اسٹیشن پر

آ کر ووٹ دینا ضروری قرار دیا گیا ـــــــ لیکن بعض بعض مسلمانوں میں اجعل لنا الٰھا کما لھم الھة کی ذہنیت ہوتی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ جب دنیوی کاموں میں روزمرہ تار عام طور پر مستعمل و مروج ہے، تو کیا وجہ ہے کہ دینی امور، رویت ہلال رمضان، وعید الفطر میں نہیں جائز ہوگا؟ چنانچہ بعض علما بھی اسی قسم کی ذہنیت کے مل گئے، اور انھوں نے تار کو خط قرار دے کر خود ساختہ فتویٰ خط کا اس پر چپکا دیا۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول جس میں مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے بطور نمونہ گنگوہی صاحب کے ۳۵ **تحقیقات علمیہ** صفحہ ۱۶۴ سے ۱۷۹ تک لکھے ہیں، جس کی سرخی ہے: 'شبہات فقہیہ و مسائل مختلف فیہا' اور اس کی تمہید ان لفظو ں سے شروع کی ہے۔

اس جگہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس مسائل اس مبحث کے بیان کردوں تاکہ امام ربانی کے اس مرتبہ علمی و درجہ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہو جائے، جو مرجع العلما ہونے کی حیثیت سے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ فقہی مسائل میں اذکیا کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانے کی جو اعلیٰ قابلیت من جانب اللہ آپ کو ملی تھی مسائل مفصلہ ذیل سے ظاہر ہو جائے گی جس کی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر القاب آپ کی شان میں نکل رہے ہے۔

اور اس سے قبل صفحہ ۱۶۳ پر لکھا:-

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام و سرتاج اور مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا تھے، اس لیے حق تعالیٰ نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی، جس سے ان مالاینحل مسائل مفصلہ کا حل ہوتا تھا، جن میں اذکیا کی عقول متحیر، اور فقہائے عصر کی

افہام عاجز ہو جاتی تھیں۔اھ

غلاموں کی زبان سے ولی نعمت کی جو کچھ تعریف نکلے کم ہے۔ آخر 'پیر من خس ست اعتقاد من بس ست' کہنے والے نے ایسے ہی موقع کے لیے تو کہا تھا۔ ورنہ یہ سب تعریفیں بلاشبہہ شاعر کے ان دو شعروں کے مصداق ہیں ؎

قصدت ابا المحاسن کی اراہ
بمجد کان یبلغنی الیہ
فلما ان رأیت رأیت فردا
ولم یك من بنیہ ابن لدیہ

اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ اور مجتہدانہ فہم سے مالاینحل مسائل مفصلہ کے حل کے دو چار واقعات فتاوی رشیدیہ سے ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ علمائے ہند کے امام و سرتاج مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا کے مجتہدانہ فہم و برکات سے ناظرین کتاب ہذا بھی مستفید ہوسکیں۔ اور مسائل مفصلہ جن میں اذکیا کے عقول متحیر، اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہوتے ہیں، ان کا حل معلوم کرسکیں۔

کسی نے بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانے کا مسئلہ پوچھا۔تو جواب میں لکھا:-

> زیارت بزرگان دین کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں مختلف ہوا ہے بعض درست کہتے ہیں بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علما ہیں مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے فقط۔ (ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص ۴۸)

یہاں پر قطع نظر اس سے کہ جائز اور ناجائز کہنے والے دونوں کو علمائے اہل سنت قرار دینا، غلط۔ علمائے اہل سنت بالاتفاق زیارت بزرگان دین اور ان کے مزارات کے لیے سفر کو جائز جانتے ہیں ——— البتہ وہابیہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور حدیث لاتشدوا الرحال الا الی ثلثه مساجد کو دلیل مانتے ہیں۔ جب کہ یہ استدلال بالکل لغو و باطل ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ مستثنیٰ منہ یا تو ——— مسجد کو قرار دیجیے کہ شد رحال کسی مسجد من حیث ہو مسجد کی طرف نہ کیا جائے، سوا ان تین مساجد کے کہ ان کی طرف سفر کرنا قطع نظر اور اسباب کے نفس مسجد ہونے کی حیثیت سے بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ثواب مزید ہے۔ تو اس کو مسئلہ مبحوث عنہا سے کچھ علاقہ نہیں یا ——— مستثنیٰ منہ شی یا موضع نکالیے۔ تو سلسلہ آمد و رفت ہی ختم ہو جاتا ہے، اور قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ط کے بالکل معارض یہ حدیث ہوتی ہے۔

دکھانا یہ ہے کہ علمائے ہند کے امام و سرتاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوا نے اس معمولی اختلافی مسئلہ کا حل تو کجا؟ دوسروں کی بھی ہمت توڑ دی کہ اس کو محال ہی قرار دے دیا۔

اسی طرح کسی نے ہندوستان کے دار الحرب یا دار الاسلام ہونے کا مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب میں لکھا:

> دار الحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے اکثر دار الاسلام کہتے ہیں اور بعض دار حرب کہتے ہیں بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔ ص ۳۷

نیز فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ پر گہر افشانی فرمائی ہے:۔

الجواب: ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علما کا ہے۔

بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ حسب اپنی تحقیق کے سب نے

فرمایا اور اصل میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا

کیفیت ہند کی ہے۔ فقط۔

کہاں ہیں مولوی عاشق الٰہی صاحب، گنگوہی صاحب کو مجتہدانہ فہم رکھنے کے بانگی؟ لاینحل مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت وقابلیت ثابت کرنے والے؟ اس بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا کو نظر انصاف سے دیکھیں، اور جھوٹے پروپیگنڈا سے شرمائیں۔ اور اگر مسئلہ کی تحقیق اور حق فیصلہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فتاوی رشیدیہ حصہ اول اسی صفحہ ۳۷ پر کسی نے سماع موتی کے متعلق مسئلہ پوچھا تھا۔ اس کے جواب میں لکھا:-

یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی

نہیں کر سکتا۔

کسی شخص کا قصہ مشہور ہے کہ دریا میں نہانے گیا تھا، کچھ قدم آگے بڑھ گیا، ڈوبنے لگا۔ خیال کیا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ لوگو! مجھے نکالو میں ڈوبا۔ تو ممکن ہے کہ لوگ توجہ نہ کریں، اور نہ کوئی نکالنے آئے۔ فوراً چلایا: جگ ڈوبا، جگ ڈوبا۔ لوگ چاروطرف سے دوڑ پڑے، اور اس کو نکال لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ بھائی ڈوب تم رہے تھے، یہ کیوں کہا کہ جگ ڈوبا؟ بولا کہ بھائی! جب ہم ہی نہ رہے، تو لوگوں کے لیے تو ہم مرے، لیکن میرے لیے تو سبھی مر گیے۔

اس لیے میں چلایا کہ جگ ڈوبا۔ گویا اس شخص کے نزدیک اس کی ذات، جگ ہے۔ اس طرح گنگوہی صاحب سے جب اس کا فیصلہ نہ ہو سکا تو اسی اصول پر لکھ دیا۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا حالانکہ اس کو سمجھنا چاہیے تھا کہ ؎

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست ÷ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور اگر کسی شخص کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کا سچا فیصلہ دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ مبارکہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات مطالعہ کرے۔

پھر اسی حصہ میں صفحہ ۸۷ پر استعانت اہل قبور کے متعلق سوال ہوا۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:-

> تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علما کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے

کہیے میرٹھی صاحب! یہ آپ کے قطب عالم، مرجع العلما، سلطان العارفین، مجدد زمان، وحید عصر، مالا ینحل مسائل کو حل کرنے والے کی پالکی کیسی رکھا گئی کہ اس کو محال ہی بتا کر چھٹکارا چاہا۔

اسی طرح بہت سے مسائل کا مہمل مجمل غیر تشفی بخش جواب دیا۔ اور یہ کہہ کر قصہ ختم کر دیا کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور کچھ فیصلہ نہ کیا۔ نہ کسی کو ترجیح دی کہ سائل کو کچھ رہنمائی ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۲ پر عورتوں کو زیارت

قبور کرنے کا مسئلہ دریافت ہوا۔ اس کا جواب لکھا:-

الجواب: عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اسی پر ہی عمل ہے۔

نیز اسی صفحہ پر ہے:-

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر فقط۔

کہیے جناب! سائل اس سے کیا سمجھے گا؟ کیا مجدد زمان وحید عصر کی یہی شان ہوتی ہے؟۔

احمد سعید خان صاحب مراد آبادی نے ۴۵ سوالات کیے تھے، جس کا سلسلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے ص ۴۶ سے ص ۶۷ تک پھیلا ہوا ہے اسی میں ص ۶۴ پر چونتیسواں سوال انتہائے وقت مغرب کے متعلق ہے کہ شفق سفید تک رہتا ہے، یا شفق سرخ کے بعد عشا کا وقت ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب لکھا:-

الجواب: یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام صاحب اور ان کے صاحبین میں۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتاوی صاحبین کے قول پر لکھا۔ جیسا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا فقط۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتوی دیا ہے۔

چلیے قصہ ختم ہو گیا۔ اور اگر آپ کو وحید عصر صاحب کی مجتہدانہ قابلیت سے

اور بھی فائدہ اٹھانا ہے تو تین مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ سے اور سن لیجیے، اس کے بعد اس مسئلہ تار کے متعلق افادہ مجتہدانہ سے استفادہ فرمایئے گا۔

حکیم غلام احمد صاحب ساکن پچھروں ضلع مرادآباد نے آٹھ سوالات کئے تھے۔ اس میں پہلا سوال ہے، منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۵۷ پر ہے:-

> بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

یہ مسئلہ جیسا مہمل اور غلط اور غیر متمدن زمانہ کا ہے، ظاہر و باہر ہے۔ اور کسی کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو۔ تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا رسالہ المنی والدرر فی حکم منی آرڈر ملاحظہ کرے۔

جب گنگوہی صاحب کا یہ مسئلہ مشہور ہوا تو لوگوں میں بے چینی اور پریشانی اور الجھن پیدا ہوئی۔ اس لیے جگہ جگہ سے اس کے متعلق سوالات آئے۔ بعض معتقدوں نے مخلص کی یہ صورت نکالی کہ کچھ پیسے روپے کے ساتھ بھیجے جائیں، تو درست اور جائز ہوگا۔ چنانچہ کسی نے سوال کیا:-

> ہمارے دیار میں علما کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے۔ البتہ اگر پیسہ مل جائے تو مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق ہے۔ اور جواز میں کچھ شبہہ نہیں کیوں کہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں، پس آپ محاکمہ شرع شریف کے رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

اس کا جواب حصہ دوم ص ۱۵۳ دیا:-

الجواب: روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں خواہ اس میں کچھ

پیسہ دیے جاویں یا نہ دیے جاویں فقط۔

یہ وحید عصر صاحب کا محاکمہ ہوا، یا آمریت کا فرمان واجب الاذعان؟

پھر کسی نے اپنے فہم کی رسائی حیلہ جواز تک نہ دیکھی تو خود انھیں مجدد زمان صاحب سے دریافت کیا۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم ص ۳۲:۔

سوال: اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے۔

اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے، یا نہیں کہ اس میں عام

وخاص مبتلا ہو رہے ہیں؟

اس کا جواب دیا:۔

جواب: دیا الجواب منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں

دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔اھ

خیر بہر کیف! جب کوئی صورت جواز کی نہ نکلی اور مدرسہ دیوبند میں چندہ بھیجنے والوں کو نیز گنگوہی صاحب کے مریدوں کو ان کو نذرانہ بھیجنے کی ضرورت تھی تو سوال ہوا کہ اگر منی آرڈر منع ہے تو روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیے؟ اس کا جواب دیا:۔

روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔اھ۔

اب ایک دقت اور پیش آئی کہ علما کو عموماً اور خصوصاً مدرسہ دیوبند کو طلبہ کے لیے کتابیں مفت منگوانی ہوتی ہیں۔ کتاب تو بذریعہ پارسل یا بک پوسٹ آئے گی۔ لیکن قیمت کتاب تو خواہ مخواہ بذریعہ منی آرڈر رہی

بھیجنا ہوگا۔ دہلی سے کتاب آتی ہے، تو دہلی کوئی شخص روپیہ پہنچانے تو جائے گا نہیں۔اب یہ منی آرڈر کیسے جائز ہو۔غرض اس فتویٰ سے پوری زد مدرسہ پر پڑتی ہے۔تو حصہ دوم ص ۱۵٦ پر استفتا و جواب ملاحظہ ہو:۔

استفتا: منی آرڈر اور ہنڈوی میں کیا فرق ہے، یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر نا جائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں۔اور کتابوں کا محصول ویلو پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے۔اس کی تفصیل منظور ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب: منی ارڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔منی آرڈر کرنا سود میں داخل اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے۔اور جو کتابیں منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہوسکتا ہے کہ اس شی کی وہ محصول ویلو ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ عین شی نہیں پہنچتی فقط۔

اگر یہ حیلہ اور ترکیب جائز ہے۔تو پھر اس سوال کے جواب میں لکھنا تھا کہ حیلہ اس کا یہ ہے کہ نوٹ رجسٹری یا بیمہ کر دیئے جائیں۔ یہ کیوں لکھا کہ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں ـــــــ پھر مجدد زمان، وحید العصر صاحب نے حیلہ بتانے میں بھی غلطی کی۔آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کر دینا بتایا۔لیکن یہ نہ فرمایا کہ یہ نوٹ آئیں گے کہاں سے، سوائے اس کے کہ جعلی بنا کر مجرم بنیں۔ورنہ گنگوہی صاحب کے فتوی سے تو نوٹ کی خریداری کمی بیشی قیمت میں تو درکنار، برابر قیمت یعنی جو رقم لکھی ہوئی ہے، اس پر بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۲۷ پر سوال ہے:۔

نوٹ کی خرید وفروخت کمی زیادتی پر جائز ہے یا نہیں بالتفصیل ارقام فرمادیں۔

اس کا جواب دیا:۔

الجواب: نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں۔مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔ مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا اور ناجائز ہے۔فقط

اور کتابوں کے منگانے کا جو حیلہ گڑھا، وہ سراسر ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کتاب یا کوئی چیز جو بذریعہ وی پی منگوائی جاتی ہے، تو اس جگہ دو معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً کتاب یا اس چیز کا محصول پارسل۔ یہ وہ ٹکٹ ہے جو بحساب وزن ورقم مقررہ، اس پارسل یا بک پوسٹ پر لگایا گیا۔اس کا کام یہ ہے کہ مثلاً دہلی سے گنگوہ یا دیو بند پہنچا دیا۔

(۲) یہ ہے کہ جو قیمت اس کتاب یا اس چیز کی ہوئی، مع اس رقم ٹکٹ کے جو اس پارسل پر لگایا گیا، اور خرچ پارسل کرنے کا، ان سب رقم کا مجموعہ وی پی فارم پر بھر کر اس کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے کہ اس پارسل کے وصول کرنے پر علاوہ اس رقم کے جو قیمت اور ٹکٹ کی ہے، محصول منی آرڈر اس پر اضافہ کر کے مال منگوانے والے سے وصول کیا جاتا ہے۔اور وہ رقم بذریعہ منی آرڈر کتاب یا چیز بھیجنے والے کو وصول ہوتی ہے۔

تو یہ دو معاملہ الگ الگ ہوئے۔اس کو یہ لکھنا کہ اس شئ کی اجرت وہ محصول وبلو ایبل کی خیال کیا جاتا ہے، عامیانہ، اور بھولے بھالے لوگوں کی باتیں

ہیں۔اس شئ کی اجرت تو اس ٹکٹ کے ذریعہ سے وصول ہوئے جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔اور جو روپیہ جائے گا،اس کی اجرت یہاں لکھ کر وصول کی جاتی ہے، جو پارسل پر لگائے گئے ہیں۔یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔غرض حافظہ نباشد کے اصول پر جو ترکیب جواز کی نکالی۔وہ انھیں کے دوسرے فتوی کی وجہ سے بالکل بے کار ثابت ہوئی۔

الغرض! نوٹ آئیں گے کہاں سے؟ اس کے لیے حیلہ یہ گڑھا کہ اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے۔اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے۔

ہرعلم والا جانتا ہے کہ حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں،تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آیا ہو، بلکہ زید کا قرض بکر کے اوپر ہو،اور اس صورت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے،تو یہ حقیقۃً حوالہ نہ ہوگا۔ بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وکیل کرنا ہوگا۔اور اگر عمرو کا قرض زید کے ذمہ آتا ہو، نہ زید کا قرض بکر پر۔اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے،تو یہ محض باطل و بے اثر ہے۔

فتاوی عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے: اذا احال رجلا علی غریمه ولیس للمحتال له علی المحیل دین فهٰذه و کالة ولیست بحوالة کذا فی الخلاصه ...

علاوہ بریں دنیا بھر کے عقلا جو نوٹ کا لین دین کرتے ہیں،وہ روپیہ دے کر نوٹ خریدنا سمجھتے ہیں۔لیکن تمام جہاں کے عقیدہ وعمل کے خلاف آپ زبردستی عقد بیع سے تڑوا کر وہ عقد ان کے سر منڈھتے ہیں کہ جو ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں۔جس شخص کو اس مسئلہ کی پوری تحقیق درکار ہو اعلیٰ حضرت کے رسائل

كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم اوراس کا ترجمہ مسمیٰ بنام تاریخی 'نوٹ سے متعلق سب مسائل' اور رسالہ كاسر السفيه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم اوراس کا ترجمہ مسمیٰ بنام تاریخی الذيل المنوط لرسالة النوط ملاحظہ کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان چاروں رسالوں کے دیکھنے سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جائے گی۔

یہ تو حضرت مجدد زمان، وحید العصر کے مسائل معضلہ جس میں اذکیا کی عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتی ہیں، ان کے حل اور جواب کا نمونہ تھا۔ اب اگر فقہی لیاقت دیکھنی ہو، تو ایک مسئلہ اور بھی ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ پر ایک سوال و جواب ہے:-

مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والوں کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب، نہ عذاب۔

الجواب: ثواب ہوگا فقط۔

جس جس جانور کا گوشت بالاتفاق حلال اس کے کھانے پر بھی کسی عالم نے ثواب کا فتویٰ نہ دیا۔ یہ گنگوہی صاحب کی جدت دیکھئے کہ حرام کوا کو حلال کیا، اور نہ صرف مباح کی حد تک رکھا، بلکہ اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی حصہ دوم ص ۱۶۳ پر ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:-

مسئلہ: گوبری دینا جائز ہے یا نہیں۔ جس جگہ مرغی کی سرگیں گر کر خشک ہوگئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے۔

الجواب: گوبری دینا جائز ہے۔ مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے۔ اور اس سے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر رنگ وبو مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہوگئی اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہوگی۔ فقط۔

یہ نجاست کے مزہ کے ایک ہی کہی۔ تو چاہے کہ گوبری دینے کے قبل گوبر کو چکھ لیں، اور مزہ معلوم کرلیں۔ پھر خشک ہو جانے کے بعد اس کو چکھیں، اور دیکھیں کہ مزہ باقی ہے، یا بدل گیا۔ اسی طرح مرغی کی سرگیں کو پہلے چکھ کر مزہ معلوم کریں، پھر خشک ہوجانے کے بعد چکھیں، تاکہ معلوم ہو کہ وہ مزا باقی ہے، یا بدل گیا——— یہ ہے وحید العصر، مجدد زمان کی فقاہت۔

خیر بات دراصل مقصد سے کچھ دور ہوگئی میری غرض اس جگہ تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۷۲ سے شبہ اور اس کا جواب ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا۔

ش: یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید ورمضان کی اطلاع معتبر ہے، یا نہیں؟ امید ہے کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرما دیں۔ تاکہ برقی ازروئے فقہ کس شئ کے حکم میں داخل ہے؟

ج: تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ یہ نسق ونستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں۔ جیسے انگریزی وناگری وغیرہا۔ اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں۔ پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ ملتی ہے۔ اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے، تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں،

امور میں لہٰذا تار کا اعتبار چاہیے کہ نہ ہو۔ مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں
پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں۔ بناء علیہ
تار کی خبر معتبر نہیں اس پر کار بند نہ ہوں، نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ
حال کو دیکھ کر کہ تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں چونکہ غالب ظن قلوب میں ا
س کے دل صدق کا راسخ ہو گیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل
کر لیوے، تو وجہ ہو سکتی ہے۔ صوم میں ایک عدل کی خبر اور انتظار میں
عدلیں کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں
فریق کو حق پر جانتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے
بذریعہ کتاب کے۔ فقط۔

یہ مجدد زمان، وحید العصر کی فقاہت اور آپ کی عام معلومات ہیں۔
اولاً آپ نے تار برقی پر خبر آنے کو تحریر خط کی طرح سمجھا۔ حالانکہ تحریر خط میں
کتابت کی شان انشا کا طرز، وہ تحریر کو قوت دیتا ہے۔ اور تار برقی میں یہ مفقود
ہے۔ بلکہ وہ محض اشارات جس سے انگریزی الفاظ بنائے جاتے، انگریزی
حروف میں لکھے جاتے، پھر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے، تو اس کو خط کی طرح
کہنا بالکل بے معنی بات ہے۔

باوجود قرائن و قیاسات معینہ کے فقہائے کرام نے شہادت کے معاملہ میں
خط کا اعتبار نہ کیا۔ اور الخط یشبہ الخط فرمایا۔ تو تار کو خط قرار دے کر اس کا
اعتبار کرنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ ـــــ اور اس سے زیادہ پر لطف بات یہ
ہے کہ قلم تحریرات کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہوتا ہے۔ یعنی خط تو قلم واسطی یا سری یا
ہولڈر سے لکھا جاتا ہے، اور تار تو لمبے بانس کے قلم سے جس کا طول ان دونوں

شہروں کے برابر ہوتا ہے، لکھا جاتا ہے ـــــ پٹنہ سے بمبئی تار بھیجنا ہو تو اس قلم طویل ممتد سے جس کا طول پٹنہ اور بمبئی کے اتنا ہے، انگریزی نقوش اصطلاحی میں لکھا جاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اصل تحقیق اس مسئلہ کی رسائل اعلیٰ حضرت میں دیکھیے۔ خصوصاً یہ مختصر زیر نظر رسالہ مسمیٰ بہ ازکی الاھلال بابطال مااحدث الناس فی امر الھلال میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب استاد ابتدائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے کلکتہ فوجداری بالاخانہ سے سوال بھیجا کہ دربارۂ رؤیت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ اس کا انتظام کرلیں کہ رویت ہلال رمضان، وشوال، وذی الحجہ، ومحرم کے پیشتر متعدد مقامات کو اس مضمون کے خطوط بھیجے جائیں کہ ۲۹ کا چاند ہو تو بذریعہ تار کے مطلع کردیجیے۔ پھر اس کو مشتہر کردیا جائے، تو یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے، یا محض باطل؟ اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمان کو اس عمل جائز ہے، یا حرام؟ اور اعلان کرنے والے کے حق میں کیا حکم ہے؟۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی ازکی الاھلال تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب عادت مستمرہ خطبہ فصیحہ بلیغہ سے فرمائی۔

الحمد لله الذی بشکره یصیر هلال النعمة بدرا ÷ والصلاة والسلام علی اجل شموس الرسالة قدرا ÷ وعلی اله وصحبه نجوم الهدی واقمار التقی ÷ مااتی البرق بخبر الورق فصدق مرة و کذب

اخریٰ ÷ اللھم ھدایة الحق والصواب

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر۔ اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام۔ اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو، سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں، ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہٰذا یہاں بقدر ضرورت، وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ **وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب** -

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ، یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا۔ اور ان میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لیے بہت قیود وشرائط لگائیں۔ جن کے بغیر ہرگز گواہی وشہرت تک بکار آمد نہیں۔ اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے، نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیوں کر حلال ہوسکتا ہے؟ جو یہاں تار کی خبر عمل چاہے، اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب وملزم ہونا ثابت کرے۔ مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت، اور منصب رفیع فتویٰ پر جرأت کس لیے۔ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی۔ کہ ہم تک تو نامعتبر طریقہ سے پہنچی ۔ نبی ﷺ کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر؟ پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے، کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے؟۔

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم۔ کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے۔ طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے۔ واقف کار دیگر قرائن سے

اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط ومراسلات کا کچھ اعتبار نہیں۔ کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور بن بھی سکتا ہے۔ تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے ــــــ اشباہ میں ہے :لا یعتمد علی الخط ولا یعمل به ــــــ فتاوی عالمگیریہ میں ملتقط سے ہے: الکتاب قد یفتعل ویزور الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم دیکھیے! کس قدر واضح طور پر فرمایا کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو، نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر گواہی اور حکم حلال کہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے ــــــ بلکہ فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی میں صاف ارشاد فرمایا کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے۔ اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو ــــــ پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست وزبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں، کیوں کر امور دینیہ کی بنا اس پر حرام نہ ہوگی؟۔

سبحان اللہ! ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ مہر بنا لینا، اور خط میں خط ملا دینا، سہل نہیں۔ شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہیں۔ اور تار میں تو اصلاً دشواری نہیں، جو چاہے تار گھر میں جائے، اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے۔ وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی۔ نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جائیں۔ علاوہ بریں تار والوں کے وجود صدق پر کون سی وحی نازل ہوئی کہ ان کی بات خواہی نخواہی قابل قبول ہوگی، اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہوگی۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات

بھیجے جائیں۔ غالباً ان کا بیان، حکایت واخبار محض سے کتنا جدا ہوگا بس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو۔ تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالۃً نہ پہونچا۔ بلکہ نقل در نقل ہوکر آیا۔ صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا۔ اس نے تار کو جنبش دی، اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں میں عبارت بنائی۔ اب وہ بھی جدا ہوگیا۔ یہاں کے تار والوں نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا، اسے نقوش معروفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا۔ وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہونچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے، مجہول عن مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی۔ پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تار دیں۔ اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا، مانیے وہ جدا واسطہ پھر فارم کی حاجت ہوئی، تو تحریر کا قدم درمیان، آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت، ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت۔ بااین ہمہ فصل زائد ہوا، اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے؟ وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ ان سب وسائط کی عدالت ووثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں؟ حاشا اللہ! نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نام درکنار، اصل شمار وسائط بتانا دشوار۔ سب جانے دیجیے، اسلام پر بھی علم نہیں۔ اکثر ہنود وغیرہ کفار ان خدمات پر معین۔ غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی

بنا کرنا علما تو علما ہیں، نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا، صرف قاضی شرع سے خاص۔ جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو۔ یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں۔ غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا۔ ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انھیں وجوہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں، مقبول نہ ہو۔ اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے، مورد سے آگے تجاوز نہیں کرتا، اور دوسری جگہ اجرا، محض باطل وفاحش خطا۔ پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا؟ بلکہ حسب تصریحات علما اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے، ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو دربارہ خط منعقد ہوا ہے۔ پیام ایلچی وخود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ سبحان اللہ! پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں۔ اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں:

ع   ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے، وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار۔ کہ مقبول الکتاب کا تار تو ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز؟۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول، جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط

بالیقین اسی قاضی کا ہے۔ اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں۔ اگر چہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں۔ اور اس کی مہر بھی لگی ہو۔ اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔

ھدایہ میں ہے: لا یقبل الکتاب الا بشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین

سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں، ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آ کر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا، یا تار دیا۔ مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اخیر رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے۔ خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا الزام ہم پر چلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ مساعیھم الجمیلة نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے، جسے زیادہ فہم ہے۔ اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تسہیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ قادر ہوں۔ لا خلا الکون عن افضالھم وکثر اللہ فی بلادنا من امثالھم آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین محمد وآلہ

وصحبه اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی ﷺ

(۵۱) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (١٤)

غیر مقلد حضرات کے مختصر کردہ مسائل میں سے ایک مصافحہ بھی ہے۔ جہاں ان لوگوں نے اذان، اقامت، نماز، روزہ کے مسائل کو شورٹ اور مختصر کر دیا۔ کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہنے کے جگہ ایک ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔ وتر کی تین رکعتوں کو ایک کر دیا۔ تراویح کی بیس رکعتوں کو آٹھ بنا دیا۔ تین طلاقوں کو ایک کرڈالا۔ مولود شریف، عرس، فاتحہ، ایصال ثواب کو ایک دم سے اوڑا دیا۔ وغیر ذالک من الاختصارات وہیں مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنے کی جگہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کی طرح شیک ہینڈ (Shake Hand) کردیا۔ ان کی یہ حرکات بعینہ اس برادری کے عالم کی ہے، جنھوں نے ازراہ عقل مندی بادشاہ کے پاس رسوخ حاصل کرنے کے لیے ایک مختصر سا قرآن نذر شاہی میں گزرانا۔ اور نہایت ہی فخر کے ساتھ اپنے کمال عقل کا ثبوت دینے کو کہا: حضور بادشاہ سلامت! میں نے جناب کی خدمت میں ایک ایسا بیش بہا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ پیش کیا ہوگا۔ یہ قرآن کا مختصر ہے، جو خاص حضور کے لیے میں نہایت ہی محنت وعرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ تاکہ آپ کو آسانی ہو، اور وقت عزیز کا قرآن شریف پڑھنے میں زیادہ نہ صرف ہو۔ بادشاہ سلامت نے ازراہ تعجب اختصار کی صورت دریافت کی کہ کس اصول پر آپ نے اس کو شورٹ کیا ہے؟ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہی مسرت کے انداز میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ قرآن کی آیتیں بہت سی مکرر ہیں، اور ان کے بار بار پڑھنے میں حضور کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے

مکرر آیتوں کو میں نے حذف کر دیا۔ بادشاہ کو ان کی حماقت پر بہت غصہ آیا، مگر سمجھا کہ اس بے چارے کا قصور نہیں، بلکہ اس کی قلت عقل کا فتور ہے۔ بادشاہ نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے بہت ہی مسرت آمیز لہجہ میں کہا: واقعی آپ نے ایسا بے مثل تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے نہ صرف مجھی کو بلکہ کسی بھی بادشاہ کو کسی نے پیش نہ کیا ہو، اور نہ آئندہ امید کہ کوئی ایسا تحفہ کسی کو پیش کر سکے۔ ہم بھی هَلْ جَزَاءُ الاحْسَانِ اِلَّاالْاِحْسَان کے اصول پر آپ کو انعام بھی علاج بالمثل کے طرز پر دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ شاید ایسی جزا بھی کسی کو کسی بادشاہ نے نہ دی ہوگی، اور نہ امید ہے کہ آئندہ دے۔ یہ کہا اور جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ ان مولوی صاحب نے میرے لیے نہایت ہی محنت سے ایک نسخہ قرآن شریف کا لکھا ہے، جس میں آیات مکررات کو حذف کر کے مختصر کر دیا ہے۔ تم بھی مولوی صاحب کے اعضائے مکررہ کو حذف کر کے ان کو مختصر کر دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہی ہوئی۔ اور دو کانوں میں سے ایک کان، دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ، دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ، دو پاؤں میں سے ایک پاؤں حذف کر کے مولوی صاحب کو مختصر کر دیا گیا، تا کہ ہلکے پھلکے چلا کریں۔ اعضائے مکررہ کی زیر باری و بار برداری سے بچیں۔ عجیب نہیں کہ قیامت کے دن ان غیر مقلد حضرات کو دین کے مختصر کر دینے کی بھی یہی جزائے موفور عطا فرمائی جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور لطف یہ کہ دعوی عمل بالحدیث کا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ان کے نزدیک حدیث سے ثابت ہے۔ اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ خلاف حدیث ہے۔ ان حضرات نے یہ دعوی بہت بلند آہنگی سے کیے، تو کسی نے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی خدمت میں ۱۳۰۶ھ کو ایک استفتا اس مضمون کا پیش کیا۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ناجائز وخلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعوی صحیح ہے یا غلط؟۔

اعلیٰ حضرت نے اس دوسطر کے سوال کے جواب میں چالیس صفحے کا مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔ اور اس کا تاریخی نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین رکھا۔ اور حسب عادت مستمرہ اس رسالہ کو بھی خطبہ فصیحہ بلیغہ سے شروع فرمایا۔

الحمد للّٰہ اللھم لک الحمد یا باسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء ÷ تصافح حمد ک بمزید رفدک کما تعانق شکرک والعطاء ÷ صل وسلم وبارک علی من یداہ بحر النوال ÷ ومنبعا الزلال ÷ وجنتا البلاء ÷ وعلیٰ آلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ ما تصافحت الایدی عند اللقاء ÷ واشھد ان لاالہ الااللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ÷ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ÷ الباسط کفیہ بالجود والصلۃ وعلی الہ وصحبہ اولی الود والاخاء ÷ والفیض والسخاء ÷ فی العسر والرخاء ÷ الیٰ تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء ÷ آمین الہ الحق آمین O

بے شک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے۔ اکابر علما نے اس کے مسنون ومندوب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے

ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت ومذمت پر اترنا، شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام فقیہ النفس قاضی خان کو خواب میں دیکھنے اوران کے یہ ارشاد فرمانے کا تذکرہ کیا ہے کہ ''مستند ایشاں حدیث انس ست اور ا بمفہوم نیست'' یہ خواب بعینہٖ مبشرات ورؤیائے صادقہ میں مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی۔ نماز کا وقت تھا وضو میں مشغول ہوا۔ اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی: فیاخذہ بیدہ ویصافحہ قال نعم یعنی رسول اللہ ﷺ جب مسلمان سے ملے تو کیا اس کا ہاتھ پکڑتے، اور مصافحہ کرتے؟ فرمایا: ہاں! اس میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع ہے۔ لہٰذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔

فاقول وباللہ التوفیق وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع ہوا، تین قسم ہیں۔

قسم اول: احادیث فضائل، جن میں مصافحہ کی فضیلت اوراس کی خوبیوں کا بیان ہے۔ مثلاً حدیث حذیفہ بن الیمان مروی طبرانی معجم اوسط، وبیہقی بسند صالح ــــــ وحدیث سلمان فارسی مروی معجم کبیر طبرانی بسند حسن ــــــ وحدیث انس مروی مسند امام احمد ــــــ وحدیث براء بن عازب مروی مسند امام احمد، ومختارہ ضیا ــــــ وحدیث براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مروی سنن بیہقی بطریق یزید بن براء۔ جن کا مضمون یہ ہے جب مسلمان مسلمان سے مل کر سلام کرتا، اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے، ان کے گناہ جھڑتے ہیں،

جیسے پیڑوں کے پتے۔ تو اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ، وحدت ید میں نص ہیں۔ تاہم ان حدیثوں میں منکرین کے لیے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب وترہیب میں غالباً ادنیٰ کو ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے، تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ زائد مندوب یا محذور نہیں۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے۔ یعنی حضور سید المرسلین ﷺ یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ کیا۔ مثلاً حدیث حضرت بتول زہرا کہ سنن ابو داؤد میں بروایت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ——— وحدیث معجم کبیر طبرانی عن ابی داؤد الاعمیٰ۔ انھوں نے کہا کہ کہ براء بن عازب مجھے ملے، میرا ہاتھ پکڑا، اور مصافحہ کیا، اور میرے سامنے ہنسے۔

اقول: یہ بھی اصلا قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حدیث طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور حدیث بتول زہرا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا، بوسہ دینے کے لیے ہو۔ بہر حال ان میں نہیں، مگر وقائع جزئیہ کی حکایت۔ اور عقلاً ونقلاً مبرہن وثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں۔ ہزار جگہ ائمۂ دین کو فرماتے سنیے گا واقعة حال لاعموم لها قضية عين فلا تعم۔

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں۔ کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے، تو انھیں میں ہے۔ یہ دو حدیثیں ہیں۔

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے، تحیت کی تمامی سے ہے ہاتھ میں ہاتھ لینا۔

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اولاً:- اس کی سند ضعیف ہے۔ جس میں عن خیثمہ عن رجل ایک مجہول واقع۔

ثانیا:- امام بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی۔ یحییٰ بن مسلم طائفی پر اس حدیث کا مدار۔ محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں۔

ثالثا:- اس سب سے درگذریے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھ سے مصافحہ کا پتہ دیتی ہے۔ کہ اس میں اخذ بالید بصیغۂ مفرد کو تمامیِ تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ کہ اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتدا اسلام، اور مصافحہ تمام۔ اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس ﷺ جس کی طرف امام قاضی خان نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھکے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اسے گلے لگائے، اور پیار کرے؟ فرمایا: نا! عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے، اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں! ترمذی نے اسے حسن بتایا۔ اس لیے امام ممدوح۔ نے اسی کی تخصیص کی۔

اب جواب امام قاضی خان کی توضیح سنیے۔ ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا، تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا۔ اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں۔

اولا: قرآن عظیم میں ہے: بیدك الخیر ٥ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ کیا اس کے یہ معنیٰ ہیں؟ کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیا: احمد، و بخاری، و مسلم، و ترمذی حضرت سعد بن مالک سے مرفوعاً راوی کہ بے شک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! عرض کریں گے: لبیك یا ربنا وسعدیك والخیر بیدیك اسی طرح تفسیر مقام محمود میں ہے: فاول مدعو محمد ﷺ فیقول لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك یعنی سب سے پہلے محمد ﷺ کو ندا ہوگی۔ حضور عرض کریں گے: الٰہی! میں حاضر ہوں۔ خدمتی ہوں۔ تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ثالثا: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قل ان الفضل بید اللہ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعا: فرماتا ہے۔ بیدہ ملکوت کل شیٔ اس کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔ کیا دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟ وغیر ذالك من الآیات والاحادیث

(جواب دوم) بلکہ بارہا لفظ ید مفرد لاتے، اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں۔

(۱) ید اللہ مبسوطة

(۲) ید اللہ ملآن

(۳) ید اللہ ھی العلیا

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده

ان سب میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل یدہ بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب

انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(۶) حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ حضور نے عرض کی: اللھم انی اسئلك من کل خیر بیدك واعوذ بك من کل شر خزائنه بیدك۔

(۷) صحیح بخاری میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے: ان داؤد النبی علیه السلام کان لایاکل الامن عمل یده داؤد نبی علیہ السلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

حالانکہ ان کا عمل زرہیں بنانا تھا۔ اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

(جواب سوم) میں موارد استعمال ومواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں۔ وہ قاعدہ ہی نہ ذکر کروں، جو خاص اس باب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا، اور ایسے الفاظ میں تثنیہ وافراد کے یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا۔

علامہ زین بن نجیم نے خطبہ اشباہ میں فرمایا: اعملت بدنی بدنی اعمال الجد مابین بصری ویدی ظنونی۔۔

اس پر علامہ ادیب احمد حموی نے فرمایا: مصنف نے لفظ ید کہا، اور مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ کہ جب دو چیزیں آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں، خواہ اصل پیدائش میں جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ کان، یا اور طرح جیسے موزے جوتے دستانے (کہ جوڑا ہی مستعمل ہوتا ہے)۔ تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا۔ اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ کہتے ہیں میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ جیسا کہ شرح حماسہ میں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس وہند میں بھی بعینہٖ رائج

جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح ـــــ اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل نہ رہا۔ اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا۔ **والحمد للہ رب العالمین**

(جواب چہارم) سب سے قطع نظر کیجیے۔ اور مان لیجیے کہ لفظ الید کا مفہوم مخالف نفی یدین ہے۔ تاہم حدیث مذکور میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ ید بصیغۂ مفرد کلام امجد سید اوحد ﷺ میں ہے ہی نہیں، سائل کے کلام میں ہے۔ اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا: کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ حضور اقدس ﷺ نے سوال کا جواب ارشاد فرما دیا کہ ہاں جائز ہے۔ یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر، نہ اس سے سوال۔ پھر اس کلام سے اس کی نسبت حکم نفی نکالنا محض خیال محال۔ دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو۔ ورنہ بالاجماع نفی تاکید ماعدا مفہوم نہ ہوگی ـــــ یہ دوسرے معنی ہیں کلام امام قاضی خان قدس سرہ کے کہ "اورا مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

(جواب پنجم) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں۔ ورنہ وہ ہرگز نہ صحیح، نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے۔ مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام یحییٰ بن قطان نے کہا: میں نے اسے عمداً متروک کیا۔ صحیح الحواس نہ رہا تھا ـــــ امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے تعجب خیز روایات لاتا ہے۔

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں، جس میں ان کے قول کی بو بھی آتی ہو، ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں۔ تاہم تحقیقات بالا نے روشن کردیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی۔ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع کیا ہو۔ یا ارشاد فرمایا ہو کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ اس کے بغیر ثبوت ممانعت کا دعویٰ محض ہوس پکانا ہے۔ یا جنون خام۔ والحمد للہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے؟

اولاً: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام بخاری نے مصافحہ کے لیے جو باب وضع کیا، اس میں سب سے پہلے اسی حدیث کا نشان دیا۔ پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا۔ باب الاخذ بالیدین اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسنداً روایت کی۔۔۔۔۔۔ اگر حضور سید عالم ﷺ کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا، تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ ہاں! اگر منکرین امام بخاری کی نسبت بھی کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ رہا بعض جہلا کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود کا تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے دونوں ہاتھ ملائے

جائیں، تو ہر ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں ہوگا، نہ کہ دونوں۔ اور جب سید عالم ﷺ کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا۔ تو ابن مسعود کی طرف سے ثبوت نہ ہونا، کیا زیر نظر رہا؟

ثانیا: اکابر علما عامہ کتب میں تصریح فرماتے ہیں: یجوز المصافحه والسنة فیها ان یضع یدیه من غیر حائل من ثوب اوغیره یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اور سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ بغیر حائل کپڑا وغیرہ کے رکھے۔

شیخ محقق شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: مصافحہ سنت است نزد ملاقات وبائد کہ بہر دو دست بود۔

ثالثا: صحیح بخاری کے اسی باب میں ہے: صافح حما دبن زید ابن المبارك بیدیه امام حماد نے عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے: میں نے حماد ابن زید کو دیکھا، اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے، تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ ــــــ یہ حماد بن زید اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ اور اجلہ ائمہ محدثین وعلمائے مجتہدین اساتذہ امام بخاری ومسلم اس جناب کے شاگرد ہوئے۔ اور دوسرے صاحب حضرت امام الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ عالم میں کون سا قدرے لکھا پڑھا ہے، جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں۔ علمائے دین فرماتے ہیں کہ تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرمادی تھیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا کہ علما فرماتے ہیں: جہاں عبد اللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے، وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے ــــــ بحوالہ صحیح بخاری ایسے دو امام جلیل

تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کردیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے۔

رابعا: ان حضرات کی عادت ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے، اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔ حضرت سے کوئی پوچھے 'کے آمدی و کے پیر شدی؟' بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اکتفا کرتے ہیں۔ یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔ لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ یاد تھیں ــــــ امام مسلم کو تین لاکھ حدیثیں۔ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں ــــــ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں۔ مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔

خیر! ایک درجہ تو یہ ہوا کہ لاکھوں حدیثیں اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں ــــــ درجہ دوم اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں، ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں۔ محض بے نشان ہوگئیں۔ اور آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے ــــــ امام مالک کے زمانے میں اسی علمانے موطا لکھیں۔ پھر سوائے موطا امام مالک، وموطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے؟ ــــــ امام مسلم کے زمانہ کو حاکم کے زمانہ سے ایسا کتنا فاصلہ تھا؟ پھر بعض تصانیف مسلم کے متعلق حاکم نے کہا کہ معدوم ہیں۔ غرض صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف۔ ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا ــــــ درجہ سوم اس سے بھی

گزرے۔ جو کتابیں باقی رہیں، ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعوی ہے؟ ـــــ درجہ چہارم اب سب کے بعد یہ فرمانا ہے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں، ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں؟ سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے؟ کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو ان کے پاس ہیں، دیکھ بھال لیا، اور اپنے زعم باطل میں جو حدیث نہ ملی، تو بے ثبوت ہونے کا دعوی کر دیا۔ حالانکہ بارہا ایسا ہوتا ہے۔ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، اور اجلہ ائمہ کو نہ ملیں۔ مثلاً حدیث " اختلاف امتی رحمة" امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمائی، اور کوئی مخرج نہ بتا سکے۔ وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اس کے بعد علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا: الامر کذالک۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت ابن عباس روایت کی۔ اسی طرح حدیث الوضو علی الوضو نور کی نسبت امام منذری نے تصریح کی: لم تقف علیه حالانکہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔ وقس علیٰ هذا۔

یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھیں کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم واحاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی، اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو، اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں، پھر کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟

ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن کہ ان احادیث میں ہو، جو علما اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بنا کس نے مانا؟ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا، اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرالینا کیسی سخت سفاہت ہے؟ ——— وجہ پنجم ان سب سے گذریے۔ بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں، اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتا دیتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح 'حق اللہ، پاک ذات اللہ کی' یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع و اعلیٰ کدھر گیا؟ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں احادیث میں ہوگی، جو آپ کو برزبان یاد ہیں۔ اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گذرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم وفہم کی حقیقت کتنی؟ اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں، اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم نہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی ''خیرات الحسان'' میں فرماتے ہیں: کسی نے امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے، ہمارے امام اعظم اس زمانہ میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے، حاضر مجلس تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے۔ امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنے ہیں۔ اور وہ حدیث مع سند روایت فرمادیں۔ امام اعمش نے کہا: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو

سنائیں، آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں؟ اے فقہ والو! تم طبیب ہو، اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو حدیث وفقہ دونوں کنارے لے لیے۔ والحمد للہ۔

خامسا: بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی۔ پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم؟ فتح القدیر میں ہے: عدم النقل لا ینفی الوجود۔

سادسا: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس ﷺ سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت۔ پھر نہ کرنا اور بات ہے، اور منع فرمانا اور بات۔ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: نہ کردن چیزے دیگر است ومنع فرمودن چیزے دیگر۔ پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے؟۔

سابعا: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے۔ جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس ومحبت ہے۔ اور بے شک یہ امور عرف وعادت قدیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو امر جس طرح جس قوم میں رائج، اور ان کے نزدیک الفت وموانست، اور اس کی زیارت پر دلیل ہو، وہ عین مقصود شرع ہوگا، جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو۔ حدیث میں ہے: جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے، اور ہاتھ ملائے، ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں۔ فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آیئے! آیئے! تشریف لایئے!۔ اور اس کے مثل کلمات ـــــ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت

نہ جانے گا۔ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے؟ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوش دلی بغرض ازیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہل یمن آئے، انھوں نے اپنے رسم کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ائتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طرح سے ہوتی، اور اس کی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا، تو شرع اسے مقرر رکھتی۔ اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔

ثامنا: جو امر نو پیدا کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع ہو، اور اس کا فعل سنت کا مزیل ورافع ہو، وہ بے شک ممنوع ومذموم ہے۔ جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت السلام علیکم کہیں، تو معززین اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں۔ اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بے شک ذم وانکار کے لائق ہے۔ اور مصافحہ سے اظہار محبت وازیاد الفت مقصود، تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید وموکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعا: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔ خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ تمام بلاد اسلام مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ سے

ہندوستان تک علما، عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہوئی، بے اصل نہیں ہوسکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لیے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

عاشرا: حدیث شریف میں ہے: لوگوں سے وہ برتاؤ کرو، جس کے وہ عادی رہے ہوں ہوں۔ لہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں میں جو امر رائج ہو، جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو، ہرگز اس میں خلاف نہ کیا جائے، بلکہ انھیں کی عادت واخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہیے۔ بلکہ اور ان کی خواہی نہ خواہی مخالفت کرنی شرعاً مکروہ ہے۔

مولانا عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: خروج از عادت اہل بلد موجب شہرت ومکروہ است۔

اعلیٰ حضرت اخیر رسالہ میں فرماتے ہیں:۔

یہ چند جملے ہیں کہ بطریق اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سرزد ہوئے۔ امید کرتا ہوں کہ مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ وابحاث فائقہ خاص قلم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔۔۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الوف الالف السلام والتحیۃ اپنے جملہ اصول وفروع میں اعلیٰ درجہ کامل، جامع فوائد نقلیہ اور مصالح حکمیہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بحکم اُدۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً۪ تمام مسائل کو مانے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے، اور قرآن وحدیث پر پورے طریقہ پر ایمان لائے، اور جملہ آیتوں کو ماننا اپنا نصب العین قرار دے۔ جتنے فرقے گمراہ، اور بے دین ہوئے، ان کی گمراہی کا اصل سبب بعض آیات پر ایمان لانا، بعض دوسری سے چشم پوشی کرلینا ہے۔ مثلاً

قدریہ: آیت کریمہ: وَمَا ظَلَمۡنٰہُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود اپنے جانوں پر ظلم کیا۔ اس آیت کو مان کر انھوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ انسان جو چاہتا ہے خود کرتا ہے۔ اور اس آیت کریمہ: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ سے چشم پوشی کرلی۔ یعنی اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے عمل کو ـــــ معلوم ہوا کہ اللہ جیسے انسانوں کا خالق ان کے افعال واعمال کا بھی خالق ہے۔ انسان اپنے افعال میں مستقل نہیں کہ جو چاہیں کریں، مشیت ایزدی کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اسی طرح

جبریہ: آیت کریمہ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ وہ سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اور اس آیت کریمہ ذٰلِکَ جَزَیۡنٰہُمۡ بِبَغۡیِہِمۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ۝ سے چشم پوشی

کر لی۔ یعنی یہ جزا دیا ہم نے ان کو ان کی سرکشی کے سبب اور یقیناً ہم سچے ہیں ـــــ تو پہلی آیت کی بنا پر انھوں نے اعتقاد قائم کیا کہ انسان کچھ نہیں کرتا، وہ مجبور محض ہے۔ جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اسی طرح

خوارج: اس آیت کریمہ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی بے شک فجار جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں داخل ہوں گے ـــــ اس سے عقیدہ قائم کیا کہ گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی، کبیرہ کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔ اور اس آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۝ یعنی بے شک اللہ نہیں بخشتا ہے شرک کو اور شرک سے نیچے کا گناہ جس شخص کا چاہے بخش دیتا ہے ـــــ اس آیت سے چشم پوشی کرلی۔ اسی طرح بے دین

مرجیہ: آیت کریمہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اسی بنا پر یہ عقیدہ رکھا کہ ایمان کے بعد کوئی برا عمل نقصان نہیں دیتا۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اچھا کام مفید آخرت نہیں۔ اور اس آیت کریمہ میں مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۝ سے چشم پوشی کرلی۔ یعنی جو شخص برا کام کرے گا اس کی سزا دیا جائے گا ـــــ اسی طرح

وہابیہ: اس آیت کریمہ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا هُوَ ۝ پر ایمان لائے۔ یعنی آسمان وزمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور اس بنا پر حضور اقدس ﷺ سے علم غیب کی نفی کر ڈالی۔ اور صاف لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر کسی تاویل سے بھی

ہو، ایہام شرک سے خالی نہیں۔ اوران آیات لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کہ نہیں غالب کرتا ہے اپنے غیب پر کسی کومگر جسے پسند کرے اپنے رسول سے۔ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ کہ وہ نہیں کہ ایسے عام لوگوں کوغیب پر مطلع کردے اور لیکن چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہے۔ اور وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ کہ یعنی نہیں ہے یہ رسول غیب کی بات بتانے میں بخیل۔ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا کہ اور سکھادیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔ تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ کہ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں سے آنکھیں میچ لیں۔

غرض تقدیر وتدبیر کے مسئلہ میں بھی لوگ دوگروہ ہوگئے ہیں۔

ایک کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے، سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔ اور جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کرسکتا ہے؟ بس انسان مجبور محض ہے۔ اس سے باز پرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیا، فلاں کیوں نہیں کیا؟ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔ جو شخص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، وہ جھک مارتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ بالکل اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وجماعت نے دو رسالے لکھ کر ان دونوں کا بہترین فیصلہ اور ان دونوں معضل ومشکل مسئلوں پر مبسّط روشنی ڈالی اور تحقیق فرمائی ہے۔ ایک کا نام التحبیر بباب التدبیر اور دوسرے کا ثلج الصدر لایمان القدر ہے۔ دونوں رسالوں کے دیکھنے سے حق واضح ہوجاتا ہے۔

رسالہ التحبیر کی ابتدا حسب عادت مستمرہ اس خطبہ سے فرمائی ہے۔

الحمد للّٰہ الذی قدر الکائنات ÷ وربط بالاسباب المسببات ÷ والصلاۃ والسلام علی سید المتوکلین سرا وجھرا ÷ وامام العالمین والمدبرات امرا ÷ وعلی آلہ وصحبہ الذین باطنھم توکل ÷ وظاھرھم فی الکد والعمل۔۔

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔قال تعالیٰ: کُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ وقال تعالیٰ: وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝ وقال تعالیٰ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ الیٰ غیر ذالک من الآیات والاحادیث مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔دنیا عالم اسباب ہے۔رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا،اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو۔جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا،کفار کی خصلت ہے۔یوں ہی تدبیر کو محض عبث ومطرود وفضول ومردود بتانا،کسی کھلے گمراہ،یا سچے مجنون کا کام ہے۔جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض،اور انبیا وصحابہ وائمہ واولیا سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل؟ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان؟ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے،اور اس کی راہیں بتاتے،اور خود کسب حلال میں سعی کر کے رزق طیب کھاتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ السلام کی بکریاں اجرت

پر چرائیں۔

خود حضور پر نور سید المرسلین ﷺ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان غنی ——— عبد الرحمن بن عوف بڑے نامی تاجر تھے ——— امام اعظم بزازی کرتے۔

بلکہ کوئی منکر تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو، آخر اپنے لیے کھانا پکاتا، یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منھ تک لانا، چبانا، نگلنا، یہ بھی تدبیر ——— تدبیر کو معطل کرے، تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے، تو بے کھائے جیے گا۔ یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا۔ یا خود بخود معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا۔ اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری وسیرابی پیدا فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے، تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں (کثرت سے) کھاجائے، کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقاو جوع البقر میں کیا ہوتا ہے؟ وہی کھانا پانی جو پہلے سیر وسیراب کرتا تھا، اب کیوں محض بے کار جاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیے بھوک پیاس، پاس نہ آئے۔ جیسے زمانہ دُجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب وغذا زندگی گزارنا کسے نہیں معلوم؟ مگر یہ

انسان میں خرق عادت ہے، جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت۔ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خورونوش نہ کرنے کا عہد کرلے، اور بھوک پیاس سے مر جائے، تو بے شک حرام موت مرے، اور اللہ تعالیٰ کا گنہ گار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ؕ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو ؎

گرچہ مردن مقدرست ولے ÷ تو مرو در دہان اژدرہا

ہم نے مانا! کہ منکر تقدیر اپنے دعوی پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کر کے، پیمان واثق کرلے کہ اصلاً دست وپا نہ ہلائے گا، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ یہ کیا تدبیر نہیں؟ کہ دعا خود مؤثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ رب جل جلالہ فرماتا ہے: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے۔ پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ بلکہ خلافت وسلطنت وقضا وجہاد وحدود وقصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ انتظام عالم وترویج دین ودفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

[illegible]

ب:-

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ وغیرہا تمام اعمال دینیہ خود ایک

تدبیر اور رضائے الٰہی وثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب وغضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ قال تعالیٰ: وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوْرًا ۝ اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جولکھا ہے، اسے وہی راہ آسان اور اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل ہو تو دین وشرائع وانزال کتب وارسال رسل وایتان فرائض واجتناب محرمات معاذ اللہ سب لغو وفضول وعبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجار کردیں۔ دین ودنیا سب یک بارگی برہم ہو جائیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

نہیں! نہیں! بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب ومسنون ہیں۔ جیسے دوا ودعا۔ حدیث میں ہے: لایرد القضاء الا الدعاء تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یعنی قضائے معلق۔ دوسری حدیث میں ہے: تداووا عباد اللہ فان اللہ لم یضع داء الا وضع له دواء غیر داء واحد الهرم خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا ـــــ اور تدبیر کی بعض صورتیں فرض قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدر سد رمق کھانا پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مخمصہ شراب ومردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال معاش کی سعی وتلاش، جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث شریف میں ہے: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔

اس مضمون واعلیٰ حضرت نے بکثرت احادیث سے ثابت فرمایا۔ اور

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ:

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاشِ حلال وفکر معاش وتعاطی اسباب ہرگز منافی توکل نہیں، بلکہ عین مرضی الٰہی ہے۔ کہ آدمی تدبیر کرے، اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔ اسی لیے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ اپنی اونٹنی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں، یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: قیدو توکل باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

ع برتوکل زانوئے اشتر بہ بند

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش وتدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھنے کی ہدایت فرمائی۔ قال تعالیٰ: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

یمن کے کچھ لوگ بے زادراہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکل ہیں ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا، توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا: کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈھو۔

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے؟ وہ خود ایک تقدیر ہے۔ اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے روگرداں نہیں۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی گئی: دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا: الدواء من القدر

ینفع من یشاء بما شاء اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔

ہاں! یہ بے شک ممنوع و مذموم ہے کہ آدمی ہمتن تدبیر میں منہمک ہو جائے، اور اس کی درستی میں جا و بے جا، نیک و بد، حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بے شک اسی سے صادر ہوگی، جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا۔ شیطان اسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑے تو کار براری ہے، ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب این و آں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے، اور ذلت و خواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغا بازی جس طرح بن پڑے، اس کی راہ لیتا ہے۔ حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا، ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علو ہمت، و صدق نیت، و پاس عزت، و لحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا ہے، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کی پاؤں میں تیشہ مارا، اور حرص و گناہ کی شامت نے خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنایا۔

اس مضمون کو بکثرت احادیث سے مدلل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:-

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش و تدبیر کی طرف ہدایت فرمائی۔ مگر حکم دیا کہ شریعت و عزت کا پاس رکھو۔ تدبیر میں بے ہوش و مدہوش نہ ہو جاؤ۔ دست در کار و دل بایار۔ تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ۔ ظاہر میں اِدھر باطن میں اُدھر۔ اسباب کا نام، مسبّب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے۔ یہی روشِ ہدیٰ ہے۔ یہی مرضی خدا۔ یہی سنت انبیا۔ یہی سیرت اولیا علیہم جمیعا الصلاۃ والثناء۔

بس اس بارے میں یہی قول فیصل وصراط مستقیم ہے۔ اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا، دونوں معاذ اللہ گمراہی، ضلالت، یا جنون وسفاہت۔

آخیر رسالہ میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

اس تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس نصوص ذکر کیے، اور صدہا بلکہ ہزارہا کے پتے دیئے۔ یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انھیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض، اور خدا اور رسول پر کھلا اعتراض۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

موضع کٹوار ہاکھیری مُلک اودھ سے جناب سید محمد مظفر حسین صاحب خلف جناب سید رضا حسین صاحب تعلقہ دار نے ۲۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو یہ سوال بھیجا۔

چہ می فرمانید علما دین دریں مسئلہ ——— قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے ——— اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں ——— تو پس کیوں کر خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادۂ پروردگار عالم کے ہیں۔تو جب کسی کام کا اردہ اللہ تعالیٰ نے کیا، تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا، تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہوسکتا ہے؟ یھدی من یشاء کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی، وہ ہوگا ——— پس انسان مجبور ہے، اس سے باز پرس کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا ——— علم اور ارادہ میں بین فرق ہے۔ یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے ——— پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسے ہی ہدایت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس سوال کے جواب میں ١٦ صفحے کا مختصر

جامع ونافع رسالہ مسمیٰ بہ ثلج الصدر لایمان القدر تصنیف فرمایا۔ جس کی ابتدا حسب دستور و عادت شریفہ خطبہ و دعا سے فرمائی۔

اللهم هداية الحق و الصواب ٥ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنامن لدنك رحمة انك انت الوهاب ٥ رب انی اعوذ بك من همزات الشيطان واعوذبك رب ان يحضرون ـ

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات و جوارح عطا فرمائے۔ اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور ان کے ارادے کا تابع وفرماں بردار کردیا کہ اپنے منافع حاصل کریں، اور مضرتوں سے بچیں ـــــ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا، جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر وشر، نفع وضرر، یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے ـــــ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس ویاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا، ان میں لغزش کرنے ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا انبیا بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی۔ کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت وگمرہی پر پردہ نہ رہا۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ؕ

بایں ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی

کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے ـــــ ہاں! یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنے غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے ،مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ مثلاً اس نے ہاتھ دیئے ،ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قدرت رکھی۔ تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا لگانا، اٹھانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی۔ اسے نیک وبد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق وناحق کی بھلائی برائی صاف جتادی ـــــ زید نے وہی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی۔ اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی ـــــ تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی، بارادۂ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا، یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس وجن وملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے، تو اٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی ـــــ اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا تو زمین آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیلے پر ڈال دیے جاتے ،تام کو بال برابر نہ جھکتی ـــــ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی ـــــ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد، اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی بات ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں، اور خراش تک نہ آئی۔ گولیاں لگیں، اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں۔ شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں ـــــ تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا و بارادۂ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا، اور اس طرف اپنے جوارح آلات کو پھیرا۔

اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے، تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا، بلکہ بار ہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا، اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا ـــــ اور اگر قتل ناحق ہے، تو یقیناً زید پر الزام ہے، اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفت حکم شرعی اس شئی کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا، جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنی غضب اپنے ناراضی کا کام بتایا تھا۔

غرض فعل، انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا۔ اور یہ برے کا ارادہ کرے، اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا ـــــ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں۔ اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو! یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں۔ اور خبر دار! یہ زہر ہے، اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے ـــــ ان ناصح اور

خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہونچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اوٹھا کر پی، اور کچھ نے زہر کی ــــــ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا کے ہی بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے منھ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منھ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے اندر لینے کی طاقت، اور خود منھ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے ــــــ اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ اور ہو گا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے، تو منوں شہد پی جائے، کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے ــــــ یو ہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے؟ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اور ہو گا تو اسی کے ارادہ سے ہو گا۔ وہ نہ چاہے، تو سیروں زہر کھا جائے، اصلاً بال بانکا نہ ہو گا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے۔ بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین و آفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفریں ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خود کشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو! اول سے آخر تک جو کچھ ہوا، سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے، سب اللہ ہی کے مخلوق تھے۔ اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے، اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں، ان زہر نوشوں کو

مجرم بتاتی ہیں۔ پھر کیوں بتاتی ہیں؟ نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا ـــــ آدمی پانی پیتا ہے، اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے۔ مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے، جو صاحب سارے جہان کا ہے ـــــ اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا، اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہونچنا، اور وہاں جا کر اسے فاسد کردینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے، نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں، جو ہونی ہے، ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا، تو اس ارادہ سے باز آتے ہی، زہر باطل ہو جانا لازم تھا۔ مگر نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟۔ ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتادیئے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتادیے تھے۔ دست ودہان وحلق اس کے قابو میں کردیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دیدی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا، اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کردیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا، بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اس کے پینے کا عزم لایا۔

وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے۔ وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ قصد کرے، اور وہ خلق فرمادے۔ اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا، اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا۔ پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پاسکتا ہے؟ ـــــ انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار رہونا، ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کرسکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا، اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے، ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اوپر کودنا اپنے ارادہ و اختیار سے تھا، اگر نہ چاہتا، نہ کودتا۔ اور یہ حرکت تمام ہوکر اب زمین پر آنا، اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ ولہٰذا اگر رکنا چاہے، تو نہیں رک سکتا۔

پس یہی ارادہ، یہی اختیار، جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے، عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر و نہی، جزا و سزا، ثواب و عقاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلاریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا بنا سکتا تھا۔ یوہیں اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ سب کچھ اسی نے دیا، اور اسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے، تو ہم پتھر ہوگئے۔ قابل سزا و جزا و بازپرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے؟

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ واختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ واختیار ہوئے، یا مضطر ومجبور ونا چار؟

صاحبو! تمہاری اور پتھر کی حرکت میں کیا فرق تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا، اور تم میں اللہ نے یہ صفت پیدا کی ـــــ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے سے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کردیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی الٹی مت ہے؟

اللہ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے ـــــ یوہیں اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا، اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں۔ تو مختار کردہ ہوئے، خود مختار نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندہ کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا وسزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر ومثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے۔ اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکما، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا۔ اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہونچنا ہے، کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ مگر طاعت والے تعریف کیے جائیں گے، اور تمرد والے مذموم وملزم ہوکر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ یغفر لمن یشاء باقی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین له الحکم والیه ترجعون۔

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔ ہاں!

یہ ضرور فرمایا کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان ابھی ہو چکا۔ اور آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجیے؟ فرمایا: گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجیے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص حضور میں حاضر ہے، وہ کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے۔ مولی علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اسے دیکھا تو تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی، اور فرمایا: تو کام کی قدرت کا خدا کے ساتھ مالک ہے، یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا، ورنہ کافر ہو جائے گا، اور میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے، نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے، جس کی کنہ، راز خدا، اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ

ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا ——— ایک صاحب نے اس بارہ میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ ارشاد فرمایا: کیا زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟ افیعصی قھراہ یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو، مگر اس نے کرہی لیا۔ تو اس کا ارادہ زبردست پڑا ——— گویا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں، پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کرہی گزرتے ہیں۔ حاشا! وہ ملک الملوک، بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے علم کے ایک ذرہ جنبش کرسکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟۔

اس کا جواب ابن ابی حاتم واصفہانی ولال کائی وخلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں: مولیٰ علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! تجھے اس لیے پیدا کیا، جس لیے اس نے چاہا۔ یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے، یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم! تو اس کے سوا کچھ اور کہتا، تو تیرا یہ سر، جس میں تیری آنکھیں ہیں، تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا۔ اور جا چاہے گا کرے گا۔ بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا، بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔ یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ کافی ووافی وصافی وشافی۔ جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے۔ اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم..........

رؤیائے صادقہ، اکابر کا دیدار پُر انوار

ملفوظات حصہ سوم میں ہے:-

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے فرمایا: حضرت جد امجد ﷫ کو میرے ساتھ اس وقت تک وہی محبت ہے جو پہلے تھی۔ میرے جد امجد ﷫ کے ایک حقیقی بھتیجے تھے۔ انھوں نے کوئی دقیقہ میری برائی میں اپنے نزدیک اٹھا نہ رکھا۔ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جد امجد ﷫ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور وہ صاحب پائتی میں بیٹھے ہیں؛ اور چند بات کرنا چاہتے ہیں، حضرت جواب نہیں دیتے اور متوجہ نہیں ہوتے۔ اتنے میں، میں حاضر ہوا۔ حضرت مجھے دیکھ کر فوراً سروقد کھڑے ہوئے اور فرمایا: آیئے مولانا! تشریف لایئے۔ باوجودیکہ میں ان کی جوتی کی خاک۔ مگر حضرت نے مجھے نہایت تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا، اور جب تک میں بیٹھا رہا حضرت برابر میری طرف متوجہ رہے۔ دو روز ہوئے تھے کہ لکھنؤ سے خمیرہ آیا تھا حضرت حقہ ملاحظہ فرما رہے تھے مجھے خواب میں خمیرہ یاد آیا میں اٹھا اور عرض کیا: میں لکھنؤ کا خمیرہ بھرتا ہوں۔ سنتے ہی گھبرا گئے، اور فوراً کھڑے ہوگئے فرمانے لگے: مولانا! آپ تکلیف نہ فرمایئے، مولانا! آپ تکلیف نہ فرمایئے، اور مجھے بٹھالیا —— میری محبت کے سبب اپنے حقیقی بھتیجے سے کلام نہ فرمایا۔

ایک دن میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت جد امجد ﷫ تشریف لائے، اور ایک صندوقچی عطا فرمائی، اور فرمایا: عنقریب آنے والا ہے

وہ شخص جو تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا ــــــ دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے، اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے، وہاں جا کر شرف بیعت حاصل کیا۔

ایک مرتبہ جائیداد کا جھگڑا تھا، اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رزق بند ہونے کے اسباب تھے۔ اسی دوران میں خواب دیکھا کہ حضرت جد امجد ﷫ عربی گھوڑے پر سوار، تمام اعضا نہایت روشن، عربی لباس میں تشریف لائے۔ میں اسی پھاٹک میں کھڑا تھا۔ حضرت قریب آ کر گھوڑے سے اترے، اور فرمایا: بشیر الدین وکیل کے یہاں جانا ہے۔ آنکھ کھلی میں نے کہا: اب مقدمہ فتح ہو گیا، چنانچہ صبح ہی کو مقدمہ میں فتح یابی ہو گئی۔

آٹھ دس برس ہوئے رجب کے مہینہ میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں: احمد رضا! اب کی رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی، اور زیادہ ہوگی، روزہ نہ چھوڑنا۔ یہاں بحمد اللہ تعالیٰ جب سے فرض ہوئے کبھی نہ سفر میں نہ مرض کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا۔ خیر! رمضان شریف میں میں بیمار ہوا، اور واقعی بہت بیمار ہوا، مگر بحمد اللہ تعالیٰ روزے نہ چھوڑے۔

گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متصل ایک صاحب کی تھی وہ ایک سود خور کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ ان سے کہا گیا، مخالفت کی وجہ سے انھوں نے نہ مانا۔ والد ماجد صاحب خواب میں تشریف لائے، اور فرمایا: مجھے نہیں دیتے؟ سود خوار کو دیتے ہیں، اور ملے گی مجھی کو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک بار بیمار ہوا، اور شدت کا درد ہوا، آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضرت والد ماجد اور مولوی برکات احمد صاحب مرحوم، جو والد ماجد سے پڑھا کرتے تھے، تشریف لائے۔ مولوی برکات احمد صاحب نے پوچھا: مزاج کیسا ہے؟ میں نے کہا: درد کی شدت ہے۔ دعا کیجیے کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ یہ کہا ہی تھا کہ والد ماجد کا چہرہ سرخ ہو گیا؛ اور فرمایا: ابھی تو باون برس مدینہ طیبہ میں۔ اب اس کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ کہ باون برس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی، چنانچہ دوسری حاضری میں میری عمر باون برس کی تھی۔ یا یہ کہ اس وقت سے باون برس بعد مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی، اور خدا سے امید ہے کہ ویسا ہی کرے۔ آمین

ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا کئی روز سے۔ والدین کریمین کو خواب میں دیکھا، والدہ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا۔ والد صاحب نے فرمایا: تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔ مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔

ایک بار میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے بہت نفیس اور اونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا، اور فرمایا: گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت ﷺ کی۔

ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت والد ماجد ان سے ناراض ہو گئے، فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں اور گاؤں کے کام پر معتمد آدمی درکار تھا، اور ان سے بڑھ کر اور کون معتمد ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت والد ماجد کی

ممانعت تھی، سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے، اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ انھیں کو گاؤں کا کام دے دو۔ چنانچہ صبح ہی کو میں نے انھیں گاؤں کو بھیج دیا۔

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:۔

میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے خالہ زاد بھائی الف کے نام ب نہ جانتے تھے۔ یہاں ایک شخص صوفی بنے ہوئے تھے ان کے پاس آمد و رفت زیادہ تھی انھوں نے تفضیلیہ کرلیا۔ میرا پندرہ سولہ برس کا سن تھا، میں انھیں حدیثیں سناتا اور سمجھاتا کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ تفضیل باطل ہے۔ مرتے وقت اپنی بیوی کو بلا کر کہا میرا بھتیجا مجھے سمجھایا کرتا تھا، اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اب میں سمجھا کہ وہی حق تھا، تم شاہد رہو کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو احمد رضا کا ہے۔ میں نے ان کو ایک روز خواب میں دیکھا۔ کہنے لگے: تم نے وہ حدیث مجھ سے نہیں بیان کی تھی کہ جو دنیا میں ہنستے ہیں وہ وہاں روتے ہیں، اور جو دنیا میں روتے ہیں وہ وہاں ہنستے ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان صاحب قدس سرہ کا وصال ہوا تو اپنے پیر مرشد برحق اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کو رؤیا میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الاماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟ او لفظا هذا معناه فرمایا: آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے۔ رحمهما الله تعالیٰ رحمة واسعة

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لم يبق من النبوة الا

المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤيا الصالحة رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ وزاد مالک یراھا الرجل المسلم اوتری له و لاحمد وابن خزیمة وابن حبان وصححاہ عن ام کرز ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات وللطبرانی فی الکبیر عند حذیفة بسند صحیح ذھبت النبوۃ بعدی الا المبشرات أی الرویا الصالحة یراھا الرجل اوتری له

یعنی نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں ہاں بشارتیں باقی ہیں یعنی اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے۔یااس کے لیے دیکھا جائے۔

الحمدللہ! اس رسالہ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین) کے زمانہ تصنیف میں مصنف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں، چند وہابی آئے، اور رسول اللہ ﷺ کی افضلیت مطلقہ میں بحث کرنے لگے۔ مصنف نے دلائل صریحہ سے انھیں ساکت کر دیا کہ خائب وخاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا۔ (یہ مسجد شارع عام پر واقع ہے۔ دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ اس سے اتر کی سڑک ملتی ہے اس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کا مندر اور کنواں ہے)، مصنف ابھی زینہ سے نہ اترا تھا کہ بائیں طرف سے ایک مادہ خوک اور اس کے ساتھ اس کا بچہ سڑک پر آتا دیکھا، جب زینہ مذکور کے پاس آئے تو اس بچہ نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا۔ اس کی ماں نے دوڑ کر اسے روکا، اور غالباً اس کے منہ پر طمانچہ مارا بہر حال اسے سختی کے ساتھ جھڑکا، اور ان وہابیہ کی طرف اشارہ کر کے بولی دیکھتا نہیں یہ تیرے بڑے اس سے جیتے نہیں، تو اس پر کیا حملہ کرے گا؟ یہ کہہ کر وہ سؤر یا اور اس کا بچہ دونوں اس ہندو کنویں کی طرف بھاگ کر چلے گئے۔ الحمد للہ رب العالمین

اس خواب سے مصنف نے قبول رسالہ پر استدلال کیا۔ وللہ الحمد

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں، اور بہتر طور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، جسے روشن کرنا چاہتا ہوں۔ دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں، وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں۔ اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور سید المرسلین ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ واللہ العظیم! حضور اقدس ﷺ کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہو گئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا، یا زمین میں سما گئے۔ حضور پرنور انیس بے کساں، مولائے دل وجاں ﷺ اپنے اس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو، اور بکمال رحمت ارشاد فرمایا: پھونک مار، اللہ روشن کردے گا۔ مصنف نے پھونکا، وہ عظیم نور پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (آخیر رسالہ تجلی الیقین)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے ۱۳۰۶ھ میں کسی نے دربارۂ مصافحہ سوال کیا: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے کرتے، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے، یا غلط؟

اعلیٰ حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے جواز اور مقلدوں کے دعویٰ کے ابطال میں ایک مستقل رسالہ چالیس صفحوں کا مسمیٰ بنام صفائح اللجین فی کون التصافح بکف الیدین تحریر فرمایا۔ اسی میں فرماتے ہیں: یہ مسئلہ فقیر غفر لہ المولیٰ القدیر سے روز جمعہ ۱۹؍ ذی القعدہ ۱۳۰۶ھ کو

بعد نماز جمعہ پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا، اور از اں جا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس، قلت مہلت تھی، خیال کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل انشاء اللہ تعالیٰ تحریر جواب کی کفیل ہوگی۔ اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا۔ ناگاہ شب سہ شنبہ ۱۳/ ماہ مسطور کے سر بشمال ورو بقبلہ میں سویا، اور نصیب بیدار تھا۔ خاص صبح کے وقت بحمد اللہ تعالیٰ خواب دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام غلام، مرشد الانام، قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابو المحاسن، فخر الملۃ والدین، ابو المفاخر حسن ابن امام بدر الدین منصور بن امام شمس الدین محمود ابو القاسم ابن عبد العزیز اور جندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قدس اللہ تعالیٰ سرھم و افاض علینا فوزھم (جن کے فتاویٰ کے لیے شرقاً غرباً اعلیٰ درجہ پر اعتبار واشتہار، اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس، اعظم عمائد سے ہونا عالم آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا، متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبان فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے: "مستند ایشاں حدیث انس است و اوراً مفہوم نیست" لفظ یہی تھے، یا اس کے قریب۔ معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلب فقیر میں القا ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ اسے (خواب کو) امر عظیم جانتے اور اس کے سننے پوچھنے بتانے اور بیان فرمانے میں نہایت درجہ کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ہے۔

حضور پرنور ﷺ نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے: هل رأ احدا الليلة الرؤيا آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا حضور تعبیر فرماتے۔ احمد و بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی وابن ماجه والطبرانی وحکیم ترمذی وابن جریر وابن عبد البر وابن النجار وغیرهم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس وابو ہریرہ وعبادہ بن صامت وابو سعید خذری وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عمرو وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس وجابر بن عبد اللہ وعوف بن مالک وابو رزین عقیلی وعباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے۔ (حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں، چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پچاسواں، ستر واں، چھہترواں ٹکڑا سب وارد ہیں۔ لہٰذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا، اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ) صحیح بخاری ابو ہریرہ اور صحیح مسلم وسنن ترمذی میں عبد اللہ بن عباس واحمد وابن ماجہ وخزیمہ وحبان کے یہاں صحیح ام کرز کعبیہ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ اور معجم کبیر طبرانی میں...... صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی وهذا لفظ الطبرانی حضور لامع النور ﷺ فرماتے ہیں: ذهبت النبوة فلا نبوة بعدی الا المبشرات الرویا الصالحة یراها الرجل او تری له نبوت گئی اب میرے بعد نبوت ہو گی مگر بشارتیں وہ کیا ہیں نیک خواب کہ آدمی خود دیکھے یا اس کے لیے دیکھی جائے۔ اس طرح احادیث امبارہ میں متوافر اور اس کا عظیم محکم بالشان ہونا نبی ﷺ سے متواتر ان کی تفصیل موجب تقویم اور احمد و بخاری و ترمذی

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اذا رأ احدکم الرؤیة یحبّھا فانما ھی من اللہ علیھا ولحدیث بھا غیرہ جب تم میں کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہوتو وہ اللہ کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بےنوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل رکن شریعت، ہادی ملت، اس پر اپنا پرتوِ اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد وارشاد کے لیے غریب خانہ پر بنفس نفیس کرم فرمائے، اور بے سابقہ عرض ودرخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دین وردمخالفین تعلیم کرے کہاوہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم وشدید گناہوں کے میرا رؤف ورحیم مولیٰ عزوجل میرے ساتھ ایک خاص نظر رکھتا ہے، اور مجھے ذلیل وبے وقعت خوار بے حیثیت کا افنا بھی اس بارگاہ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرائے۔

فالحمد للہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات والصلاۃ والسلام علیٰ کنز الفقراء حرز الضعفاء عظیم الرجاء عمیم العطیات وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی، اس پر شاد ہوئے، اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی۔ صحیحین میں ہے ابوحمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا، جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کا وظیفہ مقرر کردیا، اور اس روز انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سے

دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے متعلق سوال ہوا، اور وہابیہ جو ایک ہاتھ سے مصافحہ پر زور دیتے ہیں، اس کے متعلق دریافت حال ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس وقت امام قاضی خاں کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: 'مستند ایشاں حدیث انس است واورا مفہوم نیست' اس خواب کو رسالہ مبارکہ صفائح اللجین میں ذکر کر کے تحریر فرمایا: فقیر غفر اللہ تعالیٰ کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لیے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے، اگر چہ احادیث صحیحہ سے ثابت الیٰ آخر ما فات واجاد میں نے عام سنی بھائیوں کی وسعت معلومات کے لیے اس کو نقل کر دینا مناسب جانا۔

بیعت وارشاد

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ایک زمانہ تک براہ تواضع وانکساری کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ جب حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی بریلی شریف تشریف لاتے، تو سب لوگوں کو انھیں سے بیعت ہونے کی تلقین کرتے۔ اور اس میں فقط اہل شہر یا دوسرے حضرات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ اپنے اعزہ واقارب حتی کہ اپنے صاحبزادوں کو بھی حضرت میاں صاحب قبلہ سے ہی بیعت کرایا۔ لیکن جب لوگوں کا شوق غالب ہوا، اور بعض حضرات نے اصرار کیا کہ مجھے تو حضور ہی سے اعتقاد ہے، میں تو حضور ہی سے مرید ہوں گا۔ اور حضرت میاں صاحب نے بھی بہت مجبور کیا کہ جب حضرت پیرومرشد نے اجازت وخلافت عطا فرمائی ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ سلسلہ کو پھیلائیں، اور لوگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں۔

اجرائے سلسلہ کے لیے خواب میں پیرومرشد کا حکم: مقربان خاص سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پہلے جو مرید ہونے کے لیے عرض کرتا تھا، تو اسے سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز یا حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عالم رؤیا میں اپنے شیخ کامل خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:-

آپ سلسلہ کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں، کیوں نہیں مرید کیا کرتے؟

اس حلم وبشارت کے بعد مجبوراً بیعت لینی شروع فرمائی۔

جن کی قسمت میں قسام ازل نے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہونا تحریر فرمادیا تھا، اطراف واکناف عالم سے آ آکر داخل سلسلہ عالیہ ہوتے: اور یہ صرف صوبہ ممالک مغربی وشمالی آگرہ واودھ ہی تک نہ محدود رہا، بلکہ ہندوستان کے اکیس صوبوں، اسلامی ریاستوں اور رعایائے راجگاں راجپوتانہ وغیرہ سے تجاوز کر کے بیرون ہند کابل، ایراں، ترک سے بھی بڑھ کر عرب، روم، شام حتی کہ حرمین محترمین تک آپ کے مریدوں کا سلسلہ وحلقہ پہنچا ہوا ہے۔

سلسلۂ بیعت: اعلیٰ حضرت قبلہ کو اپنے پیرومرشد برحق قدس سرہ سے اجازت وخلافت جملہ طرق کی حاصل تھی، اور سب طریقوں میں بیعت کے مجاز تھے۔ مگر حضور کو سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ تھا۔ عام طور پر اسی میں بیعت کرتے۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص طور پر خصوصیت کے ساتھ کسی خاص طریقہ میں بیعت کی تمنا کرتا، تو اس کو اس طریقہ میں بیعت فرماتے۔ یا بعض موقع پر کسی خاص طریقہ سے ملاحظہ فرماتے، تو اسے اسی طریقہ میں مرید فرماتے۔ ورنہ عام طور پر سلسلہ قادریہ میں سب کو داخل فرماتے۔

بیعت کرنے کا طریقہ: بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اکثر بعد نماز مسجد ہی اور کبھی کبھی دولت کدہ پر بھی غیر وقت صلاۃ میں بیعت ہونے والے کو فرماتے کہ وضو کر لیجیے، اور اگر وقت مکروہ نہ ہوتا تو دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کو فرماتے۔ اس کے بعد داہنا ہاتھ دائیں دست مبارک اور بایاں ہاتھ بائیں دست مبارک میں لے کر دوزانو خود بیٹھتے، اور مرید ہونے والے کو بھی

اسی طرح بیٹھنے کو فرماتے۔ پھر آیہ کریمہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ سے اَجْراً عَظِیْماً تک تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد مرید ہونے والے کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ پھر فرماتے کہو:-

یا اللہ مجھے توبہ دے گناہوں سے، اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ، میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا، شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا، اور تیری توفیق سے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں دیا۔ خداوندا! تو مجھے ان کے غلاموں میں قبول فرما، اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرینی لایا ہوتا تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست مبارک سے تھوڑی سی مٹھائی اس کو دیتے، اور فرماتے کہ تم خود ہی کھانا، اس میں سے کسی کو نہ دینا۔ باقی شیرینی تمام حاضرین پر تقسیم کر دی جاتی۔ اور اگر کوئی شخص غربت و ناداری یا کم وقت ہونے کی وجہ سے مٹھائی نہیں لاتا تو اس کو ضروری بھی نہیں جانتے۔ مرید کرنے کے بعد فاتحہ پڑھ کر بزرگان سلسلہ کو ایصال ثواب فرما دیتے۔

طریقۂ بیعت میں نے یہ دیکھا کہ جو شخص مرید ہونا چاہتا کچھ مٹھائی اگرچہ بتاشہ ہی سہی، لاتا۔ اگر باوضو ہوتا ورنہ وضو کرایا جاتا، اور اپنے روبرو دوزانو بٹھا کر خود بھی دوزانو ہو کر اسے اتنا قریب فرما لیتے کہ آپ کے زانوئے مبارک اس کے زانو سے مل جاتے۔ اس کے بعد چشمان مبارک بند کر کے کچھ پڑھتے، پھر بصورت مصافحہ اس کے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر یہ الفاظ تلقین فرماتے:-

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا اللہ ،یارحمٰن ،یارحیم مجھے توبہ دے گناہوں سے ،اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ، میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا ،شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا ،اور سنیوں کے مذہب پر ہمیشہ قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں دیا، خداوندا تو مجھے ان کے غلاموں (یا باندیوں) میں قبول فرما،اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرینی لایا ہوتا،تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست مبارک سے تھوڑی سی مٹھائی اس کو دیتے اور فرماتے کہ تم خود ہی کھانا اس میں سے کسی کو نہ دینا۔اور بقیہ شیرینی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ یہ حاضرین کو تقسیم کر دیجیے۔

عورتوں کو بیعت کرتے وقت پردے کا حکم: کاشانۂ اقدس کے شمالی رویہ دالان کے درمیانی محراب میں ایک ڈوری بندھی ہوئی رہتی تھی ،جس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔جب کوئی عورت بیعت کے لیے آتی ،پردہ کے اس پار انہیں بٹھاتے۔اور اپنا رومال مبارک بجائے ہاتھ میں ہاتھ لینے کے بڑھا دیتے۔اس کا ایک سرا عورت پکڑتی ،اور دوسرا حضور کے دست مبارک میں ہوتا،اور کلمات توبہ تلقین فرماتے۔

بیعت سے مقصود : جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ بیعت سے مقصود صرف مریدین کی تعداد بڑھانی نہ تھا۔ بلکہ اصلاح عقائد واعمال وتزکیہ نفس۔ اسی لیے مرید ہونے کے بعد اصلاح

عقائد و اعمال کی چند نصیحتیں ضرور فرماتے، اور چند اعمال کی ترغیب دیتے، اور شجرہ مبارکہ ایک مرتبہ روزانہ پڑھنے، اور بزرگان سلسلہ کو فاتحہ بخشنے کی ضرور تاکید فرماتے۔ اور اس کا اس قدر خیال رکھتے کہ شجرہ شریفہ کے آخر میں اس کو چھاپ کر شائع فرمادیا تھا۔ تاکہ ہر مرید کے پیش نظر بروقت وہ سب باتیں رہیں۔ پھر مختصر سی روزمرہ کی ضروری ومفید دعائیں، **ماقل و کفی من ادعیۃ المصطفی** بنام تاریخی **الوظیفۃ الکریمۃ** مریدین کے روزمرہ پڑھنے کے لیے بھی چھاپ دیا تھا۔ جن کا اس جگہ نقل کردینا فائدے سے خالی نہیں۔

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے۔ غالباً ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں میں نے خواب دیکھا کہ یہ عاجز کوتوالی کے پاس سے قلعہ کی طرف جارہاہے۔ بازار میں معمول کے موافق لوگوں کا بہت ہجوم ہے۔ کہ یکا یک دو آدمی مجھ کو قتل کرنے کی غرض سے لپکے، میں بھاگنے لگا، وہ بھی دوڑنے لگے، پھر میں اڑنے لگا، وہ بھی اڑ کر پیچھا کئے ہوئے تھے، میں پناہ لینے کی غرض سے مولانا رحمت اللہ صاحب کے حضور میں گیا، مولانا رحمت اللہ صاحب مکہ معظمہ میں تھے، مگر خواب میں میں نے بریلی میں دیکھا۔ وہاں پناہ نہ ملی۔ مجبور ہوکر وہاں سے اڑتا ہوا تائید غیبی سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ دونوں دشمن غائب ہوگئے۔ اس خواب کا قلب پر بہت بڑا اثر پڑا اور صبح کو جاکر حضور سے خواب بیان کیا۔ اس کا تعلق حضور سے تھا، اس لیے معمولی الفاظ میں تعبیر فرمادی۔ (میں کچھ دنوں سے) ہر جمعہ کو اعلیٰ حضرت کے حضور جاتا تھا، اور پھر ہوتے ہوتے روزانہ حاضر ہونے لگا تھا۔ جب اس خواب سے دل میں کھٹک پیدا ہوگئی تو جرأت کرکے عرض کی: کہ حضور میں مرید ہونا چاہتا ہوں۔ اپنے مرید ہونے کا حال پہلے عرض کرچکا تھا۔ حضور نے شجرہ

طلب فرمایا۔ میں لے گیا۔ اسے دیکھ کر فرمایا کہ تجرہ سب طرح سے بہت صحیح ہے، مرید ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مگر کھٹک اس قدر غالب ہو چکی تھی کہ دل کا تقاضا ہر وقت یہی تھا کہ غلامی میں جلد سے جلد داخل ہو جاؤں۔ آخر کار بہت دقت سے ۱۳۱۰ھ یوم جمعہ کو بفضلہٖ تعالیٰ غلامی میں داخل ہو گیا۔ (ق ۳۹/۴۰)

نقل شجرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَاءِ

اللّٰهم صل وسلم وبارك علىٰ سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم واله الكرام اجمعين ٥

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الكريم على المرتضىٰ كرم اللّٰه تعالىٰ وجهه الكريم

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد الامام حسين الشهيد رضى الله تعالىٰ عنهما

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالامام على بن الحسين زين العابدين رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد محمد بن على الباقر رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالامام جعفر بن محمد الصادق رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيدالامام موسى بن جعفر الكاظم رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ السيد على بن موسىٰ الرضا رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولىٰ الشيخ

معروف الکرخی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ

سری السقطی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ

جنيدنِ البغدادی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ ابی

بكرنِ الشبلی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ ابی الفضل

عبد الواحد التميمی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ ابی

الفرح الطرطوسی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ ابی الحسن

علىِن القرشی الهكاری رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ ابی

سعيدِ ن المخزومی رضی اللہ عنہ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد

الكريم غوث الثقلين وغيث الكونين الامام ابی محمد عبد القادر

الحسنی الحسينی الجيلانی صلی اللّٰه تعالیٰ علی جده الكريم وعليه

وعلى مشائخه العظام واصوله الكرام وفروعه الفخام ومريديه

ومحبيه والمنتمين اليه الیٰ يوم القيامة وبارك وسلم ابدا سرمدا

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد ابی بكر تاج الملة والدين عبد الرزاق ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد ابی صالح نصر ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد محی الدين ابی نصر ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد علی ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد موسی ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد حسن ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد احمد الجيلانی ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ بهاء الدين ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السيد ابراهيم الايرجی ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشيخ محمد بهكاری ﷺ

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ القاضی ضیاء الدین المعروف بالشیخ جیا رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ الشیخ جمال الاولیا رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید محمد رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عایه وعليهم وعلى المولیٰ السید احمد رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید فضل الله رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید الشاه برکة الله رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید الشاه آل محمد رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید الشاه حمزه رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید الشاه ابی الفضل شمس الملة والدین آل احمد اچھے میاں رضی الله عنه

اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولیٰ السید الکریم الشاه آل الرسول الاحمدی رضی الله عنه

اللّٰھم صل وسلم وبارک علیه وعلیھم وعلی المولیٰ

الھمام امام اھل السنة مجدد المائة الحاضرة مؤید الملة

الطاھرة حضرت الشیخ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ

اللّٰھم صل وسلم وبارک علیه وعلیھم جمیعا وعلیٰ عبدک

الفقیر محمد ظفر الدین القادری غفرلہ

اللّٰھم صل وسلم وبارك علیه وعلیهم جمیعا وعلیٰ سائر

اولیائك وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم یا ارحم الرا حمین امین ○

(الٰہی بحرمت ایں مشائخ عاقبت محمد ظفر الدین بن عبدالرزاق ساکن میجرا ضلع

پٹنہ بخیر گرداں)

دستخط............ تاریخ یکم ماہ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

فاتحه سلسله: یہ شجرہ مبارکہ ہر روز بعد نماز صبح ایک بار پڑھ لیا کریں۔ بعدہٗ درود غوثیہ سات بار الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، قل ھو اللہ شریف سات بار، پھر درود غوثیہ تین بار پڑھ کر اس کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کی نذر کریں، جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر وہ زندہ ہے، تو اس کے لیے دعائے عافیت وسلامت کریں۔ ورنہ اس کا نام بھی شامل فاتحہ کرلیا کریں۔

درود غوثیه یه هے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ○

پنج گنج قادری: بعد نماز صبح یَاعَزِیْزُ یَااَللّٰہُ ______

بعد نماز ظہر یَا کَرِیْمُ یَااَللّٰہُ ــــ بعد نماز عصر یَا جَبَّارُ یَااَللّٰہُ ــــ

بعد نماز مغرب یَاسَتَّارُ یَااَللّٰہُ ــــ بعد نماز عشا یَا غَفَّارُ یَااَللّٰہُ ــــ

سب سوسو بار، اول آخر تین تین بار درود شریف۔اس کی مداومت سے بے شمار برکات دین ودنیا ظاہر ہوں گے۔

قضائے حاجات وحصولِ ظفر ومغلوبیِ دشمناں:-

① اَللّٰہُ رَبِّی لَاشَرِیْکَ لَہٗ ۸۷۴ بار،اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔اس قدر عدد معین باوضو قبلہ رو دوزانو بیٹھ کر روزانہ تا حصول مراد پڑھیں۔اور اسی کلمہ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو، بے وضو، ہر حال میں بے گنتی، بے شمار، زبان سے جاری رکھیں۔

② حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۴۵۰ بار روزانہ تا حصول مراد۔اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ بار،جس وقت گھبراہٹ ہو،اسی کلمہ کی بے شمار تکثیر کریں۔

③ بعد نماز عشا ایک سو گیارہ بار: طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر' اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف تا وصول مراد۔ یہ تینوں عمل امور مذکورہ کے لیے نہایت مجرب وسہل الحصول ہیں۔ان سے غفلت نہ کی جائے۔جب کوئی حاجت پیش آئے،ہر ایک اتنے اتنے اعداد معینہ پر پڑھا جائے۔پہلے اور دوسرے کے لیے کوئی وقت معین نہیں ،جس وقت چاہیں پڑھیں،اور تیسرے کا وقت بعد نماز عشا ہے۔جب تک مراد برآئے،تینوں اسی ترکیب سے پڑھے جائیں۔ اور جس زمانے میں کوئی حاجت درپیش نہ ہو،تو پہلے اور دوسرے کو سو سو بار، روز پڑھ لیا کریں۔اور اول آخر درود شریف تین تین بار۔

ضروری ہدایات

❶ مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں۔ جس پر علمائے حرمین شریفین ہیں۔ سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم ہیں۔ سب سے جدا رہیں۔ اور سب کو اپنا دشمن ومخالف جانیں۔ ان کی بات نہ سنیں۔ ان کے پاس نہ بیٹھیں۔ ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں، کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو، ہرگز نہ جائے گا دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں۔ ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت، دنیا کی زندگی، دنیا ہی تک ہیں۔ دین وایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے۔ ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔

❷ نماز پنج گانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام ہی واجب ہے۔ بے نماز مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہر صورت انسان کی، مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔ بے نماز وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی ہی قصداً کھوئے بے نماز ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینی سخت ناشکری، پرلے سرے کی نادانی ہے۔ کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا بھی کوئی نوکر ہو، اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر منع کرے، تو ایسی نوکری ہی حرام قطعی ہے۔ اور کوئی دسیلہ رزق نماز کھو کر برکت نہیں لا سکتا۔ رزق تو اس کے ہاتھ میں ہے،

جس نے نماز فرض کی۔ اور اس کے ترک پر سخت غضب فرماتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

3 جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہوں، سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں، تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کر دیں۔ کاہلی نہ کریں، کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ اور جب تک فرض ذمہ میں باقی ہوتا ہے، کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔ قضا نمازیں جب متعدد ہوں، مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے، تو ہر باریوں نیت کریں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی، ہر دفعہ یو ہیں کہیں کہ سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی۔ یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے، اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کریں۔ قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر رات دن کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہے۔

4 جتنے روزے کبھی قضا ہوئے ہوں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے قضا کر لیے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے: جب تک پہلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے، اگلے قبول نہیں ہوتے۔

5 جو صاحب مال ہیں، زکوٰۃ بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو، فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔ سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔ لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں، سال تمام پر حساب کریں۔ اگر پوری ادا ہوگئی، بہتر۔ ورنہ جتنی باقی ہو، فوراً دے دیں۔ اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہے، تو وہ آئندہ سال میں مجرا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

⑥ صاحب استطاعت پر حج فرض اعظم ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا: ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔

نبی ﷺ نے تارک حج کو فرمایا ہے: "چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ" قرنطینہ وغیرہ کے مہمل اندیشوں کے باعث باز نہ رہے کہ دس بارہ دن کا روکا جانا عذاب عظیم جہنم کے برابر نہیں ہو سکتا، جو حج نہ کرنے والے کے لیے ہے۔

⑦ کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی کتروانا، فاسقوں کی وضع پہننا، ہر بری خصلت سے بچیں۔ جو ان ساتوں باتوں کا عامل رہے گا، اللہ و رسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔

جلّ جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمین......

الـوظيفة الكريمة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبح وشام دونوں وقت:-

(آدھی رات ڈھلے سے سورج کی کرن چمکنے تک، صبح ہے اس بیچ میں جس وقت ان دعاؤں کو پڑھ لے گا، صبح میں پڑھنا ہو گیا۔ یوہیں دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک شام ہے)

(۱) سبحان اللّٰہ وبحمدہ ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشا لم یکن اعلم أَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً ۝ ایک ایک بار۔

(۲) آیۃ الکرسی ایک ایک بار، اور اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ حٰم تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ایک ایک بار۔

(۳) تینوں قل تین تین بار، ان تینوں شحروں کا فائدہ ہر بلا سے محفوظی ہے۔ صبح پڑھے تو شام تک، اور شام پڑھے تو صبح تک۔

(۴) بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لایسوق الخیر الاباللّٰہ ماشاء اللّٰہ لایصرف السوء الا اللّٰہ ماشاء اللّٰہ ماکان من نعمۃ فمن اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ۝ تین تین بار۔

اس کا فائدہ سات چیزوں سے پناہ ہے۔ جلنا، ڈوبنا، چوری، سانپ، بچھو،

شیطان، سلطان۔ صبح سے شام تک۔ اور شام سے صبح تک۔

(۵) أَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ط تین تین بار۔

سانپ، بچھو وغیرہ موذیات سے پناہ۔

(۶) بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ تین تین بار۔

زہر وضرر سے امان ہے۔

(۷) رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِسَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا ○ تین تین بار۔

اللہ عزوجل کے کرم پر حق ہے کہ روز قیامت اسے راضی کرے۔

(۸) حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ دس دس بار۔

ہر بلا و مکر سے محفوظی۔ حدیث میں سات بار فرمایا: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار آیا۔ فقیر کا اسی پر عمل ہے، اسے بحمدہ تعالیٰ تمام مقاصد کے لیے کافی پایا۔

(۹) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ط ایک ایک بار۔

جس سے کسی دن سب وظائف رہ جائیں، تو یہ تنہا ان سب کی جگہ کافی ہے۔ نیز رات دن کی ہر نقصان کی تلافی ہے۔

(۱۰) أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثاً وَّأَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○

؁ فَتَعَالَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَايُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْن○؁ ایک ایک بار۔

شیطان وجن وآفات سے محفوظی۔

(۱۱) اعوذباللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم○ تین بار

هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○؁ هو الله الذى لا اله الاهو الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون ٭ هو الله الخالق البارى المصور له الاسماء الحسنىٰ يسبح له مافى السمٰوت والارض وهوالعزيز الحكيم ٭ ایک بار صبح پڑھے، تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں۔ اور اس دن مرے تو شہید ہو، اور شام کو پڑھے تو صبح تک یہی حکم ہے۔

(۱۲) اللهم انا نعوذبك من ان اشرك بك شيئا نعلمه و نستغفرك لمالانعلمه تین تین بار۔

خاتمہ ایمان پر ہو۔

(۱۳) بسم الله علىٰ دينى بسم الله على نفسى وولدى واهلى ومالى تین تین بار۔

دین وایمان جان ومال بال بچے سب محفوظ رہیں۔

(۱۴) اللّٰھم ما اصبح بی من نعمة اوباحد من خلقك فمنك وحدك لاشريك لك فلك الحمد ولك الشكر ایک ایک بار صبح کو کہے، تو دن بھر کی سب نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ اور شام کو کہے تو شب بھر کی۔ شام کو اصبح کی جگہ امسی کہے۔ فقیر اس کے بعد لااله الاانت سبحانك انی کنت من الظالمين ۵ زائد کرتا ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کوئی عدد معین نہ فرمایا۔ فقیر غفرلہ سو بار پڑھتا ہے، اور اگر کسی وقت موقع نہ ملا تو اکتالیس بار۔

(۱۵) بسم اللّٰه ذی الشان عظیم البرهان شدید السلطان ماشاء اللّٰه کان اعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم ایک ایک بار۔

شیطان اور اس کے لشکروں سے محفوظ رہے۔

(۱۶) اللهم انی اصبحت اشهدك واشهد حملة عرشك وملائكتك وجميع خلقك انك انت اللّٰه لا اله الا انت وحدك لاشريك لك وان محمدا عبدك ورسولك صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم چار چار بار۔

ہر بار چہارم بدن دوزخ سے آزاد ہو، شام کو اصبحت کی جگہ امسیت کہے۔

(۱۷) اللهم لك الحمد دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لا منتهى له دون مشيتك ولك الحمد حمدا دائما لايريد قائله الارضاك ولك الحمد حمدا عند كل طرفة عين وتنفس كل نفس ایک ایک بار۔

گویا اس نے اس دن، رات پوری عبادت کا حق ادا کیا۔

(۱۸) اللھم انی اعوذبك من الھم والحزن واعوذ بك من العجز والکسل واعوذبك من الجبن والبخل واعوذبك من غلبة الدین وقھر الرجال ایک ایک بار۔

غم والم سے بچنے ادائے قرض کے لیے گیارہ گیارہ بار پڑھے۔

(۱۹) یا حی یاقیوم برحمتك استغیث فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین واصلح لی مثانی کله ایک ایک بار۔

سب کام بنیں۔

(۲۰) اللّٰھم خیر لی واختر لی ولا تکلنی الیٰ اختیاری سات سات بار۔

دن رات کے ہر کام کے لیے استخارہ ہے۔

(۲۱) سید الاستغفار اللّٰھم انت بلٰ لااله الاانت خلقتنی واناعبدك وانا علیٰ عھدك ووعدك ما استطعت اعوذبك من شر ماصنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذبوب الا انت ایک ایک بار، یا تین تین بار۔

گناہ معاف ہوں۔ اور اس دن رات میں مرے، تو شہید۔ فقیر اتنا اور زائد کرتا ہے۔ واغفر لکل مومن ومومنة اور اپنے جس فعل سے کبھی ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے ،اسے پڑھتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

(۲۲) لااله الاالملك الحق المبین سو سو بار۔

دنیا میں فاقہ نہ ہو قبر میں وحشت نہ ہو حشر میں گھبراہٹ نہ ہو۔

صرف صبح :-

1. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ہر کام بنے۔ شیطان سے محفوظ رہے۔
2. سورہ اخلاص گیارہ گیارہ بار۔ اگر شیطان مع اپنے لشکروں کے کوشش کرے کہ اس سے کوئی گناہ کرائے، نہ کرا سکے۔ جب تک یہ خود نہ چاہے۔
3. یاحی یاقیوم لا الہ الا انت اکتالیس بار۔ اس کا دل زندہ رہے گا، اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔
4. سبحان اللہ العظیم وبحمدہ تین تین بار۔
جنوں جذام برص نابینائی سے بچے۔
5. تلاوت قرآن عظیم کم از کم ایک پارہ حتی الامکان طلوع شمس سے پہلے ہو۔ اور اگر آفتاب نکل آئے، تو ٹھہر جائے۔ اور ذکر اذکار کرے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے، کہ جن تین وقتوں میں نماز مکروہ ہے۔ تلاوت بھی مکروہ ہے۔
6. دلائل الخیرات ایک حزب۔
7. شجرہ شریف، دلائل وشجرہ قبل طلوع شمس ہوں خواہ بعد طلوع۔

پانچوں نمازوں کے بعد

1. آیۃ الکرسی ایک ایک بار مرتے ہی جنت میں داخل ہو۔
2. استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ تین تین بار۔ گناہ معاف ہوں اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

③ تسبیح حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سبحان اللہ تینتیس بار الحمدللہ تینتیس بار اللہ اکبر چونتیس بار اخیر میں لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ایک بار۔ اس دن تمام جہاں میں کسی کا عمل اس کے برابر بلند نہ کیا جائے، مگر جو اس سے عمل پڑھے۔

④ ماتھے پر داہنا ہاتھ رکھ کر بسم اللہ الذی لاالہ الاھو الرحمٰن الرحیم اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن ہر غم و پریشانی سے بچے۔ فقیر اس کے بعد اتنا اور زیادہ کرتا ہے۔ وعن اھل السنۃ۔

⑤ پنج گنج قادریہ کے برکات بے شمار ہیں۔

نماز صبح و عصر کے بعد

① بغیر پاؤں بدلے اور بے کلام کیے دس دس بار لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ہر بلا وآفت وشیطان ومکروفریب سے بچے گناہ معاف ہو اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ نکلیں۔

② اللھم اجرنی من النار سات سات بار دوزخ سے دعا کرے الٰہی اسے مجھ سے بچا۔

نماز صبح

① اللھم اکفنی کل مھم من حیث شئت ومن این شئت حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ لما اھمتی حسبی اللہ لمن بغی علی

حسبی اللہ لمن حسد نی حسبی اللہ لمن کاذنی بسوء حسبی اللہ عند الموت حسبی اللہ عند المسئلة فی القبر حسبی اللہ عند المیزان حسبی اللہ عند الصراط حسبی اللہ الذی لاالہ الاھو علیہ توکلت وھورب العرش العظیم ایک ایک بار یا تین تین بار ہر مشکل آسان ہو سب پریشانیاں دور ہوں ایمان سلامت رہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ مدد فرمائے دشمن برباد ہوں حاسد اپنی آگ میں جلیں نزع میں آسانی ہو قبر میں شاداں ہو نیکیوں کا پلہ بھاری ہو صراط پر سہل جاری ہو۔

2. بعد نماز صبح بغیر پاؤں بدلے بیٹھا ہوا ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو یعنی طلوع کنارہ شمس کو بیس پچیس منٹ گزر جائیں اس وقت دو رکعت نفل پڑھے پورے حج و عمرہ کا ثواب لے کر پلٹے۔

نماز مغرب کے بعد

فرض پڑھ کر ایک ہی نیت سے ہر دو رکعت پر التحیات و درود و دعا اور پہلی تیسری پانچویں میں اللّٰھم سے شروع ان میں پہلی دو سنت موکدہ ہوں گی باقی چا نفل یہ صلاۃ اوابین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اوابین کے لیے غفور ہے۔

شب میں یعنی غروب شمس سے طلوع صبح تک جس وقت ہو۔

1. سورہ ملک — عذاب قبر سے نجات ہو۔
2. سورہ یٰس — مغفرت ہے۔
3. سورہ واقعہ — فاقہ سے امان ہو۔
4. سورہ دخان — صبح اس حال میں اٹھے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہوں۔

بعد نمازِ عشا

❶ اللھم صل علیٰ سید نا محمّد کما امرتنا ان نصلی علیه
اللھم صل علیٰ سیدنا محمد کما ھو اھله
اللھم صل علیٰ سید نا محمد کما تحب وترضی له
اللھم صل علیٰ روح سید نا محمد فی الارواح
اللھم صل علیٰ سید نا جسد محمد فی الاجساد
اللھم صل علیٰ قبر محمد فی القبور صل اللہ علی نبینا ومولانا محمد

طاق بار۔ جتنا بن سکے۔ حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔ مگر خالص تعظیم شانِ اقدس کے لیے پڑھے اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا ہے۔

فراق ووصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

منھ مدینہ طیبہ کی طرف ہو، اور دل حضور اقدس ﷺ کی طرف۔ دست بستہ پڑھے۔ یہ تصور باندھے کہ روضہ انور کے حضور حاضر ہوں، اور یقین جانے کہ حضور انور ﷺ اسے دیکھ رہے ہیں، اس کی آواز سن رہے ہیں، اس کے دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔

❷ اللّٰہ لاالٰه الاھو الحی القیوم اللّٰہ لاالٰه الاھو الرحمٰن الرحیم لاالٰه الاانت سبحانك انی کنت من الظالمین صلیٰ وسلم وبارك ابدا علی النبی الامی وآله واصحابه اجمعین اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ لاالٰه الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم یاغوث

یاغوث سو مرتبہ۔

گناہوں کی مغفرت آفات دنیوی واخروی سے نجات وصفائے قلب۔

سوتے وقت

❶ آیۃ الکرسی شریف ایک بار۔ جب تک سوئے حفاظت الٰہی میں رہے۔ اس کے گھر اور گرد کے گھروں میں چوری سے پناہ ہو۔ آسیب وجن کا دخل نہ ہو۔

❷ تسبیح حضرت زہرا۔ صبح نشاط پر اٹھے۔ اور فوائد بے شمار۔

❸ الحمد اور چاروں قل ایک ایک بار۔

❹ ابتدائے سورہ بقر سے مفلحون تک اور آخر سورہ آمن الرسول سے ختم سورۃ تک۔ ان دونوں کے فوائد بے شمار ہیں۔

❺ ان الذی آمنوا سے آخر کہف تک، چار آیتیں۔ شب میں یا صبح جس وقت جاگنے کی نیت سے پڑھے، آنکھ کھلے گی۔

❻ دونوں کف دست پھیلا کر تینوں قل، ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کر کے سر اور چہرہ اور سینے اور آگے پیچھے جہاں تک ہاتھ پہونچیں سارے بدن پر پھیر لے، پھر دوبارہ، پھر سہ بارہ اسی طرح ہر بلا سے محفوظ رہے۔

❼ سورہ قل یاایھا الکفرون پر خاتمہ کرے۔ اس کے بعد کلام کی حاجت ہو تو بات کر کے پھر پڑھ لے کہ اسی پر خاتمہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سوتے سے اٹھ کر

(۱) الحمد لله الذی احیانا بعد مااماتنا والیه النشور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل کی حمد ہی کرتا اٹھے۔

تنبیہ: اوپر سے یہاں تک جتنی دعائیں لکھی گئیں ہر ایک کے اول و آخر درود شریف ضروری ہے۔

تہجد

فرض عشا پڑھنے کے بعد کچھ دیر سو رہے پھر شب میں طلوع صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے اگرچہ رات کے نو بجے یا جاڑوں میں جب پونے سات بجے عشا پڑھ کر سو رہے اور سات سوا سات بجے آنکھ کھلے وہی وقت تہجد کا ہے۔ وضو کر کے کم از دو رکعت پڑھ لے۔ تہجد ہو گیا۔ اور سنت آٹھ رکعت ہیں۔ اور معمول مشائخ بارہ رکعت۔ قرأت کا اختیار ہے، جو چاہے پڑھے۔ اور بہتر یہ کہ جتنا قرآن شریف یاد ہو، اس کی تلاوت ان رکعتوں میں کرے۔ اگر کل یاد ہو تو کم سے کم تین رات، زیادہ سے زیادہ چالیس رات میں ختم کرے۔ نہ یاد ہو تو ہر رکعت میں تین تین بار سورہ اخلاص کہ جتنی رکعتیں پڑھے گا۔ اتنی ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔

ذکر جہر چار ضربی

چار زانو بیٹھے۔ بائیں زانو کی رگ کیماس دہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دبالے۔ پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لا کر لا کا لام یہاں سے شروع کر کے دہنے گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے۔

اب یہاں سے الـه کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف دہنے شانے تک کھینچتا لے جائے۔ اور دہنی طرف خوب منھ پھیر کر کہے۔ پھر وہاں سے الا اللّٰہ بقوت دل پر ضرب کرے۔ سو بار یا حسب قوت کم سے شروع کرے۔ پھر حسب طاقت وفرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہونچائے۔ جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار محمد رسول اللّٰہ ﷺ کہہ لے، تسکین پائے گا۔ مگر مبتدی جب تک زنگ دور نہ ہو، خالص حرارت کا محتاج ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو، کہ ریا نہ آئے۔ کسی نمازی یا ذاکر یا مریض یا سوتے کو تشویش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے، تو نہ چھوڑے۔ اور خیال ریا کو دفع کرے۔ اور اللّٰہ عزوجل کی طرف اس کے نبی ﷺ کے توسل سے رجوع لائے، تائب ہو۔ انشاء اللّٰہ ریا دفع ہوگا۔

ذکر خفی

دوزانو آنکھیں بند کیے زبان تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی نہ سنائی دے۔ ان پانچ طریقوں سے جو طریقہ چاہے، اختیار کرے۔ خواہ وقتاً فوقتاً پانچوں برتے۔

1. سر جھکا کر ناف سے لا کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا الـه کی 'ہ' دماغ تک لے جائے، اور معاً الا اللّٰہ کا پہلا ہمزہ وہاں شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرے۔
2. اسی طور پر لا الہ الا ھو اس میں دوسرا جز الا ھو ہوگا۔

3 صرف الا اللہ کا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھ کر الا ال دماغ تک لے جائے، اور معاً لاہ کا وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

4 فقط اللہ پہلا ہمزہ ناف سے شروع کرے لا کو دماغ تک پہونچا ئے اور بدستورہٗ کی ضرب۔

5 محض اللہ بسکون ہا۔ پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام دماغ تک اور لاہ کی ضرب۔ اسے سو بار سے شروع کرے۔ حسب وسعت ہزاروں تک پہونچائے۔ ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔ یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں۔ فقیر نے خاص اپنے برادران طریقت کے لیے اسے عام کیا۔

انھیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمدورفت میں کھڑے بیٹھے لیٹے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اب سوتے میں بھی سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

تصور شیخ

خلوت میں آوازوں سے دور، روبمکان شیخ، اور وصال ہو گیا ہو تو جس طرف مزار شیخ ہو ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے۔ محض خاموش باادب بکمال خشوع، اور صورت شیخ کا تصور کرے، اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے۔ اور یہ خیال دل میں جمائے کہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے انوار و فیوض شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں۔ اور میرا قلب قلب شیخ کے نیچے بحالت دریوزہ گری لگا ہوا ہے۔ اس میں سے انوار و فیوض ابل ابل کر میرے

دل میں آرہے ہیں۔ اس تصور کو بڑھائے، یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ اس کی انتہا پر صورت شیخ خود متمثل ہو کر اس کے ساتھ رہے گی۔ اور ہر کام میں مدد دے گی۔ اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی، اس کا حل بتائے گی۔

تنبیہ: اذکار واشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں، ان کا ادا کر لینا جس قدر جلد ممکن ہو نہایت ضرور ہے۔ جس پر فرض باقی ہے، اس کے نفل واعمال مستحبہ کام نہیں دیتے۔ بلکہ قبول نہیں ہوتے، جب تک فرائض نہ ادا کر لے۔

تنبیہ: اذکار واشغال کے لیے تین بدرقوں کی ضرورت ہے۔ تقلیل طعام، تقلیل کلام، تقلیل منام وباللہ التوفیق۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ پنجم محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

سنی مسلمانوں کے دین ودنیا کا بھلا لازوال دولت اور بہت آسان۔

صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک یارسول اللہ

بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھیں۔ جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو، جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں۔ جو کہیں اکیلا ہو، تنہا پڑھے۔ یوہیں عورتیں اپنے گھروں میں پڑھیں۔ اس کے چالیس فائدے ہیں، جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔ یہاں مشتے از نمونہ چند ذکر کیے جاتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھے گا، جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا۔

جوان کی شان گھٹانے والوں، ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا، دل سے بیزار ہوگا۔ایسا جوکوئی مسلمان اسے پڑھے گا،اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں۔جن میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں۔

(۱):-پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔

(۲):-اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔

(۳):-پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا۔

(۴) اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔

(۵) اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔

(۶) اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔

(۷) اس کے ماتھے پہ تحریر فرمائے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔

(۸) اللہ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

(۹) اس کے مال میں ترقی دے گا۔

(۱۰) اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔

(۱۱) دشمنوں پر غلبہ دے گا۔

(۱۲) دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔

(۱۳) کسی دن خواب برکت زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

(۱۴) ایمان پر خاتمہ ہوگا۔

(۱۵) رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔

(۱۶) قیامت میں رسول اللہ ﷺ اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔

(۱۷) اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درود شریف کی تمام سنیوں کو اجازت عطا فرمائی ہے۔ بشر طیکہ بدمذہبوں سے بچیں۔

شجریہ درودیہ

اس مسلسل مفصل مطول شجرۂ صلاتیہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے ایک درود شریف بھی حسب فرمائش حضرت سید اسماعیل حسن صاحب مارہروی تصنیف فرمایا۔ جو مشعر شجرہ طیبہ قادریہ برکاتیہ ہے۔ اس درود شریف کا پڑھنا شجرہ شریف کا بھی پڑھنا ہے۔

اللّٰهم صل وسلم وبارك على سيد نا ومولانا محمد المصطفىٰ رفيع المكان ÷ المرتضى على الشان ÷ الذى رجيل من المتاخرين رجال السالفين ÷ وحسين من زمرته احسن من كذا وكذا من السابقين ÷ السيد السجادبن العابدين ÷ باقر علوم الانبياء والمرسلين ÷ ساقى كوثر ÷ مالك تسنيم وجعفر ÷ الذى يطلب موسى الكليم رضاء ربه بالصلاة عليه ÷ ويذهب ابراهيم الخليل لطلب معروف جوده اليه ÷ السرى السارى سره فى ذرات الاكوان ÷ الغالب جنيد من جنوده على جيوش الجور والعد وان ÷ اصل المراد ÷ من عالم الايجاد ÷ الذى له ان يقول لآدم ومن دونه نجلى ÷ ولكل اسد من اسد الله شبلى ÷ الاحد الماجد ÷ عبد الواحد ÷ اخوالاحزان فى عشقه ÷ ابو الفرح من لطفه ورفقه ÷

الایمان حسن ÷ وهو ابو الحسن ÷ اذ منه نشا و به ظهر ÷ والمومن سعید ÷ وهو ابو سعید ÷ اذهو الذی ربی وهداه فبر ÷ وافر الابدی قادر الیدین ÷ عبد القادر غوث الثقلین ÷ عبد الرزاق قاسم الارزاق ÷ ابو صالح المومنین ÷ نصر الاسلام محی الدین ÷ علی المرتقی والمدارج ÷ موسی طور المعارج ÷ حسن الخَلق ÷ احمد الخُلق ÷ بهاء الدین الکریم ÷ سنا شریعة ابراهیم ÷ الامی القاری ÷ نظام الدین الباری ÷ العرب والفرس والهند کلهم له سائل و گدا وبهکاری ضیاء الانبیاء ÷ جمال للانبیاء ÷ محمد الذات ÷ احمد الصفات ÷ فضل اللّٰه ÷ وبرکة اللّٰه ÷ وعلی اٰل محمد الاعاظم ÷ العارفین نص الشرعی المطهر ورمزه ÷ الضیاغم المتحملین شدة الجهاد الاکبر وحمزه ÷ بهم آل احمد العظیم الکریم ÷ ال الرسول الروف الرحیم

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد دوسرے مشائخ کے اسماطیبہ اس طرح لیے جائیں۔

کل منهم اٰل برکات الرسالة ÷ وامیرعالم الفضل والنباله

اللّٰهم وعلیٰ اصحابه العظام ÷ ومشائخنا الکرام ÷ وعلینا معهم یا ذالجلال والاکرام ÷ مارهره اقمار الیقین ÷ فی مهمه صدور العارفین ÷ آمین آمین ÷ یاارحم الراحمین ÷ اللّٰهم ومن انشاء هذه الصیغة المبارکة فاغفر له یا عظیم ÷ وارض عنه حبیبك احمد رضا المولیٰ العفو الکریم آمین ۔

کتبہ الفقیر احمد رضا القادری غفرلہ فی مارہرہ مطہرة ۔ ۲۱ محرم یوم الجمعۃ ۱۳۰۵ھ

شجرۂ مسدسہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شجرہ مبارکہ کو مسدس بھی فرمایا ہے۔ ان کا چھٹا مصرعہ درود شریف ہے۔ اس کا پڑھنا بھی موجب حسنات و باعث برکات ہے۔

آل رسول و آل احمد ◆ سید حمزہ آل محمد
شہ برکات اکرم و امجد ◆ شہ فضل اللہ احمد ارشد
ہم شفعائی عند الاحمد ◆ صلی اللہ علیہ وسلم
شاہ محمد عین عنایت ◆ ماہ جمال اہل ولایت
قاضی شرع ضیا ملت ◆ شاہ بھکاری کان سخاوت
آئینہ ہائے ماہ رسالت ◆ صلی اللہ علیہ وسلم
سید ابراہیم مکرم ◆ شاہ بہاء الدین معظم
احمد جیلاں شاہ حسن ہم ◆ موسیٰ پاک وعلی مغنم
ہم برکات نبی اکرم ◆ صلی اللہ علیہ .وسلم
شاہ محی الدین معلی ◆ سید ابو صالح شہ والا
عبد الرزاق حسن الآلہ ◆ غوث الاعظم از ہمہ بالا
ابن رسول اللہ تعالیٰ ◆ صلی اللہ علیہ وسلم
شاہ مبارک اصل سعادت ◆ بوالحسن ہکار اقامت
بو الفرح طرطوسی نسبت ◆ عبد الواحد فائی وحدت
نوابان شاہ نبوت ◆ صلی اللہ علیہ وسلم
شبلی شافع بندہ مخطی ◆ شاہ جنید وسری سقطی
شہ معروف رضاء منطی ◆ کاظم وجعفر باقر معطی

رحمۃ ذخری کنزی فرطی ◆ صلی اللہ علیہ وسلم

عابد ساجد ابن اماجد ◆ شاہ شہیداں شاہد واحد

حیدر صفدر شیر مُشاہد ◆ سید عالم عبد مُشاہد

بدر مکارم ختم محامد ◆ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنا نام نامی اس شجرہ میں منظوم نہیں فرمایا تھا۔ اس لیے رضوی بھائیوں کے لیے (مفتی اعظم) حضرت مولانا شاہ المصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضوی خلف اصغر دامت فیوضہ نے ایک بند بڑھا دیا۔ وھو ھذا۔

زین وضیائے دین وملت ◆ ناصر سنت کاسر بدعت

شیخ طریقت اعلیٰ حضرت ◆ محو رضائے حضرت عزت

پرتو عکس مہر نبوت ◆ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرۃ سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ۱۳۰۳ھ میں فارسی زبان میں نہایت زبردست قصیدہ مسمی بنام تاریخی سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب مشائخ سلسلہ کے مختصر اوصاف وفضائل پر مشتمل تحریر فرمایا۔ اور اسے ۱۳۰۴ھ میں مطبع مطلع درخشاں، بریلی میں طبع فرمایا۔ اور باعتبار سن طباعت اس کا تاریخی نام سلسلہ قدیمہ قادریہ برکاتیہ رکھا۔ اس مطول قصیدہ سے صرف مشائخ کرام کے اسماء طیبہ والے اشعار بطور اختصار اس جگہ درج کرتا ہوں۔ تاکہ فارسی سے مذاق رکھنے والے حضرات روزانہ اس کو بھی پڑھ کر برکت حاصل کریں۔ اور دوسرے حضرات بھی اس کو پڑھا کریں۔ اس لیے کہ اس شجرہ میں بوسیلہ تمام بزرگان سلسلہ خداوند عالم سے امداد کن کی درخواست و دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

یاخدا بہر جناب مصطفےٰ امدا دکن ◆ یارسول اللہ! از بہر خدا امداد کن

مرتضی شیر خدا مرحب کشا خیبر کشا ◆ سرورا لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

یا شہید کربلا یا دافع کرب وبلا ◆ گل رخا شہزادہ گلگوں قبا امداد کن

باقی اسیاد یا سجاد یا شاہ جواد ◆ خضر ارشاد آدم آل عبا امداد کن

باقرا یا عالم سادات یا بحر العلوم ◆ از علوم خود بدفع جہل ما امداد کن

جعفر صادق بحق ناطق بحق واثق توئی ◆ بہر حق مارا طریق حق نما امداد کن

شان حلما کان علما جان سلما السلام ◆ موسی کاظم جہاں ناظم مرا امداد کن

ضامن ثامن رضا برمن نگاہ از رضا ◆ خشم راشایانم وگویم رضا امداد کن

یا شہ معروف مارا رہ سوئے معروف دہ ◆ یا سری امن از سقط در دوسرا امداد کن

یا جنید اے بادشاہ جند عرفاں المدد ◆ شبلیا اے شبل شیر کبریا امداد کن

شیخ عبد الواحدا را ہم سوئے واحد نما ◆ بے فرح رابالفرح طرطوسیا امداد کن

بو الحسن ہکاریا عالم حسن کن بے ریا ◆ ای علی اے شاہ عالی مرتقی امداد کن

سرور مخزوم سیف اللہ اے خالد بقرب ◆ بوسعیدا اسعدا سعد الوریٰ امداد کن

یا ولی الاولیا ابن نبی الانبیاء ◆ اے کہ پایت بر رقاب اولیا امداد کن

یا ابن ہٰذا المرتجی یا عبد رزاق الوریٰ ◆ تا کہ باشد رزق ما عشق شما امداد کن

یا اباصالح صلاح دین واصلاح قلوب ◆ فاسدم گلزار و در جوش ہوا امداد کن

جان نصری یا محی الدین فانصر وانصر ◆ اے علی اے شہریار مرتضیٰ امداد کن

سید موسیٰ کلیم طور عرفاں المدد ◆ اے حسن اے تاجدار مجتبیٰ امداد کن

منتقی جوہر زجیلاں سید احمد الاماں ◆ بے بہا گوہر بہاء الدیں بہا امداد کن

بندہ رانمرود نفس انداخت درنار ہوا ◆ یا براہیم ابر آتش گل کناں امداد کن

اے محمد اے بھکاری اے گدائے مصطفیٰ ◆ ما گدایان درت اے با سخا امداد کن

التجاء اے زندۂ جاوید ای قاضی جیا ◆ اے جمال اولیا یوسف لقا امداد کن

یا محمد یا علم واخر زدست غفلتم ◆ اے کہ ہر موئے تو در ذکر خدا امداد کن

اے بنامت شیرۂ جاں شد نبات کالپی ◆ احمدا نوشیں لبا شیریں ادا امداد کن

شاہ فضل اللہ یاذوالفضل یا فضل الہ ◆ چشم در فضل تو بست ایں بینوا امداد کن

شاہ برکات اے ابوالبرکات اے سلطان جود ◆ بارک اللہ اے مبارک بادشا امداد کن

بے خودا و باخدا آل محمد مصطفیٰ ◆ سیدا حق واجدا یا مقتدا امداد کن

اے حریم طیبہ تو حید را کوہ اُحد ◆ یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امداد کن

یا ابوالفضل آل احمد حضرت اچھے میاں ◆ شاہ شمس الدیں ضیاء الاصفیا امداد کن

تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول ◆ اے خدا خواہ و جدا از ما عدا امداد کن

بے وسائل آمدن سوئے تو منظور تو نیست ◆ زاں بہر محبوب تو گوید رضا امداد کن

مظہر عون اند وانجا مغز حرفی بیش نیست ◆ یعنی اے رب نبی واولیا امداد کن

نیست عون از غیر تو بل غیر تو خود ہیچ نیست ◆ یا الٰہ الحق الملک المنتہی امداد کن

منظوم اردو شجرہ

اسی فارسی قصیدہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شجرہ مبارکہ کو اردو میں بھی نظم فرمایا ہے۔ جس میں شجرہ مبارکہ کے ناموں کی مناسبت سے ایسے ایسے پرمغز الفاظ لائے ہیں، جس کی وجہ سے علاوہ شجرہ منظوم ہونے کے خاص طور پر شان شاعری اور فن بدیع کا کافی نمونہ ہے۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے ◆ یارسول اللہ! کرم کیجیے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے ◆ کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے ◆ علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر ◆ بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف و سری معروف دے بے خود سری ◆ جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا ◆ ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد ◆ بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا ◆ قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لہ رزقا سے دے رزق حسن ◆ بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ ◆ دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے

طور عرفان و علو حمد و حسنی و بہا ◆ دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نار غم گلزار کر ◆ بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال ◆ شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے ◆ خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے ◆ عشقِ حق دے عشقیِ عشق انتما کے واسطے

حبِ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لیے ◆ کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر ◆ اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادم آلِ رسول اللہ کر ◆ حضرتِ آلِ رسول مقتدیٰ کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل ◆ عفو و عرفاں عافیت احمد رضا کے واسطے

حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز بلکہ ان کے والد ماجد حضرت معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق شاہ عبد المجید صاحب قدس سرہ کو بیعت مارہرہ شریف میں ہے۔ اس لیے مریدان حضرت تاج الفحول کی فرمائش پر اعلیٰ حضرت نے ایک شعر بڑھا دیا جو حضرت اچھے میاں شاہ شمس الملۃ والدین قدس سرہ کے نام نامی کے بعد بڑھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبد المجید صاحب قدس سرہ العزیز کو حضرت اچھے میاں قدس سرہ العزیز سے بیعت و خلافت حاصل تھی وہ شعر یہ ہے ؎

یا معیں یا عین یا عین و معیں کے نورِ عین
عبد قادر میرے مرشد رہنما کے واسطے

ہم لوگ متوسلین بارگاہ رضویہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی حیات میں تو اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ جیسے اعلیٰ حضرت نے نظم فرمایا۔ اور اس کتاب میں درج ہے۔ اور مقطع کا یہ مطلب لیتے تھے کہ خداوندا بہ برکت پیر و مرشد برحق

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہم لوگوں کو چھ عین، عز، علم، عمل، عفو، عرفاں، عافیت عطا فرما۔ جب ۲۵ر صفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اعلیٰ حضرت کے جانشین ہوئے۔ تو ایک شعر انھوں نے اعلیٰ حضرت کے نام نامی کا اضافہ فرمایا ؎

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے

میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

اور مقطع میں بجائے 'احمد رضا'، 'اس بے نوا' بنا دیا؛ اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے ؎

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز علم و عمل

عفو عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

ذکر محب رسول و نوری میاں

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو اپنے مشائخ کرام قدست اسرارھم کے ساتھ جو شغف تھا، بیان سے باہر ہے۔ اسی لیے جب ذرا بھی موقع ملتا مشائخ کرام کا تذکرہ فرما دیتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ میں اردو میں دو قصیدہ تحریر فرمایا۔ ایک تاج الفحول محب الرسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی مدح و صفت میں۔ جس کا نام تاریخی 'چراغ انس' (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے ؎

اے امام الہدیٰ محب رسول   دین کے مقتدیٰ محب رسول

دوسرا قصیدہ حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کی مدح و ثنا میں اس کا تاریخی نام 'مشرقستان قدس' (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے ؎

ماہ سیما ہے احمد نوری — مہر جلوہ ہے احمد نوری

اور مقطع یہ ہے ؎

کیوں رضا تم ملول ہوتے ہو — ہاں تمہارا ہے احمد نوری

اس قصیدہ کو استماع فرما کر حضرت ممدوح نے اعلیٰ حضرت قدست اسرارہما کو ایک نہایت ہی نفیس معطر و معنبر عمامہ عطا فرمایا۔ اور اپنے دست اقدس سے اعلیٰ حضرت کے سر پر باندھا۔ حاضرین جلسہ سے حضرت مولانا عبد المقتدر مطیع الرسول صاحب قادری برکاتی عثمانی بدایونی نے فی البدیہہ اس عطیہ بہیہ کی تاریخ تاج الفخر (۱۳۱۵ھ) نکالی۔ اس قصیدہ مبارکہ میں بھی نہایت ہی خوبی کے حضرت ممدوح کی تعریف میں پورا شجرہ نظم فرمایا ہے۔

سید الانبیا رسول اللہ ◆ تیرا بابا ہے احمد نوری

مرجع اولیا علی ولی ◆ تیرا دادا ہے احمد نوری

وہ حسینی رچی ہوئی رنگت ◆ گل سے زیبا ہے احمد نوری

زینت زین عابدیں سے ترا ◆ حسن نکھرا ہے احمد نوری

عم اعظم ہیں حضرت باقر ◆ تو بھتیجا ہے احمد نوری

صادق رفض سوز کا پرتو ◆ تجھ پہ سچا ہے احمد نوری

شان کاظم دکھا کہ معدن حلم ◆ تیرا منشا ہے احمد نوری

اے رضا کے رضی رضی کا رضا ◆ تجھ سے جویا ہے احمد نوری

فضل معروف سے ترا معروف ◆ شہر شہرا ہے احمد نوری

سر میں ساری ہے سرپاک سری ◆ سر پہ سارا ہے احمد نوری

سید الطائفہ کا طائف سے ◆ ہم کو کعبہ ہے احمد نوری

شبل شبلی ہے قوم شراپر ◆ شیر شرزہ ہے احمد نوری

عبد واحد کے بحر وحدت سے ◆ در یکتا ہے احمد نوری

بوالفرح کے لیے فرح دیدے ◆ غم نے گھیرا ہے احمد نوری

حسن بوالحسن یہ تیرا حسن ◆ کیا نرالا ہے احمد نوری

بوسعید ی سعید کتنا سعد ◆ تیرا تارا ہے احمد نوری

غوث کونین کی غلامی سے ◆ جگت آقا ہے احمد نوری

عبد رزاق ہیں وسیلہ رزق ◆ تو سہارا ہے احمد نوری

نصر وبونصر اسکے نصر ونصیر ◆ ناصر اپنا ہے احمد نوری

تازی کونپل علی کی ڈالی میں ◆ تیرا بالا ہے احمد نوری

شاہ موسیٰ کے گورے ہاتھوں کا ◆ ید بیضا ہے احمد نوری

حسنی احمدی حسین وحمید ◆ خوش ستودہ ہے احمد نوری

دیکھ لو جلوۂ بہاء الدین ◆ آئینہ سا ہے احمد نوری

گل خندان باغ ابراہیم ◆ تیرا چہرہ ہے احمد نوری

خود بھکاری کے درکا سائل ہے ◆ ہم کو داتا ہے احمد نوری

نور قاضی ضیاکے پرتو سے ◆ نور اضوا ہے احمد نوری

اے جمالی جمیل شان جمال ◆ تجھ میں جملہ ہے احمد نوری

حمد کے دونوں پاک ناموں کا ◆ فیض ولمعہ ہے احمد نوری

شان انوار فضل فضل اللہ ◆ تجھ سے پیدا ہے احمد نوری

برکاتی چمن کا بوٹا ہے ◆ برکت زا ہے احمد نوری

باغ آل محمدی ہے نہال ◆ ستھرا پودا ہے احمد نوری

رہے حمزہ کا میکدہ جس کی ◆ مدح کا ماتا ہے احمد نوری

آل احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند ◆ ماہ پارہ ہے احمد نوری

خسرو اولیا ہیں آل رسول ◆ شاہزادہ ہے احمد نوری

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ایک مناجات مقبول تصنیف فرمائی، جس کے ہر شعر کی ابتدا 'یاالٰہی' سے ہے، اور ردیف 'ساتھ ہو' ہے۔

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو ◆ جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو ◆ شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات ◆ ان کے پیارے منھ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شور دارو گیر ◆ امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے ◆ صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر ◆ سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن ◆ دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں ◆ عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں ◆ ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب حساب خندہ بے جا رلائے ◆ چشم گریان شفیع مرتجی کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب میری بیباکیاں ◆ ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط ◆ آفتاب ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے ◆ رب سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں ◆ قدسیوں کے لب آمین ربنا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضاؔ خواب گراں سے سر اٹھائے ◆ دولت بیدار عشق مصطفےٰ کا ساتھ ہو

تیرہ طریقوں کی اجازت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کو طریقہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے۔ لیکن حضور کو اجازت وخلافت تیرہ طریقوں کی تھی۔ اس جگہ اسمائے طیبہ جملہ سلاسل عالیہ کا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اعلیٰ حضرت کو کون کون سلسلہ کس کس طریقہ سے پہونچا ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ دوسرے مشائخ کرام کا سلسلہ کس جگہ اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں آکر ملتا ہے۔

اول : سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ سلسلۃ الذہب

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا شاہ احمدرضاخاں صاحب قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

(۲) اعلیٰ حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر وارث العلم والفضل کابرا عن کابر مولاناشاہ ال رسول احمدی قدس سرہ العزیز

(۳) حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز

(٤) حضرت سید شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ

(٥) حضرت سید شاہ آل محمد مارہروی قدس سرہ

(٦) حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ

(۷) حضرت سید شاہ فضل اللہ کالپوی قدس سرہ

(۸) حضرت سید شاہ احمد کالپوی قدس سرہ

(۹) حضرت سید شاہ محمد کالپوی قدس سرہ

(۱۰) حضرت شاہ جمال الاولیا کوڑا جہان آبادی قدس سرہ

(۱۱) حضرت شیخ ضیاء الدین معروف بقاضی جیا قدس سرہ

(۱۲) حضرت شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری قدس سرہ

(۱۳) حضرت سید ابراھیم ایرجی قدس سرہ

(١٤) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہ

(١٥) حضرت سیداحمد الجیلانی قدس سرہ

(١٦) حضرت سید حسن قدس سرہ

(۱۷) حضرت سید موسیٰ قدس سرہ

(۱۸) حضرت سید علی قدس سرہ

(۱۹) حضر ت سید محی الدین ا بو نصر قدس سرہ

(۲۰) حضرت سید ابو صالح قدس سرہ

(۲۱) حضرت سید عبد الرزاق قدس سرہ

(۲۲) حضرت سید سادات قطب الاقطاب حضور غوث الاعظم سید ابومحمد محی الدین شیخ عبد القادر حسنی حسینی جیلانی قدس سرہ

(۲۳) حضر ت شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ

(۲٤) حضرت شیخ ابو الحسن علی ھکاری قدس سرہ

(۲۵) حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی قدس سرہ

(۲٦) حضرت شیخ عبد الواحدتمیمی قدس سرہ

(۲۷) حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ

(۲۸) حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ

(۲۹) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہ

(۳۰) حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ

(۳۱) حضرت امام علی رضا قدس سرہ

(۳۲) حضرت امام موسی کاظم قدس سرہ

(۳۳) حضرت امام جعفرصادق قدس سرہ

(۳٤) حضرت امام باقر قدس سرہ

(۳۵) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ

(۳۶) حضرت سید الشہدا امام حسین قدس سرہ

(۳۷) حضرت امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم

(۳۸) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمّد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وخلفائہ وعلماہ وامتہ اجمعین آمین

دوم : سلسلہ قادریہ آبائیہ قدیمہ مثل اول تا سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ۔

(۷) حضرت شاہ اویس قد س سرہ

(۸) حضرت سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ

(۹) حضرت سید شاہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ

(۱۰) حضرت سید شاہ مخدوم حسنین قدس سرہ

(۱۱) حضرت سید شاہ مخدوم صفی قدس سرہ

(۱۲) حضرت شیخ سعد بڈھن قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت شیخ مینا لکھنوی قدس سرہٗ

(۱۴) حضرت شیخ سارنگ قدس سرہٗ

(۱۵) حضرت سید راجو قتال قدس سرہٗ

(۱۶) حضرت شیخ سید مخدوم جہانیان قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت شیخ نور الدین علی طواشی قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت شیخ صالح مجذوب بردی قدس سرہٗ

(۱۹) حضرت شیخ کمال الدین کوفی قدس سرہٗ

(۲۰) حضرت شیخ سعد الدین بن الفتوح قدس سرہٗ

(۲۱) حضرت غوث الثقلین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

(۲۲) حضرت شیخ اسود دینوری قدس سرہٗ

(۲۳) حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہٗ

(۲٤) حضرت شیخ مشاد علو دینوری قد س سرہٗ

(۲۵) حضرت شیخ ابو العباس نہاوندی قد س سرہٗ

(۲٦) حضرت شیخ عبد اللہ خفیف قدس سرہٗ

(۲۷) حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہٗ

(۲۸) حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ

(۲۹) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہٗ

(۳۰) حضرت خواجہ داور طائی قدس سرہٗ

(۳۱) حضرت خواجہ حسیب عجمی قدس سرہٗ

(۳۲) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ

(۳۳) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۳٤) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوم : سلسلہ قادریہ رزاقیہ اسمعیلیہ مثل اول تاحضرت حمزہ

(۵) حضرت سید اسماعیل مولومی قدس سرہٗ

(٦) حضرت سید عبدالرزاق پانسوی قدس سرہٗ

(۷) حضرت سید عبد الصمد خدانما احمدآبادی قدس سرہٗ

(۸) حضرت سید ہدایت اللہ خدانما قدس سرہٗ

(۹) حضرت شیخ حسنین خدانماقدس سرہٗ

(۱۰) حضرت شیخ امان اللہ امانی قدس سرہٗ

(۱۱) حضرت ابراہیم شیخ بکری قدس سرہٗ

(۱۲) حضرت شیخ ابراہیم ملتانی قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت یران بخش سید فرید بھکری قدس سرہٗ

(۱٤) حضرت شیخ جلال الدین قادری قدس سرہٗ

(۱۵) حضرت سید محمد قدس سرہٗ

(۱٦) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت شیخ ابو العباس قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت سید حسن قدس سرہٗ

(۱۹) حضرت شیخ موسیٰ قدس سرہٗ

(۲۰) حضرت سید علی قدس سرہٗ

(۲۱) حضرت سید حمد براد سید محمد بغدادی قدس سرہٗ

(۲۲) حضرت سید محمد بن ابی الصالح قدس سرہٗ

(۲۳) حضرت سید عبد الرزاق قدس سرہٗ

(۲٤) حضرت غوث الثقلین الیٰ آخر السلسلۃ۔

چهارم: سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ انواریہ

(۱) اعلیٰ حضرت اما م اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ

(۲) اعلیٰ حضرت سید شاہ ال الرسول احمدی قدس سرہٗ

(۳) حضرت شیخ نور الحق معروف بہ مولانا نور قدس سرہٗ

(٤) حضرت شیخ انوار الحق معروف بہ مولانا انوار قدس سرہٗ

(٥) حضرت شیخ احمد عبد الحق قدس سرہٗ

(٦) حضرت شیخ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ الی آخر السلسلۃ الثانیۃ ۔

پنجم : سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ

(۲) حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ

(۳) حضرت حافظ عارف علی حسین مرادآبادی قدس سرہٗ

(٤) حضرت شیخ ملاور یارخان قدس سرہٗ

(٥) حضرت شیخ عبد الکریم قدس سرہٗ

(٦) حضرت شیخ شاہ منور قدس سرہٗ

(۷) حضرت شیخ شاہ دولہ قدس سرہٗ

(۸) حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

(۹) حضرت شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہٗ

(۱۰) حضرت شیخ ابو الحسن ہکاری قدس سرہٗ

(۱۱) حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی قدس سرہٗ

(۱۲) حضرت عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ

(۱٤) حضرت شیخ جنید البغدادی قدس سرہٗ

(۱٥) حضرت امام حسن عسکری قدس سرہٗ

(۱٦) حضرت امام علی نقی قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت امام محمد تقی قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت امام علی رضاقدس سرہٗ الیٰ آخر السلسلة الاول وھـــذہ اقرب الســلاسل۔

حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ یہ سلسلہ قریب ترین سلاسل عالیہ ہے اس لیے کہ حضرت شاہ دولہ قدس سرہٗ العزیز نے پانچ سو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کل پچیس واسطے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دس ائمہ اطہار ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم الیٰ یوم الدین ۔

ششم : سلسلہ عالیہ چشتیہ قدیمہ مثل سلسلہ

دوم تامخدوم جہانیاں

(۱۷) حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت سید نظام الحق والدین بدایونی قدس سرہٗ

(۱۹) حضرت سید فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ

(۲۰) حضرت سید قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ

(۲۱) حضرت سید سلطان الہند غریب نواز حبیب اللّٰہ وارث النبی معین الحق والدین حسن چشتی سنجری اجمیری قدس سرہٗ

(۲۲) حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی قدس سرہٗ

(۲۳) حضرت خواجہ حاجی شریف زند نی قدس سرہٗ

(۲٤) حضرت سید مودود چشتی قدس سرہٗ

(۲۵) حضرت خواجہ ناصر الدین ابویوسف چشتی قدس سرہٗ

(۲٦) حضرت خواجہ محمد بن ابو احمد چشتی قدس سرہٗ

(۲۷) حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی قدس سرہٗ

(۲۸) حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی قدس سرہٗ

(۲۹) حضرت خواجہ ہمشاد علو دینوری قدس سرہٗ

(۳۰) حضرت خواجہ پیرو بصری قدس سرہٗ

(۳۱) حضرت خواجه حذیفه مرعشی قدس سرهٗ

(۳۲) حضرت سلطان ابراهیم بن ادهم قدس سرهٗ

(۳۳) حضرت خواجه فضیل بن عیاض قدس سرهٗ

(۳٤) حضرت خواجه عبد الواحد بن زید قدس سرهٗ

(۳٥) حضرت خواجه حسن بصری قدس سرهٗ

(۳٦) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللّٰه وجهه

(۳۷) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیهم اجمعین

هفتم : سلسله عالیه چشتیه جدیده مثل سلسله اولیٰ تا شاہ جمال الاولیاء

(۱۱) حضرت سید جلال بخاری معروف به مخدوم جهانیان قدس سرهٗ

(۱۲) حضرت شیخ بهاء الدین قدس سرهٗ

(۱۳) حضرت شیخ سالار بده قدس سرهٗ

(۱۴) حضرت شیخ بهاء الدین جونپوری قدس سرهٗ

(۱۵) حضرت شیخ محمد عیسیٰ قدس سرهٗ

(۱۶) حضرت شیخ فتح الله بدایونی قدس سرهٗ

(۱۷) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرهٗ

(۱۸) حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دهلوی قدس سرهٗ

(۱۹) حضرت محبوب الٰهی نظام الملة والدین قدس سرهٗ

(۲۰) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرهٗ

(۲۱) حضرت قطب الاولیا قطب الدین قدس سرهٗ

(۲۲) حضرت خواجه غریب نواز معین الدین چشتی قدس سرهٗ الیٰ آخرهٖ

هشتم: سلسله عالیه سهروردیه قدیمه مثل سلسله چشتیه قدیمه تامخدوم جهانیاں

(۱۷) حضرت شیخ رکن الدین قدس سرهٗ

(۱۸) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرهٗ

(۱۹) حضرت شیخ بهاء الدین زکریا ملتانی قدس سرهٗ

(۲۰) حضرت شیخ الشیوخ شهاب الدین عمر سهروردی قدس سرهٗ

(۲۱) حضرت شیخ ضیاء الدین عبد القاهر قدس سرهٗ

(۲۲) حضرت وجیه الدین ابو حفص عمر قدس سرهٗ

(۲۳) حضرت خواجه محمد معروف به خواجه عمویه قدس سرهٗ

(۲٤) حضرت خواجه ابو احمد اسود دینوری قدس سرهٗ

(۲۵) حضرت خواجه ممشاد علو دینوری قدس سرهٗ

(۲٦) حضرت سید الطائفه جنید بغدادی قدس سرهٗ

(۲۷) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرهٗ

(۲۸) حضرت خواجه معروف کرخی قدس سرهٗ

(۲۹) حضرت خواجه دائود طائی قدس سرهٗ

(۳۰) حضرت خواجه شیخ حبیب عجمی قدس سرهٗ

(۳۱) حضرت خواجه حسن بصری قدس سرهٗ

(۳۲) حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللّٰه وجهه

(۳۳) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمّد مصطفیٰ صلیٰ اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

نہم : سلسلہ عالیہ سہروردیہ جدیدہ مثل سلسلہ چشتیہ جدیدہ حضرت جمال الاولیا

(۱۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہٗ

(۱۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت شیخ ادھن جونپوری قدس سرہٗ

(۱٤) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہٗ

(۱٥) حضرت شیخ علاء الدین قدس سرہٗ

(۱٦) حضرت سید راجو قتال قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ الیٰ آخر السلسلۃ العالیہ السہروردیہ القدیمۃ ۔

دہم : سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ مثل قادریہ جدیدہ تا سید محمد کالپوی

(۱۰) حضرت شیخ ابو العلا اکبر آبادی قدس سرہٗ

(۱۱) حضرت شیخ عبد اللہ قدس سرہٗ

(۱۲) حضرت سید محمد یحییٰ قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت خواجہ محمد عبد الحق قدس سرہٗ

(۱۴) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

(۱۵) حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ

(۱۶) حضرت خواجہ برہان الاصفیا بہاء الدین نقشبندی قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت خواجہ امیر کلاں قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت بابا محمد سماسی قدس سرہٗ

(۱۹) حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ

(۲۰) حضرت خواجہ محمود ابو الخیر فغنوی قدس سرہٗ

(۲۱) حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

(۲۲) حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ

(۲۳) حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

(۲۴) حضرت شیخ ابو علی طوسی فارمدی قدس سرہٗ

(۲۵) حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہٗ

(۲٦) حضرت خواجه ابو الحسن خرقانی قدس سرهٗ

(۲۷) حضرت خواجه بایزید بسطامی قدس سرهٗ

(۲۸) حضرت سیدنا امام جعفر صادق قدس سرهٗ

(۲۹) حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق قدس سرهٗ

(۳۰) حضرت سیدنا سلمان فارسی قدس سرهٗ

(۳۱) حضرت افضل اولیا العٰلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۳۲) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلیٰ اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیهم اجمعین

یازدهم: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علویہ صدیقیہ تا امام جعفر صادق

(۲۹) حضرت امام سیدنا محمد باقر قدس سرہٗ

(۳۰) حضرت امام زین العابدین قدس سرہٗ

(۳۱) حضرت اما م حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۲) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۳۳) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

دوازدهم : سلسلہ عالیہ بدیعیہ مداریہ مثل قادریہ جدیدہ تا جمال الاولیا

(۱۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہٗ

(۱۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہٗ

(۱۳) حضرت سید جلال عبد القادر قدس سرہٗ

(۱۴) حضرت سید مبارک قدس سرہٗ

(۱۵) حضرت سید اجمل قدس سرہٗ

(۱۶) حضرت عارف اجل بدیع الدین مدار مکن پوری قدس سرہٗ

(۱۷) حضرت شیخ عبد اللہ شیامی قدس سرہٗ

(۱۸) حضرت شیخ عبد الاول قدس سرہٗ

(۱۹) حضرت شیخ امین الدین قدس سرہٗ

(۲۰) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۲۱) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

سیزدہم : سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ اقرب الطرق

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ

(۲) اعلیٰ حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر سید شاہ آل رسول قدس سرہٗ

(۳) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہٗ

(۴) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(۵) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری معروف بہ میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز خواب میں زیارت مولائے کائنات علی المرتضی کرم اللہ وجہہ سے مشرف ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمایا جائے مولائے کائنات نے دست مبارک پھیلایا اور ان کو بیعت سے مشرف فرمایا اس واقعہ کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مستقل رسالہ میں بہت ہی مفصل تحریر فرمایا ہے فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ یہ طریقہ مناسبہ سب طریقوں سے قریب سے قریب تر ہے اس لیے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضور اقدس ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

افاضات وارشادات

نذرانہ: اعلیٰ حضرت قبلہ کے یہاں پہلے نذرانہ کا بالکل دستور نہ تھا۔ کبھی کسی شخص کی نذر قبول نہ فرماتے تھے۔ کوئی شخص کتنا ہی اصرار کرتا، مگر حضور برابر انکار فرماتے، اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا۔

جس زمانہ میں جناب قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم مدیر رسالہ 'خزن تحقیق' معروف بہ 'تحفہ حنفیہ' ورئیس محلہ لودی کٹرہ پٹنہ کی اہلیہ محترمہ مرید ہوئیں، تو ان کے والد جناب شاہ بھگو صاحب کاکوی نے مبلغ ۶۰ روپئے نذر کے حاضر کیے۔ اعلیٰ حضرت نے حسب دستور ہاتھ رکھ کر فرمایا: اللہ برکت دے۔ اور واپس فرمادیا۔ تو شاہ بھگو صاحب نے خیال کیا کہ مولانا کو شاید معلوم نہیں کہ کتنے روپئے ہیں؟ تھوڑی رقم سمجھ کر واپس فرمایا۔ (اس لیے کہ کچھ روپئے تھے اور کچھ روپوں کے نوٹ تھے) اس لیے کہا: حضور ساٹھ (۶۰) روپئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ تو ساٹھ روپئے ہیں، اگر ساٹھ ہزار بھی ہوں تو مجھے خدا کے فضل سے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے، اور احباب ومخلصین کی نذر قبول کرنے سے غنی ومستغنی کردیا ہے۔

البتہ کبھی کوئی شخص کوئی معمولی چیز تحفہ دیتا تو اسے قبول فرمالیتے، انکار نہ فرماتے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ محض معمولی چیز سمجھ کر واپس کیا ہے۔

ایک مرتبہ الہ آباد کے ایک صاحب تشریف لائے وہاں کے امرود مشہور ہیں۔ چند امرود جن پر پتے لگے ہوئے تھے، ایک چھوٹے سے طشت میں رکھ کر حاضر کیا۔ اس وقت اعلیٰ حضرت ظہر کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جا رہے تھے، جب اعلیٰ حضرت سیڑھی کے قریب پہنچے اور سیڑھی پر چڑھنے کو ہوئے تو یہ صاحب حاضر ہوئے اور وہ طشت پیش کرتے ہوئے عرض کیا: ع برگ سبز ست تحفہ درویش

اعلیٰ حضرت نے امرود میں سے پتہ ذرا زور دے کر اٹھایا اور فرمایا کہ برگ سبز میں نے قبول کر لیے۔ اور مسکراتے ہوئے حویلی تشریف لے گئے۔ وہ بے چارے سخت پشیمان ہوئے اور خاموش وہاں سے واپس ہوئے، اور بولے ب کیا کریں؟ یہ امرود اعلیٰ حضرت کے لیے الہ آباد سے لائے تھے اور میں نے یہ مصرع انکساراً پڑھا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے امرود کے پتے لے لیے، اور امرود قبول نہ کیا۔ ہم نے کہا کہ آپ پریشاں خاطر نہ ہوں، یہ اعلیٰ حضرت نے بطور طبیعت کیا۔ آپ کسی دائی کے ہاتھ ان کو بھجوا دیجیے، اعلیٰ حضرت قبول کرلیں گے۔ انہوں نے بھیج دیا، اعلیٰ حضرت نے قبول فرمالیا۔ یہ بہت خوش ہوئے، اور مجھے دعائے خیر دینے لگے۔ جزاک اللہ تعالی

۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بوقت عصر مسجد میں شرف بیعت حاصل کیا اور نذرانہ پیش کی۔ فرمایا: اس کی کیوں تکلیف کی؟ میں نے عرض کیا: حضور! میری خوشی اسی میں ہے کہ حضور اسے قبول فرمالیں۔ الحمد للہ کہ حضور نے ہدیۂ مختصر قبول فرمالیا، اور ارشاد فرمایا کہ میں پہلے نذر نہیں لیا کرتا تھا، مگر جب سے یہ حدیث شریف میری نظر سے گزری کہ کوئی شخص دے تو لے لے، ورنہ ایک روز

ایسا آئے گا کہ مانگے گا، اور نہ ملے گا بعد میں۔

پاؤں چومنے پر ناراضگی:-

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ تھے کہ پیچھے سے حاجی نصرت یار خاں صاحب قادری رضوی نے آکر قدم چوم لیے۔ اعلیٰ حضرت کو اس سے بہت رنج ہوا، چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، فرمایا:-

نصرت یار خان اس سے بہتر تھا کہ میرے سینے میں تلوار کی نوک پیوست کر کے پیٹھ کی طرف سے نکال لیتے۔ مجھے سخت اذیت اس سے ہوئی کہ میری بے خیالی میں یہ حرکت کی۔ ان قدموں میں کیا رکھا ہے؟ خوب یاد رکھو، اب کبھی ایسا نہ کرنا، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ناظرین کرام! فقیر ایوب علی کی حاضری جب مزار پر انوار پر ہوتی ہے۔ فوراً یہ واقعہ یاد آجاتا ہے، اور اسی وجہ سے پائنتی کی جانب قبر شریف کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا کہ حضور کی روح پاک کو ایذا پہونچے گی۔ میں زائرین کرام سے یہی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی بوقتِ حاضریِ مزارِ پر انوار، اس کا لحاظ رکھیں۔

عشرہ محرم میں سبز، سرخ، سیاہ رنگ کا استعمال:-

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ محرم کی پہلی تاریخ سے عشرہ تک سبز سرخ سیاہ لباس سے اجتناب کرتے کہ سبز علمبرداروں کا لباس ہے، اور سرخ خوارج کا، اور سیاہ روافض کا ــــــ ایک سال حضور کی مرزئی میں تینوں رنگ تھے۔ زمین سیاہ تھی، اس میں گلاب کے پھول سرخ، اور پتیاں سبز۔

جب ماہ محرم آیا، فوراً اتار دیا۔ حالانکہ اس میں تشبہ کسی کا نہ تھا کہ ہر ایک کا لباس ایک رنگ کا ہوتا ہے۔

یوم حج و عشرہ کا روزہ :۔

حضور کا معمول تھا کہ یوم حج یعنی نویں ذی الحجہ، اور عشرہ محرم میں صائم رہا کرتے اور ارشاد فرماتے :۔

اگر کم نصیبی سے حج نہ کر سکے تو روزہ تو رکھ لے، کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

احترام قبلہ :۔

فرمایا: بوقت بول و براز جانب قبلہ رخ نہ ہو، نہ پشت۔ بوقت تعمیر، مالک مکان اور معماران کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے ــــــــ نہ قبلہ کی جانب منھ کر کے کلی کرے، نہ تھوکے، نہ پاؤں پھیلائے۔

عوام میں مشہور ہے کہ قطب کی طرف پاؤں نہ پھیلائے، یہ غلط ہے کہ جیسے آسمان پر اور تارے ہیں، ویسے ہی قطب ایک تارا ہے۔ تو کیا کسی طرف پیر ہی نہ کرے کہ ہر طرف تارے ہیں!

آداب مسجد :۔

فرمایا: شیر خوار بچہ کو مسجد میں نہ لے جاؤ۔ کرتہ یا صدری اتار کر ننگے بدن مسجد میں جانا ممنوع ہے۔ مباح بات کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ نہ آواز بلند کرے، نہ خرید و فروخت۔ نہ بعد وضو پانی کے قطرات فرش مسجد پر گریں۔ فرش مسجد پر کھڑے کھڑے اچکن یا ٹوپی یا رومال یا عمامہ یا کوئی شی

پھینکنا منع ہے، آہستہ سے رکھنا چاہیے۔

احترام مسجد:-

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرش مسجد پر ایڑی اور انگوٹھے کے بل چلا کرتے تھے کہ دھمک پیدا نہ ہو۔

مسجد آکر فوراً نیت باندھنا سنت ہے:-

فرمایا: اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں آکر سنتوں کی نیت اس وقت کرتے ہیں، جب تھوڑی دیر بیٹھ لیتے ہیں۔ اگر چہ وقت کی قلت ایک منٹ بھی موقعہ نہ دیتی ہو۔ حالانکہ آتے ہی بلا تاخیر نیت باندھنا چاہیے۔

صف اول میں کھڑے ہونے کا ثواب:-

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ نماز مغرب کی جماعت قائم ہوتی ہے، حاجی محمد شاہ خان صاحب قادری رضوی عرف تھن خاں صاحب نے صف اول میں شامل ہونے کی غرض سے شمالی فصیل پر کھڑے ہوکر نماز ادا کی۔ دیکھ کر فرمایا:-

خاں صاحب! اس طرح صف اول کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ جگہ خارج مسجد ہے ـــــــ پھر فرمایا: اگر لوگوں کو صف اول کے ثواب کی علم ہو جائے، تو قرعہ اندازی کرنا پڑے۔

صف اول کے فضائل:-

فرمایا: نماز با جماعت میں سب سے پہلے امام پر تجلی ہوتی ہے، پھر جو محاذ میں مقتدی ہے، اس پر تجلی ہوتی ہے۔ پھر دہنی جانب جو مقتدی ہوتا ہے۔

پھر بائیں جانب جو مقتدی ہوتا ہے۔ پھر دہنی جانب، پھر بائیں جانب۔ یہاں تک کہ صف اول کی ختم پر۔ صف دوم پر بھی یونہی تجلی دورہ کرے گی؛ اور اسی طرح اور صفوف پر۔

نماز میں چادر اوڑھنے کا طریقہ اور دیگر ضروری مسائل :-

فرمایا: نماز پڑھنے کے وقت اگر دولائی یا چادر جسم پر ہے، تو سر سے اوڑھے شانوں سے نہیں ——— نیت باندھنے کے وقت ہاتھوں کی گھائیاں کشادہ کر کے تکبیر تحریمہ کہے؛ اور دونوں ہاتھ ناف پر اس طرح باندھے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی الٹے ہاتھ کے گٹوں پر قائم ہو؛ اور درمیانی تین انگلیاں کلائی پر رہیں، چھنگلیاں اور انگوٹھا کلائی سے گرتا ہوا رہے ——— نظر بحالت قیام سجدہ کی جگہ قائم رہے ——— رکوع میں دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر اور نظر دونوں پاؤں کی انگلیوں پر ——— بروقت تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے وقت) بالکل سیدھا کھڑا ہو اور نظر سینے پر رکھے ——— پھر سجود کے وقت پہلے سیدھا ہاتھ جانماز کو مس کرے پھر بایاں، مگر اس طرح کہ سرسری نظر میں مقدم موخر کا امتیاز نہ ہو ——— نیز اول ناک کا نرم بانسہ دبائے، پھر پیشانی مصلیٰ سے مس ہو، اس وقت نظر ناک پر رہے، یہ پہلا سجدہ ہوا۔ اس کے بعد جب سر اٹھائے تو پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر الٹا ہاتھ، پھر سیدھا، مگر سیدھی ران پر پہلے سیدھا ہاتھ، پھر بائیں ران پر بایاں ہاتھ پہنچنا چاہیے اور مقدم و موخر کا یہاں بھی امتیاز نہ ہو ——— اور مابین سجود بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے سیدھا بیٹھ کر اتنا سکون لے کہ ہر عضو کا جوڑا اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔ یونہی دوسرا سجدہ کرے۔ نہ اس طرح کہ پہلے سجدہ سے ذرا سر اٹھا دیا، اور دوسرا سجدہ کر لیا۔

علاوہ ازیں سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنا چاہیے ـــــــ بروقتِ قعدہ نظر اپنی گود پر رہے: اور سلام پھیرتے وقت شانوں پر۔

دفع وسواس کی تدبیریں:

انھیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دفعِ وسوسات کے لیے یہ چیزیں بتائی ہیں:

آدمی جس وقت سو کر اٹھتا ہے خیال کہ مجتمع تھا، بجلی کی چال سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے۔ اگر پھیل گیا تو سمٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال کو روک کر، تصور میں تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ یہ ابتدا اس کے خیال کی ہوگی، تو دن بھر اس کی برکت اس کے خیالات پر حاوی رہے گی ـــــــ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ خوب کس کر باندھے جائیں۔ نفس کا معدن زیرِ ناف ہے، یہیں سے وسوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں، اس لیے ائمہ شافعیہ قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روک دیں۔ ہمارے ائمہ حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں کہ ابتدا سرچشمہ کی بندش کریں۔ ہاتھ وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے، انہیں کس لیا کریں ـــــــ نگاہ کے جو مواضع شریعت نے بتائے ہیں، ان سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشان نہ ہونے پائے۔ اس کی پابندی ضروری ہے۔ قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے۔ رکوع میں پاؤں پر، سجود میں بینی پر قعود میں گودی پر، سلام میں شانوں پر ـــــــ کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔ پڑھنے میں جلدی چاہیے۔ آہستہ ڈھیل کے ساتھ پڑھا جائے (تو) خیال کو انتشار کا میدان وسیع

ملتا ہے۔ جب جلد جلد الفاظ ادا کیے جائیں اور صحت کا بھی لحاظ رہے تو خیال کو اس طرف سے فرصت نہ ملے گی ــــــ ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصور میں زمین کی طرف متوجہ رہے۔ ہاتھ کھچے ہوئے نہ ہوں، مونڈھے اوپر کو نہ چڑھے ہوں، اور پسلیاں سخت نہ ہوں۔ بدن کی یہ وضع بھی بدل جائے گی۔ لحاظ رکھیں، تبدیل پاتے ہی فوراً ٹھیک کرلیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو یا رکوع میں سر نیچا ہو یا سجود میں کلائی یا بازو یا زانو خلاف وضع مسنون ہوں کہ یہ تو ممنوع ہے، بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو۔ پٹھے کھچے ہوئے نہ ہوں، نرم ہوں۔ اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے۔ جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو تھوڑی دیر میں دیکھے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے، شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو جنبش دے محسوس ہوگا کہ سب اعضا اتر آئے، اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے ــــــ اگر اذکار نماز کے معنی معلوم ہوں فبہا۔ ورنہ اتنا تصور جمائے رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا ہوں، اور عاجزی سے اپنی حاجات عرض کر رہا ہوں۔ اور اس پر معین ہوگا، گڑگڑانے کی صورت منہ بنانا۔ جب یہ وضع بدلے، فوراً متوجہ ہو کر پھر بنالے۔ معاً خیال صحیح ہو جائے گا ــــــ وسوسے جو آئیں، ان کے دفع کی کوشش نہ کرے۔ اس سے لڑائی باندھنے میں بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا۔ بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ متوجہ کر دے، اور وسوسہ کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے، مجھ سے کچھ کام نہیں۔ اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں

اپنے رب سے فریاد کرے۔ اس کا قاعدہ ہے کہ یادِ الٰہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے ____ بڑا گُر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو، نہ بھرا۔ اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرتی ہو، مضر ہوگا۔ اور بھرے کے ضرر کا تو ٹھکانا ہی نہیں، افضل اور اولیٰ تہائی پیٹ ہے۔

عمامہ کے بعض مسائل:-

فرمایا: سر کے نیچے عمامہ یا مصلیٰ یا پائجامہ رکھنا ممنوع کہ عمامہ ومصلیٰ رکھنے سے عمامہ اور مصلیٰ کی؛ اور پائجامہ رکھنے سے سر کی بے حرمتی ہے۔ نیز عمامہ کے شملہ سے ناک یا منھ پوچھنا نہ چاہیے۔ نہ ناک صاف کر کے دیوار مسجد سے ہاتھ پوچھے۔

کلمہ طیبہ کا ایصال ثواب:-

کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔

ارشاد فرمایا: کلمہ طیبہ ستر ہزار بار مع درود شریف کے پڑھکر بخش دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔ اور پڑھنے والے کو دونا ثواب ملے گا۔ اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا۔ اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین ومومنات کو ایصال ثواب کرسکتا ہے۔ اسی نسبت سے اُس پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے دفعۃً رونے لگا۔ وجہ

دریافت کرنے پر کہا کہ مری ماں کو جہنم کا حکم ہوا اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں ـــــ اس شہر میں یہ لڑکا کشف وکرامت میں مشہور تھا۔ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور! میں نے ابھی دیکھا کہ میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لیے جا رہے ہیں ـــــ شیخ ارشاد فرماتے ہیں: اس حدیث کی تصحیح مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی، اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔

مزار پر حاضری کے آداب :-

ارشاد فرمایا:-

(الف) صاحب قبر کی پائنتی سے مواجہہ میں باادب حاضر ہو کر سلام عرض کرے، لیکن سلام کے وقت بقدر رکوع نہ جھکے کہ غیر خدا کے لیے اتنا خمیدہ ہونا ممنوع ہے۔

(ب) بعض حضرات قبلہ رو ہو کر مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس سے صاحب مزار کو گھوم کر ملاحظہ کرنا پڑتا ہے، اور یہ تکلیف کی بات ہے۔

(ج) مزار سے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو۔

(د) مزار کو پشت نہ ہونے پائے۔ اس کا بھی زیادہ خیال ان خدام کو چاہیے کہ ہمہ وقت درگاہ میں حاضر رہا کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جملہ آداب کا ہر آن ہر لحظہ خیال رکھیں کہ انھیں دیکھ کر عوام سبق حاصل کریں گے۔

(د) حجرہ خاص کے اندر بے باکانہ کسی سے کلام نہ ہو۔ کم سے کم اتنا

پاس ولحاظ رکھے جتنا حیات ظاہری میں رکھتا تھا کہ بعد وفات کہیں زیادہ ادراک ہو جاتا ہے۔

قبور مسلمین کا احترام :-

فرمایا: قبور کو پشت کا سہارا لگانے کی ممانعت ہے چہ جائیکہ جوتہ پہنے قبور مسلمین کو پامال کرنا، ان پر بیٹھ کر گھنٹوں تاش، گنجفہ کھیلنا۔ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے کسی کو قبرستان میں جوتہ پہنے دیکھا ارشاد فرمایا: اے جوتہ پہننے والے! جلد اپنے پاؤں سے جوتا اتار۔

کھانے کا وضو اور بسم اللہ :-

فرمایا: کھانا کھانے کا وضو ہاتھ دھونا ہے۔ بروقتِ خورد ونوش پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لی جائے۔ ورنہ اس شی کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اگر سہواً بسم اللہ شریف نہ پڑھا ہو تو یاد آنے پر فوراً پڑھ لے کہ اس کے پڑھتے ہی شیطان وہ شی اگل دیتا ہے۔

(حضور اعلیٰ حضرت قبلہ جس وقت پان کھاتے، بسم اللہ پڑھ لیتے۔ پھر جب چھالیہ کھاتے، بسم اللہ شریف پڑھ لیتے۔)

پانی پینے کا طریقہ :-

فرمایا: پانی بیٹھ کر تین سانس میں چوس کر پینا چاہیے۔ مگر زمزم شریف اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا احترام یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیے۔

ماء مستعمل کا استعمال :-

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز حاجی کفایت اللہ صاحب

سے پینے کے واسطے پانی مانگا۔ممدوح نے بر کف چپ کٹورہ رکھ کر دست راست سے پانی گھڑے سے نکالا اور کٹورہ اپنے دہنے ہاتھ میں لیتے وقت انگوٹھا کٹورے کے کنارے پر، باقی انگلیاں کٹورے کے نیچے رہیں۔ اگرچہ انگوٹھا بھی معاً ہٹالیا تھا، مگر حضور نے اس گرفت کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جب حاجی صاحب نے پانی پیش کیا تو حضور نے دست راست میں کٹورالیا اور دست چپ سے فوراً حاجی صاحب کا انگوٹھا پکڑ کر ملاحظہ فرمایا جو پانی سے کچھ مس ہو گیا تھا۔ لہٰذا کٹورا واپس فرمادیا اور دوسرا پانی منگا کر نوش فرمایا۔

جلال بخاری کے کونڈے کی فاتحہ اور عورتوں کی جہالت :-

حضرت جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کونڈوں کی نیاز میں ایک کونڈے کی شیرینی پر کپڑا ڈھک دیا جاتا ہے کہ اس پر حضرت بی بی یعنی حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فاتحہ عام طور سے دلاتے ہیں۔ اس کونڈے سے مرد کو شیرینی کھانے نہیں دیتے۔ مگر حضور اعلیٰ حضرت ﷫ اپنے یہاں فاتحہ دینے کے بعد قصداً بطور تبرک اس میں سے تناول فرمالیا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ

اگر مردوں کو بی بی صاحبہ کی تبرک سے نہیں دیا جاتا، تو پھر عورتوں کو حضور اقدس ﷺ کی نیاز کا تبرک نہ کھانا چاہیے۔ نہ میلاد شریف کی تبرک میں عورتوں کا حصہ ہونا چاہیے۔

مریض کو دیکھ کر کیا کرے :-

فرمایا: اگر کسی مریض کی عیادت کو جاؤ، یا کہیں نظر پڑے تو مذکورہ دعا کو

پڑھ کر اس کی طرف پھونک دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس مرض میں وہ مبتلا ہے، اس سے محفوظ رہو گے۔

مرض کی شکایت نہ کرنا چاہیے :-

فرمایا: عوام وخواص کے یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے، دردسر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے۔ وغیرہ وغیرہ، یہ نہ چاہیے۔ اس لیے کہ جملہ امراض کا ظہور منجانب اللہ ہوتا ہے، تو شکایت کیسی؟ نیز اگر کسی مرض کا غلبہ ہے، تو یوں اظہار کیا جاتا ہے: بے حد بخار ہے، بے حد نقاہت ہے۔ اس کے کیا معنیٰ؟ یہی نا کہ بخار و نقاہت ایسی ہیں کہ ان کی حد نہیں۔ یہ تو ایک قسم کا کوسنا ہوا۔

سلام خط کے جواب میں عجلت :-

چونکہ سلام کا جواب فوراً دینے کا حکم ہے لہٰذا دیکھا گیا اور گوش گزار ہوا کہ ہر اس خط پر جو پیش نظر ہوتا اگر اس میں سلام تحریر ہوتا تو حضور اسی وقت زبان فیض ترجمان سے بشرطیکہ کاتب سُنّی ہوتا فرمایا کرتے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کارڈ یا کھلے خط پر اسم جلالت یا اسم رسالت لکھنا:-

کارڈ یا کھلے خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا آیہ کریمہ یا اسم جلالت اللہ یا نام اقدس محمد یا درود شریف بہ لحاظ بے حرمتی، لکھنے سے منع فرماتے۔ بلکہ بجائے بسم اللہ شریف اعداد ۷۸۶ یا کسی نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ یا درود شریف لکھنا ہوتا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ

یاعلیہ الرحمۃ یا نبی کریم سراپا رحیم افضل الصلاۃ والتسلیم ارقام فرماتے۔اور سرنامہ پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بجائے، السلام علیکم ورحمتہ وبرکتہ یاوعلیکم ورحمتہ وبرکتہ تحریر فرمایا کرتے۔

۷۸۶ کے ساتھ ۹۲ لکھنے کی ابتدا:-

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ، عرض کرتا ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ حضور کی ہر تصنیف لطیف وملفوف مفاوضہ عالیہ کی ابتدا حمد ونعت سے اس طرح ہوتی تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اس لیے میرے قلب میں بعد وصال حضور، کھلے خط میں لکھنے کے لیے ۹۲/۷۸۶ القا فرمایا گیا۔ جو بکرمہ تعالیٰ مقبول ہو کر میرے خطوط ہی میں نہیں بلکہ مطبوعہ اشتہارات وغیرہ میں برادران اہل سنت شائع فرمارہے ہیں۔

مسلمان کا جنازہ دیکھ کر کیا کرے؟:-

فرمایا: اسلامی میت کو آتا ہوا دیکھ کر بعض مسلمان چالیس قدم جنازہ کے ساتھ چل کر واپس ہو جاتے ہیں، یہ نہ چاہیے۔ بلکہ اگر نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے، تو کم از کم نماز میں شرکت کرے۔ بعد نماز ولی میت کے اعلان پر واپس ہو تو حرج نہیں۔ اگر بعد نماز ایک قدم بھی جنازہ کی معیت اختیار کی، تو حکم ہے کہ دفن کے بعد واپس ہو، اقل درجہ اخوت اسلامی واحترام میت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بیٹھا ہوا ہے تو جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جائے۔

کافر کی میت کو دیکھ کر کیا کرے؟:-

فرمایا: ہندو کی نکٹی اگر آتی ہو تو راستہ سے ہٹ کر کھڑا ہو جائے کہ اس کے آگے آگے شیطان رقص کرتا ہوا جاتا ہے۔ اس وقت یہ دعا پڑھنا چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

تبارک کی فاتحہ:-

کسی نے پوچھا کہ تبارک بعد مرنے ہی کے ہو سکتا ہے یا زندگی میں بھی کر سکتا ہے اور مقدار سوا من صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد فرمایا: ہر سال کریں یا ایک ہی سال۔ تبارک شریف سے مقصود ایصال ثواب ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار معین نہیں، جتنا ہو اور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے اللہ کے لیے ہو۔ مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں، ہر سال کریں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مقرر کر کے موقوف کرنا نہ چاہیے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ اس میں تبارک شریف پڑھی جاتی ہے، اس سورت کریمہ کی برابر عذاب قبر سے بچانے والی اور راحت پہنچانے والی کوئی چیز نہیں۔ اگر اس کے پڑھنے والے کے پاس ملائکہ عذاب آنا چاہتے ہیں تو ان کو روکتی ہے۔ وہ دوسری طرف سے آنا چاہتے ہیں تو ادھر حائل ہوتی ہے، اور فرماتی ہے کہ اس کے پاس نہ آؤ۔ یہ مجھے پڑھتا تھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہم اس کے حکم سے آئے ہیں، جس کا تو کلام ہے۔ تو فرماتی ہے کہ ٹھہر جاؤ، جب تک میں واپس نہ آؤں اس کے پاس نہ آنا۔ اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر

اپنے پڑھنے والے کی مغفرت کے لیے ایسا جھگڑتی ہے کہ مخلوق کو ایسا جھگڑنے کی طاقت نہیں۔ انتہا یہ کہ اگر مغفرت میں تاخیر ہوتی ہے، عرض کرتی ہے: وہ مجھے پڑھتا تھا اور تو نے اسے نہ بخشا۔ اگر میں تیرا کلام نہیں تو مجھے اپنی کتاب سے چھیل دے۔ اس پر ارشاد باری ہوتا ہے: 'جا ہم نے اسے بخشا' وہ فوراً جنت میں جاتی ہے، اور وہاں سے ریشمی کپڑے، آرام تکیے اور پھول اور خوشبوئیں لے کر قبر میں آتی ہے، اور فرماتی ہے: 'مجھے آنے میں دیر ہوئی تو گھبرایا تو نہ تھا'؟ پھر بچھونے بچھاتی اور تکیہ لگاتی ہے، فرشتے بحکم رب العالمین واپس جاتے ہیں۔

سہ شنبہ کو کپڑا قطع نہ کرائے :-

فرمایا: یوم سہ شنبہ کپڑا نہ ترشواؤ، ورنہ چوری جائے گا، یا ڈوبے گا، یا جلے گا۔

سیاہ جوتے کا حکم :-

فرمایا: سیاہ جوتا رنج، اور زرد، خوشی لاتا ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے۔ مجھے بھی یاد ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ زرد رنگ کا جوتا پہننا خوشی کا باعث ہے؛ اور فرمایا کہ یہ مسئلہ آیہ کریمہ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ ۝ سے مستنبط ہوتا ہے۔

اس کے بعد میں نے تفسیر مدارک التنزیل پڑھاتے وقت اس آیہ کریمہ کے تحت میں دیکھا۔ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: من لبس نعلا صفراء قل همه لقوله تعالیٰ: تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ یعنی حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے: جو شخص زرد رنگ کا جوتہ پہنے اس کا غم دور ہو

(یعنی خوشی ہو) بدلیل ارشاد باری تعالیٰ شانہ، اس گائے کا رنگ زرد خوب شوخ ہو جو خوش کر دے ناظرین کو،

شیخ الدلائل حضرت مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی مخلص صمیم اعلیٰ حضرت قدس سرہما الاکلیل علی مدارک التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے حاشیہ کشاف میں فرمایا: بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لقولہ تعالیٰ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی نہیں، بلکہ ان سے جو حدیث مروی ہے، اس کی تعلیل ہے۔ اور حاشیہ جلالین کی بہ جمالین مسمّیٰ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ جو شخص زرد رنگ کا جوتہ پہنے وہ ہمیشہ سرور و خوشی میں رہے گا، جب تک اس کو پہنے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: صَفۡرَآءُ فَاقِعٌ لَّوۡنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیۡنَ ۝ ط کذا فی الدر

روح البیان میں بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ والی حدیث منقول ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر اور محمد بن کثیر نے سیاہ رنگ کا جوتہ پہننے سے منع فرمایا ہے کہ وہ غم لاتا ہے۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اس ارشاد مبارک کے شواہد و دلائل تفسیر کی کتابوں سے اس لیے نقل کر دیے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ رسم و شگون کے پابند اور قائل تھے۔

سفر کس دن کرے :-

فرمایا: پنجشنبہ، شنبہ، دو شنبہ میں سفر کرنا چاہیے۔ شنبہ کے متعلق

حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قبل طلوع آفتاب سفر اختیار کرے تو اس کا ضامن میں ہوں۔

محفل سماع کا حکم:-

کسی نے عرض کیا۔ کیا یہ روایت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد فرمایا: یہ واقعہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لیے ہیں، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں، باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے۔ اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلیے۔ حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم جاننے والے ہو، مواجہہ اقدس میں حاضر ہو، اگر حضرت راضی ہوں، میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: ایں بد بختاں وقت مارا پریشان کردہ اند۔ وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔ فرمایا: آپ نے دیکھا؟

دفع بلاء کی سہل تدبیریں:-

فرمایا: ہر مسلمان روزانہ صبح و شام اور سوتے وقت ایک ایک بار آیۃ الکرسی اور تین تین بار تینوں قل پڑھ لیا کرے۔ اس کے لیے آدھی رات سے

طلوع آفتاب تک صبح ہے۔ اور دو پہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک شام۔ اس بیچ میں پڑھ لینا صبح یا شام کا پڑھ لینا ہوگا ـــــــ ان کے علاوہ پانچوں وقت ہر نماز فرض کے بعد ایک ایک بار آیۃ الکرسی پڑھیں۔ ظہر و مغرب و عشا میں سنتوں کے بعد ـــــــ عورتوں کو جن ایام میں نماز حکم نہیں ان میں قل نہ پڑھیں۔ مگر ان ہی وقت یا کم از کم صبح و عشا اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھیں، اس نیت سے کہ اللہ عز و جل کی تعریف ہے نہ بہ نیت قرآن مجید کہ ان دنوں میں انھیں قرآن پڑھنا منع ہے ـــــــ سوتے وقت تینوں قل اس ترکیب سے پڑھے جائیں کہ لیٹ کر دونوں ہتھیلیاں دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہر دو کف دست پر دم کر کے سر، منھ، سینہ، آگے، پیچھے، جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیر لیں۔ پھر دوبارہ یو ہیں، پھر سہ بارہ اسی طرح ـــــــ جو بچے خود پڑھنے کے قابل نہ ہوں، ان کے والدین اسی طرح تین بار پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے ان کے تمام بدن پر ہاتھ پھیر دیں ـــــــ صبح و شام ایک ایک بار یہ دعا ہر شخص پڑھے۔ سبحٰن اللہ وبحمدہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشا لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما ـــــــ صبح و شام میں تین بار اعوذ بکلمات التامات من شر ما خلق ـــــــ صبح شام میں تین تین بار بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ' یہ تینوں دعائیں عورتیں ایام ناپاکی میں بھی پڑھ سکتی ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ نہایت آسان مختصر و بے مشقت ہیں۔ اور طاعون و وبا بلکہ ہر بلا سے

محافظت کے لیے باذنہٖ تعالیٰ مضبوط و مستحکم قلعے۔ یہ دعائیں ہمیشہ پڑھی جائیں تو بعونہٖ تعالیٰ ہمیشہ ہر بلا سے امان ہو ـــــــ ہر مکان میں بعد نماز مغرب سات بار باآواز بلند اذان ہو۔ صحیح حدیثوں میں اسے دفع شیاطین کا علاج بتایا اور یہ کہ طاعون شرِّ شیاطین ہی سے ہے ـــــــ عشا ہر کے وقت مسجد میں حدود مسجد سے جدا سب نمازی جمع ہوکر سات سات اذانیں کہیں؛ اور آوازیں مل کر نکلیں کہ دور تک وہ الفاظ کریمہ پہنچیں۔ ہر شخص اپنی اپنی کہتا ہے، تو دور سے ایک غل کے سوا کچھ مفہوم نہیں ہوتا ـــــــ اور بہتر یہ ہے کہ کوئی صحیح خواں صالح شخص سورہ یٰسٓ شریف کی تلاوت کرے، اور ہر مبین پر پہنچ کر وہ، اور سب حاضرین ایک ایک بار اذان کہیں کہ حدیث میں ہے: یٰس لماقری لہ یٰس شریف ہر اس کام کے لیے ہے جس نیت سے پڑھی جائے ـــــــ ہر مکان میں سورہ تغابن شریف ایک ایک بار باآواز پڑھیں، سب گھر والے سنیں۔ پھر پانی پر دم کرکے سب گھر والوں کو پلائیں ـــــــ ہر محلہ میں ایک ایک بکری، بھیڑ کہ شرائط قربانی پر ہو، مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرکے اس کا گوشت پوست مسلمان محتاجوں کو دیں ـــــــ ہر استطاعت والا دس سیر گیہوں اور پانچ آنے پیسے، متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور دس پیسے، کم استطاعت سیر بھر گیہوں اور دو پیسے، غریب سنی مسلمانوں پر تقسیم کرے ـــــــ یہ تعویذ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہر بلا کی دفع کے لیے ثابت ہے، اس کی صحیح نقلین کرکے مردوں، عورتوں، بچوں سب کے بازووں پر باندھ دیں۔ تعویذ یہ ہے :-

۸٦ ےھھھھھھ = × ٫٫٫٫٫٫٫٫ووص م

واو، صاد، میم کے سرے اور ہا کا چشمہ کھلا ہونا چاہیے، اور

صاد، میم کٹے۔ اسے کاغذ پر لکھ کر سفید دھلے ہوئے پرانے کپڑے میں کر کے سیدھے بازو پر باندھیں ـــــ جو شخص جس طاعون زدہ خواہ کسی آفت میں مبتلا کو دیکھ کر ایک بار پڑھے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً وہ بلا عمر بھر اسے نہ ہوگی۔ یہ بھی صحیح حدیث کا ارشاد ہے۔ طاعون وغیرہ دنیاوی بلا کو دیکھ کر اتنا آہستہ پڑھے کہ اپنے کان تک آواز آئے، وہ نہ سنے۔ مبتلا اگر عورت ہے تو ابتلاكِ کاف کے زیر کے ساتھ پڑھے ـــــ یہ درود شریف ایام وبا میں بعد نماز فجر وعصر پڑھنا وبا سے بچنے کے لیے تریاق اکبر بتایا ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ ال محمد بعدد کل داء ودواء وبعلة کل علة وشفاء ـــــ حسب ذیل رباعی لکھ کر دروازوں پر لگائی جائے ؎

یالطیف لم یزل ÷ الطف بنا فیمانزل

انت قوی نجنا ÷ عن قھرك یوم الخلل

نیز یہ شعر ؎

لی خمسة اطفی بھا حرالوباء الحاطمة

المصطفی والمرتضی وابناھما والفاطمة

(حکم شرعی بابت طاعون) طاعون وبا سے بھاگنا سخت حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الفار من الطاعون کالفار من الزحف طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔ اور اسے رب العزت قرآن عظیم میں فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جو صبر کیے ہوئے مولیٰ تعالیٰ کی رضا پر راضی بیٹھا رہے، اس کے لیے جیتے جی

شہید کا ثواب ہے۔ اللہ ورسول ﷻ و ﷺ سے زیادہ نہ کوئی جاننے والا، نہ ہماری بھلائی زیادہ چاہنے والا۔ وہ جو فرماتے ہیں، اسی میں ہمارے لیے خیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

فقیر نے ان سب اعمال کی اجازت اپنے سنی بھائیوں کو دی۔

دوائے طاعون:-

فرمایا: دوائے طاعون جو حضور سرور کائنات ﷺ نے خواب میں تلقین فرمائی:-

شاہترہ، چرائتہ، برگ نیب، ہم وزن۔ پہلے دونوں ایک ساتھ نیب کے پتے الگ اتنے پانی میں رات بھر بھگو دو کہ پانی ایک انگل اونچا رہے۔ صبح کو شاہترہ، چرائتہ مل کر، چھان کر، نیب کے پتوں میں ڈال کر اتنا جوش دو کہ سب پانی نیب کے پتوں میں جذب ہو جائے۔ پھر ہر ۳/ ماشہ وزن پر، ایک رتی خالص زعفران ڈال کر پیس لو؛ اور ایک ایک ماشہ کی گولیاں بنا کر حفاظت کے لیے دوسرے تیسرے دن ایک گولی پانی کے ساتھ نگل لیا کرو، جو مرض میں مبتلا ہو جائے، اس کو تین گولیاں ایک ایک گھنٹہ بعد پانی سے کھلا دو، انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔

اس دوا سے بکثرت مریض صحت یاب ہو چکے ہیں۔

دفع بواسیر کا عمل:-

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے مرض بواسیر کا، بہت تکلیف دہ ہے۔ ارشاد فرمایا:-

ہمارے یہاں مجموعہ اعمال میں ایک عمل لکھا ہے اس پر عمل کیجیے، انشاء اللہ تعالی صحت ہوگی۔ بواسیر خونی ہو یا بادی، دونوں کے لیے مفید ہے۔ ہر روز دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد شریف، سورہ الم نشرح، اور دوسری رکعت میں بعد الحمد، سورہ فیل پڑھے۔ بعد سلام ستر بار کہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ سبحان اللہ وبحمد ربی۔ یا یوں کہے: استغفر اللہ من کل ذنبی سبحان اللہ وبحمد ربی چند روز کی مداومت میں مرض دفع ہو جائے گا۔

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:-

طلب وبیعت کا فرق:

عرض: حضور طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بکنا۔ بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اول: سنی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم: کم از کم اتنا علم ضروری ہو کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

سوم: اس کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک متصل ہو، کہیں منقطع نہ ہو۔

چہارم: فاسق معلن نہ ہو۔

پھر اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ:-

لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنی نہیں جانتے۔

بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے، اور فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال دوں۔ ان کے مرید نے عرض کی: یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسروں کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوگئے، اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے، اور ان کو نکال لیا۔

تبدیل بیعت:-

ملفوظات حصہ اول میں ہے:-

تبدیل بیعت بلاوجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز، بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیے ہوئے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے (تو) یہ تبدیل بیعت نہیں، بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔

مجاھدہ کا معنیٰ:-

ملفوظات حصہ اول میں ہے:-

عرض: مجاہد کے کیا معنیٰ ہیں؟

ارشاد: سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیا ہے۔ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے، یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے: جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا: ور جعنا من الجهاد الاصغر الیٰ الجهاد الاکبر ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

اسی میں ہے: حضور! مجاہدہ میں عمر کی قید ہوتی ہے؟

ارشاد: مجاہدہ کے لیے کم ازکم اسی برس درکار ہوتے ہیں، باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر چھوڑ دیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں؛ اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کردیا جاتا ہے؛ اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

فنا فی الشیخ :-

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:-

عرض : حضور فنافی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے ؟

ارشاد: یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے؛ اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کرکے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت ﷺ کے فیوض وانوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر، در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی۔ یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پائے گا۔

وحدۃ الوجود کا مطلب:-

کسی نے وحدۃ الوجود کے معنی دریافت کیے۔اس پر ارشاد ہوا: -

وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لیے ہے۔اس کے سوا جتنے موجودات ہیں سب اسی کے ظل پر تو ہیں، تو حقیقۃً وجود ایک ہی کے لیے ٹھہرا۔

اس پر عرض کیا کہ اس کا سمجھنا تو دشوار نہیں، پھر یہ مسئلہ اس قدر مشکل کیوں مشہور ہے؟

ارشاد ہوا: اس میں غور و تامل یا موجب حیرت ہے یا باعث ضلالت۔اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے گا، بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں،ان میں سے ایک یاد رہی مثلاً:

روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے۔زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں، مگر بالعرض۔آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ان کی روشنی انھیں کی روشنی ہے،ان کی روشنی ان سے اٹھالی جائے، وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔

اس پر عرض کیا: یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ صاحب مرتبہ کو اللہ ہی نظر آتا ہے؟

ارشاد فرمایا: اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے، وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا۔ اس لیے کہ یہی اصل ہے، اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کی ظل ہیں۔ مگر یہ صورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی۔ یعنی سننے والی، دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اس لیے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں، ذات کی نہیں۔ اور سمع وبصر ذات کی صفتیں ہیں، سطح ظاہر کی نہیں۔ لہٰذا جو اثر ذات کا ہے، وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا۔ بخلاف حضرت انسان کے کہ ظِلّ ذات باری تعالیٰ ہے، لہٰذا اظلال صفات سے بھی حسب استعداد بہرہ ور ہے۔

اس پر چھوٹے صاجبزادے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خانصاحب نے عرض کیا کہ:-

حضور! یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیونکر دیکھتے ہیں؟ اگر ان ظلال وعکوس کو کہا جائے تو یہ اتحاد ہے، وحدت نہیں۔ اگر یہ ظلال وعکوس کو نہیں دیکھتے، ایک اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے تو یہ خود بھی ایک ظل ہیں۔ تو یہ بھی معدوم ہوئے۔ تو نہ ناظر رہا، نہ نظر۔ پھر اللہ کو دیکھنے کے کیا معنی؟ وہ اس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اسے احاطہ کرے۔ قیامت میں ہم مسلمان انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیضیاب ہوں گے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رویت کیونکر ہوگی؟

ارشاد ہوا: ظلال وعکوس مرات ملاحظہ ہیں۔ مرأت کا مرئی سے متحد ہونا کیا ضرور؟ علم بالوجہ میں وجہ، مرأت ملاحظہ ہوتی ہے۔ حالانکہ ذوالوجہ سے متحد نہیں۔

بلا شبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو، کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں، بلکہ شعاع بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے؛ اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا دہنی جانب بائیں، اور بائیں جانب دہنی معلوم ہوتی ہے۔ تو آئینہ تمہارا عین نہیں، مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔

ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضی وجود نہیں۔ کُلُّ شَیْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۚ مگر وجود عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حقائق الاشیاء ثابتة ـــــــ نظر سے ساقط ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فی الواقع اس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اس کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔

اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الٰہی بے کیف و بے جہت و بے محاذات ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ کچھ منہ تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے۔ کفار کے حق میں فرماتا ہے: كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۚ بیشک وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔ یہ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں۔

بصر احاطہ مرئی نہیں چاہتی۔ آیۂ کریمہ: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ کا یہی مفاد ہے کہ وہ ابصار و جملہ اشیا کا محیط ہے، اسے بصر اور کوئی شئی محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدم احاطہ معاذ اللہ اسی طرح کا ہے، وہاں بمعنی عدم ادراک حقیقت وکنہ ہے۔ رہا یہ کہ رویت کیونکر؟ یہ کیف سے سوال ہے،

وہ اور اس کی رویت کیف سے بالاتر ہے۔ پھر کیونکر کو کیا دخل؟۔ (ق،ن ۲۳۱تا۲۳۳)

درجات فقر:-

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:-

عرض: درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا؟

ارشاد: صلحا ـــــ سالکین ـــــ فانیین ـــــ واصلین۔

اب ان واصلوں کے مراتب ہیں۔ نجبا ـــــ نقبا ـــــ ابدال ـــــ بدلا ـــــ اوتاد ـــــ امامین ـــــ غوث ـــــ صدیق ـــــ نبی ـــــ رسول ـــــ تین پہلے سیر الی اللہ کے ہیں باقی سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل۔

افراد کسے کہتے ہیں:-

ملفوظات حصہ اول میں ہے:-

عرض: افراد کسے کہتے ہیں؟

کسی نے عرض کیا: حضور افراد کون اصحاب ہیں؟

ارشاد فرمایا: اجلہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت (ہے)۔

ایک صاحب اجلہ اولیائے کرام سے کسی نے پوچھا: حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی، فرماتے تھے: جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا۔ جب میں قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے،

ایک صاحب اسے اوڑھے سو رہے ہیں ۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا، اٹھو مشغول بخدا ہو۔ کہا: آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجیے۔ میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ یہ ولی اللہ ہیں۔ کہا: میں مشہور کردوں گا کہ یہ خضر ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے لے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا: وفر اللہ حظك منه اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ اور کہا: میں اگر غائب ہوجاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ اور فوراً نظر سے غائب ہوگئے۔ حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہوسکے۔ (میں) وہاں سے آگے بڑھا (تو) ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے۔ قریب گیا تو دیکھا کہ ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے، وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔ غیب سے ندا آئی۔ اے خضر! احتیاط کیجیے۔ اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رکے، یہاں تک کہ رو کے گئے۔ میں نے کہا : اُٹھ مشغول بخدا ہو۔ کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: تو میں مشہور کیے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔ کہا: میں مشہور کردوں گی، یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا: میرے لیے دعا کرو۔ کہا: دعا تو آپ کا حق ہے۔ میں نے کہا: تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا: وفر اللہ حظك منه اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا: اگر میں غائب ہوجاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے (دل میں) کہا: یہ بھی جاتی ہے، (اس لیے ان سے) کہا: یہ تو بتائے جا، کیا تو اسی مرد کی بی بی ہے؟ کہا: ہاں۔ یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہوگیا تھا اُس کی تجہیز تکفین کا ہمیں حکم تھا۔ یہ کہا، اور میری

نگاہ سے غائب ہوگئی۔

(وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ) حضرت خضر علیہ السلام سے (میں نے) پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ لوگ افراد ہیں۔ میں نے کہا: وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! شیخ عبد القادر جیلانی۔

کیا غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے ؟:-

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد ہوا: بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

اس پر انھوں نے دریافت کیا کہ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں؟

حضور نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ انھیں ہر حال یوہیں مثل آئینہ پیش نظر

اس کے بعد ارشاد فرمایا: ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبد اللہ ہوتا ہے۔ وزیر دست راست عبد الرب اور وزیر دست چپ عبد الملک۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ، وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے، بخلاف سلطنت دنیا۔ اس لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم ﷺ ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے، اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے، اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ

وموٰلیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی۔ اور موٰلیٰ علی و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر موٰلیٰ علی کو مرتبہ غوثیت عنایت ہوا اور امامین محترمین سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے، حضرت امام مہدی تک، سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہو گی۔

کسی نے عرض کیا: غوث کے انتقال کے بعد درجہ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

ارشاد ہوا: غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے، امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے۔ اوتاد کی جگہ بدلا سے۔ بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے۔ اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے۔ پھر اولیا سے۔ اور اولیا کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں۔ ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔

مجذوب کی پہچان:-

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:-

عرض: حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا بھی مقابلہ نہ کرے گا۔
حضر سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ مشہور مجاذیب سے تھے شہر احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے۔ ایک بار قحط شدید پڑا۔ بادشاہ، قاضی واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے (وہ) انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔ جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری، ایک پتھر اٹھایا دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینھ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجیے۔ یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹڈیں اور جل تھل بھر دیے۔
ایک بار جمعہ کے دن بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے۔ مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلیے۔ اس پر انکار ومقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں، زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لیے۔ خطبہ سنا، جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی: اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی۔ فرمایا: اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا، اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔
اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کہ بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں، کڑے، جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے۔ صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق۔

مجذوب سے سلسلہ جاری نہیں ہوتا ہے:-

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے:-

عرض: مجاذیب بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں! وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں، ان کا کوئی سلسلہ نہیں۔ ان سے آگے پھر نہیں چلتا۔

رجال الغیب:-

ملفوظات حصہ چہارم ہی میں ہے:-

عرض: حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟

ارشاد: نہیں، جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔ آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا ملائکہ پاک ہیں رجال ونساء (مردوعورت) ہونے سے۔

عرض: رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں؟

ارشاد: (اس لیے کہ) غائب رہتے ہیں۔

عرض: رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں! یہی سلسلے میں ہوتے ہیں۔ البتہ افراد سوائے حضور اقدس ﷺ کے اور کسی کے ماتحت نہیں۔ اسی واسطے فرد کہلاتے ہیں، سلسلے میں کسی کے نہیں۔ لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔

جٹا دھاری فقیر بننا:-

ملفوظات حصہ دوم میں ہے:-

عرض: مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر رکھتے ہیں؟

ارشاد: حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: لعن اللہ المتشبھین من لرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال ٥ اللہ کی لعنت ہے

ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔

اسی حصہ دوم میں ہے:۔

عرض: اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔

ارشاد: جہالت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے ـــــ اور تشبہ کے لیے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں، ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جارہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا، اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والی عورتیں ملعون ہیں۔

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن۔ تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ؛ اور اس میں مباف ڈالنا اس سے اور سخت تر۔

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا کہ گیسو محفوظ رکھا اور ایک۔ اس کے لیے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علما و اجلہ سادات سے تھے۔

جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سر راہ بیٹھے تھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی۔ انھوں نے اٹھ کر زانوے مبارک کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نے فرمایا: سید فروترا ے سید اور نیچے بوسہ دو۔ انھوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا۔ فرمایا: سید فروتر انھوں نے گھوڑے کی سُم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا، وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا۔ حضرت چراغ دہلوی نے فرمایا: سید فروتر۔ انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت چراغ دہلوی تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید، اتنے بڑے عالم نے زانوں پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا۔ گھوڑے کی سم (کھر) پر بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا (تو) فرمایا کہ لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ چراغ دہلی نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرما دیا؟ جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسور منکشف ہو گیا۔ جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا۔ جب زمین پر بوسہ دیا عالم لاہوت کا انکشاف ہو گیا ـــــ اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی و رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا اسے تشبہ سے کیا علاقہ عورتوں کا ایک گیسو بڑھا نہیں ہوتا، نہ اتنا دراز۔

مصری میناروں کی تعمیر:-

ملفوظات حصہ اول میں ہے:-

کسی نے مصر کے میناروں کا تذکرہ کیا، اس پر ارشاد فرمایا:-

ان کی تعمیر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا پہلی رجب تھی، بارش بھی ہورہی تھی، اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العلمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار کی، جو ۱۰ر رجب کو تیرنے لگی، اس کشتی پر ۸۰ر آدمی سوار تھے، جن میں دو نبی تھے، حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا، اور اس کی ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھا لیا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا، ۳۰ر ہاتھ اونچا ہوگیا تھا۔ دسویں محرم کو ۶ر ماہ کے بعد سفینہ مبارک جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا گیا، اس کا نام سوق الثمانین رکھا گیا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔

اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں، جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور کوئی عمارت نہ تھی۔

امیر المومنین مولیٰ علی ﷛ سے انھیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے:

بنی الھرمان والنسر فی سرطان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں نسر واقع و نسر طائر۔ اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔

ان کے دروازہ پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ ہے، جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا، اس وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینہ ستائس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے۔ اور اب برج جدی کے سولہویں درجہ میں ہے۔ تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار سے کچھ زائد ہوئے۔ لا جرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

کاکی کی وجہ تسمیہ:-

کسی نے دریافت کیا حضور کاکی کے کیا معنی ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند مسافر حاضر ہوئے۔ حضور کے یہاں اُس وقت کچھ سامان خورد و نوش موجود نہ تھا۔ غیب سے کاک یعنی روٹیاں آئیں، جو سب کو کافی ووافی ہوگئیں۔ جب سے آپ کاکی مشہور ہو گئے۔

اسی تذکرہ میں فرمایا: ایک مرتبہ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جو میرے پیر و مرشد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، جو مولانا بحر العلوم ملک العلما کے شاگرد تھے، پڑھتے تھے، دہلی میں تھے۔ جلسہ وہابیہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حاضرین پر کاک اور

چھوہارے برسا کرتے تھے۔ چنانچہ حسب دستور آپ کے سامنے بھی بوچھار ہوئی۔ ایک کاک اور ایک چھوہارا آپ کو بھی ملا۔ آپ نے چھوہارا توڑا تو اس میں کیڑا نکلا؛ اور کاک کا کنارا جلا ہوا۔ یہ دیکھ کر تبسم کیا اور بآواز بلند کہا: صاحبو! آج تک تو سنا کرتے تھے کہ فرشتے بھولتے نہیں۔ یہ کیسا بھول گئے کہ روٹی جلادی۔ اور سنتے تھے کہ جنت کا میوہ سڑتا گلتا نہیں۔ تعجب ہے کہ چھوہاروں میں کیڑے پڑ گئے۔ اس پر بہت شور وغل ہوا۔ آپ کو غصہ آیا۔ پردہ کو ہٹا دیا، جس کے پیچھے سے یہ بارش ہو رہی تھی۔ دیکھا تو اسمٰعیل دہلوی کا ایک غلام، جس کا نام عبداللطیف تھا، ایک جھولی میں کاک اور ایک میں چھوہارے لیے بیٹھا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی پردہ فاش ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا فضل رسول صاحب دہلی سے لکھنؤ حضرت مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اندر سے خبر آئی کہ آنے کی ممانعت ہے۔ آپ چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے اور عرض کی کہ میری کیا خطا ہے؟ معلوم ہو کہ وہ قابل معافی بھی ہے یا نہیں؟ جب بہت دیر گزر گئی تو مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا: تمہیں میں نے اسی لیے پڑھایا تھا کہ وہابیوں کے جلسہ میں جاؤ؟ آپ نے عرض کی: اتنا تو معلوم ہوگیا کہ میری خطا قابل معافی ہے۔ اور پھر آپ نے سارا واقعہ اسمٰعیل دہلوی کے مکر وفریب کا عرض کیا اور کہا کہ میں صرف اس کا پردہ فاش کرنے کو گیا تھا کہ نہ معلوم کتنے بندگان خدا اس کی عیاری سے گمراہ ہو رہے تھے۔ آپ سن کر خوش ہوئے اور راضی ہوگئے۔

یہی مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک روز راستے میں تشریف لیے

جارہے تھے۔ سامنے سے علی بخش وزیر بادشاہ اودھ، جو اس کی ناک کا بال ہو رہا تھا، ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر قریب حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور (جواب) سلام نہ دیا۔ وہ رافضی تھا اور داڑھی مونڈی تھی۔ سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں۔ دوسری طرف جا کر سلام کیا۔ آپ نے ادھر سے منہ پھیر لیا اور سلام قبول نہ فرمایا۔ تیسری دفعہ پھر سلام کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوا دیا تو علی بخش نام نہیں۔ آپ جب مکان تشریف لے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے۔ آستانہ پر اس وقت میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے عرض کیا: حضور! کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا: بچو! نورا کی حماقت تو ہے۔ رافضی آیا تھا، سلام کیا تھا، جواب دیدیا ہوتا۔ اب کسی کی داڑھی مونڑے ہے کسی کا مونڑ مونڑے ہے۔ نورا کی حماقت تو ہے ـــــــ اور آپ سیدھے بادشاہ کے محل کو تشریف لے چلے کہ اس سے پیشتر کبھی نہ گئے تھے۔ پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی ہو لیے۔ اس دن نوروز کا دن تھا۔ اس کے محل میں جشن ہو رہا تھا۔ شراب کباب گانے بجانے کے سامان موجود تھے۔ جب دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا: فوراً تمام منہیات شرع اوٹھا دیے جائیں۔ اور خود دروازہ تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا اور باعزاز تمام بٹھایا۔

علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا ہے۔ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا؟ــــــ مگر یہ وسیع ظرف اس ہلکے کے قیاس سے وراہیں۔ یہ شکایت فرمانے تشریف نہ لے گئے، بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کو کہ وہ ایذارسانی کے خیال سے باز رہے۔ بادشاہ نے عرض کی: حضرت نے کیسی تکلیف فرمائی؟ ارشاد فرمایا: تیری زمین میں رہتے ہیں۔ ہم نے کہا ہو آئیں۔ بادشاہ نے وہ شیرینی جو نوروز کے لیے آئی تھی پیش کی۔ فرمایا: ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کو بھی بلالیا گیا۔ تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لائے۔

یہ دونوں حکایتیں مجھ سے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنؤ میں بیان فرمائیں، جب میں اور وہ ۱۲۰۹ھ میں کچھ کتابیں دیکھنے لکھنؤ گئے تھے۔

چودھویں صدی کا مجدد

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابی ہریرہ ﷺ مروی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ تعالیٰ یبعث لھٰذہ الامة علیٰ رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا ۝ بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو نیا کردے گا۔

رواہ ابو داؤد، والحاکم فی المستدرک، والبیھقی فی المعرفة ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین السیوطی فی الجامع الصغیر فی حدیث البشیر والنذیر، ورواہ البیھقی، وحسن بن سفیان والبزار فی مسانیدہ، والطبرانی فی المعجم الاوسط، وابن عدی فی الکامل، وابو نعیم فی الحلیة۔

علامہ حفنی حاشیہ سراج المنیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ:

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابو الفضل عراقی اور علامہ ابن حجر متأخرین علما میں سے ــــــ اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی صاحب مدخل متقدمین محدثین سے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی مرقاة الصعود حاشیہ سنن ابو داود میں فرماتے ہیں:۔

اتفق الحفاظ علیٰ تصحیحه ۝ حفاظ محدثین کا اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق ہے۔

علامہ شیخ بن احمد غزعزی نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں

فرمایا ہے کہ:

لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے۔ اس لیے کہ اول صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد خامس الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جن ولادت ۵۹ھ اور وفات ۱۰۰ھ میں ہے۔

تجدید دین کا مفہوم :-

اور تجدید کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو دینی فائدہ ہو جیسے تعلیم وتدریس، وعظ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد۔

مجدد کے اوصاف:-

مجدد کے لیے خاص اہل بیت سے ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجتہد ہونا لازم۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ سنی، صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم وفنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامی دین، بے خوف قامع مبتدعین ہو۔ حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع۔ متقی، پرہیز گار، شریعت وطریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل وخلاف شرع سے دل برداشتہ، اور حسب تصریح علامہ حقی مجدد کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہو، اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے، اس کے اول میں مشہور معروف، مشار الیہ، مایضاف ہو۔

مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ علمائے عصر قرائن واحوال اور اس کے

علوم سے انتفاع دیکھ کر، اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں۔ اسی لیے مجدد کو علوم دینیہ ظاہرو باطنہ کا عالم، حامی السنۃ، قامع البدعۃ ہونا چاہیے۔

مجددین کے اقسام :-

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدد ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ الگ شعبوں کے مجدد ہوں۔ **کماقاله المناوی**، رجلا کان او اکثر۔

علامہ محمد طاہر حنفی **مجمع بحار الانوار** میں فرماتے ہیں :-

من یجدد لها دینها کے مصداق میں علما نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہا کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ امت کو اولوالامر یعنی خلفا، محدثین اور واعظین وزہاد سے بھی بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور راس کل مائۃ سنۃ سے مراد یہ ہے کہ صدی گزری اور مجدد زندہ مشہور عالم ہو۔ اور حدیث شریف میں اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے، جو ہر سو برس کے سرے پر ہوتے ہیں، تو

بعض مجددین کے اسمائے گرامی :-

مجدد مائۂ اولیٰ:: حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہاومحدثین سے بے شمار ہیں۔

مجدد مائۂ ثانیہ:: خلیفہ مامون رشید، حضرت امام شافعی، حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحیٰ بن معین، حضرت معروف کرخی۔

مجدد مائۂ ثالثہ:: خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام ابوجعفر طحاوی حنفی،

امام ابوالحسن اشعری، امام نسائی، وغیرہ۔

مجدد مأۃ رابعہ:: خلیفہ قادر باللہ امام ابواحمد اسفرائینی، ابوبکر محمد خوارزمی حنفی۔

مجدد مأۃ خامسہ:: خلیفہ مستظہر باللہ، حضرت امام محمد غزالی، قاضی فخرالدین حنفی، وغیرہم ہیں۔ انتہی کلامہ

مجدد کی شناخت:-

شیخ الاسلام بدرالدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ میں فرماتے ہیں کہ:-

مجدد معاصرین کے غلبہ ظن سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے قرائن، احوال، اور اس کے علم سے انتفاع کے سبب سے۔ اور نہیں ہوتا مجدد مگر عالم علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا، جو ناصر سنت وقامع بدعت ہو۔ پھر کبھی مجدد کبھی ایک ہی ہوتا ہے، جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق ہیں۔ اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی ہیں۔ اس لیے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانے میں تمام علما سے اعلم وافضل تھے۔

اور کبھی مجدد، دو یا جماعت ہوتی ہے۔ اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہوسکا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو، لیکن مجدد جب ہوگا تو راس المأۃ (صدی کے سرے) پر ہوگا۔ کیوں کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ صدی کے ختم ہوتے ہوتے علمائے امت بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بدمذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے اس واسطے دین کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے

عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور ان برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کر کے دین کو از سر نو نیا کر دیتا ہے۔ وہ سلف صالحین کا بہتر عوض، خیر الخلف، نعم البدل ہوتا ہے۔ انتہیٰ کلامہ

امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابو داؤد میں فرماتے ہیں کہ:۔

علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علما نے حدیث ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل امۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کی تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو۔ تو ہر ایک اپنے مذہب کے حامی و ناصر کی طرف مائل ہوا۔ اور بعض علما کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک: من یجدد لھا دینھا کا اقتضا یہ ہرگز نہیں کہ صدی کے سرے پر فقط ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد اس لیے کہ امت کا اصل انتفاع امور دین میں ہے۔ لیکن اس کے سوا دوسرے امور میں بھی بہت انتفاع ہوتا ہے۔ مثلاً اولو الامر محدثین، قراء، واعظین، عابد، زاہد لوگ اپنے اپنے فنون سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اصل حفظ دین میں قانونی سیاست ہے اور اشاعت عدل و انصاف۔ جس کی وجہ سے ضبط روایات ہوتی ہے اور زہد اور اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے ہیں۔ اور دنیا میں زہد سکھاتے ہیں، تو بہتر اور ٹھیک بات یہ ہے کہ من یجدد سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر ظہور و حدوث کی طرف اشارہ ہو جو لوگوں کے دین کی

حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں، بے دینیوں، بدمذہبیوں کو مٹا کر دین کی تجدید کریں لیکن بایں ہمہ یہ ضرور ہے کہ مجدد وہی شخص ہوگا کہ صدی کے شروع میں مشہور عالم معروف مشار الیہ ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علما ہوں گے جو دین کی خدمت میں منہمک ہوں لیکن مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو اور دوسری صدی شروع ہو اس وقت وہ عالم معروف و مشہور زندہ اور مشارٌ الیہ ہو۔ انتہیٰ کلامہ

مجدد کے بارے میں چند سوال اور ان کے جواب :-

ماہ رجب ۱۲۹۹ھ میں سلہٹ سے مولوی ابو علی محمد عبد الوہاب صاحب نے جناب مولانا مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی مرحوم و مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتا بھیجا تھا جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں، جو مجموعہ فتاویٰ جلد دو صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲ میں مع جواب مکتوب ہے۔ اس جگہ مختصراً اس کو نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

1. حدیث ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ (الحدیث) میں راس آخر صدی مراد ہے یا راس آغاز صدی؟ اور
2. مجدد کی شرائط علامات کیا ہیں؟ اور
3. پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون سے مجدد ہوئے؟ اور
4. مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ لکھنوی نے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:-

❶ راس مائۃ سے مراد باتفاق محدثین آخری صدی ہے۔ اور

❷ مجدد کی شرائط وعلامات یہ ہیں کہ:۔

علوم ظاہرہ وباطنہ کا عالم ہو۔

اس کے درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتذکیر سے نفع شائع وذائع ہو اور

احیائے سنت واماتت بدعت میں سرگرم ہو اور

ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے انتفاع معروف ومشہور ہو۔

پس اگر آخر صدی نہیں پائی یا اس زمانہ میں انتفاع شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجددین کی صف سے خارج سمجھا جائے گا، اور اس حدیث کا مورد ومصداق نہ ہوگا۔ اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا۔ (اس کے بعد عبارت شیخ الاسلام بدرالدین اور مرقاۃ الصعود امام جلال الدین سیوطی نقل کرکے فرماتے ہیں۔)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ سید احمد بریلوی کہ ان کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی وغیرہ مصداق حدیث میں داخل نہیں ہیں۔ (مولوی اسماعیل دہلوی کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی اور دونوں کا انتقال ۱۲۴۶ھ میں ہوا۔ تو سید احمد صاحب نے کوئی آخر صدی نہ پائی اور مولوی سماعیل دہلوی آخر صدی میں فقط سات سال بچے تھے۔) اس لیے کہ مجدد کے لیے ضروری ہے کہ آخر ایک صدی اور دوسری صدی کے اول میں اس صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نفع عام ہو اور اس کا اشتہار تام ہو۔ اور ان دونوں کی تیرہویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی۔

اتنا زمانہ گزرا علمانے تعین مجددین میں اسی صفت کا لحاظ کیا ہے، جس کی تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسالہ مسمیٰ بہ **الفوائد الحجة فی من یبعثه الله لهٰذه الامة** اور امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ مسمی بہ **متنبه فیمن یبعثه اللّٰه علیٰ رأس مائة** وغیرہ میں ہے۔

ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ:۔

مجدد مائة اولیٰ بالاتفاق خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمة الله علیه تھے۔اور

مجدد مائة ثانیه امام شافعی تھے۔اور

مجدد مائة ثالثه قاضی ابو العباس ابن شریح شافعی، امام ابوالحسن اشعری، محمد بن جریر طبری تھے۔اور

مجدد مائة رابعه ابوبکر باقلانی، اور ابوطیب صعلوقی وغیرہ تھے۔ اور

مجدد مائة خامسه امام محمد بن محمد غزالی تھے۔اور مجدد مائۃ سادسہ امام فخر الدین رازی تھے اور مجدد مائۃ سابعہ امام تقی الدین ابن دقیق العید تھے۔اور

مجدد مائة ثامنه زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین جوزی، سراج الدین بلقینی تھے۔اور

مجدد مائة تاسعه امام جلال الدین سیوطی، علامہ شمس الدین سخاوی تھے۔ اور مجدد مائۃ عاشرہ شہاب الدین رملی، ملاعلی قاری تھے۔

انتہیٰ کلامہ

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے اور **مجدد حادی عشر** یعنی الف ثانی، امام ربانی حضرت احمد شیخ سرہندی فاروقی متولد ۱۰ر محرم الحرام ۹۷۱ھ، متوفی ۲۸ر صفر ۱۰۳۴ھ،

اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ ظاہرہ وباہرہ حضرت شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی متولد ۹۰۵۸ھ متوفی ۱۰۵۲ھ۔ اور میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل متولد ۹۱۲یا۹۱۵،متوفی ۱۰۱۷ھ تھے۔اور مجدد مائۃ ثانی عشر سلطان دین ، پرور مالک بحروبر ، ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ بہادر عالمگیر بادشاہ غازی متولد ۱۰۲۸ھ،متوفی ۱۱۱۷ھ تھے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے مجدد ہونے میں علما کا اختلاف:-

اگر چہ بعض خوش اعتقادوں نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تصریحات علمائے کرام سے ثابت ہے کہ وہ مجددوں کے شمار میں داخل نہیں ہیں ۔ اس لیے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت ۱۱۱۴ھ اور وفات ۱۱۷۴ھ میں ہوئی ۔تو اگر چہ علم وفضل اور بزرگی وکمال میں کلام نہیں مگر مجدد کی جو اصل صفت ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے افاضہ وافادہ کا شہرہ ہو حمایت دین ونکایت مفسدین میں موصوف ومشہور ہو۔ یہ بات نہیں پائی گئی ۔اس لیے کہ ان کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز۔ شہرت تو چیزے دیگر

نیز مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان اور اس کا قلم حق گو،حق نویس ہو۔زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو اور قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم ہو۔حق کہنے میں اس کی زبان سیف قاطع اور قلم تیغ براں ہو۔ جو بولے شریعت کے دائرہ میں ہو جو لکھے ، شریعت کی حد میں ہو ،

ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے لے تو اس کے عمل کے لیے کافی ہو۔ ہر لفظ اس پر۔ جچا تلا ہو۔ جو کہے بے لوث کہے۔ جو لکھے بے خوف لکھے۔ حق کرنے یا کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ ع:

گدائے میکدہ ہوں ہر طرح کی مے ہے پیالی میں

کا مصداق نہ ہو۔

شاہ ولی اللہ کی مصنفات میں تحریفات:-

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب میں قطع نظر اس کے کہ نہ کسی صدی کے آخر میں ہوئے نہ دوسری صدی کے اول میں رہے۔ پھر ان کی شہرت دو صدیوں میں اور ان کے علوم و معارف سے انتفاع ہر قسم کی باتیں ان کے یہاں موجود ہیں، سنیوں کے بھی سردار ہیں، ساتھ ساتھ وہابیت کی بھی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ عجیب وغریب کتاب لکھی، اگر کچھ حصے سنیوں کے کارآمد ہیں تو ایک حصہ وہابیہ لیے ہوئے اکڑ رہے ہیں۔

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے تراجم علمائے حدیث انھیں کے نام نامی سے شروع کی، اور اس میں ان کو پورا اہل حدیث بلکہ بانی مذہب اہل حدیث یقین کیا کہ اہل حدیث کا باوا آدم انھیں کو قرار دے کر آگے شاخیں پھیلائی ہیں۔ صفحہ ۵ پر تفہیم کی یہ عبارت درج کی ہے:-

فمعنى ربى انا جعلناك امام هذه الطريقة وسددنا طريق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة وهو محبتك والانقيا د لك والسماء ليس من عاداك سماء وليست الارض

علیه بارض فاهل الشرق والغرب کلهم رعیتك وانت سلطانهم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا خابوا۔

یعنی مجھے خداوند عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقت قرب تک رسائی کے سب رستوں کو بند کردیا سوا ایک طریقہ کے، وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمابرداری ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لیے نہ آسمان آسمان ہے نہ زمین زمین ہے۔ تمام روئے زمین ہے لوگ پوربی ہوں یا پچھمی، سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے۔ چاہے وہ جانیں یا نہ جانیں، اگر وہ جانیں گے کامیاب ہوں گے اور نہ جانیں گے، گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

پھر صفحہ ۱۶ پر مسئلہ تقلید او عمل بالحدیث کی سرخی قائم کر کے لکھا:۔

جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات، شروح احادیث مسوّیٰ ومصفےٰ اور دوسری تصنیفات مثلاً عقد الجید، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع الحدیث کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ **حجۃ اللہ البالغہ** میں پھیلایا، نہایت پر لطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر محتوی ہے۔

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھا اور آگے بڑھ کر صفحہ ۱۲۲ پر بضمن باب **حکایت الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدھا** اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر صفحہ ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا، اور بضمن **من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ** میں تو یہ راز بالکل فاش کردیا۔ فرماتے ہیں:

واقول الفرقۃ الناجیۃ هم الآخذون فی العقیدۃ والعمل جمیعا

بما ظهر من الكتاب والسنة .....

یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین سے بظاہر النص فتویٰ جاری کرے، اگر چہ صحابہ وتابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لیے انھیں نص نہ ملی ہو باہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو۔

پھر صفحہ ۲۲ پر لکھا، اسی کے ساتھ حدیث اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه نقل کرتے ہوئے باشارة النص آمين بالجهر کی تاکید فرماتے ہیں۔

یہاں شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابل ذکر ہے۔ حضرت زائر دہلی تشریف لائے۔ جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں باواز بلند آمین کہہ ڈالی، دہلی میں یہ پہلا حادثہ تھا، عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا تو فرمایا:-

اس سے فائدہ نہ ہوگا، تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے مسئلہ دریافت کرو لوگ ان کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا: 'حدیث سے تو باواز آمین کہنا ثابت ہے' مجمع یہ سن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاخر صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورت قران السعدین باقی تھے۔ شاہ محمد فاخر نے عرض کیا' آپ کھلیں گے کب؟ فرمایا: اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچالیتا؟۔

اور رفع یدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ:

والذى يرفع الى احب الى ممن لا يرفع فان احاديث الرفع اكثر واثبت۔

یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے۔ کہ

رفع یدین کی حدیث میں ترک رفع یدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور اور رتبہ میں قوی ہیں۔

ترک تقلید پر مزید ارشاد، عقد الجید ہی میں تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ واجب وحرام، قرار دے کر فرماتے ہیں:-

(۱) **تقلید واجب**:- واما رة هذه التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط لكونه موافقا للسنة فلايزال متفحصا عن السنة بقدر الامكان فمتى ظهر الحديث يخالف قول هذا اخذ بالحديث واليه اشار الائمة۔

یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگر چہ قول مجتہد کے موافق سہی مگر مشروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش رکھے ،پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے، اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے۔

(۲) **تقلید حرام**:- فان بلغه واستيقن بصحته لا يقبله لكون ذمته مشغولة بالتقليد وهذا اعتقاد فاسد وقول كاسد ليس له شاهدمن النقل والعقل ومان كان اخذمن القرون السابقة يفعل ذالك(**حجة الله البالغه ج۲ ص ۸۵**)

یعنی پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی وہ مقلد اس حدیث کو قبول نہ کرے۔اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہی اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے۔کیوں کہ نہ نقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ عقل سے، نہ قرون سابقہ نے ایسا کیا۔

پھر صفحہ ۲۷ پر لکھا۔ نیز عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

فان بلغنا حديث من رسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل علىٰ خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذالك التخمين فمن اظلم منا وما غدانا يقوم الناس لرب العالمين۔

یعنی پھر جب ہمیں رسول معصوم ﷺ کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، سند صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتایئے کہ (رسول معصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے؟

اس عنوان تقلید کو تفہیمات الٰہیہ میں یوں رقم فرمایا:۔

اصول الشرع اثنان آية محكمة او سنة قائمة لايزيد عليهما وبالجملة فالرأى فى الدين تحريف فى القضاء جسنة

شریعت (اسلام) کے دو اصول ہیں۔

1. آیات محکمہ
2. سنت

ان دونوں کے سوا کوئی اور شئی دین میں مسلم نہیں، ان غیر مسلمہ امور میں رائے (قیاس) دین میں تحریف ہے اور قضا میں مستحسن۔

پھر اخیر صفحہ ۲۸ پر لکھا۔ اور یہی ترک تقلید اور اتباع سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے۔

------ ودر فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ

وحدیث کردہ ودائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن

آنچہ موافق باشند در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بر ریش خاوند زدند

(المقالۃ الوضیہ فی النصیحۃ الوصیہ)

پھر لکھا ہے کہ جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کہ ان جوابوں کو کہاں تک نقل کیا جائے، آپ کی تمام تصانیف مہمہ کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے، پس اہل علم واصحاب دانش کے لیے یہی کافی ہے۔

مزید طمانیت کے لیے دو حوالے اور نقل کیے جاتے ہیں:۔

(۱) وخود را مقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید وکار نمی کشاید اکثر مفاسد دو عالم از ہمیں جہت ناشی شدہ۔ (ازالۃ الخفا ص ۲۵۷)

اس سے زیادہ اور تبری عن التقلید کیا ہو سکتی ہے۔

(۲) جمعیکہ سرمایہ علم ایشاں شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا ادراک سر ایں توانند کرد۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۸۴)

قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دے گیں جب بھی وہ اپنے عقیدے سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ:

آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد

لیکن جو شخص باوجود دعوائے حنفیت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے نمونے اس کے مصنفات سے بحوالہ صفحہ گزرے، وہ دوسرے کو کیا تبلیغ کرے گا؟ اور بالفرض کہے سنے بھی تو اس کا اثر سامعین پر کیا پڑے گا۔ اس لیے

میری بے لوث رائے میں ایسے شخص کو مجددوں کی صف میں شمار کرنا سوائے خوش اعتقادی کے اور کچھ نہیں ہے۔ پیر من خس است، واعتقاد من بس است کا کوئی جواب نہیں۔

تیرھویں صدی کے مجدد :-

البتہ مجدد مائۃ ثالث عشر ان (مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ) کے فرزند دلبند وشاگرد رشید ومرید ومستفید وخلیفہ وجانشین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب (متولد ۱۱۵۹ھ۔ متوفی ۱۲۳۹) ہیں۔ اس لیے کہ مجدد کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم وفضل وزہد وتقویٰ، مشہور دیار واطراف تھے۔ اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا۔ اور ساری عمر دینی خدمت درس وتدریس افتا وتصنیف، وعظ وپند، حمایت دین ونکایت مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے۔ **جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔**

شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کی علمی خدمات :-

حمایت دینی کہ جملہ کاموں سے قطع نظر حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی ایک کتاب **تحفہ اثنا عشریہ** وہ کتاب ہے کہ روز تصنیف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی۔ اور یہ مجھے اسی طرح یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ کہ اس سے قبل شاید کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی۔ میں نے زبانی اجلہ ثقات سے سنا۔ ازاں جملہ حضرت مولانا محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی فرماتے تھے کہ

جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ:-

میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہو گیا ہوں۔ ورنہ اس کتاب اور اس عقیدہ فاسدہ کا رد بھی تحفہ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا۔

یہ دلیل ان کے مجدد مائۃ ثالث عشر ہونے کی کھلی ہوئی ہے کہ حمایت دین میں عزیز قریب کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے۔

بلاد اسلامیہ میں شاہ عبد العزیز کے علوم ومعارف کی شہرت عامہ:-

پھر جو شخص شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا جانے گا کہ بے شک وہ تیرہویں صدی کے مجدد تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں کتب درسیہ عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہو کر کامل ۶۵ سال حمایت دین ونکایت مفسدین میں صرف فرمائے۔ اور ۸۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

درس وتدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ ومتعلقات فقہ کا تو التزام تھا مگر خاص چیز درس حدیث اور فتویٰ نویسی تھی۔ جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم شام مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ قسطنطیہ سے ملا رشیدی مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:-

شاہ صاحب! آپ کا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علما اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے، اور وہ فتویٰ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو، زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے

لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے چند مقتدر تلامذہ:-

اسی طرح آپ کے درس وتدریس کا شہرہ ہندوستان سے باہر تک پھیلا ہوا تھا آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں۔ بطور نمونہ یکے از ہزارے یہ ہیں:-

- مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (آپ کے برادر خورد)
- شاہ محمد اسحاق
- شاہ محمد یعقوب (حضرت کے نواسے)
- مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی
- حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی
- مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب (آپ کے برادر زادے)
- حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی
- حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی
- حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قادری برکاتی بدایونی کانپوری (مصنف رسالہ اشباع الکلام فی المولد والقیام) استاذ حضرت مولانا شاہ محمد عادل صاحب کانپوری وشمس العلما مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی
- حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی
- بیہقی وقت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی

- حضرت مخدوم الاصاغر بالاکابر وارث العلم والمجد والفضل کابراعن کابر مولانا سیدنا سید شاہ آل رسول صاحب احمدی مارہروی پیرومرشد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی
- حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب (نبیرہ خواجہ معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی)
- حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی
- حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواری بانی خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی
- مولانا شاہ عبد الغنی صاحب ابو العلائی منعمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

شاہ عبد العزیز قدس سرہ کا رشد و ہدایت میں شغف:-

درس و تدریس کے علاوہ وعظ و پند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ چیلاں میں وعظ بیان فرماتے۔ وعظ میں عام اجازت تھی کہ اثنائے تقریر میں اگر کسی کو شک وشبہ رہے تو بعد ختم وعظ دریافت کرکے تشفی کرلے۔ معترضین تل کر آتے اور منھ کی کھا کر واپس جاتے۔ وعظ وتذکیر کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا مرض الموت میں خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہ تھی اس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے کو پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کردوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علاحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو لب ولہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسا ہی رنگ جمائے ہوئے تھا۔

وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے معرفت الٰہی میں عربی وفارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والوں کے اجسام میں سنسنی پیدا ہوگئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

پھر بروز یکشنبہ ۷ رشوال ۱۲۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہندیاں عقب جیل خانہ میں (جو اَب مولویوں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آمین

چودھویں صدی کے مجدد

اور چودھویں صدی کے مجدد، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت صاحب تصانیف قاہرہ و تالیفات باہرہ، جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی۔ متعنا اللہ ببرکاتیہ وحشرنا یوم القیامۃ تحت رایاتہ ہیں۔ اس لیے کہ حضرت پرنور کی ولادت باسعادت ۱۰رشوال ۱۲۷۲ھ اور انتقال پرملال ۲۵رصفر ۱۳۴۰ھ ہے۔ تو تیرہویں صدی کے آپ نے ۲۸ رسال دو مہینے ۲۰ دن پائے اور علوم وفنون، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتقریر میں مشہور دیار وامصار واوانی اقاصی ہوئے اور چودھویں صدی کے ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پائے جس میں حمایت دین نکایت مفسدین، احقاق حق وازہاق باطل، اعانت سنت واماتت بدعت میں جان ومال، علم وفضل صرف فرمایا اور جس طرح بنا، ہمیشہ شرع ومذہب کی نصرت اور مخالف دین متین کا رد وطرد کیا اور اس میں کبھی نہ کسی لومۃ لائم کی پرواہ کی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا۔ نہ کبھی شہرت ومدح کی پرواہ کی نہ کسی کے طعن وقدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔ یہ رباعی بالکل حسب حال فرمائی۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

خداداد ذہن وحافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ ۱۳/سال ،۱۰/ماہ کی عمر میں مروجہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی۔ میرے سامنے اس وقت مشاہیر واکابر علما کی سوانح عمریاں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک وسہیم نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے۔ پڑھنے میں جی نہیں لگاتے۔ بلکہ جان چراتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ سب خوبیاں بطور خرق عادت جمع تھیں۔ یہ محض عطیہ الٰہی اور موہبت رسالت پناہی ہے۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا علمی مقام:-

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کردیا تھا۔ جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے۔ جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی دن سے فتویٰ لکھنا شروع کردیا تھا۔ پہلا فتویٰ جو لکھا، ایسا صحیح ودرست، مکمل ومدلل کہ والد ماجد صاحب عش عش کر گئے اور یہ سلسلہ تیرہ سال دس مہینے کی عمر سے یوم وصال ۱۳۴۰ھ پورے ۵۴/سال تک جاری رہا۔ افسوس کہ ابتدا میں برسوں فتاوے کی نقل کر سلسلہ نہ رہا اور بعد کو بھی اکثر فتاویٰ کی نقل نہ لی جاسکی۔ پھر بھی جو نقل ہوسکا،

بڑی تقطیع $\frac{20 \times 36}{8}$ پر ۱۲ جلدوں میں ہے۔ جس کی ہر جلد نو سو ہزار کے درمیان ہے۔ رسائل و مستقل تصنیفات ۶۰۰ سے بالا ہیں جو پچاس علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔

آج ہمارے سامنے علمائے متقدمین و متاخرین کے فتاوے موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰ حضرت اپنی نظیر آپ ہیں۔ اتنا مفصل و مدلل و ضخیم فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہیں آیا۔ تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز، امام جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ عاشرہ کے بعد کسی عالم کی دیکھی نہ سنی گئیں۔ اگلے علما محرر المذہب امام محمد، شمس الائمہ سرخسی صاحب مبسوط، علامہ بیہقی، علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین محمود عینی صاحب عمدۃ القاری شرح بخاری قدست اسرارھم کو نہیں کہہ سکتا ورنہ دیگر علما کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں۔

اعلیٰ حضرت مرجع العلما :-

آپ نے درس تدریس بھی کسی مدرسہ میں مدرس ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کی، لیکن ایک زمانہ میں مرجع طلبہ رہے۔ دور دور سے طلبہ آ کر مستفید ہوتے رہے۔ سہارنپور اور دیوبند کا مدرسہ اپنی طولانی عمر و قدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلبہ دیوبند اور گنگوہ چھوڑ کر درس حدیث وفقہ کے لیے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو یہاں کے طلبہ کو سخت تعجب ہوا اور ان لوگوں نے آنے والے طلبہ سے پوچھا کہ:

طلبہ کو تمہ خبر اکو مرض ہوتا ہے۔ ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیئے وہاں سے تیسری جگہ لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ وہاں کی تعریف ہوتی ہو۔ آپ لوگ دیوبند اور گنگوہ سے بریلی کس طرح پہونچے۔ اس لیے کہ وہابی مدرسوں میں اس کی تو توقع ہی نہیں کہ کسی اہل سنت عالم کی تعریف کریں۔ اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے راد وہابیہ کی۔

ان لوگوں نے کہا کہ:

ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح وثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات کہنے پر وہ بھی مجبور ہوتے تھے۔ جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھادیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور مخالف کو انکار کی۔ یہی صفت ہماری کشش کا باعث ہوئی، جو دیوبند و گنگوہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے۔

۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ۵۴ رسال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں، کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی روشنی سے فیضیاب ہوئے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو۔ اور تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم وفیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے، تو یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر لکھوکھا تک پہونچا ہے۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

وعظ کی ہمہ گیری:۔

وعظ و پند کا طریقہ ابتدائے زمانہ میں تو بہت زوروں پر رہا شہر میں کوئی محلہ

بلکہ سنیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو حضور کے پند و نصائح سے محروم رہا ہو۔ اگر چہ اخیر زمانہ میں جب کہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کثیر کرنی پڑی اس سلسلے میں کمی ہو گئی، پھر بھی ہر سال چار جلسے وعظ کے مستقل طریقے پر سال وصال تک قائم رہے۔

دو جلسے میلاد شریف کے اپنے مکان پر ۱۲ / ربیع الاول کو روز و شب میں، یہ جلسہ اتنا بڑا اور اس قدر مرجع الخلائق تھا کہ اس جلسہ کی شرکت، اور اعلیٰ حضرت کے وعظ سے بہرہ یاب، فیض یاب ہونے کے لیے پورا شہر ٹوٹ پڑتا اور اس تاریخ میں کوئی بڑی مجلس میلاد شریف شہر میں نہیں ہوتی تھی۔ تیسرا جلسہ وعظ ماہ شعبان میں طلبائے مدرسہ منظر اسلام کی دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر، ۱۸ / ماہ ذوالحجہ الحرام کو۔ ان دونوں وعظوں سے نہ صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف و اکناف ہند سے رؤسا، علما، مشاہیر، شائقین جلسہ دستار بندی و عرس کی شرکت کے لیے آتے اور وعظ سے فیض یاب ہوتے۔

حق و صداقت کا کوہ بلند :-

حمایت دین و نکایت مفسدین، معاندین دین متین میں اعلیٰ حضرت نے پوری عمر تن من دھن دولت سب کچھ صرف کر دیا، جس کو عرب و عجم کے مسلمان سب جانتے ہیں۔ آپ نے حق واضح کرنے میں جو دین و ملت کا فریضہ ادا کیا وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مجدد مائۃ حاضرہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اگر چہ بعض مخالفین اصل حقیقت تک نہ پہونچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں

کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے، جس سے ان کی مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا۔ ورنہ وہ جس قابلیت کے عالم تھے سارا زمانہ ان کی قدم بوسی کرتا اور پیشوا مانتا یہ اسی خیال کے لگ بھگ ہے جو مشرکین حضور اقدس ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو ہم سب لوگ آپ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور ہر شخص اپنی دولت آمدنی سے ایک حصہ آپ کی نذر کر دے گا، جس کی وجہ سے سب سے زیادہ آپ مالدار ہو جائیں گے لیکن حضور اقدس ﷺ نے اس کی طرف اصلا التفات نہ فرمایا بلکہ ان کو ٹھکرا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مجدد مائۃ حاضرہ حمایت دین ونکایت مفسدین کے لیے بنایا تھا نہ اس لیے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھائیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر وتقریر رسائل واشتہارات کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار کے وقت آفتاب عالمتاب کا انکار کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:-

اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے تو روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔

اور یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات، تحریرات سے فائدہ اٹھایا، گمراہ، دیندار ہوئے۔ مذبذب، مستقیم ہوئے۔ سنی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہوئے کہ بد مذہبیت کا جھونکا کجا آندھی بھی انھیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ وہ ہشت دھات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ اور ثابت قدم ہیں۔ نماز کی پنج وقتہ دعا: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ○ ان کے حق میں بالکل

مقبول ہوئی، ہر شخص جادہ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بد مذہبی اور بد مذہبوں سے علاحدہ ہے۔ دعائے قنوت میں روزانہ خداوند عز وجل کے سامنے جو کہتے ہیں: ونخلع ونترك من يفجرك، اس میں پورے اترے۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

حقیقت تبلیغ :-

انبیائے کرام جو خاص تبلیغ وارشاد خلائق ہی کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ جن کو ارشاد ہوتا ہے: بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكَ ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکام الٰہی آپ ان تک پہونچائیں ان کو ان کا مصداق بنادیں، عامل کردیں، بلکہ صاف فرمادیا گیا، اِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۝ (سورہ مائدہ) وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (سورہ نور وعنکبوت ونمل) خود انھوں نے بھی کھول کر فرمادیا: وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (سورہ یٰس) آخر نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اتنی طویل مدت تبلیغ: فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ساڑھے نوسو برس کی تبلیغ وہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں: رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِيْ اِلَّا فِرَارًا میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میری اس دعوت سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا۔ یہاں تک کہ تنگ آکر بارگاہ الٰہی میں التجا کرنی پڑی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی آسمان سے پانی برسا، زمین سے پانی ابلا کشتی پر جو گنتی کے چند نفوس مسلمان تھے ان کے سوا کوئی نہ بچا۔ اعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ وغضب رسولہ۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے۔

کہ جب انھیں اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ: اِذْھَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۝ ط تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی۔ یہ دونوں حکم الٰہی کی تعمیل میں چلے تو وحی ہوئی مگر اے موسیٰ! وہ ایمان نہ لائے گا انھوں نے عرض کیا کہ خداوندا! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ؟ ارشاد ہوا تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر حجت الٰہی قائم ہو قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے ما جائنا من بشیر ولا نذیر ہمارے پاس کوئی مبلغ احکام الٰہی سنا کر خوشخبری دینے والا اور منہیات سنا کر ڈر سنانے والا نہ آیا۔

خود حضور اقدس ﷺ کو فرمایا گیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ ط بے شک جس کی قسمت میں کفر ہے، برابر ہے کہ انھیں آپ ڈر سنائیے یا نہ ڈر سنائیے وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اس جگہ بھی سواء علیھم فرمایا یعنی ڈر سنانا اور نہ سنانا ان کے لیے برابر ہے یہ نہیں فرمایا۔ سواء علیك أنذرتھم ام لم تنذرھم ۝ یعنی ڈر سنانا اور نہ سنانا آپ کے لیے برابر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کو تو تبلیغ کا ثواب بہر حال ملے گا وہ بد بخت مانے یا نہ مانے اسی لیے اللہ عز و جل نے انبیائے کرام ذمہ ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ط بیشک آپ ایصال الی المطلوب نہیں کر سکتے جس کو دوست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ تک پہنچا دے۔ (صدق اللہ ورسولہ)

پھر کسی عالم کے ذمہ کیوں کر یہ کام ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ پر لا کھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیا کے نائب ہی ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت کے کارنامہ کو دیکھتے ہیں تو بلا شبہہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو

اسی میں نوے فیصدی کامیابی ہوئی۔ بڑے سے بڑے مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت وساکت رہے بلکہ اکثر کو تو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب واقعی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے، حالانکہ دین وایمان کا تقاضا بلاخوف لومۃ لائم حق گوئی، حق طلبی اور حق جوئی ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔

چودھویں صدی کے مجدد کی تصدیق کرنے والے کچھ مقتدر علما کے اسمائے گرامی :-

اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانے کے علما ومشاہیر نے آپ کے علوم سے انتفاع دیکھ کر آپ کو مجدد مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اگر ان تمام حضرات کے صرف نام ہی لکھے جائیں، جنھوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہو۔

ع: مگر دفترے دیگر انشا کنم

جنھوں نے مجلس علمائے اہل سنت پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ ھ میں تقریریں کیں۔ اپنی تقریر میں آپ کو مجدد مائۃ حاضرہ سے یاد کیا۔ پرزور قصیدہ پڑھا، اوراس میں علمائے کرام حاضرین جلسہ کی تعریف وتوصیف کی، اس میں اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا ؎

وہ عالم اہل سنت مصطفانا

مجدد عصرہ الفرد الفرید

جس کو ان سیکڑوں علمائے کرام نے سنا، اور بخوشی قبول کیا، جن کے نام

جلد دوم ردندوہ کے زیر عنوان مذکور ہو چکے ہیں۔اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع اہل سنت و جماعت کا ہوا۔اس وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر جتنے خطوط آیا کرتے جن کی تعداد مجموعی سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ان سب میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ یہ چار صفتیں ضرور ہوا کرتیں۔

حرمین طیبین اور دیگر علمائے بلاد اسلامیہ کی طرف سے آپ کے مجدد ہونے پر اتفاق:-

اور یہ کچھ علمائے ہندوستان ہی پر موقوف نہیں علمائے حرمین شریفین و دیگر ممالک اسلامیہ حضور پر نور کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے۔تقریظات حسام الحرمین والدولۃ المکیہ واخبار البیان دمشق وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت غیظ المنافقین وفوز الموافقین حامی السنه واهلها ماحی البدعة وجهلها زينة الزمان وحسنة الأوان ،منشد خطب الكرم،محافظ كتب الحرم العلامة الجليل والفحامة النبيل حضرت مولانا السيد اسماعيل خليل ادامهم الله بالعزو التبجيل اپنی تقریظ حسام الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:-

واحمد الله تعالىٰ علىٰ ان قيض هذا العالم العامل والفاضل الكامل صاحب المناقب والمفاخر مظهر كم ترك الاول للآخر فريد الدهر وحيد العصر مولانا الشيخ احمد رضا خان سلمه الله الرب المنان لابطال حججهم الداحضه بالآيات والاحاديث القاطعه كيف لا وقدشهدوا له عالموا مكة بذالك

ولم يكن بالمحل الارفع لما وقع منهم ذالك بل اقول لو قيل فی حقه انه مجدد هذا القرن لكان حقا وصدقا ۔

وليس على الله بمستنكر

ان يجمع العالم فی واحد

فجزاه الله خير الجزاء عن الدين واهله ومنحة الفضل والرضوان بمنه وكرمه........

ترجمہ:: اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے منقبتوں اور فضلوں والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے، یکتائے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ مولانا حضرت احمد رضا خاں اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے۔ ان (فتاویٰ میں مذکورین دین میں فساد برپا کرنے والوں) کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لیے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس کے لیے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں، اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہے۔

خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان

کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

تو اللہ تعالیٰ اسے دین اور اہل دین کی طرف سب میں بہتر جزا عطا کرے اور اسے اپنے احسان اپنے کرم سے اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے......

وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا محمد واله اجمعين

مجدد مائة حاضره

از:- محدث اعظم

مناسب خیال کرتا ہوں کہ یہاں مخدومی عالی جناب صاحب زادہ مولانا سید محمد صاحب اشرفی محدث کچھوچھوی مدظلہ الاقدس کا مضمون جو اسی عنوان پر ہے، پورا درج کردوں۔ (ملک العلما)

حدیث شریف میں فرمایا: ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا○ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر مجدد دین بھیجتا ہے۔ رواہ ابوداؤد فی سننہ وحسن بن سفیان فی مسندہ والبزار فی المسند والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل والحاکم فی المستدرک وابونعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی المدخل وغیرھم من المحدثین اس حدیث جلیل کی شرح میں شیخ الاسلام بدر الدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذھب الاشعریہ میں لکھتے ہیں: اعلم ان المجدد انما ھو بغلبۃ الظن ممن عامرہ بقرائن احوالہ والانتفاع بعلمہ ولایکون المجدد الاعالما بالعلوم الدینیہ الظاھرۃ والباطنۃ ناصر للسنۃ قامعاللبدعۃ یعنی مجدد وہی ہوگا جو علوم دینیہ ظاہرہ وباطنہ کا عالم وعارف ہو سنت کا مددگار ہو بدعت کا اکھاڑنے والا ہو۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داود میں فرماتے ہیں: والذی ینبغی ان یکون المبعوث علیٰ راس المائۃ

رجلا مشهورا معروفا مشار اليه وقد كان قبل كل مائة ايضا من يقوم بامر الدين والمراد بالذكر من انقضت المائة وهو حی عالم مشار اليه مشهور اھ ملخصا یعنی اچھا یہ ہے کہ صدی کا مجدد وہ شخص ہے جو مشہور ومعروف ہو اور امور دین میں جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور پہلے بھی ہر صدی میں مجدد ہوئے ہیں اور مراد یہ ہے کہ مجدد صدی گزشتہ کے خاتمہ پر اپنی زندگی میں مشہور عالم اور علما کا مشار الیہ رہ چکا ہو حدیث شریف ہم کو ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی بشارت سناتی ہے ائمہ کرام پتہ دیتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری حصہ میں جس کی شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم سمجھا جاتا ہو اس کے قدم مجدد کے قدم ہیں۔ اب آؤ دیکھیں کہ تیرہویں صدی گزر گئی اور چودہویں صدی قریب نصف حصہ طے کر چکی ہمارا مجدد تیرہویں میں پیدا ہو چکا اور شہرت حاصل کر چکا اور چودہویں صدی میں علمائے دین کا مشار الیہ قرار پا چکا۔ جس پر علامہ بدرالدین ابدال وامام سیوطی کی شہادت گزر چکی اس کی تلاش کرو۔ ہمیں اس جستجو میں آسمان پر پرواز کی حاجت نہیں کرہ زمین کے طواف کی ضرورت نہیں ربع ارض سکون اور وہ ضرب آبادی اسلام وہ بھی صرف آستانجات علمائے کرام کی خاک روبی ہمارے مدعا کو کافی ہے۔ اب ہم ہیں اور پر شوق نگاہیں تمناؤں بھرا دل۔ نظر اٹھتی ہے تو ہندوستان سے گزر کر سمندر کو طے کر کے اسلام کے مرکز اور دین کے محور مکہ معظمہ ومدینہ منورہ زادھما اللہ شرفا وتعظیما کی گلی گلی کا طواف اور کوچہ کوچہ کا چکر لگا رہی ہے کبھی غلاف کعبہ پکڑتی ہے اور عرض کر رہی ہے کہ اے مالک ومولیٰ جل وعلا ہمارے مذہبی رہنما اور دینی پیشوا کا پتہ دے کبھی روضہ مقدسہ کے سامنے باادب عرض گزار ہے کہ اے دو جہاں کے آقا صلوات اللہ وسلامہ علیک ہمیں حضور اپنی بشارت کا بتا میں ان مریضوں کے

ساتھ چار آنسو نذر کر رہی ہے۔ الحمد للہ کہ عرضی قبول ہوئی اور عقل سلیم مجلس علما کی طرف لے چلی اور حرمین محترمین کے مفتیان کرام وائمہ حرمین عظام وجمیع علماے اسلام کے قدموں پر ہمیں ڈال دیا ہم چپ ہیں ساکت وصامت ہیں کہ تاب گویائی باقی نہیں ہے اتنا دیکھتے ہیں کہ ان علما کے دست اقدس میں کوئی معتمد ومستند رسالہ کوئی معتقد ومنتقد عجالہ ہے اور ان کے قلم وزبان کسی کی مداحی میں یوں زمزمہ سنج ہیں مناقب علیہ کا اظہار ان لفظوں سے ہو رہا ہے۔ عالم، علامہ کامل، استاذ ماہر، مجاہد، معزز، باریکیوں کا خزانہ، برگزیدہ گنجینہ، علوم کے مشکلات ظاہر وباطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل، علماے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امام وپیشوا، اعدائے اسلام کے لیے تیغ براں، استاذ معظم، نامور مشہور ہمارا سردار، جلیل القدر، بحر زخار، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانشمند، بحر ناپیدا کنار، شرف وعزت والا، صاحب ذکاء، ہمارا مولیٰ، کثیر الفہم، منقبتوں اور فخروں والا، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، علماے مکہ ان کے فضائل پر گواہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم، جن کی فضیلتیں وافر، لڑائیاں ظاہر، دین کے اصول وفروع میں تصانیف متکاثرہ، مشہور، ان کے کمال کا بیان طاقت سے باہر، علم کا کوہ بلند، طاقتور، زبان والا، حاوی جمیع علوم، ماہر علوم عربیہ، دین کا زندہ کرنے والا، وارث نبی، سید العلما، مایہ افتخار علما، مرکز دائرہ علوم، ستارہ آسمان علوم، مسلمانوں کا یاور ونگہبان حکم، حامی شریعت، خلاصہ علماے راسخین، فخر اکابر کامل سمندر، معتمد، پشت پناہ محقق اور روایت صحیحہ کی تصدیق یوں کی جارہی ہے کہ آفتاب معرفت، کثیر الاحسان، کریم النفس، دریائے معارف، مستحبات وسنن وواجبات

وفرائض پر محافظ محمود سیرت، ہر کلام میں پسندیدہ، صاحب عدل عالم باعمل عالی ہمم، نادر روزگار، خلاصہ لیل ونہار، اللہ کا خاص بندہ، عابد، دنیا سے بے رغبتی والاعرفان ومعرفت والا وغیرہ وغیرہ۔ مالک حقیقی پر صدقے، اس آقا پر قربان جس سے ایک حامی سنت ماحی بدعت مشہور عالم کی تمنا عرض کی گئی تھی اور ہم کو اس کا پتا ملا جو سنت واہل سنت کا یاور ونگہبان اور بدعت واہل بدعت کے تیغ براں اور علم میں کوہ بلند، کامل سمندر، مرکز دائرہ علوم امام وپیشوائے اہل اسلام ہے۔ اس کا نشان ملا جو نہ صرف باطن کا عالم ہے، بلکہ وہ دریائے معرفت اور اللہ کا خاص بندہ عالی ہمم۔ خلاصہ لیل ونہار ہے۔ بلکہ ہم اس کو پاگئے جو علما کی زبان پر اس صدی کا مجدد پکارا جاتا ہے وہ کون ہے۔ بے دینوں کی آنکھیں کور ہوں حاسدوں کی نگاہوں میں خاک ہو وہ وہی ہے جو بریلی کے مقدس گھرانوں میں ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوا اور ۱۲۸۵ھ کو تیرہ برس کی عمر شریف میں پروان چڑھا اور علوم کا سرتاج ہوکر منصب افتاء کا عزت بخش ہوا اور بیس برس تک تیرہویں صدی میں اپنے فتاوے تصانیف کے علوم کے دریا بہائے اور عرب وعجم نے سر عقیدت ٹیک دیئے اور ۱۳۲۴ھ میں اس کی سرکار اعلیٰ بلند وبالا کو وہ عروج کامل ہوا کہ ہندوسندھ افغانستان وترکستان، عراق وحجاز مقدس، حرمین محترمین کے علمانے زانوئے ادب تہ کردیئے اور عقیدت کے وہ کلمات نذر گزارے جن کو ابھی آپ سن چکے (دیکھو حسام الحرمین) بتاؤ وہ مجدد کون ہے سنو اور گوش وہوش سے سنو وہ وہی مقدس مفتی ہے جس کی زبان پر قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرالی۔ أُوْلَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۝ ط

یعنی وہ لوگ ہیں جن کے کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی کچھ سمجھے کہ اولئک یعنی وہ لوگ کن کے طرف اشارہ ہے دیکھو آیہ کریمہ مذکورہ کے پہلے کی آیت فرماتا ہے: لَا تَجِدُ قَوماً یُّؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْا آبَاءَھُمْ اَوْ اَبْنَاءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ۰ یعنی تو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ وقیامت پر ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی تاکید کی تم ہمارے ممدوح کی پاکیزگی زندگی پر ایک نظر کر جاؤ اور کفرہ ومرتدین وفرق ضالین کا جوردو استیصال فرمایا ہے اس پر نظر ڈالو تو بے ساختہ کہہ اٹھوگے کہ آیہ کریمہ کا خلعت فاخرہ تن اقدس پر کیسا زیب دیتا ہے اب آیہ کریمہ کے بعد کی آیت تلاوت کرو: وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۰ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۰ یعنی انھیں باغوں میں اللہ تعالیٰ لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اس میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں خبردار اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔ بتاؤ کہ وہ اللہ والا امجد کون ہے جس کو آیہ کریمہ کے بشارت کا وہ حق واستحقاق ہے کہ اگر اولئک میں بعد لام کے الف کو کتابت میں ظاہر کردو تو اس کی عمر شریف کی تا ۶۸ برس کا پتا چلتا ہے اب اولائک کی جگہ ممدوح کا تصور کرو اور پاکیزہ

حیات کو سوچ کر بعونہ تعالیٰ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ارسٹھ برس والا کامل الایمان ومؤید من اللہ تھا بتاؤ کہ وہ مؤید من اللہ مجدد کون ہے۔ بے دینوں کا ستیاناس ہو حاسدوں کا برا ہو وہی مبارک ہستی ہے جس کے علم وکمال وفضل بے مثال نے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور اسلام واہل اسلام کی موجودہ پرشور وشر زمانہ میں پچپن برس تک مدد ومحافظت فرما کر دین کو تازہ زندگی عطا کر کے ۱۳۴۰ھ کو ارسٹھ برس کی عمر شریف میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا اور ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ اپنے رب سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ......

کرامات اعلیٰ حضرت

کرامت اگرچہ اولیاء اللہ کے لیے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰ حضرت کے لیے سبب عز وقار، سب سے بڑی کرامت اعلیٰ حضرت کی استقامت علی الشریعۃ ہے۔ اور یہی علما وصوفیائے عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ اس لیے کہ کرامت میں حظ نفس ہے، اور استقامت میں کسر نفس، اور یہ بہت ہی اہم اور اقدم ہے۔ اسی لیے ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک طویل مدت اور سفر وحضر میں معیت وخدمت میں کبھی کبھی کرامت کی طرف میں نے توجہ نہ کی، بلکہ اس بات کی طرف نظر رکھا کہ ان کا ظاہر باطن ایک تھا اور قول وفعل بالکل مطابق، زبان سے وہی بات فرماتے جو دل میں ہے، اور عمل وہی ہے جو ارشاد فرماتے۔ کبھی اس امر میں: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ؕ کَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ؕ (پارہ ۲۸، ع ۹، سورہ صف) اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ نہ دیکھا گیا۔ آپ کا ارشاد خلوت وجلوت میں ایک تھا، اپنے پرائے سب کے لیے فتوی ایک تھا، نہ کبھی کسی کی رو رعایت کر کے حق پوشی فرمائی، اور نہ کبھی کسی کی مخالفت کی وجہ سے کسی حال میں حد سے تجاوز فرمایا۔ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ○ؕ (سورہ مائدہ پارہ ۶، رکوع ۵) اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انھوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کی تعمیل پوری پوری فرماتے، اور یہ اس زمانے میں

کبریت احمر ہے۔ لیکن چونکہ میرے اور پیر بھائیوں نے کرامات کی طرف خیال کر کے ان کو بھی محفوظ رکھا ہے۔اس لیے میں اعلیٰ حضرت کی کرامات بھی انھیں حضرات کے حوالہ سے لکھتا ہوں۔

◆ محمد ظہور خاں صاحب موضع اٹوا فتح پور ضلع غازیپور کا بیان ہے کہ میری شادی کو ۱۱ر سال ہو گئے تھے، کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، دل میں اس کی تمنا تھی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا وتوجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔

اس وقت تک میں شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا، دل میں تمنا تھی۔ آخر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی۔

عبد الرحیم خاں صاحب موضع فیروز پور ضلع سلطان پور کا بیان ہے کہ میں آٹھ سال تک پیر کی تلاش میں حیران پریشان سرگرداں رہا۔ جن بزرگ کا تذکرۂ خیر سنتا، ان کی خدمت میں جاتا، مگر سیری نہ ہوتی۔ اطمینان قلب ان کی بیعت کی طرف نہیں ہوتا۔ جب بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اطمینان قلبی نصیب ہوا، اور یقین ہو گیا کہ جن کی تلاش تھی وہ یہی ہیں۔ داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا اتفاق بھی بریلی شریف میں ہو گیا، اور اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔ بعض کرامتیں اعلیٰ حضرت کی جو مجھ پر گزریں یا ذاتی علم اس کا ہے، یہ ہیں۔

◆ میں نواب ضمیر احمد خاں صاحب کے پاس بریلی میں ملازم تھا۔

جب ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے ان کے روزہ ونماز کا حساب کر کے فدیہ کی رقم بتایا، اور ان کی والدہ کی آرزو وتمنا کے مطابق اعلیٰ حضرت ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور اس میں حسب دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں، جنھیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام المنة الممتازه فى دعوات الجنازه شائع بھی فرما دیا ہے، پڑھیں۔ شب کو ان کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں، جس کی توقع بظاہر ان کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا: اعلیٰ حضرت نے میری جنازہ کی نماز پڑھی، اور اتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیے، یہ ان کے نماز پڑھانے کی برکت ہے۔

◆ ایک غیر مقلد مولوی صاحب مرادآبادی کی منشی لطافت حسین صاحب مرادآبادی سے پیلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ ان غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول اٹھے۔ منشی لطافت حسین صاحب نے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہ ہے تو اعلیٰ حضرت سے بریلی چل کر تشفی کر لیجیے، کرایہ آمد ورفت کا میں ادا کروں گا۔ وہ مولوی صاحب بولے: میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ شب کو انھوں نے خواب دیکھا کہ انھیں کسی جگہ جانا ہے، بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے، کشتی کا پتہ نہیں، اسی فکر میں ہیں کہ دو سوار دیکھے کہ خشکی کی طرف آتے ہیں اور دریا میں جا رہے ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلیے۔ ان میں سے ایک

صاحب نے کہا کہ اسے چھوڑ دیجیے، یہ ناپاک ہے۔ ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا؟ اس پر ان کو کچھ تنبہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدہ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا۔ اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے، اس کا پھاٹک بھی اس کی شان کے لائق ہے، اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں، اور لوگ اندر جا رہے ہیں۔ جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے، اور چٹھی مانگتا ہے، جو چٹھی دکھا دیتا ہے، اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا: حضور اقدس سرکار دو جہاں ﷺ کا دربار ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی جانے دیجیے۔ اس نے پوچھا کہ چٹھی تمہارے پاس ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ درباری نے کہا: میں حضور سے اجازت لے لوں، وہ اجازت لینے گیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو کہ پاک صاف ہو کر چٹھی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک صاف ہو کر آؤں، اور چھٹی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جا کر دریافت کیا، ارشاد ہوا کہ 'مولوی احمد رضا خان بریلوی سے پاک صاف ہو کر آؤ اور انھیں سے چٹھی لے کر آؤ' اس وقت آنکھ کھل گئی، اور پھر سونا حرام ہو گیا۔ اسٹیشن پیلی بھیت پہنچا، اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف حاضر ہوا، اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر پڑا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں، اور سب حال عرض کیا۔ توبہ کیا، داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا، حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہی چٹھی ہے، اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے۔

◆ عبدالرحیم خاں صاحب سلطان پوری کا بیان ہے کہ میرے پیر بھائی بوعلی بخش صاحب نے کہا: ایک صاحب کی بی بی کو شب میں دردزہ شروع ہوا، رات کا وقت تھا عشا کی اذان مسجد میں نہیں ہوئی تھی، وہ صاحب اسی انتظار میں پھاٹک میں آکر بیٹھ گئے کہ جب اذان ہوگی حضرت باہر تشریف لائیں گے، اس وقت میں عرض کروں گا۔ اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ اذان ہونے کے بعد صلاۃ ہونے پر مسجد تشریف لایا کرتے تھے، لیکن اس شب میں خلاف معمول قبل اذان تشریف لائے، اور ان صاحب کو تعویذ دے کر فرمایا کہ فوراً جاکر باندھ دیجیے۔ اس کے بعد پھر زنانہ میں تشریف لے گئے، اور بعد اذان وصلاۃ حسب دستور نماز کے لیے تشریف لائے۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ میں برما میں تھا۔ قرآن شریف پڑھنے کے متعلق ایک شخص سے ایک جھگڑا ہوا، میں نے اسے بلایا کہ آؤ تمہیں دکھادوں۔ وہ بہت غصہ میں آیا، اور ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا، مجھ کو مارنے کے لیے اٹھا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں سویا تو خواب میں اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور فرمایا: عبدالرحیم میں حاضر ہوا، تو مجھے تسلی ہوئی۔ میرے پڑوس میں ایک صاحب لکھنؤ کے رہنے والے تھے وہ اور ان کی بیوی اس وقت جاگ رہی تھی۔ صبح کے وقت انھوں نے پوچھا کہ رات کون صاحب تشریف لائے تھے؟ میں نے کہا: آپ کو کیا خبر؟ انھوں نے کہا: ہم دونوں میاں بی بی اس وقت جاگ رہے تھے، انھوں نے جو تم کو نام لے کر بلایا اس آواز کو ہم نے سنا۔ میں آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ میرے پیرومرشد اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ غلاموں کی تسکین کے لیے تشریف لائے۔

◆ عبد الرحیم خاں صاحب سلطان پوری ہی کا بیان ہے کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیر مرد میرے ساتھ ملازم تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ بریلی کے ایک رَمّال تھے، وہ پیلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے۔ پیلی بھیت کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے، میں ان کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ان سے ملاقات ہوگئی، بہت بوڑھے آدمی، پپوٹیں آنکھوں پر لگی ہوئی، میں نے سلام کیا۔ جواب دیا، اور کہا: بچہ! یہاں کہاں آیا؟ بھاگ یہ شیروں کا جنگل ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آ رہا ہے، میں نے کہا: حضرت بچایئے شیر آ رہا ہے۔ ان بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا، شیر وہیں کھڑا رہ گیا، اور مجھ سے فرمایا: تو یہاں سے چلا جا، تیرا حصہ یہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا کہ میرا حصہ کہاں ہے؟ میری دلی تمنا یہی ہے کہ حضور ہی سے بیعت ہوؤں۔ اس پر فرمایا کہ بریلی محلہ سوداگران میں ایک قطب مولوی ہے، تیرا حصہ وہاں ہے۔ میں نے نام پوچھا تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام نامی لیا، اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لاکر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میں بریلی آیا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے مرید ہوا۔

◆ جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۱ھ میں میرے گھر میں ایک گلٹ نکلی، اور غفلت طاری ہوگئی۔ میں ڈر گیا، اور فوراً اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا: تم کیوں گھبرا گئے؟ جو تمہارا خیال ہے، وہ بات نہیں ہے۔ ننھے میاں اس وقت موجود تھے، انھوں نے فرمایا: حضرت نے فرمادیا صحت ہوگی، اور کوئی مرض نہیں ہے۔ چنانچہ جس وقت میں مکان واپس آیا تو طبیعت اچھی تھی، دو دن کے بعد وہ بالکل اچھی ہوگئیں۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ بتاریخ ۱۱ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ بوقت شب مجھ پر ایک تہمت اٹھائی گئی، جس سے خطرہ تھا کہ میں مار ڈالا جاؤں، لیکن یہ حضرت کی کرامت تھی کہ مجھ پر کچھ نہیں ہوا۔ وہ شخص خود ہی شرمندہ ہوا، اور کہنے لگا کہ میں خود غلطی پر تھا، اور معافی کا خواست گار ہوا۔

◆ جناب محمد حسین رضوی ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۳ھ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جن کی شکل نہایت ہی نورانی ہے، مجھ سے فرما رہے ہیں: تو ایسے شخص کا مرید ہے جو سیدھی راہ پر ہے۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۴۷ھ میں میرے گھر میں، ران میں تین گلٹیاں نکلیں۔ میں فوراً اعلیٰ حضرت کے روضہ پر حاضر ہوا، اور رو رو کر دعا مانگی کہ حضور! ایک لڑکی سوا مہینے کی ہے، اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور! میرا گھر تباہ ہو رہا ہے، دعا فرمائیے۔ حضور اپنی حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے۔ حضور اس وقت سے زیادہ کون وقت ہوگا؟ میرے لیے دعا فرمائیے۔ اور اسی حالت میں بہت رویا۔ بعدہ دونوں شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا دعا فرمائی، تعویذ دی، غسالہ کا پانی دیا کہ اس کو پلائیے، گلٹیوں پر لگائیے، اذانیں کہیے۔ مکان آکر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھا رہ گیا، اس سے قبل سرسام ہو گیا تھا، قریب ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہو گئی تھی، چھ ماہ تک حالت خراب رہی، اب بحمد اللہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایام علالت میں منجھلی لڑکی نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا،

فرماتے ہیں: تیرے والد اس قدر نا امید ہو گئے ہیں، ان سے کہہ دو آرام ہو جائے گا۔ چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی، اب تک بحمد اللہ جسے عرصہ پانچ سال کا ہوا زندہ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی اور بھی بہت سی کرامتیں ہیں۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ مصور معرفت جناب مولانا شاہ عارف اللہ صاحب خطیب خیر المساجد خیر نگر میرٹھ اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادری رضوی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن عقائد اہل دیوبند پر گفتگو ہو رہی تھی، انھوں نے فرمایا: کم از کم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ دیوبندی ہمارے قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز تو ضرور پڑھتے ہیں، اور اہل قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ ابھی یہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی، یا فوراً ہی ختم ہوئی تھی کہ بریلی سے تار پہنچا کہ 'فورا بریلی آؤ' وہ گھبرا گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس سے مشورہ لیا، انھوں نے کہا: فوراً جائیے۔ چنانچہ بریلی شریف پہنچے آستانہ پر حاضر ہو کر سب سے دریافت کیا۔ کسی نے تار بھیجنا بیان نہ کیا۔ سخت تشویش ہوئی، خیال کیا کہ مخالفین کی یہ چال ہے کہ حسین حبیب اللہ میرٹھ سے ہٹ جائیں، اس لیے کہ ان دنوں بعض معاملات چل رہے ہیں۔ آخری بار تار آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے تار گیا ہے، لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے، الٰہی کیا ماجرا ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے خود کچھ نہ فرمایا، نہ کچھ کہنے کی جرأت ہوئی کہ دریافت کروں۔ تیسرے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، جب اجازت چاہی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولانا! اس آیت کریمہ کو تو پڑھیے:

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولانا! اس آیت کریمہ کو تو پڑھیے: لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ؀ مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ سے رعب کی وجہ سے آیت نہ پڑھی گئی، میرے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی بھی تھے، انھوں نے آیت کریمہ پوری تلاوت کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اصلاح کی غرض سے بلایا تھا، اور صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرمادی۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ مولوی سید سردار احمد بن سید مصاحب جو اعلیٰ حضرت کے سلسلہ کے مرید ہیں اور اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے سامنے ان کا مکان ہے، انہوں نے کہا کہ ملازمت کے سلسلہ میں میں نینی تال پر تھا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں، اور آقائے نعمت اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں: سردار احمد! کپڑے بجھاؤ۔ فوراً آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہوئی ہے، اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں، اور فرمارہے ہیں: سردار احمد! آگ بجھا۔ میں نے چاہا کہ پہلے اعلیٰ حضرت کے قدم لوں، پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا، حضرت نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے کپڑے بجھائے، چار انگل لحاف جل گیا تھا۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ میری بڑی بھاوج اعلیٰ حضرت کی پوتی علیل ہوئیں، تمام لوگ ناامید ہو گئے تھے، مرحومہ ریحانہ کی ولادت ہوئی تھی، اسی وجہ سے وہ علیل ہوگئی تھیں۔ والدہ محترمہ نے فرمایا کہ مزار شریف پر جاکر عرض کر۔ میں حاضر ہوا، اور بچی کو پائنتی میں ڈال دیا،

تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے اعلیٰ حضرت فرماتے ہوں: جا اچھی ہو جائے گی۔ میں آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا۔ اسی وقت سے صحت شروع ہوگئی۔ ۲۲ / ۲۳ دن میں بالکل اچھی ہوگئیں، اور خدا کے فضل سے اب تک صحیح و سالم ہیں۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ میرا چھوٹا بھائی حافظ مقدس علی خاں جو مجھے بہت زیادہ پیارا ہے، چیچک میں مبتلا ہوا۔ ایک شب میں استاذی مولانا امجد علی صاحب کے مکان پر تھا اور مولوی عبد المصطفیٰ صاحب سے لپٹ کر رو رہا تھا کہ دل میں خیال ہوا، حاضر دربار ہو کر عرض کروں۔ آستانہ پر حاضر ہوا، اور رو کر عرض کیا تو چند دنوں میں صحت ہوگئی۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ ۸ / صفر المظفر ۱۳۵۵ھ کو استاذی مولانا امجد علی صاحب دادوں جارہے تھے، ان کو پہونچانے کا سنگنج گیا، وہاں سے مارہرہ شریف حاضر ہوا، ۹ / صفر کو واپس ہوا، جب گھٹ پری اسٹیشن پر پہنچا، معلوم ہوا کہ والد صاحب قبلہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ بہت زیادہ پریشانی ہوئی، حاضر آستانہ ہوا اور پریشانی کو عرض کیا، تو ایسا لگا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جمعہ کو مل جائیں گے۔ یہ غالباً پیر کا دن تھا، ۱۰ / صفر میں یہاں سے گاؤں گیا، اور پھر بدایوں بہت تلاش کیا، نہ ملے۔ کوشش و جستجو برابر جاری رہی کہ عرس شریف کا رقعہ آگیا۔ میں حاضر ہوا تو مولوی عبد الرحمٰن صاحب رضوی نے کچھ ایسے الفاظ کہے، جس سے معلوم ہوا کہ والد صاحب جے پور میں ہیں۔ پھر انھوں نے بتایا کہ ٹونک جانے والے ہیں۔ چچا نور الحسن صاحب کو ٹونک بھیجنے کی تجویز ہوئی، میں گاؤں چلا گیا۔ پھر تقریباً ۱۵ / ۲۰ دن بعد بریلی آیا،

جب بریلی سے واپس ہو رہا تھا اسٹیشن مکرن پور پر اترا، باہر گیا اور سواری میں بیٹھ رہا تھا کہ والد صاحب کی آواز کان میں پڑی۔ فوراً گیا، اور والد صاحب مل گئے۔ میں نے گاؤں جانا نامناسب سمجھا، اور خیال کیا کہ ابھی یہ کیا ہوا کہ آج منگل کو والد صاحب مل گئے، اعلیٰ حضرت نے تو جمعہ کو فرمایا تھا۔ خیر گاؤں گیا تو سب کو اطلاع کردی۔ جمعرات کو والد صاحب کا خط پہونچا کہ ہفتہ کو آرہا ہوں مگر ایک دن پہلے جمعہ ہی کو والد صاحب آگئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قصد ہفتہ ہی کا تھا مگر بریلی گیا جمعرات سے بارش شروع ہوگئی اور خیال ہوا کہ اب اسٹیشن کا راستہ بند ہوگیا ہوگا، سواری نہ آسکے گی، جب پیدل ہی چلنا ہے تو ہفتہ کے بدلے جمعہ ہی کو جائیں۔ یوں قول اعلیٰ حضرت صادق ہوگیا کہ جمعہ کو مل جائیں گے، اور کیوں نہ ہو ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ÷ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۴ر مئی ۱۹۳۵ء کو بدایوں اور گاؤں کے درمیان دس آدمیوں نے والد صاحب قبلہ پر حملہ کیا، اور بہت زیادہ چوٹیں آئیں۔ صبح ۵ر مئی کو مظفر حسین نے کچھ ایسے الفاظ میں والد صاحب کی حالت بیان کی کہ نہ صرف میں بلکہ تمام لوگ گھبرا گئے۔ آستانہ پر حاضر ہوا، بدایوں جاکر دیکھا تو جیسی حالت بتائی تھی اس سے بہت کم تھی۔ ۲۰/ ۲۲ دنوں میں صحت ہوگئی، اگرچہ ضربات ۱۸، ۱۹ تھیں، مگر صدقے اس کریم کے کہ جس نے صحیح وسالم کردیا۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ شعبان ۵۷ھ میں

بڑے مولانا صاحب (حضرت حجۃ الاسلام) بیمار ہوئے۔ حافظ عبد الکریم صاحب خواب میں اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔ فرماتے ہیں: یہ دعا کرو انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جائیں گے: اللھم سلم سلاما عبدک حامد رضا سب قرابت والوں نے دعا کی، اور کثرت سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔

◆ ان ہی کا بیان ہے کہ جب بڑے مولانا صاحب بیمار ہوئے اسی زمانہ میں والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں: 'مجھے تو کہا ہوتا' ادھر والدہ صاحبہ نے مجھے حاضری کے واسطے بھیجا۔ میں نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ زمانہ مقدمہ بدایوں میں سب لوگ نومحلہ میں مقیم تھے، زنان خانہ میں والدہ صاحبہ بھی تھیں۔ ایک دن پانی بالکل ختم ہوگیا، اور متعدد آدمیوں نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا، فرمایا: دیکھو پانی ہے۔ والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضور پانی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: دیکھو پانی ہے۔ تیسری مرتبہ پھر والدہ صاحبہ نے کہا، حضور دیکھ لیا ہے پانی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا: دیکھو جا کر پانی ہے۔ والدہ صاحبہ آئیں، اور دیکھا تو اس قدر پانی پایا کہ سب کی ضروریات وضو کو کافی ہوا، سب نے وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ میری والد صاحب قبلہ کے ۱۹۲۰ء میں سینہ پر گلٹیاں نکلنا شروع ہوئیں، اور بہت زیادہ روپیہ علاج میں

صرف ہوا۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر کر عرض کیا، فرمایا: اب نہ نکلے گی۔ پھر کوئی گلٹ نہ نکلی، اور اب تک کہ تقریباً پچیس سال ہوئے بالکل صحیح و سالم ہیں۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ کے گلے میں گلٹ نکلی، سب اطبا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ کنٹھ مالا ہے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا، فرمایا: جو خیال ہے وہ نہیں ہے، اور وہ واقعی نہ تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب گلٹ جاتی رہی، اور وہ بالکل ہی صحیح و تندرست ہو گئیں۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۳۰ھ میں والدین کریمین حج کے عازم ہوئے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اجازت چاہی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، پھر فرمایا: میں سچ کہتا ہوں، میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں۔ والدہ صاحبہ روانہ ہو گئیں، حطیم شریف میں ایک شب والدہ صاحبہ نفل پڑھ رہی تھیں کہ لوگوں کا ہجوم آ گیا، اور ساتھ والے سب جدا ہو گئے والدہ صاحبہ بہت گھبرائیں، اور خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، اب کون سا وقت آئے گا جس میں مدد فرمائیں گے؟ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کہ حضرت کو دیکھا۔ ارادہ کیا کہ قدم بوسی کریں کہ حضرت نے کچھ عربی میں فرمایا، جس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا لیکن اس قدر ہجوم کے باوجود راستہ ایسا مل گیا کہ والدہ صاحبہ بآسانی وہاں سے چلی آئیں،

اور دوسرے دروازہ سے جب حرم شریف کے باہر آئیں تو والد صاحب مل گئے، اور حضرت غائب ہوگئے۔ بریلی آکر عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے سکوت فرمایا۔

◆ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ مولوی وقار الدین صاحب کہتے تھے مجھ سے مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ جید فٹن والے کا بیان ہے کہ قریب عصر حضرت نے یاد فرمایا۔ میرے گھوڑے بالکل تھک گئے تھے مگر حضرت کے یاد فرمانے کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی، حاضر ہوا۔ فرمایا: چلو۔ غرض نینی تال روڈ پر گاڑی روانہ ہوئی۔ جب گاڑی لاری اسٹنڈ پر پہونچی، فرمایا: پیلی بھیت والی سڑک پر چلنا ہے۔ غرض ادھر گاڑی روانہ ہوئی، قریب ایک میل کی مسافت طے کی گئی کہ پیلی بھیت کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آستانہ حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پر تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: کیوں یاد کیا؟ فرمایا: ابھی ابھی خیال ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی زبان سے نعت شریف سننا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت نے حضور اقدس ﷺ کے فضائل بیان فرمائے، اس کے بعد حضرت بریلی واپس تشریف لائے۔

سبحان اللہ وبحمدہ ! اولیا اللہ کی بھی کیا شان ہوتی ہے!! ادھر حاجی محمد بشیر صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ مولانا سے نعت سننا چاہیے، ادھر اعلیٰ حضرت کو خبر ہوگئی کہ جناب حاجی صاحب یاد فرماتے ہیں۔ تشریف لے گئے حضور اقدس ﷺ کے فضائل بیان فرمائے اور واپس تشریف لائے، اور ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا آکر نماز عصر ادا فرمائی۔

◆ جناب مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۲ھ میں احقر درد قولنج میں مبتلا ہوا۔ تین روز تڑپتے گزرے، کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس زمانہ میں احقر ہائی اسکول بریلی میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھا۔ تیسرے روز اعلیٰ حضرت ﷺ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے کمرہ کو شرف بخشا، اور درد کے مقام پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا، اور اپنے دست اقدس کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنا دی، دو تین منٹ کے بعد درد کافور ہو گیا۔

◆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت ﷺ دو مرتبہ بیسلپور تشریف لائے، پہلی مرتبہ ساڑھے دس بجے دن کے بذریعہ ریل رونق افروز ہوئے، اور شام کو واپسی کا ارادہ مصمم کیا، گویا صرف چند گھنٹے کا قیام تھا۔ بیسلپور کے مسلمانوں کو حضور کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کا بہت کم موقع تھا، مگر حضور نے سب کے دامن مراد کو بھرا، بعض حضرات کے مکان پر تشریف لے گئے، واپسی میں یہ جانتے ہوئے بھی کہ گاڑی کا وقت گذر گیا ہے، اسٹیشن ایک گھنٹہ دیر سے پہنچے۔ مولی تبارک وتعالیٰ کا کرم اس وقت تک گاڑی اسٹیشن پر نہ آئی تھی، گاڑی حضور پرنور کے سامنے آئی۔ اطمینان سے اعلیٰ حضرت گاڑی میں رونق افروز ہوئے، جب گاڑی چلنے لگی، لوگوں نے بطور اظہار عقیدت کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ گاڑی پورے ایک گھنٹہ لیٹ آئی۔

◆ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز نے

الفیوضات الملکیہ میں فرمایا ہے کہ فقیر حقیر غفر لہ المولی القدیر کہتا ہے کہ بعض فقرائے حضرت قادریہ کے لیے دو مرتبہ ایسا ہوا کہ فجر کی نماز کے لیے آخر وقت میں آنکھ کھلی تو نہانے کی ضرورت تھی، تو نجاست کو پاک کیا، استنجا کیا، دانتوں میں خلال کیا، غسل خانہ میں پانی رکھوایا، کپڑا اتارنے کا ارادہ کیا، تو جیب سے گھڑی نکالی، تو طلوع میں فقط دس منٹ باقی تھے، کیوں کہ ان کو علم توقیت میں پوری واقفیت اور مہارت تھی۔ گھڑی کو زمین پر رکھا اور غسل خانہ میں گئے، اور تمام کپڑوں کو اتارا، اس لیے کہ زمانہ جاڑے کا تھا اور بہت کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس وقت ان کو ایسا خیال ہوا کہ وقت بہت وسیع ہے تو اطمینان کے ساتھ غسل کرنے لگے، تین مرتبہ ہر عضو کو دھویا، وضوو غسل کے فرائض وسنن سب کو پورے طور پر اطمینان سے ادا کیا، پھر سر سے پانی خشک کرنے میں بہت مبالغہ کیا کہ مبادا کہ کوئی بیماری لاحق ہو جائے، پھر سب کپڑے پہنے، اور باہر نکلے اور گھڑی اٹھائی تو بعینہٖ وہی وقت تھا، ایک سکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا۔ تو ان کو وہم ہوا کہ گھڑی جب زمین پر رکھی تو بند ہو گئی، پھر جس وقت اٹھائی تو چلنے لگی۔ اور خیال ہوا کہ وقت ختم ہو گیا، اس لیے کہ اس اطمینان سے نہانے میں یقیناً دس منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوا، پھر اُفق کی طرف دیکھا تو اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی وقت باقی ہے، اور فرض نماز کے علاوہ سنت فجر کی بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے، تو سنت ادا کر کے جماعت سے فرض فجر پڑھی۔ جب زنانہ مکان میں گئے تو گھڑی کو بڑی گھڑی کلاک سے جو بہت اعلیٰ درجہ کی اور صحیح وقت دینے والی صحیح چال کی تھی، ملا کر دیکھا تو بالکل ٹھیک تھی۔ تو اگر یہ جیبی گھڑی بند ہو جاتی، تو دونوں میں فرق پڑ جاتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے

اور جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سکنڈ زمانہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ اس میں نہایت اطمینان کے ساتھ اتنے کام انجام پائے، جو کسی طرح دس منٹ سے کم میں نہیں انجام پا سکتے۔ اور اس قسم کا واقعہ دو مرتبہ واقع ہوا۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے اعلیٰ حضرت نے اگر چہ اس کو پردۂ خفا میں رکھا اور بعض فقرا حضرت قادریہ کے ساتھ ذکر فرمایا، لیکن اس سے مراد خود حضور کی ذات گرامی صفات ہے، اسی لیے اس واقعہ کو تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: ومثل هذا يسمى في عرف العلما معونة یعنی ایسے واقعہ کو علما کے عرف میں معونت کہتے ہیں۔ یہ محض انکسار ہے اس لیے کہ معونت اس کا نام ہے جو عوام مسلمانوں سے خرق عادت ظاہر ہو، اور یہ بلاشبہ کرامت ہے، اس لیے اس کا ظہور ایک ولی سے ہوا۔

◆ مولوی عرفان علی کا بیان ہے کہ حج سے واپسی کے بعد کراچی میں خرچ نہ رہا، سامان بہت زیادہ تھا، پلیٹ فارم پر اتارا گیا، ریلوے افسر نے آکر دیکھا کہ سامان زیادہ معلوم ہوتا ہے، اس پر چارج ہوگا، مگر اس نے ٹکٹوں کا حساب لگایا تو محصول ادا کردہ سے زیادہ سامان نہ نکلا، اس نے تین مرتبہ آکر سامان دیکھا، مگر جب حساب لگایا تو چارج کے قابل نہ پایا۔ درحقیقت سامان بہت زیادہ اور قابل چارج تھا، مگر یا قابض کی تجلی اس کو زیادہ معلوم کرنے سے روک دیتی۔ (۱)

◆ مولوی عرفان علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خاکسار نہایت شدید مرض میں مبتلا ہوا، حضور پرنور سے میرے احباب نے ذکر کیا۔ حضور نے دعا فرمائی۔

جس وقت حضور نے دعا فرمائی، اسی وقت مجھے یہاں شفا ہوئی، مرض سے نجات ملی۔ گویا ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بالکل حسب حال ثابت ہوا ؎

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

میں نے عرض کیا۔ جواب میں گرامی نامہ صادر ہوا، جس میں تحریر فرمایا تھا:

الحمد للہ الحمد للہ آج فقیر بھی غم سے آزاد ہوا۔

◆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ بیسلپور کو پہلی بار تشریف لے جاتے وقت اہل لھمریا نے اسٹیشن پوٹا پر حاضر ہوکر التجا کی کہ حضور پرنور واپسی میں لھمریا تشریف لے چلیں۔ حضور نے فرمایا: اس دفعہ تو نہیں البتہ اگر دوسری دفعہ بیسلپور جانا ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ واپسی میں لھمریا بھی آؤں گا۔ دوسری مرتبہ تشریف لاتے وقت اہل لھمریا اسٹیشن پر حاضر ہوئے، اور واپسی میں لھمریا میں قیام فرمانے کے واسطے عرض کیا اور یہ کہا کہ ہم لوگ واپسی میں حضور کے لینے کے لیے اسٹیشن لھمریا پر حاضر ہوں گے۔ بیسلپور سے واپسی کے وقت وہ علمائے کرام وخادمان جو ہمراہ رکاب تھے، آپس میں مختلف ہوئے، بعضوں کی رائے تھی کہ اہل لھمریا کی آرزو پوری کرنی چاہیے۔ جب حضور واپسی میں بیسلپور اسٹیشن پہونچے تو شیخ عبد اللطیف صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضور پیلی بھیت ہی تشریف لے چلیں لھمریا میں قیام نہ فرمائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں گاڑی چلنے پر ایک وظیفہ پڑھتا ہوں، اگر وہ وظیفہ پوٹا اسٹیشن آنے سے پہلے ختم ہوگیا تو ادھر انشاء اللہ تعالیٰ اہل لھمریا مجھے لھمریا لے جانے کے لیے اسٹیشن پر

موجود نہیں ملیں گے، اور میں پیلی بھیت چلا چلوں گا۔ اور اگر ختم نہ ہوا تو ٹھہر یا قیام کروں گا۔ وظیفہ اسٹیشن پوٹا آنے سے پہلے ختم ہوگیا، اسٹیشن پر اہل ٹھہر یا سے کوئی شخص نہ ملا اور حضور پرنور پیلی بھیت تشریف لے گئے۔

◆ مولوی عرفان علی ہی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے بعد فاتحہ سوم میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور نے وصیت فرمائی کہ میری قبر پر تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن عظیم پڑھا جائے۔ میں ظہر کے وقت مزار شریف پر حاضر ہوا، ایک سید صاحب قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش مجھ کو بھی مزار شریف پر قرآن شریف پڑھنے کی نعمت ملتی۔ اس خیال کا آنا تھا کہ سید صاحب نے فرمایا: آپ قرآن شریف پڑھیں، میں جا رہا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کردی۔ تھوڑی دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی، میں نے ظہر اس وقت تک نہیں پڑھی تھی، صلاۃ ہونے پر مجھے گھبراہٹ ہوئی کیوں کہ سوا میرے کوئی بھی مزار شریف کے قریب نہ تھا۔ یہ خیال گزر رہا تھا کہ اگر نماز پڑھنے جاتا ہوں تو قرآن شریف کی تلاوت ترک ہوتی ہے، اور حضور پرنور کی وصیت کے خلاف ہوتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہے کہ تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت ہوتی رہے، اور اگر بیٹھا قرآن شریف پڑھتا رہتا ہوں تو تارک جماعت ٹھہرتا ہوں، اور گنہ گار ہوتا ہوں۔ میں اسی پریشانی میں تھا کہ جناب حکیم سلامت اللہ صاحب رضوی شاہ جہاں پوری تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: آپ ظہر پڑھنے جائیں، میں ظہر پڑھ کر آیا ہوں، اور اب میں یہاں قرآن شریف تلاوت کروں گا۔ یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت بعد

وصال ظہور میں آئی کہ میں نے جماعت سے نماز پڑھی، اور مزار شریف پر قرآن شریف کی تلاوت بھی برابر جاری رہی، ایسے شخص کو بھیجا جو ظہر پڑھ چکا تھا۔

◆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی کا بیان ہے: ایک دن پھاٹک میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے گرمی کا موسم تھا دوپہر کے کھانے میں مولانا ہدایت الرسول صاحب نے فرمایا: کیا اچھا ہوتا اگر اس وقت برف کا پانی ہوتا۔ یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ زنانہ مکان کے کواڑ کھلنے کی آواز آئی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت خود بنفس نفیس جگ میں برف کا پانی لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: ذکاء اللہ خان یہ برف کا پانی لے جائیے۔ مولانا ہدایت الرسول صاحب نے فرمایا: کھلی کرامت اس کو کہتے ہیں۔

◆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خاں صاحب وکیل رئیس شہر کہنہ کے ایک عزیز قریب، قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہو گئے۔ مقدمہ چلا بریلی سے پھانسی کا حکم ہو گیا، الہ آباد میں اپیل کیا۔ ان کے رشتہ دار بہت پریشان تھے ایک جمعہ کو ان کے خاص عزیز حاضر خدمت اقدس ہوئے، سارا واقعہ بیان کیا۔ اعلیٰ حضرت سن کر خاموش ہو گئے۔ عصر کی نماز کا وقت آ گیا، سب لوگ مسجد گئے۔ اعلیٰ حضرت نے عصر کے بعد صحن میں کھڑے ہو کر سب لوگوں سے فرمایا: پھانسی نہیں ہوگی، یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد کو خبر آئی کہ واقعی پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔

◆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خاں صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے ، اعلیٰ حضرت وہاں تشریف لے گئے ، ایک اور خادم ہمرکاب تھے ۔ جیسے ہی گاڑی وکیل صاحب کے مکان میں پہونچی ، وکیل صاحب نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت گاڑی سے اتر رہے ہیں ۔ فوراً حاضر خدمت ہوئے ، اور دست بوسی کر کے کہا کہ حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا ، بحمد اللہ تعالیٰ مریضہ کو اسی وقت سے شفا و صحت شروع ہوگئی ۔ حضرت اندر مکان کے تشریف لے گئے ، اور مریضہ پر پڑھ کر دم کیا ، اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو بالکل صحت بخشی ۔

◆ جناب ذکاء اللہ خاں صاحب رضوی ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بہت کم شہر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے ، برابر افتا و تصنیف ذکر و شغل ، طاعت و عبادت میں مشغول رہتے ۔ لیکن مخلصین کے اصرار اور دینی ضرورت دیکھ کر کبھی کبھی باہر بھی تشریف لے جاتے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ تیر پور ضلع پیلی بھیت میں منگل خاں بالا خاں صاحب جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے ، اور اعلیٰ حضرت کے بڑے معتقد ، وہاں ان کے رشتہ داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں ۔ شیر پور سے کچھ لوگ اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی ، تو اعلیٰ حضرت نے تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا ۔ گرمی کا موسم ، یہ خادم اور اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب علی احمد خاں صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے ۔ پورن پور اسٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے

موجود تھے، حضرت کو بڑے آرام وعافیت کے ساتھ شیر پور لے گئے۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت وہاں پہونچے منگل خاں صاحب یا بالا خاں صاحب، خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے؟ غرض دونوں بھائیوں میں سے ایک تشریف لائے، اور عرض کیا کہ حضور شاید ریل پر سوار ہورہے ہوں کہ مریضہ کو بعونہ تعالیٰ شفا ہونی شروع ہوگئی۔ اب حضور کے قدم مبارک آ گئے ہیں بالکل صحت ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اعلیٰ حضرت نے دو یوم قیام فرمایا مریضہ بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہوگئیں۔

◆ جناب محمد علی محمد خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بھانجے کا بیان ہے کہ میری عمر اس وقت ستر یا اکہتر سال کی ہے۔ طفلی کے زمانہ میں تقریباً بارہ برس تک بریلی میں رہنا ہوا، بعد میں اتنا زمانہ قریب قریب پردیس میں گزرا، کبھی کبھی بریلی آتا ورنہ برابر پردیس ہی میں رہتا۔ ایک دفعہ میں بریلی آیا ہوا تھا تو مولانا حامد رضا خاں صاحب اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے نے جو میرے ماموں زاد اور ہم جولی ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت نے مجھے تلاش کیا۔ آدمی تمام محلہ میں دیکھ کر واپس آ گیا، اور عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملے، وہ محلہ میں نہیں ہیں۔ فرمایا: جاؤ فلاں مکان میں ہیں۔ (وہ مکان میری خالہ صاحبہ کا تھا، وہ لوگ جب گاؤں چلے جاتے تھے تو خالی رہتا تھا) وہ آدمی آیا، اور مکان بند پایا تو اس نے آوازیں دینی شروع کیں۔ میں آیا، اور اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟ اس نے کہا: پہلے میں تمام محلّہ میں تلاش کیا اور جا کر عرض کیا کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا وہ نہیں ملے۔ حضرت نے فرمایا کہ فلاں مکان میں ہیں۔

◆ محمد علی خان صاحب کا بیان ہے کہ جب بدایوں والوں نے مسئلہ اذان جمعہ کے متعلق مقدمہ فوجداری میں دائر کیا، اور انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت تھوڑی دیر کے لیے کچہری میں آ جائیں اعلیٰ حضرت نے فرمادیا تھا کہ 'میری جوتی بھی کچہری نہ جائے گی' حد یہ کہ لوگوں نے وارنٹ نکلوادیا وہ بھی خارج ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت کا فرمانا بالکل ٹھیک ہوا، حضرت کچہری نہیں تشریف لے گئے اور مقدمہ خارج ہوگیا، اور جن جن لوگوں کو مدعا علیہ بنایا تھا سب اعلیٰ حضرت کی برکت سے بے داغ بری ہوگئے۔

◆ حاجی کفایت اللہ صاحب اعلیٰ حضرت کے خادم خاص کا بیان ہے کہ جناب نیاز احمد خان باغ احمد علی خان بیان کرتے تھے کہ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا، اس سے ایک دن قبل اپنی لڑکی سے یہ کہا: اے بیٹی! دیکھو بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کو بیٹھاتی نہیں ہو، لڑکی نے کہا کہ کہاں ہیں؟ کہا: دیکھو یہ ہیں، تم دیکھتی نہیں ہو۔

◆ حاجی کفایت اللہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید رضا علی باغ احمد علی خان میں رہتے تھے۔ ان کو پیر کی تلاش تھی اور کہتے تھے کہ کوئی پیر ملے تو مرید ہو جاؤں۔ نیاز احمد خان نے کہا: آپ اعلیٰ حضرت سے مرید ہو جائیں۔ انھوں نے کہا کہ میں جب تک کچھ دیکھ نہ لوں، بیعت نہیں ہوسکتا۔ ایک مدت اسی میں گذر گئی۔ ایک روز خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک میدان ہے جس میں، میں ہوں اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما ہیں۔ میں گر رہا ہوں تو اعلیٰ حضرت نے مجھے سنبھالا دیا۔ صبح کو یہ خواب نیاز احمد خان سے ذکر کیا، انھوں نے کہا:

اب آپ بیعت ہو جایئے، وہ گرتوں کو سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ بطیب خاطر اعلیٰ حضرت کے مرید ہو گئے۔

◆ حاجی کفایت اللہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے کہ جمادی الآخرہ کے مہینہ میں، میں نے ارادہ کیا کہ حج بیت اللہ کو جاؤں، مگر فکر یہ ہوئی کہ ابھی چلا جاتا ہوں، بمبئی میں پڑا رہوں گا کہ جہاز شعبان کے مہینہ سے چھوٹنا شروع ہوتا ہے۔اور اب سے نہیں جاتا ہوں تو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے عرس کی شرکت نہیں ہوسکتی ہے۔میں یہی تردد میں تھا کہ ایک روز خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے ہیں، اور حضور نے مجھے اٹھا کر بیٹھایا، اور فرمایا: پڑھ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اب چل۔صبح کو جمعہ کا دن تھا میں نے خیال کیا کہ آج جمعہ کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے چل کر پڑھوں۔چنانچہ میں حاضر ہوا، اور جمعہ کی نماز حضرت کے پیچھے پڑھی۔نماز پڑھ کر میں املی کے درخت کے نزدیک کنواں کی طرف منھ کر کے اپنی پشت درخت سے لگا کر آڑ سے کھڑا ہو گیا، اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت سے کچھ باتیں تنہائی میں کرتا۔لیکن اعلی حضرت ابھی نماز پڑھ رہے ہیں، پھر درود شریف کا حلقہ ہوگا، اس کے بعد اور لوگ بھی اعلیٰ حضرت کے ساتھ ہوں گے، تنہائی کس طرح ممکن ہے؟ اتنا خیال کرتا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ نماز پڑھ کر فصیل مسجد پر بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، جب ہی یہ لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی

میں نے جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت کھڑے ہوکر میری طرف تشریف لارہے ہیں۔ کچھ لوگ ساتھ ہونے لگے، اعلیٰ حضرت نے ان کو منع فرمایا، اور ہاتھ سے روک دیا، اور تنہا حضرت املی کی طرف تشریف لے آئے، اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے بڑے سرکار میں حاضری کا، اور میرے پاس راہ خرچ تھوڑا ہے، دعا کردیجیے کہ خرچ مجھے کافی ہوجائے۔ میں اپنی منزل مقصود کو پہونچ جاؤں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ تمہاری پاس بہت ہے۔ تین مرتبہ حضرت نے بھی فرمایا، اور فرمایا کہ تم منزل مقصود کو پہونچ جاؤ گے۔ اور میرے سر اور پشت پر ہاتھ پھیرا۔ اور میرے پاس صرف پونے دوسو روپئے تھے۔ پھر میں وہاں سے رخصت ہوکر مکان آیا، اور شام کی گاڑی سے روانہ ہوکر پرانی دہلی جاکر حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شریک ہوا، اور وہاں سے گڑگاؤں، گڑگاؤں سے اجمیر شریف حاضر ہوا۔ خواجہ غریب نواز کا عرس یکم رجب سے شروع ہوجاتا ہے، اس میں شریک ہوا۔ نو دن تک وہاں رہا۔ نو دن کے بعد بمبئی چلا، وہاں پہونچ کر راحت یار خان صاحب بریلی والے جو پولیس میں ملازم تھے، ان کے یہاں ٹھہرا۔ ان کو مبلغ بیس روپے دیئے کہ جب جہاز کا ٹکٹ بیس روپئے میں ہو مجھے لادینا۔ وہ کہنے لگے، بھائی! ٹکٹ تو آج کل ترپن روپے میں ملتا ہے۔ قیمت اگرچہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لیکن اس قدر کم ہونے کی امید بالکل نہیں کہ ترپن کی جگہ بیس روپے ہوجائیں۔ میں نے کہا: آپ رکھ تو لیجیے، کوئی روز اللہ تعالیٰ ایسا بھی کرے گا کہ ٹکٹ بیس روپے کا ہوجائے گا، اس دن آپ لادیں گے۔ انھوں نے ہنس کر میرے روپے رکھ لیے۔

ایک روز میں بھنڈی بازار چونا بھٹی گلی میں ایک پنجابی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی گھنٹی بجاتا آرہا ہے کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہے۔ میں نے فوراً جاکر راحت یار خان صاحب سے کہا کہ میری مراد پوری ہوگئی، آج ٹکٹ بیس روپے کا ہوگیا، اب جاکر لا دیجیے۔ یہ وہی جہاز تھا جس کا ٹکٹ ترپن روپئے کو فروخت حج وزیارت روانہ ہوگیا۔ جدہ جاکر اترا۔ وہاں سے پہلے ایک قافلہ روانہ ہوا تھا، اور لٹ چکا تھا اس میں کے آدمی کچھ اس طرف بھاگ آئے تھے، ان سے قافلہ کے حالات معلوم ہوئے، اس لیے اب قافلہ نہیں جانے دیتے تھے۔ میں سولہ روز جدہ میں رہا۔ سترہویں رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا عالیشان ہے، اس میں ایک کھڑکی ہے، اس میں سے میں نے دیکھا تو اس مکان میں بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہوا ہے، اور بالکل آراستہ ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو دیکھا کہ بایاں ہاتھ ٹیکے ہوئے ہیں، اور آپ کے آگے دو صفیں کھڑی ہیں، جن کے چہرے نورانی ہیں، اور بہت ہی چمک رہے ہیں۔ اور اس کھڑکی سے باہر منھ نکالا تو دیکھا کہ حاجی علیم اللہ صاحب رضوی کھڑے ہیں، اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مکان میں کیا دیکھا؟ میں نے کہا: اس میں اعلیٰ حضرت بیٹھے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ واقعی وہ بیٹھے ہیں، ان سے تم نے کوئی بات کی؟ پھر کھڑکی میں، میں نے اپنا سینہ تک جسم اندر کر کے کہا، مولانا: السلام علیکم - حضرت الٹا ہاتھ ٹیکے ہوئے تھے، سیدھا ہاتھ میری طرف اٹھا، اور فرمایا: وعلیکم السلام - جواب سلام دے کر آپ کے آگے جو دو صفیں قائم تھیں، ان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا: ان کو جانے دیجیے۔ اتنے میں فجر کی اذان ہوئی، میں بیدار ہوا اور نماز کو چلا گیا۔

جب مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آیا، کیا دیکھتا ہوں اونٹ والے آرہے ہیں، بگل پھونکا گیا کہ جدہ قافلہ لے جاؤ۔ وہاں سے روانہ ہوکر مکہ معظمہ اخیر رمضان شریف میں پہونچا۔ صبح کی عید کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی۔ میرے آنے کے چھٹے دن پھر ایک قافلہ روانہ ہوا، اس پر گولی چلی اور قافلہ لٹا۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ سے ملا جن کا نام محمد جان تھا، انھوں نے ۲۵ر حج کئے تھے اور ۱۷ر مرتبہ مدینہ پاک کی حاضری نصیب ہوئی تھی، بہت ہی خوبیوں کے آدمی، اور بہت ہی ملنسار تھے، اکثر غار حرامیں جاکر شب بیداری کیا کرتے تھے، اعلیٰ حضرت کے بڑے مداح اور بہت ہی معتقد تھے۔ ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰ حضرت دوبارہ حج وزیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے اور وہابیوں کے رد میں ''الدولۃ المکیہ، وحسام الحرمین'' تحریر فرمائی تھی، اس واقعہ کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ پھر میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے جدہ واپس ہوا۔ جدہ میں رہتے پھر مجھے سولہ دن ہوگئے۔ میرے ساتھ اور کئی آدمی تھے۔ سترہویں دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیرومرشد حاجی محمد بشیر میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا کہ گھر کو چلے ہے؟ مجھے خبر نہیں تھی کہ ٹکٹ کتنے کو بکتا ہے؟ دھام پور نگینہ کے ایک پیر بھائی تھے، جہاں پر ٹکٹ بکتا تھا اس جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے کہ ٹکٹ والے نے آواز دی: ٹکٹ اربع گنی۔ وہ کہنے لگے کہ اربع گنی میرے پاس ہیں، میں دیتا ہوں، لیکن اربع گنی کے تین ٹکٹ دو۔ انھوں نے چار اشرفی اس کے آگے رکھ دی۔ اس نے تین ٹکٹ ان کو دے دیئے، وہ خوش ہوتے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے چل بھائی میں تیرا ٹکٹ لے آیا ہوں، اور تین ٹکٹ لایا ہوں،

ایک اپنا، ایک اپنے بھائی کا اور، ایک تمہارا۔ میں نے کہا: کتنے میں لائے ہو؟ انھوں کہا: بیس روپئے۔ میں نے بیس روپئے ان کو دے دیئے، اور ٹکٹ لے لیا، اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہونچا۔ وہاں سے ریل پر سوار ہو کر گھر آیا۔ جاتے وقت میں نے کان پوری گاڑھے کی ایک ہمیانی بنوالی تھی۔ میرے پاس کل پونے دو سو روپئے تھے، اس کی میں نے کچھ گنی کچھ روپئے کچھ نامہ بھنا کر رکھ لیا تھا۔ اور جب حج سے واپس آیا تو اس ہمیانی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ۷ر اشرفی اور کئی روپے کا نامہ نکلا۔ اس سفر میں پورے نو مہینے صرف ہوئے، اور تمام خرچ کر کے اس قدر روپے واپس لایا۔ اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا تھا کہ خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ بہت ہے لفظ بلفظ پورا ہوا۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے، ایک بات غلط نہیں، جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے۔ میں حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پیلی بھیتی کا مرید ہوں۔

◆ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے: میرا ایک لڑکا تھا جس کا نام مقبول احمد تھا، ۱۹ر سال اس کی عمر تھی۔ اس کو بخار آیا۔ تیسرے روز اس کی حالت بہت غیر ہوئی یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ گھر کی عورتیں رونے لگیں۔ یکا یک ان کا خیال ہوا کہ ایک کپڑا اپھاڑ کر اس کے پاؤں کے دونوں انگوٹھے باندھ دیں۔ جب وہ باندھنے لگیں تو اس نے اپنا پاؤں کھینچ لیا، اور اس میں جان آ گئی اور باتیں کرنے لگا اور اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ بھائی! بڑے مولانا کنے جا۔ ہم لوگوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا، اور پھر اس کی وہی حالت ہو گئی اور اس کا دم نکل گیا۔ عورتیں پھر رونے لگیں،

اس کے بعد ان کو پھر خیال آیا تب انگوٹھے باندھنے لگیں۔ اس نے پھر پاؤں کھینچ لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا: بھیا! بڑے مولانا کنے (پاس) جا۔ پھر نہیں خیال کیا۔ تیسری مرتبہ پھر وہی واقعہ ہوا۔ غرض صبح سے تیسرے پہر تک یہی حالت رہی۔ جب تین مرتبہ یہ حالت گزری تو میں نے اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ تو جا، اور حاجی طالب صاحب سے پرچہ لکھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس جا۔ وہ گیا، اور حاجی صاحب موصوف سے پرچہ کیفیت کا لکھوا کر لے گیا۔ اعلیٰ حضرت پھاٹک ہی میں تشریف رکھتے تھے، اس نے وہ پرچہ دے دیا۔ حضرت نے وہ پرچہ پڑھا اور فرمایا: میں ابھی چلتا ہوں کوئی سواری ہے؟ میں نے کہا: حضور یکہ ہے۔ فرمایا: خیر! میں یکہ ہی پر چلا چلوں گا۔ حاجی علیم اللہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، کہا کہ حضرت یہ گاڑی لے آئیں گے۔ لڑکا پھوٹے دروازہ جا کر گاڑی لے آیا، اور حضرت میرے یہاں تشریف لے آئے ۔حضرت کے ہمراہ اور کئی صاحب آئے تھے۔ حضرت نے تشریف لا کر اس کو بٹھا دیا، اور دم کر کے اپنے ہاتھ سے پانی پلایا۔ پھر حضرت نے لٹا دیا۔ مغرب کا وقت قریب تھا، اعلیٰ حضرت تشریف لے آئے۔ لال مسجد میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضرت مکان تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اب میں اسے تعویذ لکھ کر دوں گا۔ جس وقت حضرت مکان سے چلے، اس لڑکے نے اپنی گردن گھوما کر اعلیٰ حضرت کو دیکھا، اور جب تک حضرت دروازہ تک پہنچے اس وقت تک دیکھتا ہی رہا۔ اتفاق وقت دیکھئے کہ میں حضرت کے یہاں تعویذ لانے کے لیے جانا بھول گیا۔ شب میں اس کا انتقال ہو گیا، پھر زندہ نہ ہوا۔

وہ اعلیٰ حضرت کا بہت معتقد تھا، اس کی روح اعلیٰ حضرت کو دیکھنے کو بے چین تھی۔ حضرت کو دیکھ کر سکون واطمینان ہوگیا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب اپنے والد ماجد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سراپا قدس میں ضرور اعلیٰ حضرت کو دعوت شرکت دیتے، اور حضور والا بھی التزاما شرکت فرماتے۔ حسب معمول ایک سال بجائے مولانا ممدوح کے، حضرت ننھے میاں قبلہ سجادہ نشین حضرت حاجی محمد شریف صاحب موٹر میں صبح ۱۰ ربجے پیلی بھیت سے اعلیٰ حضرت قبلہ کو ہمراہ لے جانے کے لیے تشریف لائے۔ حضور کی طبیعت اس روز بہت ناساز تھی، اور نقاہت غالب۔ ادھر علالت کے باعث یہ حالت ادھر حضرت محدث سورتی کے عرس میں شرکت کی اہمیت اور جناب سجادہ نشین صاحب کا ورود مسعود مدنظر۔ بالآخر ارشاد فرمایا: جس وقت مجھ کو کچھ بھی سکون ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور چلوں گا، آپ تشریف رکھیے۔ چنانچہ اسی روز بعد نماز مغرب موٹر میں پیلی بھیت تشریف لے گئے اور عرس شریف میں شرکت فرمائی۔ وہاں سے مراجعت ریل گاڑی سے ہوئی۔ نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف ۲ رمنٹ ٹھہرتی ہے، نماز مغرب کا وقت ہوگیا۔ حضور والا نے گاڑی ٹھہرتے ہی تکبیر اقامت فرما کر گاڑی کے اندر ہی نیت باندھ لی۔ غالباً پانچ شخصوں نے اقتدا کی، ان میں میں بھی تھا، لیکن ابھی شریک جماعت نہیں ہو پایا تھا کہ میری نظر غیر مسلم گارڈ پر پڑی جو پلیٹ فارم پر کھڑا سبز جھنڈی ہلا رہا تھا۔

میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ لائن کلیر لے جانے والے نے ہاتھ بڑھا کر انجن ڈرائیور کو کاغذ دے دیا، جس کے معنی تھے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہوا یعنی حضور نے باطمینان تمام بلا کسی اضطراب کے تینوں رکعتیں ادا کیں، اور جس وقت دہنی جانب سلام پھیرا تھا، گاڑی چل دی۔ مقتدیوں کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا۔ اس کرامت میں قابل غور یہ بات ہے کہ اگر جماعت پلیٹ فارم پر قائم ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ گارڈ نے ایک بزرگ ہستی کو دیکھ کر گاڑی روک لی ہوگی۔ ایسا نہ تھا بلکہ نماز گاڑی کے اندر پڑھی تھی۔ اس تھوڑے وقت میں گارڈ کو کیا خبر ہو سکتی تھی کہ ایک اللہ کا محبوب بندہ فریضہ نماز گاڑی میں ادا کر رہا ہے۔ اور اگر بالفرض دیکھ بھی لیتا کہ نماز ہو رہی ہے تو اس غیر مسلم کو مسئلہ شرعیہ اسلامیہ سے کیا واقفیت کہ چلتی گاڑی میں فجر کی سنتیں اور فرض نمازیں اور وتر ادا نہیں ہوتیں۔ اور اگر بالفرض یہ بات کسی سے سن بھی لی ہو تو اس غیر مسلم کو اس کی کیا پرواہ کہ ایک بزرگ مسلمان کی عبادت قواعد شرعیہ کے مطابق ادا ہو، اس لیے مجھے گاڑی کو روک دینی چاہیے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت شباب میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں وہابیہ سے مناظرہ چھڑ گیا۔ یہ تنہا اور اُس طرف سارا وہاب گڑھ۔ جب علمی دلائل سے وہ مقہور و مغلوب ہوئے، اور کچھ بن نہ پڑا، ایک جھوٹا مقدمہ فوجداری میں دائر کر دیا۔ اس وقت حضور اقدس کے قلب اطہر پر اس قسم کا خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور ان کی ساری جماعت ہے،

اپنا وطن ہوتا تو مقدمہ کی پیروی میں سہولتیں ہوتیں۔ اسی فکر و تردد میں وہ شب آ گئی، جس کی صبح کو مقدمہ کی پیشی تھی۔ حضور نے سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ ﷺ کی طرف رجوع کیا، اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ سرکار میری لاج رکھ لیجیے، میں نے تو حضور کی عزت و وقعت کی خاطر دخل دیا تھا، حضور پر سب کچھ روشن ہے۔ میں یہاں وطن سے دور تنہا پڑا ہوں، بجز حضور کے کوئی میرا معین و مددگار نہیں ہے۔ حضور کرم فرمائیں، اور دشمنوں کو نیچا دکھائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں دل سے یہ کہہ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ دفعۃً مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے رخسارہ پر اپنا رخسار رکھا، جس کی ٹھنڈ مجھے محسوس ہوئی، اور یہ غیبی آواز میں نے سنی:

ع: تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں

اسی وقت میرا قلب بعونہ تعالیٰ مطمئن ہو گیا، چنانچہ صبح کچہری کھلتے ہی مقدمہ خارج ہو گیا، وہابیہ وہاں سے بھی خائب و خاسر پھرے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم نصف گزر چکا ہے۔ اوقات خمسہ برائے ماہ مبارک برادرم سید قناعت علی نے اور بیرونجات کے لیے اوقات سحری و افطار فقیر نے استخراج کیے، اور عین اس روز جب کہ نقشہ کتابت کے لیے کاپی نویس کو دینے کا ارادہ تھا کہ اعلیٰ حضرت دن کے ۱۲ بجے قیلولہ فرمانے کے قبل خلاف معمول باہر تشریف لائے، اور مجھ سے بیرونجات کے اعمال کی کاپی لے کر شملہ کے وقت کی جانچ فرمائی، جس میں ایک جگہ بجائے مثبت کے منفی اعداد لیے تھے۔ فرمایا: یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ

حضور نے جو مثال تفہیم فرمائی تھی، اس قاعدہ کو اپنی زبان میں سہولت کے لیے قلم بند کرلیا تھا۔فرمایا: سنائیے۔ میں نے پڑھا۔اس میں وہی تھا جس کے مطابق عمل کیا تھا۔چونکہ شملہ ۳۱۔۳۲ درجات کے درمیان ہے، لہٰذا ہر اس مقام کے وقت میں غلطی ہونا لازمی تھی جو اس عرض پر واقع تھے۔فرمایا: اب کب تصحیح ہوگی، کب نقشہ چھپے گا، کب باہر روانہ ہوگا؟ اس لیے صرف بریلی کے اوقات چھاپ دیئے جائیں، بیرونجات کو چھوڑیے یہ حساب ہی نہیں، بلکہ فتویٰ ہے۔ مسلمانوں کے روزے برباد کیے جائیں؟ اور فوراً کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، اس وقت جو حالت میری ہوئی، میں ہی جانتا ہوں۔ایک طرف تو حضور کی ناراضگی عرق عرق کیے دیتی تھی، اور دوسری طرف تین مہینے کی محنت شاقہ کا نتیجہ برباد ہو رہا تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وقت کی تنگی ۔ الغرض جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ جائے کہ سمندر خالی کردوں گا، اسی طرح فقیر نے اولا شملہ کا وقت صحیح کیا بعدہ ان مقامات پر جن میں غلطی کا گمان غالب تھا نظر ڈالنی شروع کی۔ مگر قربان اپنے آقا و مولی کے کہ جس جگہ غلطی ہونی چاہیے تھی، ترمیم پاتا ہوں ۔ حالانکہ بروقت ملاحظۂ حضور کے دوات وقلم پاس بھی نہ تھا، جو یہ کہا جائے کہ حضور نے ترمیم کردی ہوگی، ایسا ہرگز نہ ہوا۔غرض ان مواقع کو میں نے جلد دیکھ لیا، اور ہر جگہ یہی کیفیت ترمیم کی پائی۔ چونکہ کاشانہ اقدس کے کواڑ بند نہیں ہوئے تھے، جن سے ظاہر تھا کہ حضور نے ابھی قیلولہ نہیں فرمایا ہے۔لہٰذا ایک پرچہ پر یہ مفصل کیفیت لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔

دیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس پرچہ کی ابتدا میں نے اس جملہ سے کی تھی: ''واللہ یہ حضور کی کرامت ہے'' اس کا جواب آیا۔ سید صاحب یہ آپ کی کرامت ہے۔ ۳۰ رمنٹ کے بعد حاضر ہوتا ہوں اس وقت دل فرط مسرت سے پھولا نہ سماتا تھا اور بے اختیار اسی کا متقاضی تھا کہ ع:

آج تو قدموں پہ سرکار مچل جانے دو

اللہ اللہ انتظار کا ایک ایک منٹ گراں، آنکھوں کو پلک مارنا دشوار، رقت کا یہ عالم کہ سیلاب اشک آنکھوں سے رواں، اور گوش بر آواز تھے کہ اتنے میں کواڑوں کے کھلنے کی آہٹ محسوس ہوئی، اور جیسے ہی باہر تشریف فرما ہوئے میں نے قدم بوسی کرنی چاہی، مگر حضور نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سینہ سے لگالیا، اور مسہری پر رونق افروز ہو کر اس کاپی کو ملاحظہ کے لیے لے لیا۔ میں نظر جھکا کر زار زار رورہا تھا اور منتظر تھا کہ حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ جب کچھ دیر گزری اور حضور نے کچھ نہ فرمایا تو ڈرتے ڈرتے قدرے نظر اٹھا کر میں نے دیکھا تو حضور مجھے بغور دیکھ رہے تھے، نظر دوچار ہونا تھی کہ چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے، اور فرمایا: 'خوب' پھر فوراً تشریف لے گئے عصر کے وقت میں اس خوشی میں شیرینی لایا اور حضور سے فاتحہ دلائی۔ بعد فاتحہ حضور نے اس شیرینی کو حاضرین پر تقسیم فرمایا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ عید الفطر کے چار پانچ روز باقی تھے، برادرم قناعت علی کو خیال آیا کہ اس مرتبہ میرے پاس نئے کپڑے نہیں۔ اسی روز ظہر کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جب مسجد سے

باہر تشریف لے جانے لگے، قناعت علی سے فرمایا کہ یہیں ٹھہرے رہیے۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے اندرونی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر اشارے سے قریب بلایا۔ نیچے جھجکے اس لیے کہ وہ جگہ زنان خانہ سے قریب تھی۔ حضور نے فرمایا: تشریف لے آیئے، اور کواڑ بند کرتے آیئے۔ انھوں نے دونوں کواڑ بھیڑ دیے، فرمایا: زنجیر ڈال دیجیے۔ انھوں نے تعمیل حکم کی، اور ڈرتے ڈرتے قدم آگے بڑھایا۔ حضور نے ایک جوڑا قسم پارچہ بے سلا اور اس کے ساتھ دس روپئے کا نوٹ عطا فرمایا، اور فرمایا کہ اس جوڑے کو مردے کے نام کا نہ سمجھئے، اور ابھی اسے مکان لے جایئے، یہاں اپنے پاس نہ رکھیے۔ یہ اہتمام اور تاکید محض اس لیے تھی کہ کوئی دوسرا خبردار نہ ہو۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ خان بہادر اصغر علی خان صاحب وکیل و رئیس شہر کہنہ کے برادر خرد جناب محمد علی خاں صاحب ایک قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے۔ اس پریشانی کے عالم میں ایک روز عصر کے وقت مسجد محلہ سوداگران میں آ کر اعلیٰ حضرت سے قدم بوس ہوئے، اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا، اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ بعد بیعت طالب دعا ہوئے۔ حضور نے دعا فرماتے ہوئے تسکین بخش آواز میں یوں ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کو پھانسی نہیں ہوگی۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر پھاٹک میں تشریف لائے، یہاں جو خدام و متوسلین موجود تھے ان سے بھی موصوف کے لیے دعا کرائی، اور فرمایا کہ جہاں چالیس مسلمان ہوتے ہیں، وہاں ایک ولی ضرور ہوتا ہے، اور یہاں تو بحمد اللہ ۴۰ سے زیادہ مسلمان ہیں انشاء اللہ ان کی دعا ضرور مقبول ہوگی۔ اس کے بعد کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیا۔ چنانچہ

مقدمہ کھلا صرف کچھ دنوں جیل میں رہے پھانسی سے خداوند عالم نے بچالیا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جیل کا واقعہ خاں صاحب موصوف نے خود بیان کیا کہ ہر شب بعد نماز عشا بیداری میں اعلی حضرت تشریف لاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بیرونی حصہ میں ٹہل رہے ہیں، جس سے مجھے تسکین ہوتی اور گھبراہٹ دور ہو جاتی تھی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ صبح ۹ یا ۱۰ بجے کا وقت ہوگا، میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان صاحبزادے بحیثیت مسافر تشریف لائے، اور سلام کر کے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے۔ ہم لوگوں نے دولت خانہ دریافت کیا، فرمایا: میرٹھ کا رہنے والا ہوں۔ پھر پوچھا: کیسی تکلیف فرمائی؟ اس پر بے اختیار رونے لگے۔ بار بار دریافت کیا جاتا تھا مگر انکشاف نہ ہوتا تھا۔ بالآخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کا مرید ہوں، امسال حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس میں حاضری کا اتفاق ہوا، ایک بزرگ سے قدم بوس ہوا، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم ان بزرگ کے مرید ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بریلوی سے بیعت ہوں۔ انہوں نے کہا: وہاں تم شریعت میں بیعت ہوئے ہو، یہاں تم طریقت میں بیعت ہو جاؤ۔ میں ان لوگوں کے کہنے سے ان بزرگ کا مرید ہو گیا، جب وہاں سے آکر فرودگاہ پر آرام کیا غافل سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے تشریف لائے، چہرہ انور پر جلال نمایاں تھا، مجھ سے فرمایا:

''لا ہمارا شجرہ واپس کر دے'' اتنے میں آنکھ کھل گئی، اس روز سے میری طبیعت کسی کام میں نہیں لگتی ہے۔ اسکول میں پڑھا کرتا تھا، وہ بھی چھوڑ دیا۔ ہر وقت دل یہی چاہتا ہے کہ دھاریں مار مار کر خوب روؤں۔ ہم لوگوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا آپ گھبرائیں نہیں، ظہر کے وقت حضور تشریف لائیں گے، بعد نماز عرض کر دیجیے کہ میں تجدید بیعت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر ان کو کچھ سکون ہوا۔ اتنے میں دیکھا کہ اسی وقت خلاف معمول حضور باہر تشریف لے آئے، اور ان صاحبزادے سے فرمایا: آپ کیسے آئے؟ ہم لوگوں کو یہ الفاظ سن کر ایک گونہ تعجب ہوا، اس لیے کہ عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر نو وارد سے دریافت فرماتے: آپ نے کیسے تکلیف فرمائی؟ خیر! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ان صاحبزادے نے حضرت کے دریافت کرنے پر بجز رونے کے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر فرمایا: رونے سے کوئی نتیجہ نہیں، مطلب کہیے۔ اس پر انھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر پھر ارشاد فرمایا: میرے پاس کس لیے آئے ہیں؟ وہ صاحبزادے پھر رونے لگے، اور جو ترکیب ہم لوگوں نے بتائی تھی اس کے کہنے کی انھیں جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضور یہ فرماتے ہوئے کہ آپ قیام کریں مجھے کام کرنا ہے، تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے پھر ان سے کہا: آپ ڈریں نہیں، اور نماز ظہر کے وقت تجدید بیعت کے لیے عرض کر دیں۔ مختصر یہ کہ بعد نماز ظہر انہوں نے تجدید بیعت کے لیے عرض کر دیا۔ حضور اس وقت مسہری پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ جب آپ وہاں بیعت ہو چکے ہیں پھر مجھ سے کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ر مجھ سے قصور ہوا، اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں، لوگوں کے بہکانے میں آ گیا تھا۔

اس پر حضور نے پھر فرمایا کہ خوب غور کرلو، سوچ لو، سمجھ لو، مجھے مرید کرنے کا شوق نہیں مگر یہ کہ لوگ صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کہ آج اس دروازہ پر کھڑے ہیں، کل اس دروازہ پر۔ یک در گیر محکم گیر۔ انھوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور ایسا ہی ہوگا۔ اب للہ میرا قصور معاف فرما دیجیے۔ اس کے بعد حضور نے داخل سلسلہ فرمایا، اور وہ صاحبزادے اسی روز خوش خوش اپنے مکان واپس تشریف لے گئے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز رحیمن ملازمہ باہر گھبرائی ہوئی آئی اور ہم لوگوں سے حضور کو پوچھنے لگی کہ میاں کہاں ہیں؟ ہم خدام نے لاعلمی ظاہر کی۔ وہ کہنے لگی کہ مکان میں کہیں پتا نہیں ہے، نہ اوپر چھت پر ہیں، نہ کسی گھر میں ہیں، سب کچھ دیکھ آئی۔ ہم لوگوں نے کہا کہ باہر تشریف لائے نہیں شاید استنجا کے لیے تشریف لے گئے ہوں کہنے لگی اگر وہاں جاتے تو بائیں بازو کو ہاتھ کی لکڑی رکھی ہوتی بلکہ بیوی نے آہٹ کر کے وہاں بھی دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی لواحقین اپنے اپنے خیال دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں وہی ملازمہ دوڑتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ میاں تو دالان میں اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ اندر سب نے دریافت کیا، فرمایا: میں تو یہیں کام کر رہا ہوں۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز فجر کے وقت پیرانی صاحبہ دیکھتی ہیں کہ کسی گھڑے میں پانی نہیں۔ مجبوراً حضور سے عرض کیا کہ نماز کا وقت جارہا ہے کسی گھڑے میں پانی نہیں ہے۔

ہے۔ حضور یہ سن کر فوراً ایک گھڑے کے اوپر دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ پانی تو اس گھڑے میں اوپر تک بھرا ہے، لو وضو کرلو۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ شیخ محمود جان صاحب ساکن محلہ گڑھی نے فرمایا کہ ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج حضور کی خدمت میں حاضر تھے، اور کچھ پھل خربوزہ کے رکھے ہوئے ہیں۔ بایمائے حضور ایک پھل مولانا ممدوح نے اٹھایا، اور گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر تراشا، جو پھیکا نکلا۔ اس کے بعد حضور نے صرف ایک بار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا تو میٹھا نکلا۔ مولانا نے فرمایا: میں گیارہ بار پڑھوں تو پھیکا اور آپ ایک بار پڑھیں تو میٹھا نکلے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں مکان پر کھانا کھا رہا تھا کہ برادرم قناعت علی حواس باختہ آئے، اور کہنے لگے، مجھے جلد تر اعلیٰ حضرت کے پاس لے چلو میرے پیر میں سانپ نے کاٹا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو ان کے پاؤں قابو میں نہ تھے۔ غرض افتاں خیزاں کاشانہ اقدس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ حضور عشا کی نماز کے لیے آرہے تھے۔ حالانکہ ان دنوں نماز عشا کچھ دیر کر کے ہوتی تھی، مگر اس روز اول ہی وقت میں تشریف لے آئے۔ میں بڑھ کر دست بوس ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع کی۔ جس کا حضور پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجود قناعت علی کے قریب ہونے کے فرمانے لگے: سید صاحب کہاں ہیں؟ میں نے اشارہ سے بتایا حضور وہیں سڑک پر پڑھنے کے لیے بیٹھنے لگے، مگر قناعت علی کے کہنے سے مسجد میں پہونچ کر

مجھ سے چراغ قریب منگا کر دیکھا تو فی الواقع دانتوں کا نشان تھا۔ حضور دیر تک کچھ پڑھتے رہے، اور اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرتے رہے، اور آخر میں دم کرنے کے بعد تسکین دہ الفاظ میں فرمایا: باورچی خانہ میں چوہے نے کاٹا ہوگا، نظر آپ کی سانپ پر پڑی۔ قناعت علی نے عرض کیا: ایک تمنا اور ہے۔ فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا: حضور تھوڑا سا لعاب دہن اگر اس جگہ لگا دیں گے تو میں بچ جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا: اس میں کیا رکھا ہے، میں نے تو وہ دعائیں جو سرکار نے ارشاد فرمائی ہیں، پڑھ کر دم کر دیں، انشاء اللہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہونچے گا۔ انھوں نے پھر عرض کیا: میں حضور کو سچا نائب رسول جانتا ہوں۔ سرکار نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک پر اپنا لعاب دہن لگایا تھا، اگر حضور لعاب دہن لگا دیں گے تو مجھے اطمینان قلبی ہوگا۔ یہ سن کر ذرا کبیدہ خاطر ہوئے جس پر قناعت علی باندازِ مایوسانہ خاموش ہو گئے۔ فرمایا: تم نہیں مانتے ہو اچھا لاؤ پاؤں۔ میں نے بڑھ کر لعاب دہن لینے کے لیے اپنا سیدھا ہاتھ پھیلا دیا، مگر حضور نے میرے ہاتھ کو ہٹا کر خود اپنے دست اقدس سے لعاب دہن لگاتے ہوئے فرمایا: بس اب تو آپ کا کہنا ہو گیا۔ انھوں نے کہا: حضور فصیل پر چل کر ہاتھ دھولیں۔ فرمایا: اچھا چلیے۔ یہ پورا لوٹا بھر کر خود لائے اور تیزی کے ساتھ موٹی دھار سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ حضور بار بار منع فرما رہے تھے، بس کیجیے یہ اسراف ہے، مگر انھوں نے تاوقتیکہ لوٹے کا پانی ختم نہ کر لیا باز نہ آئے۔ اس کے بعد نماز ہوئی، اور حضور وظائف سے فارغ ہو کر جب تشریف لے جانے لگے تو میں نے اپنی حماقت سے عرض کیا: حضور! میں نے سنا ہے کہ مار گزیدہ کو سونے نہ دیا جائے۔ یہ سنتے ہی ٹھہر گئے، اور فرمایا: جب کاٹا بھی ہو،

چوہے نے کاٹا ہوگا سانپ پر نظر پڑ گئی۔ اور قناعت علی سے فرمایا: سید صاحب آپ بالکل اطمینان سے آرام فرمایئے، اور صبح کو خیریت بھیجئے۔ مختصر یہ کہ انھوں نے رات بھر خواب دیکھے کہ میں سانپ مار رہا ہوں کیوں کہ اس سانپ کو قناعت نے مارا تھا۔ صبح ان کی آنکھ اول وقت میں کھل گئی، اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضور کو فکر ہوگی تین چار بجے ہی مسجد میں پہنچ گئے اور حضور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور تشریف لے آئے، اور دور سے نظر پڑتے ہی چہرہ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مرزا ذاکر بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلہ کانکڑ ٹولہ کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں حضور بیان فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے دیکھا کہ منبر کے نیچے ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے۔ لوگ ادھر ادھر ہٹنے لگے۔ کسی نے کہا لاٹھی لاؤ، کسی نے کچھ کہا۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: آپ حضرات تشریف رکھیے، اس سے کچھ نہ بولیے۔ سب لوگ حضور کے فرمانے سے بیٹھ تو گئے، مگر کنکھیوں سے دورانِ تقریر بار بار دیکھتے رہے یہاں تک کہ تقریر ختم ہوتے ہی دفعۃً غائب ہو گیا۔ لوگوں نے حضور سے استفسار کیا: یہ کیا معمہ تھا جو اس جگہ حضور نے سانپ مارنے سے منع فرمایا، اور چہار جانب مجمع ہوتے ہوئے کس طرح سے نکل گیا؟ ارشاد فرمایا: مار سیاہ کی شکل میں بسا اوقات جن بھی ہوا کرتے ہیں، اسی واسطے حکم ہے کہ مار سیاہ جب نظر پڑے تو تین بار یہ کہہ دے، اگر تو سانپ نہیں تو چلا جا۔ اس کے بعد وار کرے۔

لوگوں نے عرض کیا: حضور یہ جن تھا؟ فرمایا: بہت ممکن ہے، اور اسی خیال سے میں نے منع کیا تھا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے رات کے دو بجے کا وقت تھا حضور تحریر کا کام چھوڑ کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے کہ کسی نے اندر دروازہ پر دستک دی، آپ فوراً اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت دیر میں واپس تشریف لے گئے۔ پیرانی بی بی نے عرض کیا: حضور! کون تھے، اور کیا کام تھا؟ ارشاد فرمایا: ایک مسئلہ کا جواب دینا تھا۔ انھوں نے کہا: اس وقت کون مسئلہ پوچھنے آیا تھا؟ فرمایا: ایک جن تھا، جو بہت دور سے آیا تھا۔

◆ سید صاحب ہی کا بیان ہے کہ مکان کلاں جس میں بعد کو حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی رہنے لگے، اس کی شمال دیوار برسات میں گر گئی تھی۔ عارضی طور پر پردہ کا اہتمام وانتظام کرلیا گیا تھا۔ اس طرف ہندو سناروں کا مکان تھا، یہی مکان اعلیٰ حضرت کا قدیم آبائی تھا، اور پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ قربانی بقر کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت اعلیٰ حضرت پر ایک غیر مسلم نے اس طرف سے حملہ کرنا چاہا، مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا، تو ایک شیر کو زیر دیوار گشت کرتے ہوئے پاتا۔ آخر کار اپنے ارادہ سے باز رہا۔ صبح کو حاضر خدمت ہو کر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حافظ حقیقی اپنے محبوب بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حاجی کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک ضعیفہ اعلیٰ حضرت کی مرید تھیں۔ ان کے شوہر پر قتل کا مقدمہ دائر ہو کر حکم ہو گیا تھا کہ پانچ ہزار جرمانہ اور بارہ سال قید۔ اس کی اپیل کی گئی۔ جب سے اپیل ہوئی تھی، ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی، اور حال بیان کیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اپیل کی تاریخ آ گئی۔ میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ حضور! آج کا دن ہے مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا: وہی وظائف جن کے پڑھنے کو تم سے کہہ دیا ہے، پڑھے جایئے۔ جب میں نے کئی بار عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو کچھ ناراض سے ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل پر بے چینی اور زیادہ ہو گئی۔ مجھے خیال آیا میرا شوہر تو اب گیا، میں ابھی سے بیوہ ہو گئی۔ مکان و جائیداد سب نیلام ہو کر جرمانہ میں چلی جائے گی۔ دل میں ارادہ کیا کہ میں آج سے اس در پر نہ آؤں گی۔ غرض میں اٹھی اور سلام کر کے چل دی۔ جس پر حضور نے بلایا اور فرمایا کہ پان کھاتی جایئے۔ میں نے کہا: میرے منھ میں پان ہے۔ حضور نے پھر فرمایا: میں نے پھر عذر کیا۔ تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں بیٹھ گئی۔ بعدہٗ پان بنوا کر کچھ دیر اپنے دست مبارک میں لے کر مجھے دیا اور ارشاد فرمایا: آپ گھبراتی کیوں ہیں؟ جو آپ چاہتی ہیں وہ کام تو بحمد للہ تعالیٰ ہو گیا۔ وہ مقدمہ سے بری ہو گئے، اور جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ مکان جا کر دیکھیے، تار بھی آ گیا۔ میں فوراً مکان آئی تو فی الحقیقۃ اسی مضمون کا تار آیا ہوا تھا۔ بعد ازاں میں نے حسب حیثیت فاتحہ دلائی۔ میں پہلے سے حضور کی مریدہ تھی، مگر حضور نے مجھے تجدید بیعت کے لیے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہوئی اور جانا کہ اس دن جو دل میں کڑھی تھی

اور خیال کیا تھا کہ اب میں بھی اس در پر نہ آؤں گی، یہ مجھے نہیں چاہیے تھا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ برادرم سید قناعت علی کے تمام جسم پر خارش کا اس قدر اثر تھا کہ چاقو وغیرہ سے کھجلاتے رہتے تھے۔ پاؤں سوج کر مثل فیل پا ہو گئے تھے اور ان سے خون پیپ جاری تھا۔ لوگوں کو پاس بیٹھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں گل جائیں گے۔ بے چارے اپنی زندگی سے عاجز تھے۔ ایک شب والدہ خواب دیکھتی ہیں کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی، انھوں نے دریافت کیا: کون؟ آواز آئی: احمد رضا، سید صاحب کی خیریت پوچھنے آیا ہوں۔ کیسی طبیعت ہے؟ انھوں نے آبدیدہ ہو کر کہا: حضور! اندر تشریف لائیں، ابھی ابھی اس کی ذرا آنکھ لگ گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: اچھا سونے دیجیے، اندر آنے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا، گھبرائیے نہیں۔ چنانچہ صبح کو جو دیکھا تو قناعت علی کے دونوں پاؤں مرجھائے ہوئے تھے، اور ورم زائل ہو چکا تھا۔ قناعت علی دونوں ہاتھوں سے سوتنا شروع کیا، جس سے ایک موٹا خول کھال کا مثل چمڑے کے دونوں پاؤں سے اتر گیا۔ اب نہ خون تھا نہ پیپ نہ وہ تکلیف خالی سرخ سرخ گوشت نظر آنے لگا۔ دو ایک روز میں اس پر خشکی آ گئی اور بکرمہ تعالیٰ صحت ہو گئی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ گاندھویت کا زور شور تھا۔ 'جماعت رضائے مصطفےٰ' مخالف جماعتوں کا شدومد سے مقابلہ کر رہی تھی۔ عید الفطر کو چند روز باقی تھے کہ ایک چھوٹا سا اشتہار سبز رنگ کا حاجی محمد قاسم صاحب زمیندار ومتولی عید گاہ کی جانب سے بایں مضمون شائع ہوا۔

امسال کسی انجمن یا جماعت کو عید میں انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہم

خود اہتمام کریں گے۔

جس وقت یہ اشتہار دفتر جماعت رضائے مصطفےٰ میں پہونچا، مبلغ جماعت مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خاں صاحب و دیگر اراکین جماعت نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً ہماری مخالف جماعتوں نے ریشہ دوانیاں کی ہیں جماعت جو بموقع عید، عید گاہ میں وضو کا انتظام اور سبیل وغیرہ لگایا کرتی ہے اور عاملین جماعت جو وہاں اہتمام کرتے ہیں، نہ کرنے پائیں۔ لہٰذا مبلغ جماعت موصوف نے فوراً ایک پرچہ اپنے ایک شاگرد محمد جمیل احمد رضوی کے ذریعہ حاجی صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ:

ابھی ایک اشتہار آپ کا ہماری نگاہ سے گزرا لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا جماعت حسب دستور امسال وضو وغیرہ کا انتظام نہ کرے ہم نے خارجاً یہ افواہ بھی سنی ہے کہ بعض معاندین نے آپ کے گوش گزار کیا ہے کہ جماعت رضائے مصطفےٰ آپ کی تولیت سلب کرنا چاہتی ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ یہاں نہ کبھی اس کا خیال آیا نہ آئندہ کبھی آسکتا ہے۔ ہمارا مقصود صرف رفاہ عام ہے نہ تولیت کی تمنا۔ امید کہ بملاحظہ عریضہ ہذا بواپسی جواب عنایت فرماکر شکریہ کا موقع دیں گے والسلام۔

یہ پرچہ ادھر روانہ ہوا ادھر قناعت علی پر دفتر جماعت میں غنودگی طاری ہوئی اور تھوڑی دیر میں غافل ہوگئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ باہر سے پھاٹک میں تشریف لائے ارشاد فرمایا: حاجی محمد قاسم صاحب کے یہاں سے آرہا ہوں، انھوں نے فرمایا ہے کہ جماعت جیسے ہر سال انتظام کرتی آئی ہے ویسے ہی کرے وہ اشتہار جماعت کے لیے نہیں ہے۔

معاً آنکھ کھل گئی اس وقت تک شیخ جمیل احمد، حاجی احمد صاحب کی طرف سے اس پرچہ کا جواب نہیں لاتے تھے۔ قناعت علی نے منتظرین سے اپنا خواب بیان کیا اور باتفاق رائے ان الفاظ کو جو حضور سے سنے تھے، ایک کاغذ پر لکھ لیا۔ تھوڑی دیر میں حاجی صاحب کا جواب آگیا جس میں بعینہٖ وہی الفاظ تحریر تھے جو جواب میں سید قناعت علی نے حضور سے سن کر کاغذ پر پہلے ہی لکھ دیے تھے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضور بسا اوقات بعد نماز عشا پھولوں کا ہار گلے سے اتار کر حاضرین مسجد پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ اس عطیہ بہیہ سے اکثر فقیر بھی مستفید ہوا کرتا تھا۔ میں ان پھولوں کو خشک ہونے پر محفوظ کرلیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب تک وہ تبرک میرے پاس رہا مجھے کسی دوا کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اگر دردسر ہوا تو انھیں خشک پھولوں کو پیس کر پیشانی پر لگالیا۔ بخار زکام کھانسی وغیرہ امراض میں پیس کر پی لیا کرتا تھا اور بکرمہ تعالیٰ وہ مرض کافور ہوجاتا تھا۔ افسوس کہ تبرک رفتہ رفتہ اب ختم ہوگیا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ فقیر کے والد ماجد کے پائے مبارک میں زخم ہوگیا تھا، اور خون پیپ جاری تھا، جراح روزانہ آیا کرتا اور طرح طرح کے مرہم لگاتا، اور زخم کی صفائی کرتا، مگر اندمال نہ ہوتا تھا۔ موسم سرما کا زمانہ تھا۔ حضور ان دنوں نومحلہ کی پیلی کوٹھی کے عقب میں ایک مکان میں مقیم تھے۔ حضور کے خادم خاص جناب حاجی کفایت اللہ صاحب نے نماز عشا کے وضو کو پانی رکھا، اور چوکی کے قریب ایک طشت رکھ دیا۔ حضور نے اس میں

وضو فرمایا۔ اس وقت دل میں خیال آیا کہ والد ماجد صاحب کا زخم اس پانی سے دھونا چاہیے، لہٰذا حاجی صاحب موصوف سے عرض کیا: اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ پانی لے جاؤں، آپ براہِ کرم کل سے پانی ضائع نہ کریں۔ دوسرے روز میں نے لوٹوں کو حاجی صاحب سے بھروالیا، اور استعمال شروع کر دیا، بحمد اللہ تعالیٰ مہینوں کا زخم ہفتوں کے اندر مندمل ہو گیا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرے چھوٹے بھائی مشتاق علی قادری رضوی کو کئی مہینے سے ہر تیسرے روز جاڑا آجایا کرتا تھا، جس کے باعث نقاہت بہت بڑھ گئی تھی، اور بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ اس کی تیمارداری کی وجہ سے حاضری آستانہ بدیر ہونے لگی۔ ایک روز حضور نے بعد نماز فجر میری عدم موجودگی میں حاجی صاحب سے سبب دریافت کیا: انھوں نے جو واقعہ تھا عرض کر دیا۔ فرمایا: میں ابھی دیکھنے جاؤں گا، اور کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے کہ اسی وقت میں پہنچا، حاجی صاحب نے فرمایا: اعلیٰ حضرت آپ کے یہاں تشریف لے جا رہے ہیں، میں سنتے ہی بھاگا ہوا مکان پہونچا، ابھی ۱۰، ۱۲ منٹ ہوئے ہوں گے کہ حاجی صاحب نے دستک دی میں باہر آیا، اور عرض کیا: تشریف لائیے۔ میرے بیمار بھائی نے تعظیماً کھڑے ہونا چاہا، مگر حضور نے نقاہت دیکھتے ہوئے منع فرمایا۔ بعدہٗ ارشاد فرمایا: وضو کر لیجیے۔ اس وقت فقیر کی حالت اس شعر کی مصداق ہو رہی تھی ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

مختصر یہ کہ وضو کرنے کے بعد حضور نے اپنے رومال میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا جس پر شاید آیہ کریمہ فَسَیَکۡفِیۡکَہُمُ اللّٰہُ مرقوم تھی، مریض کو عطا فرمایا، اور ارشاد فرمایا: بسم اللہ شریف پڑھ کر کھالیجیے۔ اس نے تعمیل حکم کی اور حضور تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جاڑا نہیں آیا، حالانکہ وہ دن باری کا تھا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ موسم گرما کا زمانہ تھا، حضور نماز ظہر کے لیے باہر تشریف لائے، خدام ساتھ ساتھ مسجد میں پہنچے۔ بعد نماز حسب معمول پھاٹک میں آکر بایں خیال دست بوس ہوئے کہ حضرت اب کاشانۂ اقدس میں تشریف لے جائیں گے، مگر خلاف معمول سہ دری میں مسہری پر جلوہ افروز ہوئے۔ میں اور برادرم قناعت علی مسہری کے برابر تخت پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے، مگر گوش برآواز تھے کہ چند منٹ کے بعد حضور نے فقیر سے ارشاد فرمایا: سید صاحب! دیکھیے تو کواڑ پر سایہ کیسا پڑ رہا ہے؟ اس وقت حاضرین میں مولوی نور محمد صاحب برادر خرد شیخ امام علی صاحب مسہری کے سرہانے کی طرف اندرونی دالان کے درمیانی دروازہ پر اور ہم دونوں تخت پر بیٹھے حضور کے فرماتے ہی ہم تینوں کی نظریں کاشانہ اقدس کے بیرونی کواڑ پر پڑیں، جو حضور نے بروقت تشریف آوری کھولا نہ تھا، اور جس پر اس پھول دار بیل کے پتوں کا سایہ پڑ رہا تھا جو پھاٹک پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے بلا تجسس دیکھا کہ کواڑ پر صاف طور پر نام اقدس (محمد) ﷺ دھوپ سے تحریر تھا۔ ہم تینوں خدام کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکل گیا، اور درود شریف پڑھنے لگے۔ تقریباً دو ڈھائی منٹ تک ہم نے زیارت کی۔ بعدہٗ حرف دال پر سایہ آیا،

پھر میم پر، پھر ح پر، پھر میم پر۔ ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ادھر حضور کو بھی دیکھا کہ مسہری پر دوزانو خمیدہ اور لب ہائے مبارک جنبش میں پیشانی مبارک سے سیلاب اشک رواں تھا۔ میرے قلب پر اس منظر کو دیکھ کر اسی وقت القا ہوا کہ اس وقت آستانۂ عالیہ پر سرکار ابد قرار نے اپنی مہر ثبت فرما کر یہ جتا دیا کہ اے میرے پھولو! اگر تمہیں آج میرے سچے نائب کی جستجو و تلاش ہے تو اس چوکھٹ پر حاضر ہو کر ناصیہ فرمائی کرو۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ میرٹھ سے کسی صاحب نے ایک غیر مطبوعہ رسالہ کی درخواست کی، جو بانس کے کاغذ پر تحریر تھا، جس کے اوراق میں جا بجا کیڑے نے سوراخ کر دیے تھے، مجھے حکم ہوا کہ اسے نقل کر دوں۔ میں نے سفید کاغذ پر حتی الامکان بہت خوش خط لکھ کر حاضر کر دیا، اور جہاں الفاظ سوراخوں کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آئے، ان کی جگہ خالی چھوڑ دی، اور حضور سے عرض کر دیا۔ ارشاد ہوا کہ میرے پاس رکھ دیجیے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا: لیجیے، یہ ٹھیک ہو گیا۔ اب جو میں ان مقامات کو تلاش کرتا ہوں، جہاں جگہ خالی چھوڑی تھی تو پتہ نہیں چلتا یعنی میرے خط سے ایسا خط ملایا کہ امتیاز نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے اصل رسالہ میں اول مواقع کو نکال کر مرقومہ الفاظ کی زیارت کی۔ دوسرے روز فقیر نے حضرت شہزادہ اصغر مولانا مولوی مصطفٰے رضا خاں صاحب مدظلہ العالی سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ممدوح فتاوی رضویہ کی ایک غیر مطبوعہ جلد اٹھا کر لے آئے، اور ایک رسالہ مبارکہ کی زیارت سے مشرف فرمایا، جسے حضور نے اپنے دست حق پرست سے نہایت

پاکیزہ خط نستعلیق میں ارقام فرمایا تھا۔ واللہ العظیم اسے مبالغہ پر نہ محمول کیا جائے، میری آنکھیں شاید ہیں کہ دوائر اور بین السطور کو اگر پرکار سے پیمائش کیا جائے تو انشاء اللہ سرمو فرق نہ ہوگا۔ نیز متن و حاشیہ کی سطور ایسی مستقیم گویا صفحات پر مسطر سے کام لیا ہے، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ میرے اس بیان کی تصدیق میں وہ تحریر منیر اب بھی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی کہتا ہے کہ جناب سید صاحب کا فرمانا بالکل حق ہے، اور واقع کے مطابق سرمو مبالغہ نہیں۔ وہ رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید ہے، جسے میں نے ترتیب کتب خانہ کے وقت المارئ خاص تصنیفات اعلیٰ حضرت کے خانہ اول میں رکھا ہے، میری رائے ہے کہ یہ رسالہ دیگر رسالوں کی طرح کاپی ہوکر طبع نہ کیا جائے، بلکہ اس کا فوٹو لیا جائے اور اسی کو شائع کیا جائے، جس طرح یورپ میں عام طور پر دستور ہے کہ کتابوں کی نقل کے بدلے ان کا فوٹو لیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ اس رسالہ کے مضمون سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے خط مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوں۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نصرت یار خاں صاحب ساکن بانس منڈی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں، میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا ہے۔ حضور نے دعا فرمائی، اور ایک تعویذ عطا فرمایا، اور فرط شوق سے سینہ سے لگایا، یہ دن جمعہ کا تھا۔ چنانچہ اسی شب سب شنبہ میں نماز عشا ہو چکی تھی حضور مسجد میں

وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ برادرم نصرت یار خاں صاحب سفری لباس زیب تن کیے ہوئے گلے میں حمائل شریف ڈالے حاضر ہوئے، حضور اس وقت رو بقبلہ تشریف رکھتے تھے، انھوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا۔ حضور نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا: یہ وسوسے کیوں دیر کر رہے ہو؟ پھر یہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، اور کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضور نے فرمایا: نصرت خاں! جانتا ہے، میں کون ہوں؟ میں تجھے حکم دیتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا: میں خوب جانتا ہوں، آپ میرے شیخ ہیں، مگر میں تو نہیں جاؤں گا میرے لیے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: گیارہ بجا چاہتے ہیں، گاڑی کا وقت قریب آ گیا، جلد اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی، مگر وہ تو یہی کہہ رہے ہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ میرے لیے آپ ہی سب کچھ ہیں۔ ہم لوگ بھی سمجھا رہے تھے، مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، تو حضور نے فرمایا: اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، اس کے سر پر پانی ڈالو، اور تشریف لے جانے لگے۔ انھوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی کھمبی بھر لی، اور کہنے لگے۔ آپ جاتے کہاں ہیں، میں نہیں جانے دوں گا۔ ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھا دو، میں پاگل نہیں ہوں۔ حاضرین نے بدشواری انھیں جدا کیا۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کی نعلین مبارک دروازہ مسجد میں رکھیں، نصرت یار خان صاحب نے ہم لوگوں سے اپنے کو چھوڑا کر حضور کا جوتہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضور نے فرمایا: دوسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔ مختصر یہ کہ حضور تو کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، خدام نے پھاٹک بند کر لیا۔ اب مسجد میں حضور کے خلف اکبر و دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں، اور پانی ڈالا جا رہا ہے،

مگر وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے تھے۔ اسی کشمکش میں خدام تو خدام حضرات شاہزادہ اکبر کا بھی کرتہ سلامت نہ رہا، چونکہ پھاٹک بند ہو گیا تھا لہٰذا! سڑک پر پھاٹک کے سامنے دیر تک پڑے رہے، شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں، مع چند رفقا اسٹیشن سے بعد انتظار مع سامان حاضر آستانہ ہوئے، سب کے ٹکٹ خرید لیے تھے، وہ واپس کرائے گئے۔ اور نصرت خان صاحب کو بدشواری مکان لے گئے۔ اور دست و پا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر بے قابو کر دیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، دن رات اعلیٰ حضرت قبلہ ﷫ کے نام کا وظیفہ تھا۔ ادھر جس شب کا یہ واقعہ ہے، اس کی صبح کو حضور کا چہرہ بہت اداس پایا، اور معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر الحاح وزاری میں گزاری ہے۔ نصرت یار خاں ایک عرصہ تک پابزنجیر رہے۔ یہ معمول ہو گیا کہ ہر جمعہ کو ان کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے لایا کرتے تھے، اور تھوڑی دیر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقت حاضری خاں صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے، اور پھر خاموش ہو جاتے، اور نیچی نظر کیے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ پر بدایوں مزارات پر حاضری ہوئی، وہاں دورانِ قیام میں ایک شب موقع پا کر شہر کا رخ کیا، اور ایک لوہار سے خوشامد کی کہ میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں، نہ مجھ پر کوئی آسیب ہے، یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے۔ اس نے کچھ تامل کیا تو کچھ رقم بھی دی۔ بالآخر انھیں اس نے آزاد کر دیا۔ یہ سیدھے مکان آ گئے، لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔ اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔ غرض دو تین سال یونہیں گزر گئے، اس کے بعد

ایک روز سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا ارادہ حاضری حرمین کا ظاہر کیا۔ خاں صاحب بھی نیچی نظر کیے ہوئے سامنے آئے، دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھائے، حضور نے ان سے بھی مصافحہ کیا، اور دعائے صحت سلامتی بخیر ذہاب وایاب کی فرمائی۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف 'بہار شریعت' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت پہلے کیوں خراب ہوگئی تھی، اس میں کوئی راز ضرور ہوگا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضور نے ایک جذبہ کی حالت میں معانقہ فرمایا، جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا، اور برداشت نہ کر سکے۔ اس وقت فقیر کو حضور کے غزل کا مطلع یاد آ گیا ؎

گلے سے باہر سر کتا نہیں شور وفغاں دل کا
الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

ناظرین کرام! خود فرمائیں کہ جو قلب اطہر ایسی سمائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بے چارے نصرت یار خاں صاحب پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کر سکے۔ خیر بہر کیف! جب ان حضرات کی واپسی ہوئی، اس وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ نماز فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے، اتنے میں جلوس حاجیوں کا آ گیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب بارادہ دست بوسی حضور کی طرف بڑھے، حضور نے حسب عادت کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی؟ سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور حاجی نصرت یار خاں صاحب کی طرف جن پر نظر پہلے سے بار بار

پڑ رہی تھی خود سبقت فرمائی۔ حاجی نصرت یار خان صاحب قدموں پر آنکھیں ملنے لگے۔ حضور نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھایا، اور سینہ مبارکہ سے دیر تک لگائے رہے۔ اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ انور فرط مسرت سے دمک رہا تھا، اور چشمانِ مبارک پر آشوب تھیں، اور یہ احساس ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خاں صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی، اس دن سے ہم خدام نے برابر حضور کو اداس وملول پایا۔ الغرض! جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا، اور حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ کرم الٰہی ایڈیٹر 'یونین گزٹ' کی ایک شیر خوار لڑکی کو ایک نو عمر لڑکا گود میں لیے ہوئے تھا کہ بہاری پور کی ڈھال والی مسجد کی گلی سے دفعۃً ایک کچہری کے مختار کے یکہ کے سامنے جو بزریہ کی طرف سے آرہا تھا، آگیا۔ لڑکا تو کسی طرح بچ گیا، مگر لڑکی کے سر میں شدید چوٹ آگئی۔ یکہ والا یہ دیکھ کر کہ لڑکی ٹکرا کر سڑک پر گر پڑی، خوف زدہ ہو کر تیزی سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا، کتب خانہ کی طرف مڑا، جس سے ایک خاک روب کے پیر میں چوٹ آئی۔ ایڈیٹر اخبار مذکور نے تعاقب کیا، اور کچھ دور جا کر یکہ والے کو روک لیا۔ اسی وقت برادرم قناعت علی خط بنوانے حجام کے مکان پر جو عین موڑ پر تھا پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ لڑکا اس لڑکی کو اٹھا رہا تھا، اسی وقت پولیس آگئی۔ لڑکی کو فوراً شفا خانہ لے گیے، جو تھوڑی دیر میں مر گئی۔ بعض اہل محلّہ نے گواہی میں برادرم قناعت علی کا نام بھی ان کی عدم موجودگی میں لکھا دیا، جنھیں کچہری میں شہادت دینے کا اپنی عمر میں کبھی بھی

موقع نہ آیا تھا، یہ پہلا موقع تھا۔ اب یہ سخت پریشان یوں اور بھی ہوئے کہ فوجداری کا مقدمہ ہے، اگر حلف دروغی میں لے لیا تو مجھے سزا ہو جائے گی۔ چونکہ سمن تعمیل ہو چکا تھا۔ اس لیے تاریخ معینہ پر کچہری جانا پڑا۔ پولیس نے حسب منشا خدا جانے کیا کیا گواہوں کو تعلیم دیا، مگر انھوں نے مجوز کے روبرو جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کیا، اور اسی وقت جرح بھی ہوگئی، بیان میں انھوں نے کہا تھا: میں خط بنوانے گیا تھا، مختار جس کا یکہ تھا، لکھوانے لگا حجامت بنوانے گیا تھا انھوں نے فوراً روکا، میرے الفاظ قلم بند کیے جائیں۔ مجوز نے فوراً قلم روک لیا، اور مختار سے پوچھنے لگا کہ خط بنوانے اور حجامت بنوانے میں کیا فرق ہے؟ وہ کسی قدر خاموش ہوا، انھوں نے کہا: اگر اجازت ہو تو میں بیان کروں، اس نے اجازت دی۔ انھوں نے کہا: چہرہ کے بال درست کرانا خط بنوانا کہلاتا ہے، اور سر کے بال اور بغل وغیرہ بنوانا حجامت کہلاتا ہے۔ مجوز نے ان کے الفاظ لکھ لیے، اور اپنے دل میں خیال کیا کہ گواہ راست گو معلوم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں طرف کے گواہ سن لیے گیے، یکہ والے کو تین ماہ کی سزا ہوگئی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ دوبارہ جرح ہوگی۔ اب برادرم قناعت علی کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی، اور یوں اور بھی وحشت ہوئی کہ نواب وزیر احمد خان صاحب ساتھ لے کر اکثر وکلا سے جا کر ملے، ہر ایک سے پتہ چلا کہ ہم سب قانون پیشہ لوگوں کی کمیٹی ہو چکی ہے، اور اس میں اس مختار کو بہت شرمندہ کیا گیا کہ ایک معمولی لڑکے نے برسر اجلاس تیری زبان بند کردی، اور اس میں ہم سب کی ذلت ہے۔ لہٰذا بالاتفاق طے پایا کہ دوبارہ جرح کی جائے، اور قناعت علی گواہ کو جس طرح ہو سزا دلوائی جائے۔ بالآخر نواب وزیر احمد خان صاحب نے آبدیدہ ہو کر

قناعت علی سے فرمایا کہ دنیوی کوشش تو ختم ہو چکی، اب میری رائے ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیجیے۔ چنانچہ قناعت علی حاضر ہوئے، اور تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نے ان کا نام اور ان کے والد کا نام نامی، اور جد امجد کا اسم گرامی، سید صادق علی صاحب سن کر ارشاد فرمایا: ہاں! ان سے میں واقف ہوں، آپ ان کے پوتے ہیں؟ اور اپنے پاس بٹھالیا۔ اور تسلی و تشفی فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرما کر ارشاد فرمایا: انشاء اللہ دوبارہ جرح نہ ہوگی۔ اب تاریخ مقررہ پر کچہری پہونچتے ہیں۔ اتفاق سے اس یکہ والے کی نظر قناعت علی پر پڑتی ہے، وہ قریب آکر ان سے التجا کرتا ہے کہ میاں ایسے ہی کہہ دینا کہ میں بچ جاؤں۔ انھوں نے تیور بدل کر کہا آج تو ایسی کہوں گا کہ چھ مہینہ سے کم کی سزا نہ ہوگی۔ ان الفاظ کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے نہ کسی سے کہا، نہ سنا خاموشی کے ساتھ جیسے ہی چپراسی نے مقدمہ پکارا، اس نے سوال دے دیا کہ میں دوبارہ جرح کرانا نہیں چاہتا۔ غرض تین ماہ کی سزا بھگتنے کے لیے اسی وقت جیل خانہ چلا گیا، اور قناعت علی خوش خوش مکان آگئے، اور حضور کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوئے، اور عرض کیا: حضور دوبارہ جرح نہیں ہوئی۔ حضور نے فرمایا: الحمد للہ۔ پھر فرمایا: سید صاحب اب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اگر ہو تو فرمائیے۔ انھوں نے عرض کیا: حضور کی دعا سے کوئی پریشانی نہیں۔ یہ کہہ کر مکان چلے آئے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کی شب میں قناعت علی سوئے ہوئے تھے، خواب میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کی

زیارت سے مشرف ہوئے کہ دست راست کا انگوٹھا اور درمیانی انگلی میرے پیشانی پر رکھ کر حرکت دیتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں: اٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں۔ معاً آنکھ کھلتی ہے، گھڑی کو دیکھتے ہیں تو ٹھیک پانچ بجے کا وقت ہے۔ اُٹھے اور وضو کیا، فجر کی نماز ادا کی۔ دوسری شب میں بعینہٖ یہی واقعہ پیش آیا۔ یہ پھر اٹھے اور نماز فجر ادا کی، مگر آج قلب کی حالت دگرگوں ہے، نہ کھانے کو طبیعت چاہتی ہے، نہ کسی سے بات کرنے کو۔ تنہائی مرغوب ہے، اور دل چاہتا ہے کہ خوب روؤں۔ اب تیسری شب آئی، اور پھر حضور خواب میں تشریف لاتے ہیں، اور وہی کلمات زبان فیض ترجمان پر ہے: اٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں۔ یہ بیدار ہوتے ہیں، اور گھڑی دیکھتے ہیں تو واقعی پانچ بجے ہیں۔ یہ دن اضطراب اور بے چینی میں اور چھپ چھپ کر روتے گزرا۔ بعد ظہر برادرم قناعت علی سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی رضوی کے یہاں جاتے ہیں، جو اس زمانہ میں قریب ہی ایک مکان میں رہتے تھے، ان کی نظر جب ان پر پڑی تو اُداس اور ملول دیکھ کر پوچھنے لگے۔ انھوں نے پہلے تو اس کو صیغۂ راز میں رکھنا چاہا، مگر جب سید صاحب موصوف مصر ہوئے، تو سارا واقعہ ظاہر کر دیا۔ سید صاحب نے ان کا دل بہلانے کے لیے فرمایا: چلو بازار چلیں۔ غرض دونوں بازار میں اس گلی کے محاذ پر جس وقت پہنچے، جو محلّہ سوداگران کو سیدھی آتی ہے تو سید صاحب نے یہ فرما کر کہ عصر کی نماز اعلیٰ حضرت کی مسجد میں پڑھیں گے، انھیں لے کر پہونچ گئے جماعت ہو چکی تھی، حضور وظیفہ پڑھ رہے تھے، اور کچھ لوگ آس پاس مؤدب حاضر تھے۔ ان دونوں نے اندر مسجد کے نماز عصر ادا کی۔ اس عرصہ میں حضور بھی وظیفہ سے فارغ ہو گئے۔ حاضرین نے مصافحہ شروع کیا۔

جس وقت حضور دروازہ مسجد کے قریب پہونچے تو برادرم قناعت علی نے بھی مصافحہ کیا۔ حضور نے اس وقت ان کے ہاتھوں کو اس زور سے دبایا کہ ادب مانع نہ ہوتا تو ان کی چینخ نکل جاتی۔ یہاں تک کہ اس گرفت سے ان کا دل بگڑنے لگا، دماغ میں چکر سا آ گیا، اور آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا۔ اسی تاریکی میں یہ دیکھتے ہیں کہ نہایت روشن حروف میں یہ الفاظ پیش نظر ہیں: 'تیرا شیخ یہ ہے' جس آن انھوں نے یہ جملہ پڑھا حضور نے بلا تاخیر ان کا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ اب یہ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے نواب وزیر احمد خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور زار زار رونے لگے، یہاں تک کہ سسکی بندھ گئی۔ نواب صاحب ممدوح سے ان کے والد صاحب کے دیرینہ تعلقات تھے، اسی لیے ان سے بہت محبت واخلاص سے پیش آتے تھے، اسی لیے ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ بھی رونے لگے، اور بہت کچھ تسلی وتشفی فرمائی، اور سبب پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ آج عصر کے وقت بروقت مصافحہ یہ صورت ظہور میں آئی، اسی لیے آپ مجھے مرید کرا دیجیے۔ یہ سنتے ہی نواب صاحب کے اشکوں کا تار بندھ گیا، اور فرمایا کہ سید صاحب! آپ کا قلب سخت واقع ہوا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا، تو بڑے اصرار کے بعد صرف اس قدر فرمایا کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کی توجہ آپ کی طرف اس وقت سے تھی، جب آپ تعویذ کے لیے گئے تھے۔ اس کے بعد نماز مغرب نواب صاحب کے یہاں پڑھی۔ بعد نماز نواب صاحب فرمانے لگے: تو پھر کار خیر میں تعویق کیوں کی جائے؟ ابھی چلیے۔ قناعت علی نے کہا: کچھ شیرینی ساتھ لے لی جائے۔ نواب صاحب نے فرمایا: اس کی چنداں ضرورت نہیں مگر جب مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو ایک روپیہ کی

شیرینی منگوا لیجیے، اور دو روپیہ نذر کر دیے جائیں۔ اتنے میں ملازم کھانا لے آیا، نواب صاحب نے اپنے ساتھ انھیں بھی شریک طعام کیا اور ملازم سے فرمایا: ایک روپیہ کی جلیبی لے آؤ۔ وہ بازار گیا ادھر یہ کھانے سے فارغ ہوئے ادھر ملازم شیرینی لے کر آ گیا غرض دونوں حاضر آستانہ ہوئے اس وقت حضور پھاٹک میں تشریف فرما تھے اور مولانا امجد علی صاحب سے مسائل کے جوابات لکھوا رہے تھے یہ دونوں مصافحہ کر کے خاموش بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا آپ نے کیسے تکلیف فرمائی نواب صاحب نے عرض کیا حضور یہ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔ حضور نے ان سے دریافت کیا: آپ کا وضو ہے؟ انھوں نے عرض کیا: حضور باوضو ہوں۔ ارشاد فرمایا: اچھا مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ آیئے۔ اٹھے جب پھاٹک کے قریب پہنچے تو حضور نے ان سے فرمایا نفل پڑھنے کے بعد آپ جب واپس آئیں تو راستہ میں کسی سے کلام نہ کریں۔ یہ مسجد سے نفل پڑھ کر جب لوٹے تو ایک بوڑھا آدمی ٹوٹی جوتیاں پہنے دروازہ مسجد سے نکلتے ہی ساتھ ہولیا، اور بار بار پوچھنے لگا: اے میاں! بڑے مولوی صاحب کا مکان کون سا ہے؟ یہ حسب ہدایت مطلقاً خاموش رہے، اور کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ پھاٹک پر آ کر یہ اندر آ گئے۔ اور وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ حضور نے دوزانو مسہری پر ہو کر ان سے فرمایا: تشریف لایئے۔ نواب صاحب نے کہا: مسہری پر بسم اللہ کہہ کر سیدھا قدم رکھیے، اور دوزانو بیٹھ جایئے۔ انھوں نے تعمیل حکم کی۔ اب حضور نے فرمایا: قریب آ جایئے۔ یہ ڈرتے ڈرتے کچھ آگے بڑھے۔ حضور نے دوسری بار پھر فرمایا: اور قریب آیئے۔

یہ اور بڑھے۔ حضور نے تیسری بار پھر یہی فرمایا۔ یہاں تک کہ ان کے زانو حضور کے زانوئے مبارک سے بختی کے ساتھ مل گئے۔ اس وقت ان کا تمام جسم اس قدر تھرتھرا رہا تھا کہ چارپائی حرکت کر رہی تھی، نیز قلب نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضور نے فرمایا: آپ اس قدر کانپ کیوں رہے ہیں؟ گھبرائیے نہیں۔ اور خود ان کا دست راست بدست راست اور دست چپ بدست چپ لے کر کلمات بیعت تلقین فرمائے اور کچھ شیرینی اٹھا کر انھیں دی کہ یہ سرکاری حصہ ہے، اسے آپ خود ہی کھائیے، اور باقی تقسیم کر دیں۔ انھوں نے حسب ارشاد تعمیل کی، اور تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کے ہمراہ واپس مکان ہوئے۔

سید صاحب فرماتے ہیں اور فقیر بھی تائید کرتا ہے کہ ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ہمارے سامنے صدہا حضرات داخل سلسلہ ہوئے مگر یہ اہتمام بیعت نفل وغیرہ کا کسی کے لیے نہ فرمایا۔ غالباً انھیں خصوصیات کی یہ برکات ہیں کہ سید صاحب نے نہ صرف حضور کی حیات ظاہری تک بلکہ تا ایں دم حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف عالیہ کی اشاعت میں اپنی زندگی وقف فرما دی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے۔

◆ حاجی کفایت اللہ صاحب کی روایت ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب آروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار حضور قبلہ ﷺ کے محبوب خلفا و تلامذہ میں ہے۔ شہر آرہ صوبہ بہار میں مدرسہ فیض الغربا آپ ہی کی یادگار ہے۔ اس مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت

میں حضور تشریف لے جاتے ہیں، قیام ایک وسیع پر فضا عمارت میں ہے، جس کے صحن میں ایک باغیچہ بھی ہے۔ وہاں عرصہ سے نلوں کے پانی کا رواج تھا، جو شب کے بارہ بجے بند ہو جاتا ہے، اور صبح ۴ ربجے نل کھلتے تھے۔ ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ پانی کے تمام ظروف خالی اور نل جو قیام گاہ کے تقریباً ایک فرلانگ پر تھا، بند ہو چکا تھا۔ حضور کے ہمراہیان و خدام جناب حاجی دلاور حسین خاں صاحب قادری رضوی اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے جب حضور آرام فرمانے لگے تو ۲ ربجے کے قریب کھانا تناول کیا، اور آپس میں یہ طے کیا کہ شب کو جاگتے رہیں گے اور چار بجتے ہی نل سے پانی لائیں گے۔ غرض تین بجے تک بیدار رہے، اس کے بعد دونوں حضرات غافل ہو گئے۔ اب ایسے وقت آنکھ کھلتی ہے کہ وقت فجر تو ہوتا ہے مگر جس وقت یہ اٹھنا چاہتے تھے اس سے کہیں تجاوز ہو چکا تھا۔ الحاصل یہ قرار پایا کہ پہلے حقہ بھر لیا جائے اگر چہ تازہ نہ ہو۔ جب تک حضور حقہ نوش فرمائیں گے پانی جا کر لے آئیں گے۔ چنانچہ حاجی دلاور حسین خاں صاحب نے بچے کوئلے ہاتھوں سے توڑ کر جلدی سے چلم تیار کی ہی تھی کہ حضور تشریف لے آئے، اور حاجی صاحب کے دونوں ہاتھ کالے دیکھ کر فرمایا: حاجی صاحب! ہاتھ تو دھو لیجیے۔ چونکہ ان کے علم میں تھا کہ پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں، لہٰذا عرض کرنے لگے: حضور! مسجد میں جا کر دھولوں گا۔ اس پر خود حضور نے لوٹا اٹھا کر جو قریب ہی تھا، حاجی صاحب کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل خالی تھا جو دست اقدس میں آتے ہی پانی سے لبریز ہو گیا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میر زاھد مطالعہ فرمارہے تھے کہ طلبہ کو من جملہ اور اسباق کے اس کا بھی درس دینا تھا۔ دوران مطالعہ میں ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی، بہت غور فرمایا مگر وہ مقام حل نہ ہوا۔ شب کا زیادہ حصہ اسی میں گزر گیا، بالآخر کتاب بند کردی، اور صبح کو جب طلبہ نے پڑھنا چاہا، فرمایا: آج اسے رہنے دو کل دیکھا جائے گا۔ دوسری شب پھر دیر تک اس موقع کو غور کیا، مگر سمجھ میں نہ آیا، اور صبح کو پھر طلبہ کو ٹال دیا۔ تیسری شب انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہ ہوئی، اور کتاب بند کر کے بارادہ استراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی۔ دیر تک کروٹیں بدلتے رہے بالآخر آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اجتماع کثیر میں اسی مسئلہ لاینحل کو حل فرمارہے ہیں۔ معاً آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا وضو فرمایا، اور نماز پڑھی، اور خوش خوش مدرسہ پہونچ کر طلبہ کو درس دیا۔ اور جس وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب باربار متقاضی تھا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کروں۔ چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا۔ حضور نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید فرمائی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم ہمشیرہ زادہ اعلیٰ حضرت کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ابتدا نہایت بدشوقی، بے توجہی، لاپرواہی میں گزرا۔ ممدوح خود مقر ہیں کہ مدرسہ کے اوقات میں مولوی صاحب طلبہ کو درس دے رہے ہیں مگر میرے کان ان کی تقریر سے محض ناآشنا رہے تھے،

نہ بھی کتاب کا مطالعہ کرتا نہ بعد کو کوئی سبق یاد کرتا، فقط مدرسہ کے وقت کتاب ہاتھ میں لے لیتا اور پھر کوئی غرض مطلب نہیں۔ اور اسی وجہ سے ڈر کے مارے اعلیٰ حضرت کے سامنے نہ آتا۔ نمازوں کے اوقات میں جب جماعت قائم ہو جاتی تو اخیر میں آ کر شریک ہو جاتا، اور سب سے پہلے مسجد سے نکل آتا۔ ایک روز جماعت عشا کے لیے یہ خیال کر کے جاتا ہوں کہ پہلے ہی پڑھ کر چلا آؤں گا۔ ابھی بیرونی درجہ کے شمالی فصیل کے در میں بیٹھا ہی تھا کہ دفعۃً حضور اندرونی درجہ سے نکل کر میرے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ اب قدم نہ آگے بڑھتا ہے، نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ غرض حضور دریافت فرماتے ہیں: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کرنا پڑا: ہدایہ آخرین، شرح عقائد نسفی۔ حضور کو یہ سن کر بہت مسرت ہوئی، اور ماشاء اللہ فرماتے ہوئے دست شفقت میرے سر پر پھیرتے ہیں، جس سے بالکل کایہ پلٹ جاتی ہے، اور مجھے کتب بینی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ ذہن بھی ایسا رسا ہو گیا کہ اپنے ہم سبقوں میں ممتاز ہو گیا۔ بلکہ جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کے صبح ہی کو جس وقت درجہ میں جا کر بیٹھا ہوں اور سبق شروع ہوتا ہے تو میرے استاذ مولانا رحم الٰہی صاحب دامت فیوضہ مجھ میں بین فرق محسوس فرماتے ہیں۔ ان کی حیرت واستعجاب پر میں سارا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت سے اعلیٰ حضرت نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا ہے میں خود اپنے میں یہ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔

فی الحقیقت یہ اسی دست حق پرست کے برکات ہیں کہ آج مولوی صاحب موصوف مدرسہ منظر اسلام میں درجہ دوم اور اول کے طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔

مولانا کا معمول ہے کہ روزانہ کتاب کا مطالعہ مواجہہ اقدس میں کیا کرتے ہیں، اور اگر کوئی الجھن واقع ہوتی ہے تو حضور کی نظر کرم سے فوراً حل ہو جاتی ہے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خاں عرف عزو میاں کی اوائل عمر میں ایک شب عشا کی نماز کے وقت دروازہ سے کسی نے ان کی نسبت پوچھا: وہ بچہ اچھا ہے؟ مکان میں سے کسی نے جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ دوسری شب پھر آواز آئی، وہ بچہ اچھا ہے؟ یوں ہی تیسری شب آواز آئی۔ وہ بچہ اچھا ہے؟ اب فکر لاحق ہوئی، اور لوگ وقت مقررہ پر چھپ کر جا بجا کھڑے ہو گئے مگر سب نے آواز بدستور سنی، اور آواز دینے والا نظر نہ آیا۔ بالآخر چار پانچ روز گزر جانے کے بعد عزو میاں کی دادی صاحبہ نے، جو حضور اعلیٰ حضرت کی بڑی ہمشیرہ تھیں، اعلیٰ حضرت کا عرفی نام لے کر ارشاد فرمایا: امن میاں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وقت مقررہ سے پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ حسب طلب وہاں پہونچے، اور بہن کی کرسی کی برابر والی کرسی پر صحن میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر ہوئی تو حضور نے فرمایا: بنو آپا! ایک شبہ ہوا ہوگا، کہاں آواز آئی؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، نہیں امن میاں! ایسا نہیں، سب لوگ برابر سن رہے ہیں۔ فرمایا: خیر میں بیٹھا ہوں، اور باتیں کرنے لگے۔ غرض نصف گھنٹہ سے زائد قیام فرمایا، مگر آواز نہ آنا تھی، نہ آئی۔ آخر کار کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ابھی قریب پھاٹک کے تھے کہ آپ کے آتے ہی آواز آئی۔ وہ بچہ اچھا ہے؟ حضور واپس تشریف لے گئے، اور بہن سے مسکرا کر فرمایا: اب تو آواز آ ہی گئی۔ یہ کہہ کر مکان تشریف لے آئے، اور صبح بعد نماز فجر ایک تعویذ لکھ کر عزو میاں کے گلے

میں ڈلوادیا، اور فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ اب آواز نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس روز سے آج تک وہ آواز نہیں سنی گئی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ شیخ مشتاق علی صاحب قادری رضوی ابن شیخ یادعلی صاحب ساکن بانس منڈی محلہ شہر بریلی شب جمعہ میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور، شیخ صاحب کو ایک تعویذ عنایت فرماتے ہیں کہ دفعتہً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے، دل میں طے کرتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ سے عرض کروں گا۔ چنانچہ وہ مقررہ وقت پر نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دفتر ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' میں کہ پھاٹک میں بالا خانہ پر تھا، حاضر ہوئے، اور حضرت ممدوح سے خواب بیان کیا، جسے سن کر ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا، اتنے میں مولوی حشمت علی خاں صاحب لکھنوی ایک نقش قل ھو اللہ احد شریف کا جو حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے قلم فیض رقم سے مرقوم تھا، لے کر آئے، اور عرض کیا: حسب حکم حضور والا فقیر حقیر کاشانہ اقدس میں کتب خانہ کی الماری میں کتابوں کو صاف کر کر کے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں یہ نقش نکلا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ: لیجئے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ نصف گزر چکا ہے، خدام آستانہ سید ایوب علی وقناعت علی نقشہ سحری وافطار

برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کر چکے ہیں، دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے، بادِ سموم دم بدم ترقی کر رہا ہے، یہاں تک کہ بالا خانہ میں غرب رویہ دروازہ سے مزار پر انوار اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے نظر آ رہا ہے، جسے دیکھ دیکھ کر اس وقت قلوب بے چین و بے قرار ہیں۔ آنکھیں اداس قامت زیبا کے تصور میں محو، اور آنکھوں سے سیلاب اشک بے طرح اُمڈ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ میں جب حضور حیات سے تھے، دستور تھا کہ بعد تکمیل نقشہ مذکور پیش کیا جاتا اور باآواز پورے ماہ مبارک کا سال گزشتہ کے اوقات سے روبرو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا، اگر کہیں کچھ خامی ہو، اگرچہ سکنڈ کے ہزارویں حصہ کی، فوراً ٹوک دیتے، اور جانچ کرنے پر واقعی غلطی نکلتی، اور اسے دور کر دیا جاتا، حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑ سکتا تھا، تاہم اعلیٰ حضرت احتیاط فرماتے تھے۔ وصال شریف کو تقریباً چھ ماہ ہوئے تھے، مزار مبارک خام تھا۔ دل ڈھونڈ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارک کا تیار ہوا ہے، لہٰذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو کر دھوپ میں چٹائی بچھا کر کہ زمین تمازت آفتاب سے گرم ہو رہی تھی، اسی طرح باآواز بلند تمام اوقات کا موازنہ شروع کر دیا، اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی، تو انشاء اللہ ہمیں ضرور القا فرمایا جائے گا۔ چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا فوراً نشان بنا لیا کہ دفتر جماعت میں پہونچ کر نظر ثانی کر لی جائے گی۔ اس کے بعد فقیر نے نقشہ مذکور مزار شریف کی چادر مبارک کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی، اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی، تو فی الحقیقت ایک جگہ سکنڈ میں ایک جگہ اعشاریہ کا دوسرا حصہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منظم پایا۔

یعنی ایک جگہ سکنڈ کا ۱۰۰' حصہ اور دوسری ۱۰۰۰' بے ترتیب تھا تو درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی جو اس زمانہ میں مسجد بی بی جی کے شمالی حجرہ میں رہتے تھے، تیز قدم آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: السلام علیکم ۔میں نے کہا: وعلیکم السلام، کیسے گھبرائے ہوئے اس وقت دھوپ میں آنا ہوا؟ فرمایا: میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ کا شانہُ اقدس کے شمال رو یہ دالان میں ایک چارپائی پر اس طرح لیٹے ہیں، جس طرح اس وقت مزار میں آرام فرما رہے ہیں، اور پائنتی کی جانب بڑے مولانا صاحب اسی چارپائی پر تشریف فرما ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ہیں جو برابر چارپائی بچھی ہے اس پر بیٹھے ہیں، جنھیں میں پہچانتا نہیں ہوں، اور آپ دونوں بھی ہو۔ حضور کے بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے، اور دہنے ہاتھ میں قلم، اور پہلوئے راست میں دوات رکھی ہوئی ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرما رہے ہیں، جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ کر وہ کاغذ دینا ہے،بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب موصوف کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں سات ماہ کا حمل تھا، دولڑکے پیٹ میں تھے۔ اس حال میں وہ دونوں لڑکے پیٹ میں مر گئے، ان کا پیدا ہونا سخت دشوار ہوا۔ ہسپتال کی بڑی میم نے کہا: ان بچوں کا پیدا ہونا ممکن نہیں لہٰذا ان کو ہسپتال لے چلو۔ اس کے کہنے کے مطابق میں پالکی لینے کو بہت پریشان جارہا تھا کہ حضرت قبلہ مسجد کی فصیل پر وضو فرما رہے تھے، مجھ سے دریافت فرمایا:

کیوں پریشان ہو؟ میں نے سب واقعہ اپنے گھر کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت قبلہ نے روک دیا اور فرمایا: پردہ کراؤ میں آرہا ہوں۔ لہٰذا میں فوراً لپکتا ہوا گھر آیا، اور پردہ کردیا۔ اتنے میں حضرت قبلہ تشریف لے آئے، مکان میں لے گیا۔ حضرت نے فرمایا: ایک ڈورا بڑا سالاؤ۔ میں نے ڈورا حاضر کیا۔ حضرت نے اس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا: یہ ان کی ناف پر رکھو۔ میں نے اس ڈوری کو لے کر اپنے گھر میں ناف پر رکھا۔ حضور نے پڑھنا شروع کیا، پندرہ منٹ کے بعد حضور نے فرمایا: باہر چلے آؤ، اور دایا کو پاس کردو۔ جیسے ہی میں اور حضرت قبلہ باہر تشریف لائے، گھر میں سے خبر آئی کہ دو بچے مردے پیدا ہو چکے ہیں۔ ورنہ بڑی میم نے کہہ دیا تھا کہ یہ بچے بغیر آپریشن کے نہیں پیدا ہوسکتے ہیں، ورنہ بچوں کی ماں کا زندہ رہنا دشوار ہے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ میرا انچارج افسر بہت ناخوش ہوگیا اور میرے نقصان رسانی کا جویاں رہنے لگا، جس کے باعث میں بہت پریشان تھا، اور میں نے وہ وظائف جو حضور نے بتائے تھے پڑھنے شروع کردیئے۔ ایک روز اس نے مجھ پر بہت تشدد کیا۔ میں نے اس پریشانی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا اور نماز عشا پڑھ کر سو رہا۔ خواب میں حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور فرمایا: کیوں پریشان ہوتے ہو؟ وہ کافر تمہارا کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد وہ خود بخود ٹھیک ہوگیا، اور پھر کبھی کچھ نہ کہا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ موسم گرما میں فقیر

کے سینہ پر نزلہ کا شدید غلبہ تھا، جمعہ کے روز کاشانہ اقدس میں برف کا شربت جس میں دودھ، کیوڑا، پستہ وغیرہ لوازمات شامل تھے تیار ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ شربت نزلہ میں کس قدر مضر ہے، مگر میں نے اپنے دل میں تہیہ کرلیا کہ پیوں گا اور ضرور پیوں گا اور خوب سیر ہو کر پیوں گا۔ یہ حضور کے یہاں کا تبرک ہے، انشاء اللہ مجھے مفید ہوگا۔ چنانچہ ضرورت سے کہیں زیادہ پیا، اور بحمد اللہ تعالیٰ شام تک سارا نزلہ کھانسی وغیرہ سب کافور ہوگیا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور کے سامنے نواب کلب علی خان صاحب والی ریاست رام پور کا ذکر ہو رہا تھا ارشاد فرمایا کہ مرحوم اہل دل سے تھے۔ پھر فرمایا: میں ان کو ایام حج میں ہر سال مدینہ منورہ کی گلیوں میں دیکھتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضور سیدی مرشدی و ملجائی اعلیٰ حضرت ﷺ اپنے زمانہ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعد وفات ہر سال ایام حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے، جبھی تو دونوں کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہر سال ہوتی تھی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ سفر جبل پور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا، اس میں ایک دروازہ تھا جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہو کر جھروکے پیدا کر دیئے تھے۔ اس دروازہ کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں۔ اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھری تھی، جس میں دو دروازے تھے،

ایک جوڑی کواڑ کمرے کی طرف، اور اس میں بھی ایسے جھرو کے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا، اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف لگا تھا۔ اس کوٹھری میں فقیر غفرلہ اور برادرم قناعت علی مقیم تھے۔ برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے۔ ہم لوگ کمرہ کے رخ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے۔ حضور کے قیلولہ فرمانے کے وقت حاجی صاحب کمرہ کی کھڑکیاں اور دروازہ اندر سے بند کرلیا کرتے تھے اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی۔ حاجی صاحب نے حقہ بھر کر کمرہ میں پلنگ کے پاس رکھا، اور حسب معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلنا چاہا۔ حضور نے فرمایا: حاجی صاحب آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جائیے۔ حاجی صاحب باہر آگئے حضور نے کمرہ اندر سے بند کرلیا۔ حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آکر کہا کہ آج خلاف معمول حضور نے پنکھے کو منع فرمایا۔ میں سن کر خاموش ہو گیا، مگر برادرم قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ اور تمام کمرہ بالکل خالی پایا۔ کہیں حضور کا پتہ نہ تھا۔ یہ لیٹے لیٹے وہاں سے ہٹ آئے، اس کا تذکرہ جس وقت مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ کے سامنے آیا وہ لرز گئے، اور فرمایا: سید صاحب اب آئندہ کبھی ایسا نہ کیجئے گا کہ ایسے مواقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر کی ضعیفہ والدہ صدر سے خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہیں، اور رو کر عرض کرتی ہیں:

میرا ایک ہی بیٹا ہے بخار کی شدت ہے اور دو روز سے بالکل غافل ہے حضور اگر تکلیف فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ حضور نے ان ضعیفہ کی درخواست منظور فرماتے ہوئے بعد عصر کا وعدہ فرمالیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب کا موٹر آگیا۔ حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب اور برادرم قناعت علی اور فقیر کو ہمراہ لیا اور مولوی حسنین رضا خان صاحب کی خواہش پر انھیں ساتھ لے کر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی غفلت طاری تھی۔ حضور نے وہیں ایک تعویذ لکھ کر سیدھے بازو پر باندھا اور گھڑی سامنے رکھ لی، اور چارپائی کے قریب کرسی پر بیٹھے رہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آنکھیں کھولیں، اور بخار اتر گیا۔ حضور نے ان ضعیفہ سے فرمایا کہ اگر پیاس معلوم ہو تو پودینہ، الائچی سرخ، پانی میں ڈال کر جوش دے کر ٹھنڈا کرلیا جائے، اور پلایا جائے۔ اس کے بعد حضور بعد مغرب واپس تشریف لے آئے۔ صبح کو اطلاع ملی کہ بھوک کی شدت ہے۔ فرمایا: مونگ کی دال کا پانی دیا جائے، اور دن میں جو کیفیت ہو سہ پہر کو مجھ سے آکر بیان کی جائے۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ عصر کے وقت بجائے اطلاع کے خود ڈاکٹر صاحب موٹر میں آگئے۔ ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل شام میں تو ان کی یہ حالت تھی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ لینے میں تکلیف تھی، اور آج یہاں تک آگئے۔ حضور نے مزاج پرسی فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوں مگر بھوک بیتاب کئے دیتی ہے۔ مونگ کی دال کا پانی نامرغوب ہے اگر فرمائیں تو شوربا پی لوں۔ فرمایا: اچھا شوربا تیار کرالیجئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب دست بوس ہوئے، اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ

یقین الدین خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہما کا بیان ہے۔ بہت عرصہ ہوا اعلیٰ حضرت ﷫ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے، جس میں آج کل حضرت حسن میاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں ملوکپور میں اپنے یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا لفظ عام طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قصد کر لیا کہ ابھی جا کر دریافت کرلوں گا۔ عصر سے کچھ پہلے در دولت پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، خادمہ مجھے دیکھ کر واپس گئی۔ چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے۔ مبارک ہاتھوں میں کتابیں اور قلم دان اور پان کی تھالی تھی۔ غلام نے کتابیں قلم دان لے کر حضور کے بیٹھنے کی جگہ رکھ دیں۔ حضور نے پان کی تھالی غلام کے سامنے کر کے فرمایا: حضرت ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے پیشتر کبھی یہ الفاظ نہیں فرمائے تھے۔ ورنہ غلام کے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوتا۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ یقین الدین صاحب نے فرمایا: میرے برادر معظم حاجی حافظ محمد حسین الدین صاحب سفر سے تشریف لائے۔ ایک روز والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عرض کر کے کہ مجھے بہت سی باتیں دریافت کرنی ہیں، اعلیٰ حضرت کے حضور میں گئے۔ (مگر ابھی وہ کچھ پوچھنے بھی نہ پائے تھے کہ) اللہ عزوجل کے حبیب، ماکان و مایکون کے عالم ﷺ کے سچے غلام (اعلیٰ حضرت) نے باتوں ہی باتوں میں سوال سے پیشتر سب کا جواب عطا فرما دیا۔ مکان آکر والد ماجد صاحب مرحوم و مغفور سے بہت تعجب سے کہنے لگے کہ میں نے تو حضور سے

ایک بھی سوال نہ کیا مگر حضور نے میرے سب سوالوں کا جواب عطا فرما دیا۔ اس کے بعد بھائی جان سلسلہ غلامی می داخل ہوئے۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مرزا عبد الرحمٰن بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلہ نجار پورہ شہر کہنہ بریلی کا طلائی و نقرئی تمام زیور چوری ہو گیا۔ یہ سخت پریشان کہ شب کو خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مرزا جی! آپ کا سب زیور محفوظ ہے، گھبرایئے نہیں، انھوں نے عرض کیا: حضور! پھر مجھے کس طرح ملے؟ فرمایا: فلاں شخص نے تمہارے مکان کے سامنے ہی دفن کیا ہے، تلاش کرو، انشاء اللہ تعالی مل جائے گا۔ صبح کو یہ اٹھ کر اس شخص کو کہ وہیں کا رہنے والا ہے، پکڑتے ہیں، اور اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں، بالآخر وہ شخص مرزا جی کے مکان سے متصل جو کھنڈ پڑا تھا وہاں لے جاتا ہے دیکھا کہ وہ افتادہ زمین جا بجا کھدی پڑی ہے۔ اس شخص سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ کہاں دفن کیا ہے؟ اس پر وہ شخص کہتا ہے، زیور ضرور میں نے دفن کیا ہے، اور اس کھنڈر میں دفن کیا تھا، مگر اب نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟ مجھے رات بھر تلاش کرتے ہو گیا ہے، مگر پتہ نہیں چلا۔ یہ زمین ہر جگہ میں نے ہی خودی ہے۔ غرض چند آدمیوں نے مزید جستجو کی اور بالآخر اس کھنڈر میں ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پائخانہ بنا ہوا تھا اسے جو کھودا تو تو تمام زیور ایک جگہ نکل آیا۔ مرزا جی نے اس خوشی میں بڑی دھوم سے حضور کے مزار پر انوار پر چادر چڑھائی۔

◆ جناب سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی حیات

ظاہری میں حضرت مولانا مولوی حاجی عبدالرحمن صاحب قادری رضوی شاگرد رشید حضرت سراپا برکت مولانا وصی احمد محدث سورتی جن کا عرصہ دراز سے قیام جے پور رہے، عازم حرمین ہوتے ہیں، اور بعد فراغ فریضہ حج مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں، اور حضرت مہاجر مدنی مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ سے ملتے ہیں۔ درمیان گفتگو کے مولانا عبدالرحمٰن صاحب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے کچھ حالات ذکر فرماتے ہیں، جنھیں سن کر حضرت مہاجر صاحب مدظلہ کو اس درجہ اشتیاق قدم بوسی ہوتا ہے کہ باوجود ہجرت کر جانے کے بھی مولوی حاجی عبدالرحمٰن صاحب جے پور ہوتے ہوئے بریلی شریف حاضر آستانہ ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوتے ہیں، اور چندے قیام کر کے پھر مدینہ منورہ واپس جاتے ہیں۔ مولانا موصوف اصل رہنے والے سیالکوٹ پنجاب کے ہیں۔ چونکہ خاندان کے عقائد خراب تھے، اور ہجرت کیے ہوئے بارہ سال ہو گئے تھے، اس لیے وطن کا رخ نہ فرمایا کہ کون مرا، کون زندہ ہے؟ جب سے فقیر نے ان سے خط و کتابت جاری رکھنا اپنی سعادت مندی سمجھا۔ اب حضور اعلی حضرت قبلہ ﷫ کے پردہ فرمانے کے بعد فقیر ایک عریضہ بغرض سہولت مکرمی جناب حاجی شیخ عظیم الدین صاحب کی معرفت حضرت مہاجر مدنی صاحب کی خدمت میں روانہ کرتا ہے۔ جب شیخ صاحب بریلی واپس آتے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا کہ میں سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ حرم شریف میں مزار پر انوار مالک و مختار ﷺ کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہیں، اور صلاۃ و سلام عرض کر رہے ہیں۔ بس اس قدر دیکھنے پایا تھا کہ

معاً میری آنکھ کھل گئی اب بار بار خیال کر رہا ہوں کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ بالآخر بستر سے اٹھا، وضو کیا اور باب السلام سے حرم شریف میں داخل ہوا۔ ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ واقعی اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اسی سفید لباس میں مزار پرانوار پر حاضر ہیں۔ خواب تو دیکھا تھا کہ صلاۃ وسلام پڑھ رہے تھے، آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لب ہائے مبارک جنبش میں تھے، آواز سننے میں نہ آئی۔ غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتابانہ قدم بوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے حاضری دی، اور صلاۃ وسلام عرض کر کے واپس ہوا۔ جب اس جگہ آیا جہاں سے اعلیٰ حضرت کو دیکھا تھا، ایک مرتبہ پھر کر جو دیکھا، تو پھر اسی طرح موجود پایا۔ مختصر یہ کہ تین بار ایسا ہی ہوا، پھر نظر سے اوجھل ہو گئے۔ راقم الحروف ایوب علی نے جس وقت شیخ صاحب سے یہ خواب سنا تو اسے قلم بند کر کے عریضہ بھیج کر مولانا ضیاء الدین احمد صاحب قبلہ سے تصدیق بھی کر لی۔ اس پر یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی قسم کے اور بھی کئی خواب اعلیٰ حضرت قبلہ کے متعلق مولانا نے دیکھے تھے۔ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے پورے طور پر یاد نہیں رہے، اس لیے ظاہر کرنے سے احتراز فرمایا۔

◆ نبیرۂ محدث سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے حضرت محدث سورتی صاحب پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے۔ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بہت ناوقت یعنی شب کو دو بجے حضرت کے دولت کدۂ رحمت پر پہنچے۔ اعلیٰ حضرت اس وقت پھاٹک میں

بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، ملاقات کے بعد ایک صاحب سے جو اس وقت خدمت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ فرمایا کہ دروازہ پر پکار کر کہہ دو کہ پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں، تین آدمیوں کا کھانا بھیج دو۔ جب کھانا آیا تو حضرت بھی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر رونق افروز ہوئے، نیبو، اور پیاز کی چٹنی کچھ زیادہ مقدار میں دسترخوان پر موجود تھی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس وقت سیخ کے کباب ہوتے، تو زیادہ لطف دیتے۔ اعلیٰ حضرت اپنے مہمان کی اس خواہش کو سن کر خود گھر میں تشریف لے گئے، اور چند منٹ کے بعد باہر جب تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چینی کی پلیٹ تھی، جس میں ۱۶؍ کباب سیخ کے موجود تھے۔ کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں، جملہ مہمانانِ اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اسی واقعہ کو مولوی برکات احمد صاحب نبیرہ حضرت مولانا عبد الاحد برادر خرد حضرت قدس سرہ نے ان لفظوں میں تحریر کیا ہے: ایک مرتبہ بندہ کے دادا بھائی حضرت محدث سورتی اور ان کے ساتھ مولانا مولوی ہدایت رسول صاحب اور بندہ کے والد مولانا عبد الحی صاحب مرحوم بریلی اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ پر شب کو ۳؍ بجے پہونچے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی خاطر مدارات کی۔ مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اگر سیخ کے کباب ہوتے تو بڑا مزا آتا۔ اعلیٰ حضرت یہ سنتے ہی مکان کے اندر تشریف لے گئے، صرف تین چار منٹ میں سیخ کے گرم گرم کباب ان لوگوں کے پاس لا کر رکھ دیے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت اس وقت گرم گرم کباب آپ نے کہاں سے منگائے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

یہ سب اللہ کا فضل ہے۔

○ جناب قاری صاحب ہی فرماتے ہیں کہ ۸ر ربیع الثانی کو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر رسیوں میں جکڑے ہوئے ایک مسلمان نوجوان دیوانے کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پاگل کے رشتہ داروں نے بیان کیا کہ چھ ماہ سے یہ پاگل ہے۔ ہزاروں علاج کیے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پاگل خانہ میں اس لیے داخل نہیں کیا کہ وہاں مریضوں کو بہت مارتے ہیں۔ ہم بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں لائے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، تمام گھر سخت پریشان ہے۔ اعلیٰ حضرت سب واقعات سننے کے بعد چند منٹ اس دیوانے کی طرف بہت غور سے دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نگاہوں سے مرض کو کھینچ رہے ہیں۔ حضرت کے نگاہ ملاتے ہی دیوانہ کی مجنونانہ حرکات میں افاقہ ہونا شروع ہوگیا، اور تھوڑے ہی دیر میں وہ اسی جگہ بے حس وحرکت ہوکر گر پڑا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے رشتہ داروں سے فرمایا: اب یہ ٹھیک ہیں، رسیاں کھول دو، اور گھر لے جاؤ، اور روزانہ گیارہ عدد منقی تھوڑے سے دودھ کے ساتھ کھلا دیا کرو۔ خدا کے فضل سے وہ دیوانے صاحب اب تک زندہ ہیں، اور اپنے نوجوان لڑکے کے ساتھ کاروباری زندگی میں مصروف ہیں۔

☜ حضرت مانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مخالفین کی جانب سے اعلیٰ حضرت کے قتل کی

منظم سازش کی گئی، اور دو آدمیوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ عشا کے بعد مسجد سے آتے ہوئے راستہ میں آپ کو شہید کر دیں۔ یہ دونوں آدمی ایک دن مسجد سے آپ کے پیچھے ہو لیے، اور راستہ میں اپنے ناپاک خیال سے حملہ کرنا چاہا تو ایک خوفناک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگ چیخ کی آواز سن کر ادھر ادھر سے آگئے، اور ان کو بے ہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی، جب ہوش و حواس ٹھیک ہوئے تو ان سے حالات دریافت کئے گئے تو ان دونوں آدمیوں نے قتل کی سازش بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم نے حملہ کرنا چاہا تو اعلیٰ حضرت کے دہنے بائیں دو شیر نمودار ہوئے، اور ہماری طرف نہایت غضب ناک طریقہ سے بڑھے، پھر ہم کو نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ بظاہر شیر تھے، لیکن حقیقت میں اللہ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے عاشق وشیدا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدد تھی۔ یہ دونوں شخص اسی وقت اعلیٰ حضرت کے سامنے تائب ہو کر بیعت ہو گئے۔

◆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۰ھ میں پیلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خاں صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے بریلی تشریف لے گئے۔ ابھی اعلیٰ حضرت کی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲ رفرلانگ کے فاصلے پر تھے کہ اعلیٰ حضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پیلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آرہے ہیں، ان کو لے آئیے۔ کچھ لوگ گئے، اور حافظ صاحب کو لاکر پھاٹک میں بٹھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مجلس میں حافظ کو مرید کیا، اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ

اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔

◆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۲۹ھ اعلیٰ حضرت مدرسۃ الحدیث میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد سورتی کے پاس مقیم تھے کہ سید فرزند علی صاحب اعلیٰ حضرت سے ملنے آتے ہیں اور دست بوس ہوتے ہیں۔ سید صاحب کی داڑھی مونڈی ہوئی تھی، اعلیٰ حضرت بہت دیر تک بہت گہری نظروں سے سید صاحب کے چہرے کو یکھتے رہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہوں نے مجھے عرق عرق کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰ حضرت مجھ کو داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرما رہے ہیں۔ میں نے صبح کو حاضر خدمت ہو کر اپنے اس فعل شنیعہ سے توبہ کی۔ آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سید صاحب کے چہرہ پر نہایت خوش نما داڑھی موجود ہے۔

◆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ بڑی لڑکی حنیف النسا کی آنکھیں تین ماہ سے دکھ رہی ہیں، مختلف علاج کیے گئے، کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، ورم کی وجہ سے آنکھیں کھلتی نہیں ہیں، رات بھر سخت بے چینی اور تکلیف رہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم سے کاغذ کے دو ٹکڑوں پر اشہد اَنَّ محمدا رسول اللہ کچھ گولائی کے ساتھ تحریر فرمایا، اور محدث صاحب کو دے کر فرمایا کہ ایک ایک کا غذ آنکھوں پر رکھ کر ایک مہین کپڑا باندھ دیجیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حسب ہدایت ظہر کے بعد جب کپڑا کھولا گیا تو آنکھوں میں نہ ورم تھا،

نہ سرخی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ افسوس کہ مدرسۃ الحدیث کی عمارت منہدم ہونے کے وقت یہ کاغذ کے ٹکڑے ضائع ہو گئے۔

◆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی تحریر فرما رہے تھے: ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو گئے، بہت تلاش کی گئی مگر وہ اوراق دستیاب نہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں، بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت محدث سورتی صاحب سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے، ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے بھی واقف ہیں، اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے۔ آپ مسجد میں تلاش کیجیے۔ چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا دستیاب ہوا۔

◆ قاری احمد صاحب ہی کا بیان ہے کہ پیلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایک سال ہوا، میں کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونہ میں گاڑ دیے تھے مگر اب وہاں دیکھتی ہوں تو نہیں ہیں۔ لڑکی کی شادی قریب ہے، اور اسی لیے رکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں، بلکہ وہاں سے ہٹ کر کوٹھری میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں۔

اس جگہ تلاش کیے گئے تو سب کے سب مل گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بغیر بسم اللہ کہے، اگر دفن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہتا ہے۔

◆ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا کرتا تو یہ معمول رہتا کہ چونکہ اعلیٰ حضرت ﷫ صرف نماز جماعت کے لیے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ میں بھی وقتوں میں حاضر رہا کرتا اور صبح سے ظہر تک کسی سے ملنے کو یا طلسمی پریس کے کام کو کہیں باہر چلا جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی واپس آکر یہ سنتا کہ کوئی صاحب تشریف لائے تھے، ان کے ملنے کو حضرت درمیان میں باہر تشریف لائے تھے تو مجھے بہت افسوس ہوتا کہ اگر میں بھی اس وقت یہیں موجود ہوتا تو ایک مرتبہ زیارت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا، اور یہ سوچ کر کہ میرا ہنڈ بیگ طلسمی پریس کا ہمراہ ہونا مضر ہے، اسی وجہ سے میں صبح کے وقت باہر جاتا ہوں، لہٰذا اسے چھوڑ کر چلوں تاکہ ہر وقت وہیں بیٹھا رہوں۔ جس وقت بھی باہر تشریف لائیں کوئی بات سننے کو مل جائے گی۔ لہٰذا ہینڈ بیگ چھوڑ کر بریلی گیا، قریباً دس بجے پہونچا، اتفاق سے اعلیٰ حضرت اس وقت باہر ہی تشریف فرما تھے، فرمایا: کس کام کو آئے؟ عرض کی: کچھ نہیں پھر دریافت فرمایا، پھر فرمایا: اگر کوئی کام نہیں ہے تو میرا ایک کام کر دیجیے میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام کس کے سپرد کروں۔ اتفاق سے آپ آگئے کام یہ ہے کہ ایک فتویٰ لکھنو سے آیا ہے۔ اس میں ایک کتاب کا

حوالہ ہے، وہ میرے کتب خانہ میں نہیں ہے، لکھنؤ میں ملے گی۔ اسے لا دیجیے۔
یہ کام سن کر اس قدر صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ خیال ہوا کہ میں تو ہنڈ بیگ چھوڑ کر اس خیال سے آیا تھا کہ ہر وقت وہیں حاضر رہوں، اور یہاں یہ حکم ملا کہ شہر سے بھی باہر چلا جا، مگر اختیار کیا۔ چارو ناچار یہی عرض کرنا پڑا ،، بہت اچھا۔ اسی وقت مجھے سفر خرچ عطا کر کے فرمایا کہ گاڑی کا وقت ہے، چھوٹی لائن سے لکھنؤ چلے جایئے۔ میں نہایت رنجیدہ نکلا، اسٹیشن پہونچا ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھا، اور بہت دیر تک اس صدمہ میں روتا رہا، یہاں تک کہ لکھنؤ آ گیا۔ اسٹیشن سے حضرت شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی کہ یہ کام ہو جائے، جس سے اعلیٰ حضرت خوش ہوں۔ اور ایک سرائے میں قیام کر کے پہلے بریلی شریف عریضہ حاضر کیا کہ میں لکھنؤ پہنچ گیا، یہاں مقیم ہوں، بہت عجلت میں مجھے روانہ فرمایا گیا، اگر اور کچھ فرمانا ہو تو یہ پتہ ہے۔ اب تلاش کو جاتا ہوں۔ ' النجم' کے ایڈیٹر مولوی عبد الشکور سے ملا، جنھوں نے اس کتاب کا حوالہ لکھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ وہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے، قلمی ہے، اور مولوی عبد الباری صاحب کے کتب خانہ میں ہے، ان کے مدرسہ کے مدرس اول میرے شاگرد ہیں، اور میرے پاس روزانہ آتے ہیں، شام کو میں ان سے کہہ دوں گا۔ میں شب کو پہنچا تو وہ بولے اتفاق سے آج وہ نہیں آئے صبح کو بھی آتے ہیں، جب کہہ دوں گا۔

اس حال کی بھی بریلی اطلاع کردی، اور صبح پہنچا تو کہا کہ اتفاق سے وہ اس وقت بھی نہیں آئے، شام کو ضرور آئیں گے، تب کہہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ ان کے نام پر ایک پرچہ لکھ دیجیے، میں خود مل لوں گا۔ انھوں نے پرچہ لکھ دیا، اور میں وہ پرچہ لے کر ان سے مدرسہ میں ملا بولے کہ دوپہر کو یہاں سے اٹھوں گا۔ مولوی عبد الباری صاحب سے کہہ کر دلوادوں گا آپ دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ آپ پرچہ لکھ دیجیے، میں معلوم کرلوں گا۔ انھوں نے پرچہ لکھ دیا، میں نے مولانا عبد الباری صاحب کو وہ پرچہ دیا فرمایا کہ گیارہ بجے کتب خانہ کے محرر آتے ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا، وہ نکال کر دکھادیں گے۔ میں نے عرض کی کہ آپ اس وقت یہاں ہوں یا نہ ہوں ان کے نام پرچہ لکھ دیجیے، انھوں نے لکھ دیا۔ اب یہ خیال ہوا کہ کوئی کاتب تلاش کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ مجھے اس زمانہ میں یہ عارضہ تھا کہ لکھتے وقت ایک صفحہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، ہاتھ میں سخت درد پیدا ہوجایا کرتا تھا۔ اس عارضہ کو کچھ عرصہ گزر چکا تھا، کئی صاحبوں سے کہا کہ کاتب تلاش کردیجیے، اور فوراً بازار گیا، اور سادہ کاغذ، روشنائی، قلم، مسطر، دوات تمام سامان لایا۔ گیارہ بجے منشی صاحب آئے، ان کو پرچہ دیا۔ انھوں نے کتب خانہ میں سے وہ کتاب نکال کر مجھ کو دی، اور مجھ سے یہ کہا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ اسی مکان کے احاطہ میں کسی جگہ بیٹھ کر آپ اسے دیکھیں، لیکن مکان سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا،

ایک کاتب کو تلاش کر دیجیے۔ دیکھا تو وہ کتاب بہت پرانی، کرم خوردہ ۱۸ر جز کی تھی، اور جا بجا الفاظ اُڑے ہوئے۔ بریلی سے خط وکتابت جاری ہو چکی تھی اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا جو فوراً پتہ لکھ دیا، اور کچھ ہدایات فرمائیں۔ اب میں نے یہ اطلاع کی کہ اٹھارہ جز کی یہ کتاب ہے، اب کیا کروں؟ اس کا جواب پہونچا کہ اس حالت میں جا بجا سے کچھ کچھ لکھ لائیے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مجھے بریلی چلتے ہوئے بے حد صدمہ تھا کہ ہر وقت حاضری کے خیال سے اس مرتبہ حاضر ہوا تھا، اور صورت یہ پیدا ہوئی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ بلا ناغہ گرامی نامے مل رہے ہیں۔ میری جانب توجہ کافی ہے، میرا مقصد حاصل ہے۔ لٰہذا میں انشاء اللہ تعالیٰ پوری لکھ کر لاؤں گا۔ اس کا جواب پہونچا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے، اور میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا ہے کہ یہ خط میری قبر میں رکھ دینا اس لیے کہ اس کا پہلا فقرہ یہ ہے: نور دیدہ محبت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ یہ پڑھتے ہی فوراً خیال ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین تحریر فرمایا ہے، ایک سچے ولی اللہ کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں تو اب انشاء اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ آرام سے رہوں گا، اور ہر کام میں کامیاب ہوں گا۔ اور چونکہ قبر بھی دارین ہی میں ہے، اس لیے وہاں کے مصائب سے بھی نجات کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے وہ خط محفوظ کر لیا۔ اب سنیے: گیارہ بجے وہ کتاب ملی اس خیال سے کہ منشی کی

تلاش ہورہی ہے، جب تک وہ ملیں میں ہی شروع کردوں، اگر چہ ایک صفحہ سے زیادہ نہ لکھ سکوں گا یہ سوچ کر لکھنا شروع کیا چند سطریں لکھنے پر معلوم ہوا کہ میرا قلم معمول سے زیادہ تیز چلتا ہے اور حروف معمول سے اچھے بن رہے ہیں۔ جب ایک صفحہ کے قریب پہونچا تو خیال تھا کہ اب قلم رکھ دینا پڑے گا مگر درد نہیں پیدا ہوا، تو میں نے وہ صفحہ ختم کر کے دوسرا صفحہ شروع کر دیا، اور پھر درد کا انتظار کرتا تھا، اس لیے کہ وہ بہت تکلیف دہ ہوا کرتا تھا مگر نہ ہوا۔ میں نے تیسرا صفحہ لکھنا شروع کر دیا اور چوتھا، مگر درد نہ ہوا۔ پھر کھانا کھانے اٹھا، اور نماز ظہر پڑھ کر پھر جا بیٹھا عصر تک برابر لکھتا رہا، درد نہ ہوا۔ اس واقعہ کو آج ۲۹ رسال گزر گئے مگر ہاتھ میں درد آج تک نہ ہوا شفائے کلی حاصل ہوگئی، جہاں جہاں حروف نہ تھے، ان جگہوں کو چھوڑ کر لکھتا چلا گیا، اور روزانہ حالات سے اطلاع دیتا رہا، یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں پنجشنبہ کے دن وہ اٹھارہ جز کتاب ختم ہوگئی۔ جمعہ کے دن ایک طالب علم کو ایک روپیہ دے کر ساتھ بٹھا لیا، اور تمام دن میں تصحیح کر لی، مگر بہت سے مقامات رہ گئے جو کرم خوردہ تھے۔ ہفتہ کو انھیں مدرس اول صاحب کے پاس جا کر باقی ماندہ الفاظ کی تصحیح کی، مگر پھر بھی رہ گئے۔ بعدہ جناب مولوی عبد الباری صاحب سے عرض کی کہ دو مرتبہ اس طرح تصحیح ہوگئی، اس کے بعد میں نے جناب مولانا صاحب سے عرض کی کہ حیدر آباد کے ایک کتاب کی آپ نے تعریف لکھ دی ہے، اور اس میں اعلیٰ حضرت کے نزدیک کفریات ہیں،

اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا کہ بھائی مصنف صاحب نے کتاب کا ایک صفحہ دکھایا مجھ سے لکھوانا چاہا میں نے لکھ دیا، تمام کتاب دیکھی نہیں۔ اور اگر میں دیکھتا تب بھی وہ باتیں نہیں نکال سکتا تھا جو انھوں نے نکالیں۔ بات یہ ہے کہ ان کی سی نظر نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ جو انھوں نے تحریر فرمایا فی الحقیقت وہی صحیح ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ آپ یہ تحریر فرمادیں تاکہ درمیان میں صفائی ہو جائے۔ انھوں نے اپنے مفتی صاحب سے اس کتاب کی نسبت فتوی لکھوایا کہ اس میں بہت کفریات ہیں، اور اسی پر خود دستخط کر کے مجھے دے دیا۔ میں نے یہ دونوں چیزیں لکھنو سے لاکر قریب دوپہر حاضر خدمت کیں۔ فوراً باہر تشریف لے آئے اور ملاحظہ فرما کر فرمایا: اتنی جلدی اتنی بڑی کتاب نقل ہونا یہ تو آپ کی کرامت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بے شک کرامت ہے، جس کی بھی ہو۔ فرمایا: اچھا میں اسے دیکھ لوں، اور اندر تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کو تشریف لائے، اور پھر اندر تشریف لے گئے۔ عصر کی نماز ادا کر کے حسب معمول باہر تشریف رکھا، اور فرمایا کہ اس میں تو سب مضامین میرے موافق ہیں۔ فلاں جگہ یہ لکھا ہے، فلاں جگہ یہ لکھا ہے۔ غرض کہ ان کو تمام حفظ تھی۔ میں نے عرض کی کہ مولوی عبد الشکور صاحب یہ کہتے تھے کہ کیسے بے نفس بزرگ نے یہ لکھی ہے کہ اپنا نام بھی نہیں لکھا اور نہ مولوی عبد الباری صاحب ہی کو نام معلوم تھا۔ فرمایا کہ نام تو ہے، فلاں جگہ 'گویا' لکھا ہے۔ وہ ان کا تخلص ہے۔ مجھے

بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود لکھی، کئی مرتبہ تصحیح کی، مگر کچھ نہ سوجھا، اور یہ سب کچھ بتا رہے ہیں۔ وہ فتوی ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے، اور پھر دونوں صاحبوں میں اتفاق ہوگیا، اور نا اتفاقی مٹ گئی۔

◆ مولوی محمد حسین میرٹھی ہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں امیر حبیب اللہ خاں صاحب والی افغانستان بغرض سیروسیاحت ہندوستان تشریف لائے۔ آگرہ میں فوجی کام دکھانے کو دعوت دی گئی۔ اس میں میرٹھ سے آگرہ تک فوج کو ہر پڑاؤ پر رسد دینے کا ٹھیکہ میاں فرید الدین صاحب رئیس میرٹھ نے لیا، مگر کام میں دقت ہوئی۔ بعدہ آگرہ میں واپسی میں یہ حکم ہوا کہ یہی فوج دوراستوں سے واپس جائے گی۔ لہٰذا اب بجائے آٹھ پڑاؤ کے سولہ پڑاؤ ہوگئے اور کام دونا ہوگیا۔ اب اور بھی دقت پڑگئی، آدمی بڑھائے مگر کام نہ ہوسکا۔ آگرہ سے علی گڑھ تک چار پڑاؤ کے لیے بہت سے آدمی بھیجے گئے مگر بے امنی اور بے انتظامی ہی کی خبریں آتی رہیں، جس سے بڑی پریشانی تھی، اور میاں فرید الدین صاحب کو فکر کی وجہ سے گٹھیا ہوگیا۔ اور علی گڑھ سے میرٹھ تک چار پڑاؤ کا کام بالکل پڑا تھا، خان بہادر شیخ بشیر الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس نصف راستہ کا انتظام کے لیے روپیہ بھی لے لیا، اب میرٹھ سے چل کر پہلا پڑاؤ ہاپوڑ پر چل کر انتظام کرنا چاہا۔ تب پتہ چلا کہ یہ تو بہت دشواری کا کام ہے، اور بغیر بہت سے آدمیوں کے ہو بھی نہیں سکتا ہے، یعنی فوج جس وقت آئے اس وقت ان کی تمام ضروریات کی چیزیں اس کو پہونچ جائیں، اور سب اچھی ہوں اور جس قدر حکم ہو اتنی پوری مہیا کی جائیں، اور فوج مختار رہے

جتنی چاہے لے۔ اور دوسرے دن فوج چل دے گی، جس قدر سامان بچاوہ کچھ بھی کرو، اور سرما کا موسم لکڑی گیلی مگر ان کو سوکھی دو۔ گھانس پھونس جتنی چاہے اتنی دو۔ یہ چیزیں بڑی چیزوں سے زیادہ پریشان کرتی ہیں۔ پھر گھانس لانے والے پچماران کی بات قابل اعتبار نہیں، وقت پر اگر چیز کم ہوگئی تو بے حد خرابی۔ ان حالات کو دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ فوراً بریلی چل دیا، وہاں پہونچ کر اپنی گھبراہٹ اور پریشانی اعلیٰ حضرت سے عرض کر دیا۔ اگر چہ میرا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی پریشانی اور دقت پیش آتی تو میں ان منشی صاحب کو جن کو میں نقل فتاوی کے لیے اپنے قائم مقام کر دیا تھا ان کو خط لکھتا کہ ظہر کی نماز کے لیے جب اعلیٰ حضرت تشریف لائیں تو میرا اسلام عرض کر دیجیے۔ وہ عرض کرتے، اعلیٰ حضرت جواباً وعلیکم السلام فرماتے، یہاں کام ہو جایا کرتا تھا اور کبھی کام عرض کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس وقت اپنی سخت پریشانی میں سب حال عرض کر دیا۔ فرمایا کہ وہ فوج کیا امیر صاحب کی ہے؟ میں نے عرض کی انگریزوں کی تو فرمایا: اگر امیر صاحب کی ہوتی تو میں دعا کرتا۔ اب میں کیا عرض کروں؟ خاموش ہو رہا، اور اسی پریشانی میں دوسرے وقت ہا پڑ واپس آیا۔ ظہر کا وقت آبادی سے باہر راستہ پر ایک باغ تھا، اس میں مسجد نظر آئی وہاں جانے لگا پیچھے سے آواز آئی، مولوی صاحب! میں نے مڑ کر دیکھا تو راستہ پر ایک سوار تھے انھوں نے کہا: میں آپ ہی کو پکارتا ہوں میں جا کر ان سے ملا کہنے لگے میں نائب تحصیل دار ہوں، اور تحصیل کی جانب سے تمام قسم کا پورا سامان تیار رکھنے کا حکم ہے، اسی لیے بھیجا گیا ہوں، مگر ہم کوئی شئ فوج کو دے نہیں سکتے،

قاعدہ یہ ہے کہ اگر ٹھیکے دار کے پاس کوئی چیز کم ہو جائے تو تحصیل پوری کر دے۔ غرض ہم کوئی چیز نہیں دے سکتے تاوقتیکہ ٹھیکے دار ہم کو اجازت نہ دے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کے انتظام کے لیے آپ آئے ہیں، اسی وجہ سے میں نے آپ کو پکارا، اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ بہر حال کہیں سے سامان فراہم کریں گے، بجائے اس کے مجھ سے لیں تو ہماری محنت وصول ہو جائے، اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔ میں نے کہا: نرخ؟ اس نے کہا: ہر شئی بازار نرخ سے زائد۔ میں نے کہا کہ چیز کیسی ہوگی؟ کہا: ہر شئی بالکل اچھی، ہر غلہ بالکل صاف، لکڑی خشک وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا کہ وہ سامان کب ملے گا؟ کہا: سب تیار ہے، آپ چل کر دیکھ لیجیے۔ میں ان کے ہمراہ گیا، سب سامان دیکھا، انھوں نے کہا کہ سب چیز اچھی ملے گی، اور آپ کے اطمینان کے لیے یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ فوج آنے پر ہم سب سامان آپ کی طرف سے ان کو اپنے آدمیوں سے بھیج دیں، اور پسند کرا کر ان سے رسید منگوا دیں، ان رسیدوں کے مطابق آپ ہمیں قیمت دیدیں۔ اب مزدور اور کام کرنے والے بھی بچے جو ایسے موقعہ پر پچاس ساٹھ سے زیادہ رکھنے پڑتے ہیں۔ میں نے ہر چیز کا نرخ لکھ کر ان سے دستخط کرائے اور چند اشرفیاں بطور بیعانہ دے دیں، اور ان کی رسید لے لی، اور رخصت ہوا۔ اب انھوں نے کہا کہ اتنی بات اور مان لیجیے کہ اگلے پڑاو پر دوسرے نائب تحصیل دار صاحب ہیں، مہربانی فرما کر اول آپ ان سے مل لیں اگر وہ آپ کے حسب منشا معاملہ کر لیں تو پھر آپ خود کوئی انتظام نہ فرمائیں۔ ظہر کی نماز پڑھ کر میں روانہ ہوا،

دوسرے پڑاؤ پر عصر کی نماز پڑھی، اور اسی طرح معاملہ کیا۔ پھر تیسری پر مغرب پڑھی اور اسی طرح وہاں کا بھی معاملہ طے کیا۔ اور صبح کو چھوتھی جگہ کا معاملہ طے کر کے میرٹھ آ گیا۔ خان بہادر صاحب نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر فرمایا: ابھی تک گئے نہیں؟ میں نے عرض کی کہ ہو آیا، اور سارا انتظام کر آیا۔ انھیں یقین نہ آیا، اور فرمایا کہ اگلے نصف راستہ کے چار پڑاؤں کے لیے بہت سے آدمی گئے ہیں۔ پرسوں ۲۴ رکھسیرے معہ گھوڑوں کے سواری گاڑی سے ایک جگہ کے لیے روانہ کیے ہیں مگر ابھی تک کہیں سے انتظام ہونے کی خبر نہ آئی، بہت بڑی پریشانی ہے۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ میں ہو آیا ہوں، اور انتظام کر آیا؟ میں نے عرض کی کہ ان قصوں کو رہنے دیجیے، آپ اپنا کوئی آدمی بھیجیں میں ان کو سب سامان سپرد کر دوں۔ وہ ہر شئ اچھی دیکھ کر مجھ سے لے لیں۔ یہ سن کر خان بہادر صاحب بہت حیران ہوئے، اور فرمایا کہ اچھا! اگر کوئی ایسی ترکیب آتی ہے تو اگلے چار پڑاؤں میں بھی کچھ امداد فرما دیجیے۔ چنانچہ دوسرے دن جا کر میں نے انھیں بھی جو ضرورت تھی پوری کر دی۔ اعلی حضرت کی تصرفات کا اس سے اندازہ کیجیے کہ کیسا مشکل کام خود بخود کس قدر آسان ہو گیا۔ عجیب زبردست صاحب تصرف تھے۔

◆ انھیں کا بیان ہے کہ میرے ۱۹۰۷ء میں صبح کو ۵، ۷ منٹ میں بہت سخت ورم گھٹنے سے ران کی جڑ تک پیدا ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا: فوراً مکان پر جاؤ۔ مکان جا کر بیٹھا تو پھر اٹھا نہ گیا۔ اور یہ ورم تخمیناً ۵، ۶ انچ موٹا تھا،

اس میں تکلیف پیدا ہوئی، ہر چند کہ ڈاکٹروں نے علاج کیے، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میرے بھائی حکمت فرماتے تھے: جناب حکیم علی بہادر صاحب ان کو اجمیر شریف سے بلایا، اور جناب والد ماجد صاحب کو بدایوں سے، سب نے ہر چند کوشش کی، کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ تکلیف بڑھتی گئی اور نیچے کا پاؤں سمٹ کر ران سے مل گیا۔ گھٹنا بے حد لاغر ہو گیا، جسم کی قوت کا یہ عالم ہو گیا کہ کارڈ تھامنے سے نہیں رکتا گر پڑتا تھا۔ بہت ہی تکلیف تھی سارا گھر شبانہ روز پریشان۔ تین مہینے ہو گئے ، بریلی شریف کئی عریضے بھیجے، کسی کا جواب نہ آیا۔ میرے چند عزیز بدایوں کے مجھے دیکھنے آئے، ان کا آہستہ کہنا میں نے سن لیا کہ محمد حسین ختم ہو گیا۔ کسی کو امید زیست نہ تھی۔ جب یہ لوگ واپس چلے تو میں نے کہا بریلی راستہ میں پڑے گا، میرا ایک پرچہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پہونچا دینا۔ اس میں بمشکل یہ لکھا: یہ تو میں جانتا ہوں کہ حضور نہایت ہی عدیم الفرصت ہیں، لیکن کیا ہم خدام کا اتنا حق بھی نہیں کہ ہمارے مرتے وقت آپ کام آجائیں۔ سلام وغیرہ کچھ نہ تھا، بڑی دشواری سے یہ لکھا گیا تھا۔ وہ پرچہ بعد نماز جمعہ مسجد میں پیش کیا گیا، اسی وقت تار دیا جو شام کو میرٹھ آیا۔ لکھا تھا: گھبراؤ مت، اچھے ہو جاؤ گے۔ اس تار کے آنے سے گویا تن مردہ میں جان آگئی، صبح ہفتہ کو گرامی نامہ آیا جو یقیناً اسٹیشن پر گاڑی میں ڈلوایا ہوگا، گرامی نامہ کا مضمون یہ تھا: میں نے تمہارے خطوط کا جواب نہیں دیا اس میں مصلحت تھی ورنہ میں ہر وقت بطریق روحی تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک نسخہ مجوزہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم لکھتا ہوں، اس عبارت کو چینی کے پلیٹ پر لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر اس روغن کی مالش کرو۔ اسی وقت خان بہادر کے یہاں آدمی بھیجا، روغن زیتون مل گیا،

وہ عبارت لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر مالش کی۔ پہلے دن میں کچھ نہیں، دوسرے دن ایسے سخت پھوڑے میں جو نہایت سخت کھیرے کی طرح تھا، نرمی معلوم ہوئی، اور تیسرے دن اس کے درمیان میں ایک سوراخ ہوا، اور پیپ کے بائیس پیالے نکلے۔ اس دن مجھے اور میرے گھر والوں کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئی کہ کسی کو ہوش نہ تھا کہ کہاں پڑا ہے۔ بعدہ روزانہ روغن کی مالش کی جاتی، اور پیپ نکلتی اور سکون بڑھتا جاتا۔ بھوک کھلی، اول اول کچھ کھا کر بے ہٹھی ہو جایا کرتا، جسم میں قوت آنی شروع ہوئی، گھٹنا خود بخود فربہ ہونا شروع ہوا، اور نیچے کا پاؤں خود بخود کھلنا شروع ہوا حتی کہ صحیح ہو گیا۔ پھوڑا جو اندازاً ۵، ۶ ؍انچ چوڑا، اور ۱۲ ؍انچ لامبا تھا، وہ نصف سے کچھ زیادہ رہ گیا، اور میں ٹیڑھے پاؤں سے کھڑا ہونے لگا۔ خیال ہوا کہ پھوڑے کا سوراخ چھوٹا ہے، اسے ذرا بڑھوا دوں تو جلدی آرام ہو جائے۔ شفاخانہ گیا سول سرجن کو دکھایا، انھوں نے سلائی اوپر کو ڈال کر دیکھا اور ناسور سمجھا بغیر مجھ سے کہے نشتر لا کر ایک جانب ایک دم چیر دیا۔ نیچے کے حصے کی ان کو خبر نہیں زیادہ خون نکلا اس قدر کثرت سے خون دیکھ کر نیچے کے حصہ کا ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑی، اور یہ اس کا زخم خود ۶ ؍انچ لمبا ہو گیا، بمشکل ڈولی میں مکان آیا سارے کپڑے اور ڈولی خون سے تر، سب دیکھ کر گھبرا گئے، مگر اب کیا ہو روزانہ کمپونڈر آ کر زخم دھوتا اور دوا بتی رکھتا نیچے کے پھوڑے پر روغن کی مالش بند اس لیے کہ حرکت نہ ہو، جب اوپر کے زخم کو آرام ہوا، جب تک نیچے کا خوب سخت ہو گیا اب جو کھڑا ہوا تو پاؤں بالکل ٹیڑھا، اور اس تمام قصے میں دس مہینے ہو گئے۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اگر نیچے کے بڑا زمانہ چاہیے۔ تم بریلی جاؤ۔ اور اعلیٰ حضرت سے

دریافت کرو اب کیا کرنا چاہیے؟ میں بریلی گیا۔ ۳ر دن حاضر رہا، چونکہ اپنی بات عرض کرنے کی عادت نہ تھی، کہا نہیں گیا۔ شب کے ۱۲ر بجے کی گاڑی سے واپسی کا خیال ہے، تانگہ دروازہ پر کھڑا ہے، بعد عشا حضرت تشریف رکھ کر کچھ باتیں فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت سے دریافت کر کہ اب پھر وہی روغن استعمال کریں، یا کیا کریں؟ اس میں پھر بہت وقت لگے گا۔ فرمایا: کہاں ہے؟ اعلیٰ حضرت میرے دہنے ہاتھ کی طرف بیٹھے تھے، ان کا بایاں دست مبارک ہلتے نظر آیا، بس ہاتھ اٹھا لیا نہ دم فرمایا نہ کچھ اور فرمایا نہ میں نے کچھ اور عرض کیا۔ بعدہ رخصت ہو کر تانگہ میں سوار اسٹیشن آیا، جب اسٹیشن پر اتر کر اندر گیا ریل میں بیٹھا تو اس کے چلنے میں کچھ نرمی معلوم ہوئی اور جب میرٹھ اسٹیشن پر اتر کر گھر چلا، تو کچھ بھی نہ تھا، اور دوسری بات یہ کہ جو زخم علاج سے اچھا ہوا تھا، وہ عرصہ تک گھوڑے کی سواری پر دکھتا بھی تھا مگر یہ بالکل اچھا تھا۔ سبحان اللہ یہ عجیب وغریب تصرف تھا۔

◆ مولوی محمد حسین ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور مولانا عبد العلیم صاحب بریلی گئے۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت نے عرصہ سے کچھ نوش نہ فرمایا تھا، گھر والوں نے بہتیرا عرض کیا مگر قبول نہ ہوا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر حسن میاں مرحوم نے فرمایا کہ آج حضرت کو ۳۱ر دن ہوئے کوئی چیز نہیں کھائی ہے۔ ہر چند عرض کیا مگر نہیں مانتے۔ آپ لوگ مہمان ہیں، مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے، آپ صاحبان عرض کریں۔ جب حضرت نماز کو تشریف لائے، مولانا عبد العلیم صاحب نے عرض کیا، کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا،

پھر جواب نہ ملا تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ مولانا آپ یہ کس غرض سے فرمارہے ہیں؟ عرض کی: حضور کے تمام اوقات دینی کاموں میں مشغول ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضور کو ضعف نہ ہو، ورنہ ان کاموں میں حرج ہوگا۔ فرمایا کہ میرے ذمہ فتاویٰ نویسی، پنجوقتہ جماعت میں حاضر ہونا، اگر کوئی صاحب تشریف لائیں، اور کچھ دریافت کریں تو ان کا جواب عرض کرنا، ان تینوں کاموں سے آپ نے کس کام میں تساہل پایا؟ مولانا! یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی ہے کہ دانہ چارہ ملا تو کام کیا، ورنہ نہیں، انسان کی یہ خصلت نہیں۔ یہ سن کر کوئی جواب نہ بن پڑا، مگر پھر خوشامد کی۔ رضامند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ ابتداء تھوڑا تھوڑا دودھ دیا جائے، ورنہ نقصان ہوگا، آنتیں خشک ہوگئی ہیں۔ چنانچہ ترسٹھویں وقت ذرا سا دودھ دیا گیا۔

◆ مولوی محمد حسین میرٹھی ہی کا بیان ہے کہ ایک صاحب میرٹھ کے جو اول میں کسی دیوبندی مولوی سے بیعت ہوگئے تھے یہ سمجھ کر کہ بریلوی حضرات میں بزرگان دین کی تعظیم اور احتیاط زیادہ ہے بریلی گئے، اور اعلیٰ حضرت سے مرید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک دن میرے پاس آئے، دوران گفتگو دیوبندیوں کی تعریف کرنے لگے۔ میں سفر کشمیر کے لیے تیاری کر رہا تھا اس لیے جلدی میں گھر چلا آیا، اور سفر کو چل دیا۔ میرٹھ سے راولپنڈی تک ریل ہے، اس میں ۲۴ گھنٹے لگے، مگر خیال برابر رہا۔ راولپنڈی پہنچتے ہی میں نے عریضہ لکھا کہ چلتے وقت فلاں صاحب کا یہ واقعہ پیش آیا میں چاہتا ہوں کہ وہ سنبھل جائیں۔ کشمیر سے واپس آکر معلوم ہوا کہ انھیں دنوں بریلی سے ایک تار ان کی طلبی کا آیا یہ گئے، اور دوتین دن بعد واپسی کی اجازت چاہی، مگر نہ ملی۔ پھر دوتین دن بعد

اجازت چاہی، پھر نہ ملی، حتی کہ ایک ہفتہ وہاں رہے، کسی قسم کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ بعد ایک ہفتہ اجازت ملی۔ واپس آئے، خیالات نہایت درست اور بالکل پختہ تھے جو باقی عمر پختہ ہی رہے۔

◆ مولوی مبین الدین صاحب امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امروہہ سے چند اشخاص حافظ محمد شفیع صاحب، ومحمد ابراہیم خاں صاحب، ورفیق احمد صاحب درخشاں، بریلی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بی بی جی کی مسجد میں جلسہ منعقد تھا، محمد ابراہیم خاں صاحب ورفیق احمد صاحب اور محمد شفیع صاحب کے والد حافظ کرامت اللہ صاحب نعت خواں تھے، اسی جلسہ میں ان حضرات نے نعت پاک سنائیں۔ حافظ کرامت اللہ صاحب امروہہ کے منتخب نعت خواں تھے، اور شب بیدار عابد وزاہد۔ جلسہ سے فارغ ہو کر یہ حضرات اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت نعت خوانی کا تذکرہ تھا، اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ حافظ کرامت اللہ صاحب کی طہارت میں نقصان ہے، انھیں چاہیے کہ کامل طہارت کیا کریں۔ جب صاحب مذکور سے کہا گیا کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا، تو غور کے بعد بولے کہ بالکل سچ فرمایا۔ میں استنجا صرف ڈھیلے سے کرتا ہوں، پانی سے نہیں کرتا ہوں۔ پھر غالباً اس مرتبہ یا اس کے بعد رفیق احمد صاحب درخشاں اور حافظ محمد شفیع صاحب اور محمد ابراہیم خاں صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔

◆ مولوی ابو علی محمد تقی احمد صاحب مالا باری قادری نقشبندی امام مسجد

کلیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دھوراجی حاجی عبدالغنی صاحب کے یہاں مقیم تھا کہ استاذی مولانا امجد علی صاحب وہاں تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کے حالات کے ضمن میں بیان فرمایا کہ ہم اعلیٰ حضرت سے درس حدیث لے رہے تھے کہ خلاف عادت حضرت وہاں سے اٹھے، اور پندرہ منٹ بعد قدرے متفکر پریشان واپس تشریف لائے، اور دونوں ہاتھ آپ کے مع آستین کے تر تھے تو مجھے پکارا، میں مسجد کے باہر آیا، تو حکم فرمایا کہ دوسرا خشک کرتا لے آیئے۔ میں نے حاضر کیا، حضور نے پہنا، اور ہم لوگوں کو درس حدیث دینے لگے، لیکن میرے دل میں یہ عجیب بات کھٹکی تو میں نے وہ دن تاریخ وقت لکھ لیا، چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحفہ تحائف لے کر حاضر ہوئی، جب وہ لوگ چند دن رہ کر واپس جانے لگے، تو میں نے ان سے حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے، اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا؟ تو ان لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم فلاں تاریخ کشتی میں سوار ہوئے، ہوا تیز چلنے لگی، موجیں زیادہ ہونے لگیں، یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے، اور ہم لوگوں کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا، تو ہم نے اعلیٰ حضرت سے توسل اور نذر مانی تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا، اور کنارا اس کا پکڑ کر گھاٹ کے کنارے پہونچا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کے توسل کی برکت سے ہم لوگوں کو بچالیا، تو وہی نذر پوری کرنے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ حضرت استاذ نے اس جگہ کا نام فرمایا تھا، لیکن ہم اس وقت بھول گئے۔

◆ مولوی مبین الدین امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ

تحریر فرماتے ہیں کہ محترم عاشق حسین صاحب زبیری میرٹھی نے مجھ سے کئی مرتبہ اس کو بیان کیا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بریلوی و مولوی محمد حبیب اللہ صاحب میرٹھی کے ساتھ بریلی حاضر ہوا، وہ زمانہ حضرت خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی صاحب علیہ الرحمہ مارہروی کے عرس سراپا قدس کا تھا۔ وہاں پہنچ کر طبیعت میں خواہش ہوئی کہ حضرت سے بیعت ہو جاؤں۔ کسی نے خدمت اقدس میں عرض کر دیا کہ یہ صاحب داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت نے مجھ کو داخل سلسلہ فرمالیا، اور شجرہ شریف اور کچھ اوراد تعلیم فرمائے، اور ایک ترکیب سورہ تبت یدا کی تعلیم فرمائی، کچھ مدت کے بعد والد صاحب کے ساتھ موضع سوندھ شریف ضلع گوڑگاؤں میں حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت میاں راج شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند تھے، اور والد صاحب مرحوم نیز دیگر اکثر اہل خاندان کے پیرو مرشد تھے، وہاں پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی انھیں سے بیعت ہونا چاہیے تھا، کیوں کہ یہ خاندانی پیرو مرشد بھی ہیں، اور صوفی بھی ہیں، اور اعلیٰ حضرت تو عالم ہیں، صوفی تو نہیں۔ چنانچہ بیعت کا خیال حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ظاہر کیا، اور اعلی حضرت سے بیعت ہونا بھی عرض کر دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ دونوں ایک ہی خاندان قادریہ سے متعلق ہیں۔ ایک ہی بات ہے اب تم کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تم جب بریلی میں بیعت ہو چکے بس وہی کافی ہے۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا کہ پیر بمنزلہ امام اور مرید مثل مقتدی۔ اگر مقتدی نے نیت توڑ دی، تو وہ جماعت سے الگ ہو گیا اب وہ دوسری جگہ جماعت میں

شریک ہوسکتا ہے۔ الغرض میں نے اپنی اوائل عمری اور حقیقت بیعت کو نہ مجھنے کی بنا پر ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا۔ بالآخر حضرت شاہ صاحب نے بیعت فرمالیا، یہ واقعہ صبح کو ہوا۔ چونکہ گرمی کا موسم تھا، بیعت و فراغت طعام کے بعد میں خانقاہ شریف میں جا کر سوگیا۔ فوراً اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا، تشریف لائے، نہایت ناراض اور غصہ کی حالت میں مجھ سے فرمایا کہ یہاں کس بات کی کمی ہے، جو تم دوسری جگہ گئے ۔ لاؤ میرا شجرہ، اور اوراد بھی واپس کرو۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا: وہ عمل بھی واپس کرو، جو تم کو بتایا تھا۔ یعنی تبت یدا کا عمل، جو مجھے یاد بھی نہ تھا کہ حضرت نے تعلیم فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر فوراً میری آنکھ کھل گئی، اس وقت شاہ عبداللہ شاہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اجی میاں اعلیٰ حضرت ناراض ہو گئے، خواب میں تشریف لا کر شجرہ وغیرہ واپس لے گئے۔ شاہ صاحب کچھ دیر تک خاموش رہ کر فرمانے لگے، میرے گھر کا بچہ تھا، میرے پاس آ گیا۔ مولوی صاحب کو ناراض نہ ہونا چاہیے تھا، اور بہت دیر تک کچھ کچھ وقفہ کے بعد اسی جملہ کی تکرار فرماتے رہے۔ پھر میں خانقاہ واپس چلا آیا، پھر والد صاحب کے ساتھ میرٹھ واپس آ گیا، لیکن اعلیٰ حضرت کی ناراضگی کا میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ میں ہر وقت پریشان رہنے لگا، اور دنیوی تفکرات کا ہجوم رہتا، اور کچھ عجب کرب و بے چینی دل میں پاتا تھا، اسی حالت میں دو سال گزر گئے۔ بالآخر دل نے کہا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت سے معافی کا خواستگار رہوں۔ چنانچہ بریلی حاضر خدمت اقدس ہوا، اور تمام واقعہ اعلیٰ حضرت کی خدمت عالیہ میں عرض کیا، اور روتا رہا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میاں تم ابھی بچے ہو۔ پیری مریدی کو ابھی سمجھتے نہیں۔ ایک جگہ بیعت ہونے کے بعد

دوسری جگہ بیعت ہونا جائز نہیں خیر۔ اس کے بعد وہ پریشانی دور ہوئی۔

◆ حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت، حاجی خدا بخش صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت اس مکان میں تشریف لے جا کر بیٹھے تو لڑکے نے مٹھائی لا کر رکھی کہ گیارہویں شریف کی فاتحہ کر دیجیے۔ حضرت نے اس پر فاتحہ دی اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے، اس کے بعد اس لڑکے کی بیوی بھی سامنے سر سے پاؤں تک چادر سے اپنے آپ کو چھپائے ہوئے آ کر کھڑی ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت سر اٹھائیں تو میں سلام کروں ۔حضرت نے سر اٹھایا تو اس نے سلام کیا۔ حضرت نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ تم یہاں پر بیاہی ہو(۱)؟ وہ عورت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز سے بیعت تھی۔ (ق۲۶)

◆ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے جو سلسلہ سفر جبل پور میں تحریر فرمایا کہ حضرت عید الاسلام جناب مولانا مولوی عبد السلام صاحب مد ظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت ایک سفید چینی کی بڑی قاب میں بھر کر بطور نذر حضور کی خدمت میں پیش کیا، جسے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولانا! یہی کیا کم تھا جو آپ نے اس وقت تک صرف کیا؟ اور حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کہ اسے رکھ لو اور میرے وظیفہ کی صندوقچی اٹھا لاؤ۔ حاجی صاحب نے وہ روپے سامنے کمرہ میں رکھ دیئے، اور وظیفہ کی ہشت پہل صندوقچی پیش کیا، جس کا طول تخمیناً ایک فٹ ہوگا، اور جس میں ایک طویل سفید کپڑے پر سیاہ ڈورے کے حروف تھے۔ یہ وظیفہ حضور کو اپنے شیخ سے ملا تھا،

جسے بعد نماز فجر پڑھا کرتے تھے، اور یہ صندقچہ مقفل رہا کرتا تھا، جس کی کنجی حضور اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس صندقچی میں بجز وظیفہ کے اور کوئی چیز نہیں رہتی تھی، اور نہ اس میں گنجائش تھی کہ دوسری شی رکھی جاتی۔ اب حضور اس صندوقچی کو اپنے سامنے رکھ کر کھولتے ہیں، اور ڈھکنا بالکل نہیں کھولتے، بلکہ تھوڑا سا اٹھا کر الٹے ہاتھ سے جھکائے رکھتے، اور سیدھا ہاتھ بار بار بغیر دیکھے اندر ڈالتے، اور روپیہ نکالتے اور فرداً فرداً مولانا کے ملازمین و ملازمہ و خدام و رضا کاران وغیرہم پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرماتے رہے۔ تعجب ہوتا تھا کہ اس قدر روپے اس صندوقچہ میں کہاں سے آگئے؟ اور اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ مولانا عبد السلام صاحب کی بہو یعنی برہان میاں صاحب کی اہلیہ کو، اور ان کی بچیوں کو طلائی زیورات، بلکہ سب سے چھوٹے بچہ کے لیے سلا ہوا کرتا ٹوپی اسی صندوقچی سے برآمد ہوا۔ حالانکہ وظیفہ کی صندوقچی اس دوران سفر میں بسا اوقات وظیفہ پڑھنے میں دیکھی گئی، بجز وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نظر نہیں پڑا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو مجھ سے مولانا حسنین رضا خان صاحب نے اسی تعجب کے ساتھ بیان کیا تھا بلکہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ نہ صرف مولانا عبد السلام صاحب ہی کے اعزہ کے لیے بلکہ خاص خاص سیٹھ صاحبوں کی بچیوں کے لیے بھی کافی طلائی زیورات اعلیٰ حضرت نے وظیفہ کی صندوقچی میں سے نکال نکال کر عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ سیٹھ صاحبوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی کیا خدمت کی؟ جو کچھ دعوت اور خاطر مدارات میں صرف کیا اس سے کہیں زائد کے زیورات اعلیٰ حضرت نے ہم لوگوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے عطا فرمائے۔

مولوی حسنین رضا خان صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے، اور کب اس صندوقچی میں رکھے؟ اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ بھی جگہ نہ تھی۔ اتنے زیور اس میں کہاں سے آگئے، اور کیسے گنجائش ہوئی؟ واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے، جود وسخا کا روشن برہان اسی طرح بین کرامت کا پرزور ثبوت ہے۔ (ق ۵۶/۵۷)

مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ مسجد منہاریان نے فرمایا کہ مولانا (امجد علی صاحب جب حج سے واپس آرہے تھے تو ان) کی آمد اور حضور کے ریلوے اسٹیشن تشریف لے جانے کی خبر رات ہی میں عام ہو چکی تھی۔ لہٰذا میں نے نماز فجر حضور ہی کی مسجد میں پڑھی۔ نیز اور مسلمان بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ بعد نماز حضور کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ریلوے جنکشن والے نبن میاں کی پھٹن بسا اوقات سواری کے لیے آیا کرتی تھی، اور وہ اس وقت تک نہ آئی تھی۔ ریل کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔ میں بغیر کسی سے کچھ کہے سواری کی تلاش میں قطب خانہ دوڑتا ہوا گیا۔ ایک تانگہ والے سے کہا: اس نے کہا کہ حضور تو نبن کی پھٹن میں جاتے ہیں۔ غرض میرے اصرار سے وہ چلا آیا۔ چنانچہ جب تانگہ حضرت ننھے میاں صاحب کے مکان کے قریب موڑ پر پہونچا، تو تانگہ والے نے کہا کہ گاڑی کھڑی ہے میں نے اتر کر تانگہ سے دیکھا تو واقعی گاڑی کا کچھ حصہ چمک رہا تھا، اور سب لوگ پھاٹک پر جمع تھے۔ مسجد کے قریب یا جہاں تک تانگہ پہنچا تھا، کوئی نہ تھا۔

مختصر یہ کہ تانگے والا واپس جانے لگا تو میں نے ایک چونی اپنی جیب سے نکال کر اسے دی، اس نے کہا بھی کہ رہنے دیجیے، مگر میں نے اس کے حوالے کر دی، اور وہ گلی کی موڑ ہی سے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے اور میرے چونی دینے کو کسی نے نہ دیکھا۔ اب میری چار پانچ روز کے بعد حاضری ہوتی ہے، اس وقت حضور مجھے ایک چونی عطا فرماتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں: حضور یہ کیسی ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: اس روز تانگے والے کو جو آپ نے دی تھی۔ میں نے یہ عرض کرتے ہوئے کہ وہ بھی حضور ہی کی تھی، لینے میں قدرے تأمل کیا۔ مگر بایمائے دیگر حضرات کہ اس تبرک کو کیوں چھوڑتے ہو؟ اسے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ چنانچہ جب تک وہ میرے پاس رہی نمایاں برکات میں نے پائے۔

(ق، ۲۱۰)

اکابرین و مشاہیر کی رائیں

❀ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے فرمایا کہ اب اس وقت دین داری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص مولانا عبد القادر صاحب بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں صاحب سے محبت رکھے، اسے دین دار جانو، اور جو ان دونوں سے بغض وعداوت رکھے، اسے سمجھ لو کہ بدمذہب ہے، یا کسی بدمذہب کے پھیر میں پھنسا ہوا ہے۔ اور جس مسئلہ پر ان دونوں کا اتفاق ہو اسے جانو کہ یہ مسئلہ بہت ہی محقق ہے۔ اور جس مسئلہ سے ان دونوں کو اختلاف ہو اسے جان لو کہ یہ غیر محقق اور غلط ہے۔ اور فرماتے کہ ہمارا تو اب یہی دستور العمل ہے کہ جو مسئلہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا، اس پر دل فوراً مطمئن ہوگیا، اور آپ کی اعلیٰ تحقیق اور غور وتدبر کے کثیر در کثیر مشاہدات وواقعات نے یہ حالت کردی تھی کہ جو مسئلہ دریافت کرتا اس کی نسبت لکھ دیتا کہ مسئلہ کا حکم لکھ دیجیے دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس لیے فقیر کا بھی یہی دستور العمل ہے۔

❀ مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمن خاں صاحب نے دربار فضائل میں ذکر کیا کہ ۱۲۹۳ھ ماہ مبارک رمضان شریف میں کہ اعلیٰ حضرت کی عمر شریف ۲۱ر سال کی تھی، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب سے ملنے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا،

اور تاکید فرمائی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے، حضور سے ملنا چاہتا ہے۔ انھوں نے جا کر کہا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں، ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: تشریف لائیں۔ بعد ملاقات اعلیٰ حضرت نے مجلس میلاد شریف کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: تم عالم ہو، پہلے تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں مستحب جانتا ہوں۔ فرمایا: اب لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے یہی نہ کہ مکہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انھوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے، اور مجلس میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں، جو صحابہ اس مجمع میں بیان کرتے تھے، فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) باٹتے ہو اور صحابہ اپنا موڑ (سر) باٹتے تھے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کو بکمال شفقت و محبت تین دن تک مہمان رکھا۔ ۲۹ر ماہ مبارک کو رخصت کیا، جب عید سر پر آگئی۔ وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ نے دل میں خیال کیا کہ میں تو اس کو کافر کہتا ہوں جو حضور اقدس کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں، یہ خیال آتے ہی معاً مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! جو کوئی ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت سے فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹپیا (سر کی ٹوپی)

تمہارے موڑ پر دھر دیں، اور تمہارے موڑ کی ٹپیا اپنے موڑ پر رکھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے براہ ادب سر جھکا دیا، مولانا نے اعلیٰ حضرت کی کلاہ مبارک اپنے سر پر رکھ لی، اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت کے سر مبارک پر رکھ دی جو بطور تبرک اب تک محفوظ ہے۔

فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ بعینہٖ یہی واقعہ مولوی حافظ محی الدین صاحب عرف لعل محمد صاحب نے منڈوا ضلع فتح پور سے بھی لکھ کر بھیجا ہے اور مجھے بھی خیال آتا ہے کہ میں نے بھی خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے اس واقعہ کو سنا ہے اس لیے اس کی صحت میں شک نہیں۔ (دیکھئے دبدبہ سکندری، اور سوانح حضرت فضل رحمٰن)

❀ مولانا جمیل الرحمٰن صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت اقدس سیدنا شاہ ابو الحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کو جو خصوصیت اعلیٰ حضرت قبلہ سے تھی محتاج بیان نہیں۔ ہمیشہ جملہ مسائل وعقائد میں اعلیٰ حضرت مدظلہ اور حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہ العزیز سے مشورہ فرماتے، اور جو جو مدائح فرمایا کرتے ہر بار رباب صحبت پر واضح ہیں۔ ایک صحیفہ شریفہ میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کو تحریر فرمایا:-

مولوی صاحب خدا کی قسم میں حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے سے بہتر خلیفہ آپ کو جانتا ہوں۔

اکثر دعا فرمایا کرتے:-

الٰہی! میری عمر میں سے اعلیٰ حضرت کو عمر عطا فرما۔

۱۳۲۳ھ جب اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ حرمین طیبین حاضر ہوئے، اکثر دعا فرمایا کرتے:

الٰہی! مجھے موت نہ آئے جب تک مولانا احمد رضا خاں صاحب کو بالخیر واپس آیا ہوا دیکھ نہ لوں۔

محرم ۱۳۲۰ھ کو ایک خط بصیغہ رُجسٹری بھیجا جس کی نقل مطابق اصل یہ ہے:

چشم و چراغ خاندان برکاتیہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب ام عمرھم و علمھم۔

از ابوالحسین بعد دعا مقبولیت فقرہ محررہ القاب سطر بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو دیا تھا باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا تحریر فرمایا کرتے تھے چونکہ اب میں بظاہر اسباب انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں: ع:

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے، اور جگہ خالی کر گئے، تو اب سوائے آپ کے حامی کار اس خاندان عالیشان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔ لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچا دیا۔ بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا، اور میں نے بطیب خاطر بلا اکراہ و جبر، و رغبت قلب یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا، اور بخش دیا۔ یہی خط اس کی سند میں باضابطہ رہے۔

فقط ابوالحسین از مارہرہ ۲۲ محرم ۱۳۲۰ھ

چنانچہ حسب الحکم حضرت والاشان وہ فرمان مبارک محفوظ ہے۔

❀ جب اعلیٰ حضرت قبلہ نے مکہ معظمہ میں رسالہ مبارکہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ تالیف فرمایا، اور علمائے مکہ معظمہ میں اس کی شہرت ہوئی، وہاں کے معظم ومحترم جلیل القدر عالم شیخ الخطبا والائمہ، حضرت مولانا احمد ابوالخیر میر دادا نے کہلا بھیجا کہ میں بھی اس رسالہ کا مشتاق ہوں، اور خود آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں، اور پاؤں کی معذوری کے سبب آنہیں سکتا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ تشریف لے گئے اور تمام رسالہ ایک جلسہ میں حضور کو سنا دیا حضرت شیخ الائمہ نے کمال مدح وستائش فرمائی۔ اور صد ہا دعائیں دین وقت رخصت اعلیٰ حضرت دام ظلہ مقدس نورانی عالم کی تعمیل کے لیے جن کی عمر پاک ستر برس سے متجاوز تھی ان کی قدم لینا چاہا اس پر شیخ الائمہ نے فرمایا: انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم میں آپ کے پاؤں چوموں میں آپ کے نعلین کو بوسہ دوں۔ حق یہی ہے کہ اہل فضل کی قدر فضل والا ہی جانتا ہے: ع انما یعرف ذاالفضل من الناس ذوولا

اس کا حال رسالہ مبارکہ الاجازات المتینہ لعلما بکۃ والمدینۃ سے ظاہر ہے۔ ستائیس حضرات علما نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے سندیں لیں، اجازت حدیث حاصل کیں۔

❀ حضرت والا مولانا سید عبد القادر طرابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا حسین خطیب مدنی اس زمانہ میں ترکستان تشریف لے گئے تھے، وہاں سے واپس آ کر اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری اور علمائے کرام کی سند لینے، اعلیٰ حضرت کی تصنیفات علمی قابلیت کا حال سنا۔ مدینہ طیبہ سے

خاص عزیمت فرما کر تحصیل بعض نوادر علوم مثلاً جفر رائچہ ارثما طیقی لوگارتم وغیرہ علوم کے لیے اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں بریلی شریف لائے ، اور فرمایا کہ میں جب سفر سے واپس آیا، علمائے مدینہ میں سے جولوگ آپ سے مل چکے تھے، ان سے کو آپ کا کمال مداح پایا، اور جو نہ ملے تھے، ان کو افسوس کرتا پایا۔لہٰذا میں وہاں سے صرف آپ کی زیارت اور آپ سے تحصیل علوم وفنون کے لیے آیا ہوں۔ یہ ۵رصفر ۱۳۲۸ھ کا واقعہ ہے۔

❁ حضرت اقدس، شیخ علماء الحرام سیدی مولانا سید احمد زین دحلان قدس سرہ العزیز کے بھتیجے جناب مولانا سید عبداللہ دحلان مکی ۲۱ر جمادی الاخرہ ۱۳۲۸ھ میں تشریف لائے ، اور اعلیٰ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی حدیث ، اور دیگر علوم کی اجازتیں حاصل کیں، اور نوادر علوم کسب واستفادہ فرمایا۔

❁ حضرت سید ابراہیم حسین صاحب مدنی اس سے پہلے ۱۳۲۵ھ میں تشریف لائے ، اور زمانہ دراز تک علم جفر وتکسیر حاصل کیا۔اسی زمانہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند دل بند عنایت فرمایا، یہ پہلے پہل صاحبزادے بہت آرزو وتمناؤں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ا ن کے قبل سب لڑکیاں ہی تولد ہوئی تھیں، اس لیے ان کی پیدائش کے بعد بہت ہی بڑی مسرت اور خوشی تمام خاندان میں ہوئی تھی، حضرت سید ابراہیم حسین صاحب بطور یادگار اپنے نام ابراہیم رضا تجویز کیا، اور اعلیٰ حضرت نے پسند فرمایا تھا۔

❁ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بخاری جو حضرت استاذ الاستاتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھ کے شاگرد رشید اور فارغ التحصیل ذی علم وقابلیت شاگرد رشید اور صاحب فضل وکمال وکشف وکرامت تھے، تحصیل علم جفر میں اپنے پیرانہ سالی میں حضرت سید شاہ الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں مارہرہ شریف پہونچے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اس فن کے بہت بڑے جاننے والے مولانا احمد رضا خاں صاحب ہیں، آپ بریلی تشریف لے جائیے، اور ایک سفارشی خط میاں صاحب نے اعلیٰ حضرت کے نام بھیجا کہ میں بخاری صاحب کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہوں، آپ ان کو علم جفر و تکسیر کی تعلیم کیجیے۔ چنانچہ تقریباً ایک سال بخاری صاحب نے بریلی شریف اقامت فرما کر ان دونوں علموں کو حاصل کیا۔ اس کے بعد سنگاپور ایک عمل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں تک خطوط آتے رہے۔ بریلی شریف میں جناب ننھے میاں صاحب کے بالا خانہ قیام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو دست غیب کا عمل تھا، اس قدر شاہانہ خرچ تھا کہ سمجھ سے ورا تھا، کپڑے بہت نفیس اور قیمتی پہنا کرتے، چائے کا سلسلہ رات دن لگا رہتا۔ سماوار ہر وقت گرم رہتا جو آتا چائے ضرور پیتا، نہ معلوم کہ کہاں سے خرچ آتا؟۔

❁ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کے ایک پیر بھائی ساکن محلہ گڑھی جنھیں لوگ انجینئر صاحب کیا کرتے ہیں، اور اسی نام سے معروف ومشہور ہیں، ان کا کسی دور دراز مقام پر گزر ہوا، دوران قیام میں وہاں کے لوگوں سے

معلوم ہوا کہ یہاں ایک پہاڑی کی چوٹی پر کوئی درویش ہیں، مگر وہ کسی کو اپنے پاس نہیں آتے دیتے ہیں، اور اگر کوئی پہاڑ پر چڑھنے کی جرأت کرتا ہے، تو اس پر سے پتھر آنے لگتے ہیں۔ انجینئر صاحب نے یہ سن کر تنبیہ کرلیا کہ میں جاؤں گا ضرور خواہ کچھ بھی ہو۔ الحاصل جب انھوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو واقعی پتھر لڑھکتے ہوئے آنے لگے، مگر انھوں نے مطلقاً پرواہ نہ کی، اور نظر جھکائے ہوئے چڑھتے ہی چلے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ جیوں جیوں قدم بڑھتا جاتا تھا پتھروں کی کھڑکھڑاہٹ بڑھ رہی تھی، ایسا بھی ہوا کہ ان کے برابر سے پتھر نکل گیا، مگر لگا کوئی نہیں۔ بالآخر یہ اوپر پہونچ گئے، دیکھا کہ ایک فقیر صاحب گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ یہ سامنے دیر تک خاموش کھڑے رہے، بہت دیر کے بعد فقیر صاحب نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ انھوں نے سلام کیا، جس کے جواب میں وعلیکم السلام فرمایا۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: بابا! میرے پاس کیوں آیا ہے؟ ترا حصہ تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہاں بریلی شریف میں ہے، وہیں جا۔ یہ فوراً سلام کرکے واپس چلے آئے۔

❁ سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ مکٹھ شریف پنجاب کے رہنے والے دہلی سے اپنے ایک آدمی کے ذریعہ جن کا اسم گرامی صوفی احمد دین صاحب تھا، اور لاہور کے باشندے تھے، اپنی آمد کی اطلاع دیتے ہیں، صوفی صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں ہیں، اور بہت بڑے مشہور و معروف آدمی ہیں، نام نامی و اسم گرامی حضرت پیر غلام عباس ہے۔ ہم لوگ آستانہ عالیہ پر صفائی وغیرہ کرتے ہیں،

اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے ایک خادم کو صوفی صاحب کی معیت میں اسٹیشن روانہ فرماتے ہیں مگر پیر صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ دوسری بار پھر آدمی اسٹیشن جاتا ہے اور بے نیل مرام واپس آتا ہے۔ حضور نے فرمایا: ایک بار اور ہو آنا چاہیے۔ پھر ضرورت نہیں۔ چنانچہ تیسری بار میں پیر صاحب تشریف لے آئے، جن کی اعزاز واحترام کے ساتھ میزبانی کی گئی۔ اب شدہ شدہ پیر صاحب کی آمد آمد کی خبر کیمپ میں پہونچی، اور وہاں سے پنجاب کے بکثرت سلمان فوجی آدمیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور جب تک قیام رہتا ہے یہی کیفیت رہتی ہے، پھر تو حضور کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے۔ دوران قیام میں ایک روز پیر صاحب کی دعوت بھی کی۔ ایک روز صوفی احمد دین صاحب نے بیعت کی درخواست کی حضور نے انھیں داخل سلسلہ فرمایا۔ انھیں سے ایک روز پیر صاحب کی تشریف آوری کا سبب معلوم ہوا، اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ پیر صاحب کے ہزاروں مرید ہیں مگر حضور سے خلافت واجازت اور تکمیل تمنا میں تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے ایک دن تخلیہ چاہا۔ ہم سب لوگ ہٹ گئے۔ غالباً یہی مرحلہ حضور سے طے کیا گیا۔ پیر صاحب تقریباً دو ڈھائی ہفتہ مقیم رہے۔ اخیر جمعہ کی صبح کو حضور ایک بادامی پرچہ پر کچھ لکھ کر لاتے ہیں، اور پیر صاحب کو دیتے ہیں، وہ اس تحریر منیر کو لے کر دیکھتے ہیں، اور کہتے ہیں: حضور میری سمجھ میں ایک حرف بھی نہیں آیا۔ حضور نے فرمایا: یہاں اندر کمرہ میں آیئے تو سمجھ میں آجائے گا۔ پیر صاحب کمرہ میں جس وقت پہونچے، حضور نے فوراً کمرہ بند کرلیا۔ میں اور برادرم قناعت علی سہ دری میں کام کرتے رہے، یہ تخلیہ کئی گھنٹوں رہا۔ کمرہ کی سب جوڑیاں کیواڑوں کی

بند ہوجانے سے بالکل اندھیرا ہوگیا ہوگا۔ پھر یہ کہ اتنی دیر سے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کوئی اس کمرہ کے اندر ہے، سکوت محض پایا گیا۔ غرض بڑی دیر میں حضور نے کواڑ کھولے، اور پیر صاحب سے یہ فرماتے ہوئے کہ اب اجازت دیجیے، جمعہ کا دن ہے، اندر تشریف لے گئے۔ بعدہٗ پیر صاحب اپنے پلنگ پر کھڑے ہوگئے، اور جھوم جھوم کر ہم لوگوں سے فرمانے لگے کہ آپ حضرات بڑے خوش قسمت ہیں، میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے بزرگ کے آپ مرید ہیں، اور میں آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، میرے ہزاروں مرید ہیں، اور میں حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں، اور دنیاوی وجاہت یہ دیکھتا ہوں کہ پنجاب کا گورنر میرے سامنے پینٹ اتار کر آتا ہے، لہٰذا میرے ان الفاظ کو ہلکا نہ جانیے، واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ان کا انداز کلام اس وقت کا یہ بتاتا تھا کہ جو کچھ انھوں نے دیکھا، اس کو ظاہر نہیں کرسکتے تھے، اس لیے اجمالی الفاظ پر اکتفا فرما رہے تھے۔ اس کے بعد پیر صاحب تشریف لے گئے، اور کچھ عرصہ کے بعد دو بڑے پنجروں میں کئی سو بٹیر کھانے کے لیے حضور کی خدمت میں بھیجے۔

❁ فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں کہ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ساتھ حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے، اور وہاں کے مشاہیر علمائے کرام کی خدمت میں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، اور ان سے اجازت احادیث حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام میں ادا فرمائی، بعد نماز امام شافعیہ حضرت مولانا حسین بن صالح جمل اللیل نے

بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا، اور حضرت کو لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے، اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا: انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔ اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عطا فرمائی، اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

❁ مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری کا بیان ہے کہ سمستی پور غریب خانہ پر مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا عبید اللہ صاحب الہ آبادی کانپوری کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ حاضرین میں والد ماجد مولوی جعفر علی صاحب فریدی مدظلہ کے علاوہ چند اہل علم مشائخ بھی تھے کہ کسی نے اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا، اس پر مولوی غلام یحییٰ جو جالہ ضلع دربھنگہ کے قریب کسی دیہات کے ساکن ہیں، جس میں اہل حدیث و مغل آباد ہیں برملا کہنے لگے کہ طالب علمی کے زمانہ میں کانپور میں مولانا تھانوی آئے تھے، میں بھی حاضری دیتا رہا۔ روانگی کے وقت اسٹیشن پر مولانا بریلوی کا ذکر آیا، اس پر مولانا تھانوی نے کہا کہ وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھا، ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔

انھیں کا بیان ہے کہ ۱۹۲۸ھ میں احقر مولانا غلام یحییٰ صاحب ہزاروی سے مدرسہ الٰہیات کانپور میں ملاحسن میبذی وغیرہ پڑھ رہا تھا کہ ایک ولایتی طالب علم محمد زمان نامی ڈھابیل مدرسہ سے آکر شرح چغمینی، حمد اللہ میں شریک ہوئے۔ ایک دن علمائے ہند کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے شاہ صاحب مولانا انور شاہ کشمیری نے کہا: مولوی احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے، ان کا اخیر وقت مردہ سنت (اذان بین یدیہ خارج مسجد) کے

احیا میں گزرا۔

❀ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبد الرحمٰن وہاں مدرس حرم شریف اپنی تقریظ کتاب مستطاب حسام الحرمین میں فرماتے ہیں: الذی شھد لہ علما البلد الحرام بانہ السید الفرد الامام یہ وہ ہیں جن کے لیے مکہ معظمہ کے علما نے شہادت دی کہ وہ سردار یکتا امام ہیں۔

❀ مولانا مولوی قادر بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے۔ ایک مرتبہ بسلسلۂ وعظ موضع رجہت ضلع گیا تشریف لے گئے۔ یہ بستی سادات کرام کی ہے، اس بستی کے لوگ سجادہ نشینانِ سہسرام کے رشتہ دار ہیں۔ ان کی شادیاں اس وقت تک رجہت اور پچروکھی وغیرہ میں ہوا کرتی ہیں۔ رجہت ہی کے رہنے والے میرے دوست مولوی سید شاہ غیاث الدین صاحب چشتی نظامی فخری رجہتی بہاری اور پچھروکھی کے رہنے والے میرے مخلص محترم مولانا مولوی سید احمد عالم صاحب قادری برکاتی رضوی صدر مدرس مدرسہ قادریہ بسرام پور شیر گھاٹی ہیں۔ یہاں کے باشندے پہلے سب کے سب سنی حنفی تھے۔ تھوڑے دنوں سے کچھ وہابیت کا اثر ہوگیا۔ اور کچھ لوگ غیر مقلد ہوگئے۔ ان لوگوں کی برادری کی وجہ سے سجادہ نشین صاحب سہسرام کے یہاں آمد رفت ہے، مگر اختلاف مذہب کی وجہ سے مسجد میں اعلان مذہب سے ممنوع تھے۔ تاکہ اختلاف وخلفشار پیدا نہ ہو۔ وہ لوگ جب آتے کمرہ ہی پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رجہت کے سنیوں نے مولانا قادر بخش صاحب

سہسرامی کور جہت وعظ کے لیے بلایا۔ وعظ کے بعد کھانا کھانے کے لیے بیٹھے، تو کسی نے پوچھا کہ مولانا! سنی اور وہابی کی کیا پہچان ہے؟ ایسی بات بتایئے کہ جس کو ہم لوگ بھی کر سکیں، اور اس کے ذریعہ سنی وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: ایسا آسان عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ جس کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بدمذہب؟ تو اس کے سامنے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجیے، اور اس کے چہرے کو بغیر دیکھئے، اگر چہرہ پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے، تو یقین جانیے کہ سنی ہے۔ اور اگر چہرہ پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے، تو سمجھئے کہ وہابی ہے۔ اور اگر وہابی نہیں، جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔ اس زمانہ میں لایحبه الاموءمن ولا یبغضه الامنافق میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔ (ن،ق،۶۲،۶۳)

❁ حضرت محدث سورتی صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے، وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل وکمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے، جو میں نے مولوی اسحاق محشی بخاری سے پائی، اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مرادآباد میں نصیب ہوئی،

بلکہ وہ ایمان جو مدار نجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، اور میرے سینہ میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کا بسانے والا اعلیٰ حضرت ہیں۔ اسی لیے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔

وصال شریف کی واقفیت

❀ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب حضور اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ وصال فرماگئے، تو اب یہ خیال آتا ہے کہ نہ صرف ماہ صیام گزارنا کوہ بھوالی پر مقصود تھا بلکہ ہم پسماندگان کو اپنی مفارقت کا آہستہ آہستہ عادی بنانا تھا، ورنہ انھیں برسوں پہلے بخوبی روشن تھا کہ میرا کس سال، اور نہ صرف سال بلکہ کس مہینہ، اور نہ صرف مہینہ، بلکہ کس تاریخ کس روز کس وقت کس منٹ پر وصال ہوگا۔ ملاحظہ ہو سرکار کا نعتیہ دیوان مسمّیٰ بہ 'حدائق بخشش' حصہ اول کے اخیر میں قصیدہ 'حضور جان نور' زیر عنوان 'حاضری بارگاہ بہیں جاہ' وصل دوم رنگ علمی کے دو شعر جو علی الاتصال موجود ہیں جن کے ظاہر معنی نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ وفات ۲۵ رصفر ۱۶ سال پہلے صاف لفظوں میں فرمادی تھی۔ 'حضور جان نور' تاریخی نام ہے، اور یہ اشعار دوسرے مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی روانگی میں راہ میں کہے تھے۔ یہ ۱۳۲۴ھ کا واقعہ ہے وہ اشعار یہ ہیں ؎

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے
ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

❁ بعد وصال قبل تدفین کاشانۂ اقدس سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر مکتوبات رضویہ کی جلد اول لائے، اور میرے روبرو ورق گردانی فرماتے ہوئے ایک صفحہ پر توقف فرمایا۔ اس فقیر نے اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ اس صفحہ پر حضور نے کچھ تواریخ وفات مرحومین وغیرہ کی استخراج فرمائی تھیں جن کا اندازہ ظاہر کرتے ہوئے میں اس تاریخ کو پیش کرتا ہوں جس سے میرا مقصود حاصل، وہ یہ ہے۔

۱۳۴۰ھ وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ط (مولوی وصی احمد صاحب)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے اعداد کا شمار بقاعدہ ابجد ۱۳۴۰ھ ہوتا ہے۔

اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۳۴ھ میں ہوا ہے، اسی لیے وَ کو الگ کر کے تحریر فرمایا۔ یعنی يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ط ان کا مادہ تاریخ ہے ــــــ اور آیت کریمہ ویطاف علیہم ہے، جس کے اعداد ۱۳۴۰ھ ہیں۔ لہٰذا حضرت محدث سورتی صاحب کا اسم گرامی لکھ کر محدود فرمانا، اس کو پردہ میں رکھنا ہوا، اور ظاہر ہے کہ اپنا نام تحریر فرما دینے سے انکشاف راز ہو جاتا، اس لیے حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی پر اکتفا فرمایا۔ جس کا صاف مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ واو چھوڑ کر پڑھنے سے محدث صاحب کی تاریخ نکلتی ہے، اور واو شامل کر لینے سے ہماری تاریخ وفات ہے یعنی چھ سال قبل اپنے وصال کی تاریخ مکتوبات شریف میں محفوظ کر دی تھی۔

جامع حالات فقیر قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جب حضرت استاذی وملاذی محدث سورتی قدس سرہ العزیز کی وصال شریف کے بعد

بنظر تعزیت پیلی بھیت حاضر ہوا، اس کی بعد بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے بھی حاضری دی۔ ایک دن حضور اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیہ کریمہ سے پائی، جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے، اور آیہ کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی: یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِاٰنِیَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّاَکۡوَابٍ ۝ اسی وقت میں نے آیہ کریمہ کے اعداد جوڑے تو ۱۳۳۴ھ نکلے۔ لیکن میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن اعلیٰ حضرت نے اس پر مطلع ہوکر فرمایا: کیا کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ اتنا اشارہ پاکر میں نے عرض کیا: آیہ کریمہ ویطاف ہے۔ اس پر تبسم فرمایا، اور ارشاد ہوا کہ پوری آیت اس بندہ خدا کی تاریخ ہوگی جس کا انتقال ۶ سال بعد ۱۳۴۰ھ میں ہوگا۔ اس وقت میرا ذہن حضور کی طرف نہ گیا، لیکن جب حضور کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا معاً خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت نے اس دن اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا، مگر میں سمجھ نہ سکا۔

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وصال شریف کے بعد جب اعلیٰ حضرت کو غسل دینے کے لیے بستر سے اٹھایا گیا تو سرہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر سورہ دہر کی یہ آیہ کریمہ لکھی ہوئی تھی: وَیُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِاٰنِیَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّاَکۡوَاب ۝ نیچے لکھا ہوا تھا اگر اس آیت کو واو سمیت پڑھا جائے تو میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے، اور اگر بغیر واو کے پڑھیں تو حضرت مولانا شاہ وصی احمد سورتی کے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا انتقال اعلی حضرت کے وصال سے ۶ ؍سال قبل ۱۳۳۴ھ میں ہوا تھا۔

❁ جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ دوران قیام کوہ بھوالی حضور کا ایک مفاوضہ عالیہ فقیر کے نام آتا ہے، آخر میں اسم گرامی سے پہلے ارقام فرماتے ہیں: چراغ سحر بلکہ آفتاب سر کوہ ــــــ یہ مفاوضہ عالیہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی روداد سال اول کے آخر میں شاید چھپا ہوا ہے۔

❁ کوہ بھوالی سے مراجعت ۱۴ ر محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ہوتی ہے۔ حضور کے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی احمد مارہری قدس سرہ العزیز کے عرس شریف کا زمانہ منقضی ہو چکا تھا کہ ۱۶،۱۷،۱۸ ر ذی الحجہ الحرام کو حضور کیا کرتے تھے، لہٰذا واپس آنے پر یہ تقریب منائی گئی، اور چونکہ نقاہت اس درجہ تھی کہ خدام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے، لہٰذا قل شریف کے لیے کاشانہ اقدس کے اندر ہی انتظام ہوا، اس وقت جو کلمات طیبات بطور وصایا ارشاد فرمائے وہ یہ تھے۔

وصایا کے کلمات:-

پیارے بھائیو! لا ادری مابقائی فیکم مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے دن تمہارے درمیان ٹھہروں؟ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے؟ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں میں ہوں، اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں۔ مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسری خود میری۔ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ

تمھیں بہکا دیں،تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمھیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔(الیٰ آخر ما قال وافاد) وسیاتی۔

❁ آیہ کریمہ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ ؕ بسا اوقات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

❁ جمعہ وصال سے ماقبل جمعہ میں بروقت حاضری مسجد صاف ارشاد فرمادیا تھا کہ آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے، آئندہ جمعہ چارپائی پر ہوں گا۔

❁ حضور کے برادر زادہ محبی مولوی حکیم حاجی محمد حسین رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری مظلہ حاضر ہوتے ہیں، اونبض کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں حضور ان کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کر استفسار فرماتے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف 'کچھ نہیں' کہہ کر ٹالنا چاہتے۔ دریافت فرمایا جاتا ہے: آج کیا دن ہے؟ یہ عرض کرتے ہیں: بدھ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: بدھ، جمعرات، جمعہ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ؕ

❁ نصف شب گزر چکی ہے۔ حضرت پیرانی صاحبہ محترمہ خدمت میں حاضر ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیوں بیٹھی ہو؟ جاؤ آرام کرو۔ عرض کیا: حضور! اس خیال سے کہ شاید کچھ ضرورت ہو تو حضور کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا: نہیں جاؤ آرام کرو۔ پھر فرمایا: آج وہ رات نہیں، جس کا انتظار ہے۔

❁ یوم وصال صبح سے تمام مراحل جائداد اور تولیت وغیرہ طے فرمائے۔ ۱۲ر بجکر ۲۰ر منٹ پر وصایا شریف، خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی

حاجی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مظلہ العالی سے لکھوائے، اور آخر میں بحالت ہوش وحواس و اللہ شہید خود دست حق پرست سے ارقام فرما کر دستخط ثبت فرمائے۔ مفصل حالات ارتحال مع وصایا وغیرہ آئندہ کسی جگہ ہدیہ ناظرین کیے جائیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اب وصایا شریف کے صرف ۲ رگھنٹے ۱۸ رمنٹ باقی تھے۔ اس عرصہ میں خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب نے حسب الحکم سورہ یٰسین و سورہ رعد تلاوت فرمائی۔ اس وقت بھی ہوش وحواس کا یہ عالم تھا کہ درمیانِ تلاوت دو ایک جگہ اعرابی غلطی کی صحت فرمائی۔ بعدہ وہ دعائیں جو سفر کے وقت پڑھنے کا معمول تھا حضور نے شروع فرمادیں۔

❁ ارشاد فرمایا: میری وجہ سے نماز جمعہ میں دیر نہ کی جائے۔

قریب وصال بڑے مولانا صاحب سے فرمایا: گھڑی میرے پاس رکھ دو۔ ممدوح نے فوراً تعمیل حکم کی۔ فرمایا: اور قریب لاؤ۔ انہوں نے اور بڑھادی۔ فرمایا: اور قریب لاؤ۔ انہوں نے اور قریب کردی۔ پھر فرمایا: اور قریب لاؤ۔ غرض بالکل بالکل نظر کے سامنے رکھوالی گئی۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ وصال شریف ۲ ربجکر ۳۸ رمنٹ پر ہوا۔ گویا یہ وقت پہلے سے معلوم کرایا گیا تھا، اور ایک ایک منٹ کر کے اس کا انتظار فرما رہے تھے، اسی لیے گھڑی بالکل مواجہہ اقدس میں رکھوالی تھی۔ اس جگہ نفع عام کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ رسالہ وصایا شریف مولفہ مولانا مولوی حسنین رضا خاں صاحب خلف اوسط برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت گرامی جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب قدس سرہما کی

پوری نقل کردوں۔ اگرچہ بعض مضامین مکرر ہوجائیں گے، مگر اس میں مضائقہ نہیں۔ والمسك ماكررته يتضوع

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى وعلى آله وحزبه وابنه مد الدهر ابدا ابدا...

بحیثیت اس کے کہ یہ رسالہ اعلیٰ حضرت کے وصایا پر مشتمل ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مکتوب وصایا کے ساتھ بعض ان ملفوظ وصایا کو بھی جمع کردوں جو زمانہ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔ یوں تو ان کی ہر مجلس میں ہر بیٹھنے والا نصائح کی انمول موتیوں سے دامن مراد بھر کر اٹھا، مگر خوشخبری ہے اس کو جس نے ان نصائح کو گوش دل سے سنا، اور ان پر عمل کیا۔ افسوس اور سخت افسوس ہے کہ وہ زواہر جواہر اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آسکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں، حوالہ قلم کرتا ہوں۔ اسی اثنا کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے۔ مسلمانان بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا۔ حضور والا کے تشریف لانے سے بریلی میں چہل پہل ہوگئی۔ بھوالی میں اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ کو درد پہلو کا دورہ پڑ چکا تھا، اس سے ضعف شدید ہوگیا۔ وطن اور بیرونجات کے دور دراز مقامات سے مسلمان عیادت و بیعت کے لیے گروہ در گروہ آتے جاتے رہے۔ باوجود نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکیر و نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار دو عالم تاجدار مدینہ ﷺ کے ذکر خیر شریف سے خالی نہ گئی، مگر اس دوران علالت میں بکثرت ذکر شاہ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ فرماتے،

اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے حسن خاتمہ کی دعا فرماتے۔ تضرع وخشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رقاق ذکر فرماتے۔ خود اپنی نیز حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے: جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا، اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے: اگر بخش دے، اس کا فضل ہے، نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔

حضرت پیرومرشد سیدنا سید شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کے عرس شریف میں جو سال بسال بتواریخ ۱۷،۱۸،۱۹ رذی الحجۃ الحرام ہوا کرتا تھا، مگر اس مرتبہ بوجہ علالت اعلیٰ حضرت قبلہ اوقات مقررہ پر نہ ہوسکا، بلکہ بعد واپسی حضور یہ عرس شریف ہوا۔ اس عرس میں کہ اعلیٰ حضرت کی حیات میں آخری عرس تھا، قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا۔ یہ وعظ ونصیحت کی آخری صحبت تھی، اور رشد ورشاد کا دور۔ مولانا امجد علی صاحب نے کچھ وصایا شریف قلمبند کئے تھے، جو خود حضور نے القا فرمائے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ کہیں کاغذات میں مل گئے کہ ان کا ابتک پتہ نہ چلا۔ روز عرس کچھ کلمات طیبات جو بطور وصایا ارشاد ہوئے، ان کی برکات سے حصہ لینے کے لیے گوش گزار ناظرین کیے جاتے ہیں۔

ملفوظ وصایا:-

پیارے بھائیو! لا ادری مابقائی فیکم مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے دن تمہارے اندر اور ٹھہروں۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے، جس کا انتظار کیا جائے؟ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ

ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے، اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں، اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں۔ مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ و رسول ﷻ و ﷺ کی، اور دوسری خود میری۔ تم مصطفےٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو، دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے۔ اور ان سب سے نئے اب گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس ﷺ رب العزت ﷻ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ روشن ہوئے، صحابہ سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں: یہ نور ہم سے لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم، اور ان کے دوستوں کی خدمت، اور ان کی تکریم، اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں یہی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندہ کو کھڑا کر دے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے وہ تمہیں کیا بتائے، اور تم کیا سمجھ لو؟ اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو! اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہیں آؤں گا۔ جس نے اسے سنا، اور مانا، قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے۔ اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاک۔ یہ تو خدا اور رسول ﷺ کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں، اور جو یہاں موجود نہیں ہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں۔

اور دوسری میری وصیت ہے۔ آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے، مجھے نہ کرنے دیے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو وہ سب معاف کر دیں۔ اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں، ان سے میری طرف سے معافی کرالیں۔

ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوی نکلتے نوے برس سے زائد ہو گئے، میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا، جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا۔ میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا، پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کر لی۔ غرض کہ میں نے اپنی صغر سنی میں

کوئی بار ان پر نہ رہنے دیا۔ جب انھوں نے رحلت فرمائی تو مجھے چھوڑا، اور اب میں تم تین کو چھوڑتا ہوں۔ تم (حضرت حجۃ الاسلام) ہو، مصطفیٰ رضا ہیں، تمہارا بھائی حسنین ہے۔ سب مل کر کام کروگے تو خدا کے فضل سے کرسکوگے، اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔

اس کے بعد اپنے پسماندوں کے حق میں خدمت دین وترقی علم کی دعا فرمائی کہ اے اللہ! توان ناتواں ہاتھوں کی لاج رکھ لے، جو ہمیشہ تیرے ہی آگے بھیلے ہیں۔

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ ڈھاریں مار کر رونے لگے۔ لوگوں کا اس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا۔ کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی تصریح نہ فرمائی، بلکہ اس کے بعد سے یوم وصال تک لگاتار خبریں اپنے وفات شریف کی دیں، اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے۔ میں نے تو تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ میں یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جو تفرد وامتیاز دور جدید کے علمائے ظاہر میں رکھتے تھے، وہی علو وبرتری انھیں طبقہ اولیا میں بھی حاصل تھی۔ ان کثیر اخبار میں سے بعض حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

اخبار ارتحال :-

رمضان ۱۳۲۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی تشریف رکھتے تھے، اس وجہ سے کہ فرائض الٰہیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا، جو اولیائے کاملین کا مخصوص حصہ ہے۔ گونا گوں امراض اور فراواں ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں، اس لیے آپ نے اپنے حق میں

یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے، وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے، تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا۔ اسی فتوی کی بنا پر متعدد سال سے حضور اخیر شعبان کو بھوالی تشریف لے جاتے تھے، اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی تشریف لے آیا کرتے، اور نماز عید الفطر بریلی شریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سال بھی حضور ماہِ مبارک رمضان شریف میں کوہ بھوالی تشریف رکھتے تھے، اور آپ کی سنجھلی صاحب زادی مرحومہ بغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں، یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں، اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی۔ جب نماز عید پڑھانے کے لیے اس سال نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ نے اشتدادِ مرض کی کیفیت عرض کی۔ سنا اور چلتے وقت فرمایا کہ میں انشاء اللّٰہ تعالیٰ تمہارا داغ نہ دیکھوں گا، حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں، اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷، ہی روز زندہ رہیں۔ ۲۳ / ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ یہ کہی:

رحمۃ اللّٰہ علیہا رحمۃ واسعۃ

وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ کو بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حکیم حسین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی، بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی۔ دریافت فرمایا: نبض کی کیا حالت ہے؟ انھوں نے گھبراہٹ، اور پریشانی میں عرض کر دیا: ضعف کے سبب نہیں ملتی۔ اس پر دریافت فرمایا: آج کیا روز ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: چہار شنبہ ہے۔ ارشاد فرمایا: جمعہ پرسوں، یہ فرما کر دیر تک

حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے۔

میں اس وقت حاضر تھا، کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ امام اہل سنت جمعہ کو ہم میں رہنے والے نہیں۔ شب پنجشنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں، شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا: انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے، تم سب سو رہو۔ وصال کے روز ارشاد فرمایا: پہلے جمعہ میں کرسی پر جانا ہوا، آج چارپائی پر جمعہ ہوگا۔ پھر فرمایا: میری وجہ سے نمازِ جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔

عالی جناب چودھری عبد الحمید خاں صاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ جو اعلیٰ حضرت کے عقیدت کیش مخلص ہیں' وصال شریف سے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم عابد علی خاں صاحب کوثر سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں، صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں، میرے خیال سے انھیں بلالیا جائے۔ ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا، اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔

جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا۔ بھائی حکیم حسین رضا خان صاحب حاضر خدمت تھے، اعلیٰ حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی، ارشاد فرمایا: خیال رہے معدہ خالی ہے، ڈکار خشک آئی ہے ـــــ اس پر بھی احتیاطاً وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے۔

جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں جائداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا۔ جائداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی، باقی اپنے ورثہ پر بحصص شرعی وقف علی الاولاد فرمادی۔ پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا،

جو درج ذیل ہے ——— اس جگہ یہ بات بھی ذہن نشیں کرنا چاہیے کہ جب سے حضور والا کو ضعف لاحق ہوا، اور چلنے سے معذوری ہوئی، کرسی پر پنجگانہ نماز پڑھنے کو تشریف لاتے رہے، اور تمام فرائض با جماعت ہی ادا فرماتے رہے۔ اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا، تو صرف جمعہ ہی با جماعت ادا فرمایا کیے۔ حتی کہ جمعۃ الوصال کے قبل والا جمعہ بھی با جماعت مسجد میں کرسی پر تشریف لے جا کر ادا فرمایا۔

مکتوب وصایا:۔

جو وصال سے دو گھنٹہ ۱۵ ر منٹ قبل قلمبند کرائے، اور آخر میں درود شریف و دستخط وغیرہ خود دست اقدس سے تحریر فرمائے:۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ٥ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ٥

- شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ پیسے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جنب یا حائض نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے۔
- سورۂ یٰس و سورۂ رعد باواز بلند پڑھی جائیں۔ کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر باواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے۔ کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔
- بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں۔ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیے جائیں۔ پھر اصلا کوئی نہ روئے۔ وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو۔

کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

❁ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں، خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی۔

❁ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔ جنازہ کے آگے آگے پڑھیں، تو 'تم پہ کروروں درود' اور 'ذریعہ قادریہ'

(یہ دونوں نظمیں اعلیٰ حضرت ہی کی ہیں۔ پہلی نظم کا مطلع یہ ہے

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

دوسری نظم کا مطلع یہ ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں ''سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا)

❁ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یونہیں قبر پر۔

❁ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ دہنی کروٹ پرو ہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ بنا دیں۔

❁ جب تک قبر تیار ہو: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبیدک ھذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے رہیں۔ ناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی۔

❁ بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون ٥ پائنتی آمن الرسول

تا آخر سورہ پڑھیں۔ اور سات بار باآواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں۔ پھر سب واپس آئیں۔ اور ملقن میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں، پیچھے ہٹ کر۔ پھر اعزہ احبا چلے جائیں۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں۔ اور اگر تکلیف گوارہ ہو سکے، تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے۔ (۱)

❁ کفن پر کوئی دوشالا یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو، کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

❁ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقرا کو دیں، اور وہ بھی اعزاز و خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آیہ کریمہ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم کے مصداق میں حضور والا کو مدت العمر غربا سے محبت رہی ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے، اور وقت وصال بھی انھیں کا خیال ہے کہ اپنے مرغوب کھانے انھیں پہونچتے رہیں، شان کریم یہ ہے۔

❁ اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیا سے بھی کچھ بھیج دیا کریں:

دودھ کا برف خانہ ساز اگر چہ بھنس کے دودھ کا ہو ـــــ مرغ بریانی ـــــ مرغ پلاؤ ـــــ خواہ بکری کا شامی کباب ـــــ پراٹھے ـــــ بالائی ـــــ فیرنی ـــــ اردکی پھریری دال مع

ادرک ولوازم ـــــ گوشت بھی کچوریاں ـــــ سیب کا پانی ـــــ

انار کا پانی ـــــ سوڈے کی بوتل ـــــ دودھ کا برف۔

اگر روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو، یا جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

(دودھ کا برف دوبارہ پھر بتایا۔ چھوٹے مولانا نے عرض کیا: اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔ فرمایا: پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے میر ارب سب سے پہلے برف ہی عطا کرے گا ـــــ اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔)

❀ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں، میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں، اور وہ جو احکام بے اصل۔ یہ شئی مسئلہ کہتا ہوں، نہ روورعایت سے۔ ان کی غلط فہمی ہے۔ ان پر ان کی اطاعت ومحبت واجب ہے، اور ان پر بھی ان سے محبت وشفقت لازم۔ جو اس کے خلاف کرے گا، اس سے میری روح ناراض ہوگی۔

❀ رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت واتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

والسلام .... دستخط فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم خود بحالت صحت حواس۔ واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ وبارك وسلم علیٰ شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الیٰ ابد الابدین والحمد للہ رب العالمین۔

۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ر بجکر ۲۱ر منٹ پر یہ قیمتی وصایا قلمبند ہوئے۔

(یہ درود آخری درود اور یہ حمد پچھلی حمد ہے، اور یہ تحریر آخری تحریر ہے جو حضور پرنور اعلیٰ حضرت نے اپنی آخر عمر شریف میں تحریر فرمایا، اس کے بعد پھر کچھ نہ تحریر فرمایا۔)

تواریخ وصال

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ قدس سرہ العزیز کے انتقال پر ملال کی خبر نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند حرمین طیبین، مصروشام (اور) بیروت کے اخباروں میں بھی (چھپی) اس حادثہ ارتحال کی خبریں نہایت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ شائع (ہوئیں) اخباروں میں بکثرت مضامین اس قسم کے لکھے گئے۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے، تو مستقل کتاب ہو جائے۔ میں صرف اخبار دبدبہ سکندری ریاست رام پور جلد ۵۸ سے ان کو نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

عالم بے بدل وامام اہل سنت کی وفات

۱۳ ھ ۴۰

اس حادثہ کو لکھتے ہوئے قلم تھراتا اور کلیجہ منھ کو آتا ہے کہ نہ صرف بریلی بلکہ تمام ہندوستان کے ایک زبردست عالم بے بدل اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی بریلوی نے ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو ۲ ربجے انتقال فرمایا۔ مرحوم ایک عرصہ سے علیل و کمزور رہتے آتے تھے۔ یہ افسوس ناک خبر شہر میں برقی رو کی طرح پھیل گئی، اور جس نے سنا اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، اور جوق در جوق مسلمان آستانہ رضویہ پر آکر جمع ہونے لگے۔ اس روز مسلمانوں میں ایک سناٹے کا عالم تھا۔ ۲۶ رصفر کو دن کے ۴ ربجے مسجد رضوی کے پہلو میں مطبع والا جو مکان تھا، اس میں دفن کیے گئے۔ نماز جنازہ خلائق کے ازدحام کے باعث عیدگاہ کے وسیع میدان میں شاندار طریقے سے پڑھی گئی۔ اور اس طرح یہ غیر معمولی ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے پردہ فرما گئی۔ اس حادثہ پر مسلمان بہت روئیں گے، کیوں کہ اعلیٰ حضرت کی ذات والا صفات، دین کے لیے سپر تھی، اور معاندین اہل سنت کے، اس صادق جانباز عاشق رسول کے سامنے چراغ گل تھے۔ دنیائے سنیت کے اس بڑے حادثہ میں ہم کو ان کے صاحبزادگانِ سعید جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خاں صاحب قادری، اور جناب مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری،

وعلیا جنابہ محترمہ اور صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے غیر معمولی ہمدردی ہے ـــــ مفصل ہم آئندہ لکھیں گے، اور امید کرتے ہیں کہ بعض خصوصی احوال سے صاحبزادگانِ گرامی قدر مشرف فرمائیں گے۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰ / ۷ نومبر ۱۹۲۱ء

جہان مر گیا

موت العالِم موت العالَم

از ارکین جماعت رضائے مصطفےٰ محلہ سوداگران بریلی

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کے روز ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر اسلام کے پیشوائے اعظم، مقتدائے فضلائے عالم، مائۃ حاضرہ کے مجدد، ملت طاہرہ کے مؤید، اعلیٰ حضرت جلیل المرتبت مولانا مفتی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ نے ذکر الٰہی کے ساتھ عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مسلمانان عالم کے قلوب بے چین ہیں۔ بریلی میں گھر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے، جا بجا سے افاضل واماثل دین جمال کے دیوانے ہو کر دوڑے، اور ۲۶ صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد اس امام اسلام کا جنازہ اٹھا، آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عیدگاہ کے کسی اور مقام میں نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا۔ وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جا سکتی تھی، انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ ایک بجے عیدگاہ پہونچے، اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد وہ ادعیہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے اپنے فتاوی مبارکہ میں تحریر فرمائیں، اور معمولہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھیں، حسب وصیت پڑھیں۔ مقتدیوں کو بعد دعا کے آہستہ آہستہ آمین آمین کہنے کی ہدایت فرمادی تھی۔ پھر وہاں اسی شان وشوکت کے

ساتھ واپس ہوئے۔ جنازہ کے سامنے نعت خوانی درود شریف پڑھتے ہوئے محلہ
سوداگران لائے، اور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے
مکان میں اس سر الٰہی، اور ودیعت ربانی نے پردہ فرمایا۔ قریب مغرب دفن سے
فراغ ہوا، اور ابھی تک شیدائیان صادق العقیدہ کے غول کے غول مرقد اقدس
کا (بمعنی لغوی) طواف کر رہے ہیں۔

سرکار اعظم اجمیر شریف میں اعلیٰ حضرت کی فاتحہ سوم

ازسید غلام علی صاحب خادم درگاہ اجمیر شریف

۲۵ رصفر مطابق ۲۸ راکتوبر یوم جمعہ کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست جاورہ وخادم درگاہ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلی سے آیا۔ جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہوگیا، اس حادثۂ ہوشربا کو معلوم کر کے تمام مریدین ومعتقدین کو جو اور جتنا رنج والم ہوا، اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے۔ اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین علی صاحب نے فاتحہ سوم کا انتظام کیا۔ اور اول بروز اتوار ۲۷ رصفر کو آستانۂ عالیہ حضور خواجہ خواجگاں سرکار اعظم خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالان نواب ارکاٹ بعد نماز صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحبزادگان، وچند مدرسین اور طلبائے مدرسہ معینہ عثمانیہ ومدرسین معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے، اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدہ صاحبزادگانِ درگاہ معلیٰ ختم فاتحہ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحن درگاہ معلیٰ میں آکر ختم کیا گیا اس وقت علاوہ صاحبان مذکور کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ متولی درگاہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ ویتامیٰ اجمیر شریف بہ تعداد کثیر شریک تھے، بعد ختم تبرک تقسیم ہوا۔ اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ سوم سرکار اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔

اخبار مخبر عالم مراد آباد

انتقال پر ملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے
بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال فرمایا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ راجعُوْن۔ حضرت مولانا مرحوم سنی حنفی علما میں ایک غیر معمولی قابلیت ولیاقت کے عالم تھے، جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر نے افسوس کی جا بجا صف ماتم بچھادی۔ چنانچہ مراد آباد سے بھی مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان اور مریدین میں ہیں، فوراً بریلی روانہ ہوگئے جن کے آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے، کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چھٹی جعلی اخبار میں چھپ چکی، جس کی فوراً تردید ہوئی تھی، اور امید تھی کہ اس افترا پردازی کا کیا گل کھلے کہ یکا یک یہ خبر آگئی۔ مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ ونقصان برداشت کرنا پڑا کیوں کہ آپ کے دار الفتاوی سے مسلسل اشاعت دینی ہوتی رہتی تھی، مگر امید ہے کہ آپ ہی کے نقش قدم پر آپ کے سچے جانشین چلیں گے، اور ان مفید علمی

ومذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا۔ اخیر میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہار افسوس وہمدردی کرتے ہیں۔ (بحوالہ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷ر نومبر ۱۹۲۱ء بعنوان اقتباسات، اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم۔)

روزنامہ اخبار بریلی

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

فقط ایک نام نکوئی رہے گا

سچ ہے اس عالم ناپائدار میں بجز ذات باری تعالیٰ باقی سب فانی: کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ کے مصداق سب ہی کو ذائقہ موت چکھنا پڑے گا، مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پسماندگان کی چشم پرنم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے، اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے والے کی یاد آیا کرتی ہے۔ بریلی میں بھی ایک نہایت المناک حادثہ گزرا ہے، جس نے بھی اس حادثۂ روح فرسا کو سنا، اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے۔ آہ وہ حادثۂ جاں گداز کیا ہے؟ یہ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے، تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تاسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم فاضل مجدد مائۃ حاضرہ عالی جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کل بروز جمعہ سہ پہر ایک طویل علالت شدیدہ کے بعد وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ آج تجہیز و تکفین عمل میں آنے کے بعد اعلیٰ حضرت مرحوم مغفور بعد از فراغت نماز سوداگری محلہ متصل مسجد ایک مقام پر دفن کیے گئے۔

(بحوالہ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰، ۷/ نومبر ۱۹۲۱ء بعنوان اقتباسات، اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم۔)

وہی دھوم ان کی ہے ما شاء اللہ

الاان اولیاء اللّٰہ لایمـوتـون

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

اللہ اللہ جولوگ محبوب حقیقی کی محبت میں فنا ہوجاتے ہیں، پھر ان کی حیات جاودانی ہے، انھیں موت نہیں آتی۔ الا ان اولیاء اللّٰہ لایموتون انھیں تو ان کے محبوب جمیل سے وصال میسر ہوتا ہے، اس لیے وہ موت کی تمنا کیا کرتے ہیں: اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ان کی موت حقیقۃً ان کے وصال الی الحبیب کا نام ہے۔ سبحان اللہ ؎

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

انھیں میں ہیں امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حضور پرنور مرشد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ کہ جب تک دنیا میں قیام فرمایا کوئی وقت کوئی ساعت، کوئی آن، کوئی لمحہ حمایت دین سے خالی نہ چھوڑا، اپنے پیارے آقا حضور پرنور سیدنا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی رضا میں غرق رہے، غیر کی طرف التفات نہ کیا، خود اعلیٰ حضرت ﷺ فرماتے ہیں ؎

انھیں مانا انھیں جانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ اکبر ۲۵ر صفر یوم جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ کو ۱۲ر بجکر ۲۱ر منٹ پر قبض روح شریف سے صرف دو گھنٹے ۱۷ر منٹ پیشتر جو وصایائے مبارکہ قلمبند کرائے، ان کے مطالعہ سے اس کا بین ثبوت ملتا ہے کہ جو ایسا متبع سنت پابند شریعت ہے اپنی زندگی میں کیا حال ہوگا اس کی اتباع شریعت و پابندی شریعت کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے یہ وہی وصایا شریف ہیں جو اس کتاب مذکور ہیں۔ وصال سے تھوڑی دیر پیشتر فرمایا: تصویریں ہٹاؤ مجدد ملت کے گھر تصویر کا کیا کام فرمایا روپے پیسے کارڈ لفافے ان سب پر تصاویر ہیں انھیں ہٹاؤ تعمیل ارشاد کی گئی یہ غایت احتیاط و نہایت تقوی تھا پھر فرمایا بیٹھے کیا ہو یس شریف پڑھو حضرت شاہزادہ اعظم مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی نے وضو کر کے یسین شریف پڑھی پھر سورہ رعد شریف سنائی ایک آیت صاف سننے میں نہ آئی دوبارہ پڑھوایا ایک جگہ سبقت لسان سے عَمِلُوا کا عُمِلُوا نکل گیا بتایا عَمِلُوا جب ختم ہوگئی تو وہ دعائیں پڑھنا شروع فرمائیں جو سفر کے وقت تمام و کمال وہ دعائیں پڑھیں من جملہ ان پیارے الفاظ کے یہ بھی ہیں۔ اللھم اطولنا بعدہ اللھم ارزقنا سعدہ اے اللہ اس سفر کی درازی کو ہمارے لیے مختصر فرما دے اے اللہ اس سفر میں ہمیں کامیابی عطا فرمایا اللہ اکبر جب سینے پر دم آیا اس وقت کلمہ طیبہ پڑھا جب ہمارے آقا و مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ کو بولنے کی طاقت نہ رہی اس وقت بھی لبہائے مبارک جنباں تھے کان لگا کر سنا تو اللہ اللہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ ہر سانس میں اللہ نکلتا تھا اسی طرح اپنے محبوب حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے اس دار فنا سے دار بقاء تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلی اللہ

تعالیٰ علیه وبارك وسلم بہت مخلصین کوتا دیے گئے جس جس مسلمان کو خبر ہوئی کوہ غم اس کے دل پر ٹوٹ پڑا اور کیوں نہ ہو کہ آج وہ خورشید جہاں تاب مصطفائی افق قرب میں غروب ہوا جس کی پیاری روشنی سے اہل سنت کے دل منور آنکھیں روشن جگر ٹھنڈے جانیں سیراب تھیں جس کے روئے منور میں ایمان والوں کو جمال بغداد کے جلوے ملتے تھے جس کے چہرہ انور میں جس مصطفیٰ ﷺ کی جھلک نظر آتی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کیوں نہ ہو خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: من صافح عالما فکانما صافحنی جس نے کسی عالم سے مصافحہ کیا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا جس کی خوشبو سے گلشن اسلام مہک رہا تھا جس کے نور سے بزم شریعت جھلک رہی تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا دوسرے روز شنبہ کو ۱۰ بجے غسل شریف عمل میں آیا ہر بات مطابق سنت وموافق ارشاد حضور ہوئی باوجود اس قدر دیر گزرنے کے جسم شریف نہایت نرم ونازک ہی تھا پائے اقدس کو مس کرنے والوں کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ریشمیں باریک کپڑوں کی تہ کردی گئی ہے اور کیوں نہ ہو وہ سچے نائب ووارث تھے۔ اپنے پیارے آقا ﷺ کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نہیں مس کیا میں نے کسی ریشمی کپڑے یا دیبا کو کہ حضور اقدس ﷺ کے کف اقدس سے زیادہ نرم ہو۔ رواہ البخاری فی صحیحہ

تو اس وصف کریم کا پرتو بھی ہمارے مرشد برحق آقا ومولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل تھا بعد غسل وکفن جنازہ شریف تیار ہوا، اللہ اکبر: ع

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

اطراف وجوانب حتی کہ پیلی بھیت مراد آباد رامپور علی گڑھ شاہ جہاں پور اور

دیپور مبواڑ وغیرہ مقامات کے حضرات اہل سنت آگئے تھے ایک عالم تھا عشاق کا تخمینہ گیارہ ہزار آدمیوں کا کیا جاتا ہے جنازہ مبارکہ کے آگے آگے یہ سلام موافق وصیت پڑھا جارہا تھا

کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروروں درود

طیبہ کے شمس الضحی تم پہ کروروں درود

اللہ اکبر یارسول اللہ یا غوث الوریٰ کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے یہ کرامت جلیلہ آنکھوں سے دیکھی گئی کہ کل جو لوگ اس رہنمائے دین کی مخالفت پر کمربستہ تھے آج اس نائب مصطفیٰ ﷺ کے حضور سر نیاز خم کرنا پڑا بہت کوشش کندھا دینے میں کی جب میسر نہ ہوا اپنی ٹوپیاں ہی جنازہ سے مس کر کے چومتے اور سر پر رکھتے تھے: ع الفضل ماشھدت به الاعداء حق وہ ہے جو باطل پرستوں سے اپنا کلمہ پڑھوا چھوڑے۔ اسی شان وشوکت کے ساتھ جنازہ عید گاہ پہونچا نماز جنازہ ہوئی پھر اسی شان وشوکت کے ساتھ جنازہ واپس ہوا مسجد شریف کی جانب شمال محلہ سوداگران میں جو حضرت شہزادہ اعظم مدظلہ العالی کی مکان مبارک ہے قربان اس تقدیر کے جو اس مجدد ملت حبیب محبوب خدا ﷺ کا آرام گاہ بنا بعد دفن وصایا کی تعمیل ہوئی ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں صلاۃ رضویہ کا حلقہ رہا پھر تین شبانہ روز علی الاتصال مواجہہ شریف میں تلاوت قرآن مجید جاری رہی اب تک حضور کے شیدائی وسچے فدائی دیار وامصار سے برابر شدرحال کر کے استانہ عالیہ پر حاضر ہوکر پر حاضر ہوکر طواف مزار بڑے شوق وذوق سے استفاضہ خیرات وبرکات کر رہے ہیں ہر پنجشبہ کو

مواجہہ شریف میں مجلس میلاد شریف نعت خوانی ونعرہائے اللہ اکبر ویا رسول اللہ کا شور اور ہجوم عاشقاں ہوتا ہے ہر جمعہ کو مواجہہ اقدس میں حلقہ درود شریف ہوتا ہے۔

ریاست اودے پور میواڑ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ماتم

ازمکرمی جناب قاضی یعقوب محمد صاحب جوائنٹ سکریٹری مدرسہ اسلامیہ

اودے پور

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ کے حادثہ انتقال پر ملال سے یہاں کے تمام مسلمان اور تمام اراکین انجمن تعلیم الاسلام مدرسہ اسلامیہ گزشتہ اتوار کو مسجد ہاتھی پول میں جمع ہوئے، اور ایصال ثواب کے لیے چار قرآن مجید ختم کیے گئے۔ جس کے بعد مخدومی مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبد الکریم صاحب قادری نقشبندی چتوڑی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ اودھے پور نے اپنی فاضلانہ اور پر اثر تقریر میں اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے حالات طیبات اور ان کی دینی خدمات اور ان کے ملی جذبات بیان کیے جس کو سن کر تمام حاضرین جلسہ گریاں و نالاں تھے اور نہایت درجہ رنج وغم کا اظہار کر رہے تھے۔ آخر میں اس دعا پر اختتام جلسہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرما کر جنات عالیہ عطا فرمائے اور ان کے اعزہ واحبا کو ان کے حادثہ وفات پر صبر وشکر کی توفیق بخشے اور حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ حامد رضا خاں قبلہ سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کو ہم تشنگان علوم شریعت وطریقت کے سروں پر تا دیر فیض بخش رکھے جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلین آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں

قدرت نے وابستہ کردی ہیں اراکین مدرسہ اسلامیہ خاص طور سے اسلامی دنیا
کے اس اہم حادثہ میں خاندان والا دودمان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

وفات حسرت آیات

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ عنہ

اور

جماعت اہل سنت جبل پور کی مصیبت زدہ دلوں پر نا قابل برداشت غموں کا تلاطم عظیم

ازاراکین جماعت خدام اہل سنت جبل پور، مرسلہ ناظم جماعت

جبل پور پر ۱۳۴۰ھ آتا ہے، اور کچھ ایسے قہر وجلالِ کبریائی کی بجلیاں چمکاتا ہوا آتا ہے کہ توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو تو سنبھلنا دشوار ہو جائے۔ ابتدائے محرم سے طاعون کی حکومت شروع ہوئی، اور ایسے زوروں پر کہ الامان! موت کا بازار گرم تھا، اور ایام مصیبت رواں کہ صفر کے عشرہ اولیٰ میں حضرت عید الاسلام مولانا شاہ عبد السلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے محمد لمعان الحق، جن کے لیے ہمارے پرارمان دل ایک مدت سے دست بدعا تھے، اور جن کی پیدائش پر حضور پرنور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نام مذکور تجویز فرما کر اپنی جانب سے اظہار مسرت میں شیرینی تقسیم کرنے کے لیے ایک معقول رقم عطا فرمائی تھی، وہ آٹھ ماہ کی عمر میں ہماری مدتوں کے بھرے ہوئے مگر نکلنے کے امیدوار تمناؤں، ارمانوں کو تڑپتا چھوڑ کر آغوش رحمت میں جا بسے۔ اور حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی پوتی حضرت لمعان میاں کی بڑی ہمشیرہ چھ برس، اور حضرت کے بھتیجے عبد القیوم پندرہ برس کی عمر میں لمعان میاں سے چند گھنٹے پیشتر انتقال کر چکے تھے، اور تینوں جنازوں کی

حسرت ناک روانگی کے منظر نے ہمارے غمزدہ دلوں پر ایسی مصیبتوں کا اضافہ کردیا تھا جو شاید ایک مدت تک ہمارے دلوں سے نکالے نہ نکلتے۔ ایسی حالت اور وقت میں کہ حضرت عبد الاسلام مدظلہ کے صاحبزادہ ذوالقدر استاذ نا المحترم مولانا عبد الباقی محمد برہان الحق صاحب بخار شدید میں مبتلا ہیں۔ اور بھی بعض اعزہ بیماری کے سبب حضرت قبلہ مدظلہ نہایت پریشان ہیں۔ کہ یکایک جمعہ کو شب کے ۹ ربجے تار پہونچتا ہے، جو فی الواقع اہل سنت کی موت کی خبر دیتا ہے، اور حضور اقدس امام اہل سنت کی وفات کی خبر ہم غم نصیبوں کے حسرت زدہ، مصیبت کشیدہ دلوں کی رہی سہی جان نکال لیتی ہے۔ اور جو کچھ دلی تمنائیں تھیں، سب خاک میں مل جاتیں ہیں۔ اس غم جانکاہ کے سامنے تمام غم ساری فکریں ہیچ ہوگئیں۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی بے خودی کی یہ کیفیت کہ فرزند ارجمند شدت بخار میں بے ہوش اور بالکل بے خبر مگر یہاں حضرت نے روانگی کی تیاری مکمل فرمالی، اور موانع موجودہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، بریلی شریف جانے کے لیے قطعی آمادہ ہوگئے، حالانکہ ریل کا وقت گزر چکا تھا مگر بے خودی میں اس کی بھی خبر نہ تھی۔ یہ بھی تامل نہ فرمایا کہ اگر روانہ ہوں بھی تو پہونچیں گے کب؟ مگر صرف ریل کے وقت کا گزر جانا ہی ایک ایسا مانع قوی تھا، جس نے روک دیا ـــــ بروز سنیچر بعد ظہر جامع مسجد کوتوالی میں بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی شروع ہوئی، اور عصر کے آخری وقت میں قل کے بعد فاتحہ ہوئی۔ سات قرآن عظیم ختم ہوئے، اور اسی جلسہ میں مولانا برہان میاں صاحب نے باوجود بخار وضعف کے حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے وہ مبارک صحیفے پڑھ کر سنائے جو مولانا اور حضرت قبلہ کے نام بچوں کی

تعزیت میں تشریف لائے تھے، اور یہی آخری صحیفے تھے۔ مجلس مبارک میں کوئی فرد نہ تھا جس کی آنکھیں اشک بار نہ ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں جس وقت قل وفاتحہ ہوئی، وہی وقت حضور پرنور رضی اللہ عنہ کے دفن کا تھا۔ الحمد للہ! یہ ہم وابستگان دامن اہل سنت جبل پور پر خاص توجہ والطاف روحانی کی مبارک علامت ہے۔ اس کے بعد متواتر تین دن تک بعد نماز فجر مسجد ارمنی، مسجد پھوٹا تال، مسجد خانساماں مرحوم گڑھا پھاٹک میں، اور دوسرے ہفتہ میں سنیچر کو مسجد مومنان مدار ٹیکری، اور تیسرے ہفتہ میں سنیچر کو مسجد بھان تلیا میں قرآن خوانی اور فاتحہ ہوئی۔ اور اس طرح ہم حلقہ بگوشانِ سلسلہ مبارکہ قادریہ رضویہ سلامیہ نے اپنی نیاز کیشی، غلامی، عقیدت مندی کا اظہار کر کے اپنی عاقبت کے مبارک وسیلے کو مضبوط کرلیا۔ اگرچہ وہ ذات اطہر ہم گنہ گاروں سے اس بات کی محتاج نہ تھی۔ ثبتنا اللّٰہ تعالیٰ وسائر المسلمین علی الصراط المستقیم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه محمد واله وصحبه وابنه وحزبه واولیاء امته وعلماء ملته اجمعین وعلینا معهم وبهم آمین

شہر پٹنہ عظیم آباد میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا جلسہ تعزیت وختم ایصال ثواب

۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے وصال پر ملال کا تار بریلی شریف سے مدرسہ کے پتہ پر میرے نام آیا، جو شب کو یہاں پہونچا۔ اس وقت تعمیل نہ ہوسکا، دوسرے دن ۲۶ رصفر روز شنبہ کو جب میں مدرسہ پہونچا، وہ تار مجھے ملا، جس میں لکھا تھا: اعلیٰ حضرت ڈائڈ اعلیٰ حضرت نے انتقال کیا۔ لیکن چوں کہ وہ زمانہ گاندھویوں کے شر انگیزیوں کا تھا،

جھوٹے مضمون چھاپ دینا ان کے نزدیک کوئی بات نہ تھی۔ تو پریشان کرنے لو ایک تار دیدینا کیا بعید تھا؟ اس لیے مجھے اس کا بالکل یقین نہ ہوا، کیوں کہ کچھ ہی دن پہلے ان لوگوں نے شاہزادہ اکبر کے نام سے ایک اعلان اخبار ''الخلیل'' بجنور میں شائع کرایا تھا کہ وہ اپنے والد ماجد صاحب کے طریقے کو غلط جانتے ہیں، اور اس سے توبہ ورجوع کرتے ہیں وغیر ذالک۔ مگر اس کی عبارت ایسی لچر اور ذلیل تھی کہ جو شخص بریلی شریف کی تحریرات پڑھے ہوئے، رسائل وتصنیفات دیکھے ہوئے ہے، وہ اولین نگاہ میں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تحریر بریلی والوں کی ہرگز نہیں، چہ جائیکہ صاحب زادگان کرام میں سے کسی کی ہو۔ چنانچہ اس پرچہ کو لیے ہوئے ایک صاحب میرے پاس پہونچے، اور کہا کہ مولانا! اب آپ بھی توبہ کر کے ہم لوگوں میں شامل ہوجایئے۔ دیکھیے! خان صاحب کے صاحبزادے نے اپنے والد کے عقائد وخیالات سے توبہ ورجوع کیا ہے۔ یہ ۲۰ راکتوبر کا ''الخلیل'' بجنور دیکھیے۔ میں نے شروع سے اخیر تک اس مضمون کو پڑھا۔ سطر سطر بلکہ لفظ لفظ بانگ دہل کہہ رہا تھا کہ یہ مضمون ہرگز شاہزادہ اکبر کا نہیں۔ جب میں پڑھ چکا تو وہ بولے کہیے آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ مضمون ہرگز صاحبزادہ کا نہیں ہے، کسی نے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ باپ کے خلاف بیٹا رائے قائم کر سکتا ہے، بلکہ خود اپنے سابق خیال کو غلط سمجھ کر اس سے علیحدہ ہوسکتا ہے، مگر یہ ناممکن ہے کہ خلافت کمیٹی میں آنے کے ساتھ ہی قابل شخص ناقابل ہو جائے۔ بہترین لکھنے والا، بچوں جیسی عبارت لکھنے لگے۔ آپ چونکہ بریلی کی طرز تحریر سے واقف نہیں، اس لیے اس کو سچ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ چونکہ

بریلی کی تحریر سے واقف نہیں، اس لیے اس کو سچ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ایک میں کیا، بریلی کا کوئی تعلیم یافتہ ایک سرسری نگاہ کے بعد ہی حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریر قرار نہیں دے سکتا۔ ان لوگوں کی تحریر کا ڈھنگ ہی دوسرا ہوتا ہے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد اخبار دبدبہ سکندری نمبر ۹ رمورخہ ۳۱ راکتوبر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا، جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت

یہ خط اخبار "انجلیل" مطبوعہ ۲۰ راکتوبر ۱۹۲۱ء میں میرے نام سے توبہ ورجعت کا شائع ہوا، اس کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہوں جو قرآن کریم نے تعلیم فرمایا کہ لعنة الله على الكذبين واحد قہار اور اس کے حبیب مالک ومختار اور اس کے جملہ انبیائے اطہار، اور تمام ملائکہ ابرار علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام کی ہزار در ہزار بے شمار لعنتیں اس خبیث کذاب، ذریت شیطان، بچہ ابلیس پر، جس نے میری طرف یہ ملعون جعلی خط بنایا، اور شائع کرایا۔ اگر اس کے لیے واقعیت ہے تو کذابین وملاعنہ وہ اصل خط پیش کریں، ورنہ لعنت الٰہی کے گہرے گڑھے میں گریں۔ بے شرم قہر زدوں نے بزعم خویش یہ مولوی عبدالباری صاحب کی توبہ کا معاوضہ گڑھا ہے۔ منہ چڑھانے سے چغد انسان نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو حقیقی، سچا، امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، ناصر سنت ظاہرہ، صاحب حجۃ قاہرہ جانتا مانتا ہوں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا○
اور نہ صرف میں، بلکہ بحمدہ تعالیٰ جماعت اہل سنت عرب وعجم میں ایسا ہی

جانتے مانتے ہیں۔ اور نام نہاد خلافت کہ اس کے لیڈروں کے اقرار سے حقیقۃ سوراج کمیٹی بلکہ سوراج معدوم کے وجود سے پہلے اس کی پیشگی بیٹی ہے ؎

از ستر خلافت خر سوراج بجست
در گاندھی کیپ ترک ترک ترکست
آزاد و محمد علی و شوکت گفت
گر ترک آیند تیغ گیریم بدست

جس میں اسلام اور شرعی احکام کند چھری سے ذبح کیے گئے، اور اتباع بعض آیات کا نام دکھا کر کثیر آیات وارشادات الٰہیہ سخت بے باکی سے پامال کئے۔ جس کا نمونہ کتاب مستطاب الحجۃ المؤتمنہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اس کے لیڈروں میں سے بعض کو خالص مرتد جانتا ہوں، اور باقی کو گمراہ، یا ان گمراہوں کے پھندے میں پھنستے ہوئے جاہلان افتادہ در چاہ۔ وَاللّٰهُ عَلٰی مَانَقُوْلُ وَكِيْلٌ ٥ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے لکھا اسلام واحکام شریعت سے ہے، نہ انگریزوں کی طمع یا خوف یا رو رعایت سے۔ اس میں جو جھوٹ کہتا ہو، اور جو باتباع شیطان بدگمانی کریں، اور جو اتہام رکھتے ہیں، ان سب پر غضب الٰہی ہو۔ یہ جعلی تحریر میری سخت دل آزاری اور توہین مذہبی دینی ودنیوی شدید نقصان رسانی کے لیے شائع کی گئی۔ والی اللہ المشتکیٰ!

فقیر حامد رضا قادری غفرلہ ۱۸؍صفر ۱۳۴۰ھ

جب یہ تحریر شائع ہوئی، اور وہ اخبار میرے پاس پہونچا، اس وقت میں نے ان صاحب کو لے جا کر دکھایا کہ دیکھیے، میرا کہنا سچ ہوا، حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا۔ اب اس کو پڑھیے اور اس تحریر کو

اس سے ملایئے۔ کیا یہ دونوں تحریریں ایک شخص کی ہو سکتی ہیں؟ کہاں اس تحریر کی خوبی فصاحت و بلاغت، اور کہاں اس کا مہمل پن اور بطالت؟ اس کو پڑھ کر ان کو اقرار کرنا پڑا کہ جس کی یہ تحریر ہے، اس کی تحریر وہ نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ کسی نے ضرور افترا کیا ہے۔ الغرض اس جعلی خط کا واقعہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا، اس لیے میرا خیال بالکل صحیح ہوا کہ کسی نے حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کی طرف سے یہ غلط تار میرے پاس صرف مجھ کو پریشان کرنے کے لیے بھیجا ہے، اس لیے میں نے اس وقت ایک تار حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے؟ یہ تار بھیجنے کو تو میں نے بھیج دیا، لیکن دل میں اس خبر وحشت اثر کی وجہ سے پریشانی ضرور رہی۔ دن بھر تردد و پریشانی میں گزرا، مدرسہ کے وقت تک جواب نہ آیا، تو نوکروں کو تاکید کر دیا کہ جس وقت تار آئے، فوراً میرے پاس پہنچا دینا۔ عشا کے وقت تک کچھ خبر نہ ملی۔ شب کو اسی پریشانی میں سو گیا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ مسجد میں نہایت ہی سفید صاف شفاف لباس زیب بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں۔ چاروں طرف لوگ حاضر ہیں، اور بدستور مسئلے مسائل پوچھ رہے ہیں۔ لیکن میں بالکل خاموش اعلیٰ حضرت کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ خود اعلیٰ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ مولانا! آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضور! مولانا صاحب کا تار میرے پاس پہونچا کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ہو گیا، اور میں آپ کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ اس پر مسکرا کر فرمایا: تو آپ نے اس تار پر یقین کر لیا؟ میں نے کہا: مجھے یقین تو نہیں ہوا، اسی لیے میں نے تار دے دیا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے؟

لیکن اس کا جواب نہ پہونچا، تو مجھے پریشانی ہوئی، اور اسی پریشانی میں حضور کو دیکھنے خود چلا آیا ہوں۔ الحمد للہ! حضور کو دیکھ کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے، اور اسی لیے میں مبہوت ہو کر آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایسا تار کیوں دیا گیا؟ اسی حالت میں آنکھ کھل گئی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ تار سچا ہے، اس لیے کہ حضور اگر چہ برابر سفید ہی پارچہ پہنا کرتے تھے، مگر اس جوڑے کی سفیدی اور براقی دوسرے قسم کی ہے۔ رہا زندہ دیکھنا تو اس کا مصداق ہے ؎

ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما النقل من دار للیٰ دار

صبح کے وقت دوسرا تار یہی بریلی شریف سے آ گیا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر صحیح ہے۔ اسی وقت مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں اس کی شہرت ہو گئی لیکن اوقات مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے مدرسین اس وقت نہ آ سکے جب چار بجے مدرسہ میں تعطیل کی گھنٹی بجی، اس وقت پرنسپل و جملہ مدرسین مدرسہ واکثر طلبہ میرے کمرہ میں تشریف لائے، اور اس حادثہ جاں کاہ پر غم اور افسوس کا اظہار کیا۔ چنانچہ میری استدعا پر سب حضرات نے تین تین مرتبہ درود شریف، ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، تین تین مرتبہ سورہ اخلاص، پھر تین تین بار درود شریف پڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا، اور پنج شنبہ کا دن، دو ربیع الاول شریف کہ مدرسہ صرف تین گھنٹہ، اور صبح کے وقت ہوا کرتا ہے، ختم قرآن شریف کے لیے مقرر کیا گیا۔ چنانچہ پنج شنبہ کے دن پہلے ہی گھنٹے میں پھر میں نے جملہ مدرسین وطلبہ کو یاد دہانی کر دی کہ گھنٹی ہونے کے ساتھ ہی سب حضرات نوری مسجد میں جمع ہو کر ختم قرآن شریف کر کے ایصال ثواب کریں۔ خداوند علا کا ہزار شکر ہے کہ تقریبا

ڈیڑھ گھنٹے میں سات ختم قرآن شریف کے ہوگئے۔ اس کے بعد قل ہوا، اور سب لوگوں کو ایصال ثواب کے لیے شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب شہزادہ اکبر سجادہ نشین اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تعزیت کا خط لکھا۔

بحضور حضرت والا درجت زیب سجادہ علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ دامت فیوضکم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا تار ۲۶ر صفر روز شنبہ کو مجھے ملا۔ مگر مجھے بالکل یقین نہ ہوا، سمجھا کہ جس طرح لوگوں نے حضور کی طرف سے جعلی خط بنا کر اخبار میں چھپوادیا کسی نے براہ شرارت میرے پاس اس مضمون کا تار بھیج دیا ہے۔ اسی لیے دریافت حال کے لیے میں نے تار دیا، اس کا جواب مجھے نہیں ملا تھا کہ شب میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوا، جس سے یقین ہوگیا کہ خبر صحیح ہے۔ پھر ۲۷ر صفر روز یک شنبہ کو حضور کا دوسرا تار ملا، جس نے اس خواب کی تصدیق کردی۔ اخباروں میں بھی پیہم وصال کی خبریں چھپ رہی ہیں۔ مگر میرا دل اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں، اور میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفیٰ میاں جیسا بہترین یادگار سیکڑوں لائق وفاضل شاگرد، اور پانچ چھ سو کے قریب بہترین تصنیفات چھوڑیں، اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا۔ لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں، مگر وہ ہرگز نہیں مرا:

ع نوشیرواں نہ مرد کہ نام نکو گزاشت

ونعم من قال ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور رشد و ہدایت کا باڑا جس طرح اس در سے بٹتا تھا ہمیشہ بٹتا رہے اور ہم جیسے بھکاری ہمیشہ اپنی جھولیاں بھرتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

فقیر رضوی محمد ظفر الدین قادری غفرلہ

قطعات تاریخ ارتحال حسرت اشتمال

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ جناب مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ من نتائج افکار گہر بار، اکمل المتاخرین افضل المورخین عالی جناب معلیٰ القاب شمس الشعرا آنریبل خاں بہادر نواب زادہ خواجہ محمد افضل خاں صاحب بہادر افضل رئیس اعظم ڈھاکہ دام اقبالہ

دبدبہ نمبر ۱۱ و ۱۲ ص ۱۲

صد حیف شہ احمد رضا خاں بے بدل عالم کہ بود
مشہور دوراں شد رواں از باغ عالم ذی ارم
سالِ رحیل ''احمد رضا خان آہ وصد حیف آہ آہ''
بر صفحہ گیتی قلم فی الفور افضل زد رقم
۱۹۲۱ء

دیگر

ارتحال حضرت احمد رضا خان فقیہ
وائے مارا رنج بر رنج و غم و حسرت فزود
بود بست و ہشتم از اکتوبر و آدینہ ظہر
کرد مرغ روح پاکش جانب بالا صعود
زد ندا ''احمد رضا خاں آہ دردا'' ہاتفش
افضل خستہ چو فکر سال میلادی نمود
۱۹۲۱ء

دیگر

آں فقیہ دہر و عالم با عمل ❁ عابد مرتاض و زاہد بے ریا
پیشوائے مسلک دین نبی ❁ رہنمائے راہ ورع و اتقا

حاجی و مفتی و قاری مولوی ❁ عارف کامل جناب احمد رضا

رہ گرائے عالم باقی بشد ❁ زیں سرائے بے ثبات و بے بقا

بود بست و پنجم از ماہ صفر ❁ نیم و دو ساعت جمعہ آوخا

گشت افسردہ چہ قلب مومناں ❁ گشتہ بے رونق چہ بزم اصفیا

از ترشحہائے لطف ایزدی ❁ تربتش بادا منور دائما

روح قدس و حور و ہم قدسیاں ❁ گرد شمع تربتش پروانہا

جستمتش سال ایں ندا آمد زعرش ❁ افضلا ''مقبول حق احمد رضا''

۱۳۴۰

دیگر

ان بزرگ احمد رضا خاں باصفا ❁ پاکباطن نیک دل نیکو سرشت

چوں ندائے ارجعی گوشش شنید ❁ پشت پازد بر سر دنیائے زشت

شد بیک چشمک زدن روحش مقیم ❁ درمیاں کوشک زرّینہ خشت

چشم پرنم از وفور رنج و غم ❁ مرغ دل از آتش فرقت برشت

''آں بزرگ احمد رضا آہ'' افضلا ❁ سال فوت ہجریش کلکم نوشت

۱۳۴۰ھ

قطعہ ذوالبحرین، ذو القافیتین، ذوالتاریخین

از رشحات کلک گہر سلک شاعر شیریں مقال مورخ عدیم المثال علیٰ جناب سیادت مأب نواب سید جعفر علیٰ خاں صاحب بہادر جعفر عرف نواب پیارے صاحب بہادر رئیس اعظم شمس اعظم شمس آباد ضلع فرخ آباد دام افضالہ

خان علامہ بزرگ باخدا .... وہ مولوی
مسلموں کے پیشوا و رہ نما .... سروخفی
ہاں صفر پچیسویں جمعہ کے دن .... عیسی نفس
واصل حق ہوگئے احمد رضا .... کیا متقی

۱۳۴۰ھ + ۵۸۱ = ۱۹۲۱ء

دیگر

بود مسلک قادریہ منسلک ایں مقتداء
حامی وقاری فاضل یکتا بزرگ باخدا
شد از جہاں در ماہ اکتوبر بست و ہشتمیں
''ممدوح عالم آہ مفتی مولوی احمد رضا''

۱۹۲۱ء

قطعہ تاریخ

از حامی دین متین جناب مولوی قاضی حافظ حاجی محمد خلیل الرحمٰن صاحب حافظ وکیل وانریری مجسٹریٹ پیلی بھیت دامت افضالہ

اُف وقت جمعہ مولوی احمد رضا خاں کی وفات
تاریک ہے اہل نظر کی آنکھ میں کل کائنات
نام خدا ہوتی ہے ایسی بھی حیات ایسی ممات
قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادا کر کے صلات

حادثہ ہے عالم حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں

اس حادثے کا نام سچا ہے اشد الحادثات

کعبہ سیہ پوش آج ہے، غمناک ہے ہر حق پرست

خوش بڑے پاپوش سے لات ومنات و سومنات

حیرت ہے کیا، ندرت ہے کیا، مدحت سرائی پر اگر

ان کے لبوں کو بوسہ دیں آ کر رسول کائنات

یہ گھر بھرا ہے خیر سے خوشحال و مالا مال ہے

مال اس میں ہے آل اس میں ہے اس میں ابناء و بنات

یہ ہیں وہی مال و بنوں جن کہا قرآن میں

زین حیات دنیوی پھر باقیات و صالحات

یہ مال بھی یہ آل بھی قائم رہے دائم رہے

اب اس دعا کی آڑ میں لکھنا ہے تاریخ وفات

تاریخ کا جو شعر ہو مطلع بھی ہو مقطع بھی ہو

مطلب یہ ہے وہ بات کہیے جس سے نکلے کوئی بات

حافظ کو مصرع غیب سے تاریخی آیا ہے یہ بات

مال وبنون وودود ماں الباقیات الصالحات

۱۳۴۰ھ

قطعات تاریخ

از جناب میر ضامن علی صاحب مفتون الوری۔ حسب فرمائش جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قادری رضوی الوری مدرس مدرسہ اسلامیہ ریاست اودے پور

امام المسلمین احمد رضا خاں ❁ وحید الدہر فخر افتخاراں

مہ آفاق خورشید بریلی ❁ چراغ کوشک اسلام وایماں

بہ بست و پنجم صفر المظفر ❁ رواں گشتند سوئے باغ رضواں

بآدینہ کہ عید المسلمین ست ❁ میسر شد وصال حور و غلماں

بود تاریخ ''مرغوب محمد'' ❁ مسیحی ''ماہ عالمتاب غفراں''

''چراغ صبح گاہی'' سال سوئم ❁ چہارم ''شیخ اعظم'' سال برخواں

چو پنجم ''فخر موجودات'' باشد ❁ ششم ''مہر مبین خورشید تاباں''

بود ہفتم چو ''باغ نور آگیں'' ❁ ''فروغ دریکتا'' ہشتمیں خواں

نہم ''مغفور جواد'' ست سالش ❁ دہم ''جوش بہار باغ عرفاں''

''نہاں گردید مفتون معدن نور'' ❁ ''معزز مولوی احمد رضا خان''

۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء

دیگر

از جناب منشی بشیر حسین صاحب المتخلص بہ اختر الوری

عالم باعمل و فاضل بے ند و نظیر

حیف صد حیف ہوئے کنج لحد میں پنہاں

عالم غیب سے پیدا ہوئی اختر یہ ندا

سال رحلت ہے رضا خاں کا "رضی الرحماں"

۱۳۴۰ھ

دیگر

از جناب منشی محمد عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی حال متوطن فیروزپور ضلع سلطان پور

اٹھا دنیا سے رضا سا کامل

حیف اس غم میں ہے جینا مشکل

اے فلک تجھ سے خدا ہی سمجھے

"صفر کا چاند جمعہ داغ دل"

۱۳۴۰ھ

دیگر

جس طرف دیکھو آج ہے سنساں

لوٹ کر لے گئی کہاں کو خزاں

ڈھونڈھتی تھیں جسے میری آنکھیں

نہیں اس گل کا آج کچھ بھی نشاں

گلشن دہر کر گیا خالی

بلبل خوش نوا و خوش الحاں

ان کی فرقت سے دل کے ہیں ٹکڑے

کیوں نہ لب ہو میرے آہ وفغاں
اب تو انصاف سے یہ کہہ دے رحیم
خوش بیاں اب رضا سا کہاں

دیگر

از جناب مولوی حافظ حاجی قاضی خلیل الدین صاحب حافظ وکیل ورئیس پیلی بھیت

صد حیف وہ مقتدائے اہل سنت
سب کرتے ہیں ہائے ہائے اہل سنت
حافظ نے کہا مصرعہ تاریخ وفات
"سردار پیشوائے اہل سنت"

۱۳۴۰ھ

دیگر

از نتائج فکر جناب منشی ابوالحسن صاحب جوہر انصاری رحمانی بریلوی

جناب مولوی احمد رضا خاں ❀ کہ بودہ آیۃ اللہ تعالیٰ
ازیں عالم بطی شد سوئے جنت ❀ قرب جست باللہ تعالیٰ
کسوف آمد بمہر علم و حکمت ❀ بگویم راست واللہ تعالیٰ
چو شیدائے رضائے احمدی شد ❀ فنا جو فی ہو اللہ تعالیٰ
پئے سال وصالش گفت جوہر ❀ "علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ"

۱۳۴۰ھ

دیگــــر

از نتیجہ فکر سید حسین صاحب داعی سکنڈ مولوی مہارانا ہائی اسکول اودے پور میواڑ

واد ریغا سالک رحماں گزشت ❁ فاضل اکمل ازیں گیہاں گزشت

رہنمائے راہ رحماں رفت حیف ❁ از سرما افضل دوراں گزشت

مولوی احمد رضا خاں قادری ❁ شمع ملت صیقل ایماں گزشت

کرد داعی فکر تاریخ وصال ❁ سال رحلت شد "فروغ جاں گزشت"

۱۳۴۰ھ

قطعہ تاریخ ترحیل

من تصنیف لطیف عالی جناب محبّ الفقراء مولانا مولوی حاجی چودھری محمد عبدالحمید خاں صاحب رئیس اعظم سہاور تخلص حمیدؔ مصنف "کنزالآخرہ" دام فیضہ

عالی مناقب خان والا منزلت بحر العلوم
حاجی کعبہ منطقی و فلسفی کہف التقی
پابند فقہ بوحنیفہ رکن قصر اجتہاد
فخر جہاں علامہ دُوراں بزرگ باخدا
آں طوطیِ ملکِ سخن آں بلبلِ صحنِ چمن
آں قاضیِ ہندوستاں آں مفتیِ عقدہ کشا
خضر بیابانِ ہدیٰ گم گشتگاں را رہنما
کشتی بہ بحر اُفتادہ را مرد خدا بُد نا خدا
ہم صوفی صافی منش ہم زیب مسند قادری

ہم خادم غوث الوریٰ ہم عاشق خیر الوریٰ

آدینہ یوم وماہ اکتوبر بہ بست و ہشتمیں

واصل بحق شد در بریلی شہر از حکم قضا

وقت ورودش در جناں گفتند غلمانِ جناں

''جنت مکانے قبلہ دین مولوی احمد رضا''

۱۹۲۱ھ

قطعات تاریخ

از جناب مولانا مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاران ضلع سیال کوٹ

دامت فیوضہ

موت العالم عدل موت العالم

۱۳۴۰ھ

وا دریغا حسرتا صد حسرتا صد حسرتا

راہی ملک بقا شد مولوی احمد رضا

قامع اعناق مبتدعین وناصر اہل دیں

پیشوائے اہل سنت آہ ازما شد جدا

بہر تاریخ وصالش غور کردم ساعتے

از دلم آمد ندا ''مقبول حق احمد رضا''

۱۳۴۰ھ

دیگر

چوں کہ حضرت مجدد دوراں ❁ طائر روح او بہ خلد پرید
بہر تاریخ سال گفت شریف ❁ "زیب کونین در بہشت رسید"

۱۳۴۰

دیگر

شیخ احمد رضا یگانہ عصر ❁ چوں ازیں دہر روئے خویش نہفت
سن رحالش بہ جواب پرشیدم ❁ "غفرنی" سال رحلت خود گفت

۱۳۴۰ھ

دیگر

فاضل دہر حضرت اعلیٰ کر ❁ دسوئے بہشت چوں رحلت
باسر "آ" ہ سال رحلت او ❁ گفت ہاتف "بوفت در جنت"

۱۳۴۰ھ

دیگر در نثر

درسن یک ہزار وسہ صد و چہل ہجری بحرعلوم

۱۳ ھ ۴۰

حضرت شاہ اہل صفا ، خلیق نیک ذات شیخ عظما

۱۹۲۱ ۱۹۲۱ ۱۹۲۱

مخدوم صافی ضمیر شمشاد قد بینظیر

۱۹۲۱ ۱۹۲۱

مصرع جات تاریخ

جامع کمالات زین زمین نہاں شد　　زبدۃ واصلیں بجنت رفت

۱۳۴۰ھ　　۱۳۴۰ھ

رفت از دھر انجمن افروز

۱۳۴۰ھ

دیگر

از: جناب مولانا مولوی ابوالیاس محمد امام الدین صاحب قادری رضوی کوٹلی لوہارات

میرے قبلہ حضرت احمد رضا	وہ وحید الدہر یکتائے زماں
ناصر ملت امام اہل دیں	وہ مجدد پیشوائے عارفاں
ہائے دنیا سے وہ رحلت کر گئے	ناگہاں وہ ہو گئے ہم سے نہاں
اہل سنت پر بڑا صدمہ ہوا	ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کناں
بدل ان کا کوئی اب ملتا نہیں	ہائے پھر نعم البدل ہوگا کہاں
ان کا مرنا ثلمۃ فی الدین ہے	یہ کمی سب اہل دیں پر ہے عیاں
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا	داخل جنت ہوا قطب الزماں

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع جناب مولوی علی حسین صاحب

رحمۃ اللہ تعالی علیہ

۱۳۴۰ھ

از نتائج طبع جناب گرامی القاب سید شاہ عالی حسین صاحب سبز پوش
(جانشین حضرت آسی غازی پوری)

ان ذالك جزاء من تزکی

۱۳ ۴۰ھ

از نتائج طبع حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب

شیخ اعظم

۱۹ ۲۱ء

از: نتائج طبع شاعر با کمال ابو المحب مداح مصطفٰے جناب محمد عبد الرحمٰن صاحب رضوی

تاریخ وصال بے مثال

۱۹۲۱ء

تقدیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳ ۴۰ھ

کرد رحلت چوں مجدد سوئے دیدار جلیل

۱۳ ۴۰ھ

گفت ملہم کلک زن از طرز نو باندب ورنج

۱۳ ۴۰ھ

بعد دو ساعت بوقت جمعہ ایں گوئے حمید

۱۳ ۴۰ھ

سیزدہ صد چہل ہجری از صفر با بست و پنج

۱۳ ۴۰ ھ

سگ حقیر کوئے درگاہ حمید الرحمٰن عفی عنہ

۱۳ ۴۰ ھ

ایضا از جناب موصوف مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب قادری رضوی بریلوی

تاریخ وفات امام عالم

۱۹ ، ۲۱

حامی احتشام مذہب ناصرین دین رفیع ہادی راہ ہدایت منبع فوز عظیم

۱۹ء۲۱۱۹ء۲۱

مخزن روز طریقت معدن ملک بیان واقف رمز حقیقت شمع زیب شمیم

۱۹ء۲۱ ۱۹ء۲۱

عارف لمعان معرفت شان قدس ماہتاب سرو گلشن آفتاب روز نیم

۱۹ء۲۱۱۹ء۲۱

سر شکن لامذہباں آں کاسر نجدی جنود قامع خبث قدیم قاطع راہ جحیم

۱۹ء۲۱۱۹ء۲۱

وارث سلطان جیلاں ماہ تاباں دستگیر جانشیں محبوب علی نائب نور کریم

۱۹ء۲۱۱۹ء۲۱

مرأت برکات وحمزہ نقشہ اچھے میاں نائب عشقی ست مارہری کہ آں قطب کریم

۱۹ء۲۱۱۹ء۲۱

آں معین ماجد مرشدی احمد رضا منبع فقہ و ذکاوت صاحب عقل سلیم

۱۹ء۲۱۱۹ء۲۱

اے ب صغر لامعہ خود بودد ہندوستاں ‏ ‏ در یکے ہم چوں نہ شد علامہ واللہ العظیم

۲۱ء۱۹ ۲۱۱۹ء۱۹

شد وصالش سیزدہ صد چہل ہجری سال خواں ‏ ‏ یوم جمعہ بست وپنجم از صفر شہر الکریم

۲۱ء۱۹ ۲۱۱۹ء۱۹

ایں بگو نامم حمید الہم غیبی بگفت ‏ ‏ آں سراج جان وایمان رفت در قصر نعیم

۲۱ء۱۹ ۲۱۱۹ء۱۹

از نتیجہ افکار سگ درگاہ قادریہ مجددیہ قدسیہ مبارکہ

۲۱ء۱۹

ابو المحب فقیر بے کمال مداح مصطفےٰ محمد حمید الرحمٰن بریلوی قادری رضوی ابن استاذ مداح الحبیب عفی عنہ

۲۱ء۱۹ ۲۱۱۹ء۱۹

از نتیجہ فکر عالی جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری نوری رضوی تلمیذ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

نور باصرہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۴۰ھ

رنگ طلائی نور افشاں سنہ ہجری رنگ سبز برائے امتزاج سنہ فصلی

۱۳۴۰ ۱۳۲۹

رنگ سرخ تمسک سنہ عیسوی حروف سیاہ ایضاح سمت وبکرمی

۲۱ء۱۹ ۱۹۷۸

وصال قوت جاں (سبز) مولوی احمد رضا (طلائی) خان (سبز) صاحب (طلائی)

درسنہ (سرخ) یک (سیاہ) ہزار (سرخ) وسہ (سیاہ) صد (طلائی) چہل ہجری (سیاہ)

بست وپنجم (سرخ) صفر یوم (طلائی) جمعہ (سرخ) وقت (سرخ) دو ساعت ۳۸

دقیقہ بعد از (سیاہ) نصف النہار (سرخ) فقر (سرخ) ہ (سبز) بالا (سرخ) مرصع (سیاہ)

رنگ (سرخ) افشانی نو (سیاہ) ا (سرخ) یجا (طلائی) دمر (سرخ) سوم (طلائی) خیال (سیاہ)

فقیر (سرخ) بے کما (سیاہ) ل (سبز) کج مج (سرخ) زباں (سبز) وزیر احمد خان (طلائی)

طالب (سیاہ) اعلیٰ حضر (سبز) ت بلند (سرخ) مکان (سبز) نور (سرخ) اللہ (طلائی)

مرقد (سرخ) ہ (سبز)

تشریح پاکیزہ الوان اربعہ

۲۹ ف ۱۳

ہر (طلائی) فقرہ جدا (سبز) جدا (سیاہ) تاریخ (سرخ) می (طلائی) دہد (سرخ) از (سبز)

حروف طلائی سنہ ہجری رونماید (طلائی) واز رنگ سبز فصلی واز (سبز) لون سرخ

عیسوی واز (سرخ) سیاہ گوں سمت وبکرمی برمی آید (سیاہ) واعلم (طلائی) ایں

جملہ (سرخ) ہم بایں (سیاہ) وصف (سبز) مو (سرخ) صوف (سبز)

قطعہ تاریخ وصال

مولانا سید شاہ ابو سلمان محمد عبد المنان صاحب مظہر قادری چشتی دامت فیوضہ

مولوی احمد رضا خاں مقتدائے سنیاں

از ہمہ اسرار قرآن وحدیث آگاہ بود

جاں نثار احمد مختار و آل پاک او

محترز از ما سوا و عاشق اللہ بود

ہادی اہل ضلال و پیرو دین مبیں

بہر گمراہاں دشت دہر خضر راہ بود

کہربائے جذب یزدانی بسوئے خود کشید

واصل حق گشت او حقا کہ حق آگاہ بود

گفت مظہر مصرعہ سال وفات آں جناب

او بجان و دل پرستار رسول اللہ بود

۱۳۴۰ھ

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا مقام

اخبار روہیل کھنڈ گزٹ بریلی مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۲۱ء

سب سے بڑا حادثہ

بریلی کے لیے سب سے بڑا حادثہ اس ہفتہ کا جناب مولوی حاجی حافظ قاری احمد رضا خاں صاحب کی وفات حسرت آیات ہے جو ایک مشہور عالم تھے، اور حقیقۃً مختلف علوم میں کامل دستگاہ کی رکھتے تھے۔ ندوۃ العلما کی مخالفت سے پہلے عام علما اہل اسلام میں مقبول نام تھے، مگر اس کاروائی سے ایک بڑا حصہ آپ سے علیحدہ ہوگیا تھا، پھر علم غیب، اور اذان کے مسئلہ نے اور بھی کشیدگیاں پیدا کردی تھیں۔ آپ کی پرمعنی جدت پسندیوں اور مخالفت وموافق اشتہار بازیوں سے دور دور آپ کی شہرت ہوچکی تھی۔

اخباری دنیا بھی اچھی طرف آپ سے واقف ہوچکی ہے۔ علاوہ پیرانہ سالی کے آپ مدت کے آپ مدت سے علیل تھے، کچھ عرصہ سے موسم گرما پہاڑ گزرنے لگا تھا، جہاں سے حالی ہی میں واپسی ہوئی تھی۔ جمعہ کے دن بعد نماز یکا یک یہ خبر شہر میں مشہور ہوگئی، مگر جنازہ دوسرے روز اٹھایا گیا، اور بعد نماز ظہر عیدگاہ میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ گئی۔ اور پھر مجمع عظیم، اور نعت خوانی کے ساتھ مکان پر لاکر دفن کیا گیا، جہاں خاص طور تینوں میونسپلٹی سے دفن کی اجازت حاصل کرلی گئی تھی۔ افسوس!

اخبار النقیہ امرتسر مطبوعہ ۵ر نومبر ۱۹۲۱ء

جہاں مر گیا

اسی سرخی سے اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا مراسلہ جو دبدبہ سکندری میں شائع ہو چکا ہے، اور اسی کے حوالہ سے اس کتاب میں پہلے درج ہو چکا ہے، اس کو ۵ر نومبر کی اخبار میں شائع کر کے جناب ایڈیٹر صاحب الفقیہ حسب ذیل الفاظ میں امام اہل سنت کا ماتم کرتے ہیں:

ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے لکھا ہے، اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل پر ہوا ہے، اس کا اظہار بذریعہ تحریر ناممکن۔ **موت العالم موت العالم** ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے عالم حقانی کا دنیا سے اٹھ جانا درحقیقت دنیا موت ہے۔ اس پرفتن زمانہ میں جب کہ فرقہائے ضالہ، دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جدو جہد سے کام لے رہے ہیں، ایسے وقت میں اس سیف صارم کا فوت ہونا مذہب اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہونچانے والا ہے۔ تاہم ان کی بے شمار تصنیفات تمام گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کے قائم مقام ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندانِ سعید جناب مولانا مولوی حامد رضا صاحب، و جناب مولانا مولوی مصطفےٰ رضا صاحب کو ان کا صحیح جانشین بنائے، اور ان کو توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر، اور حمایت دین متین میں سرگرم رہ کر، ماحی ضلالت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دیوے۔ آمین۔

مذکورہ بالا خط ایسے وقت پہنچا، جب کہ ۵رنومبر کی کاپیاں تیار ہوکر پریس میں پہنچ چکی تھیں، صرف اسی قدر درج ہوسکا، باقی انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ معراج الدین عفی عنہ

اخبار مشرق گورکھپور مطبوعہ ۳رنومبر ۱۹۲۱ء

موت العالِم موت العالَم

اسلام کی زبردست تعلیم، اور سنت نبویہ کی مستحکم تلقین، اور اشداء علی الکفار پر شدت سے عمل کرنے والے، حامی شریعت محمدیہ جناب مولانا حافظ قاری مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸راکتوبر کو بریلی میں رحلت فرمائی۔ دوسرے دن نماز جنازہ عید گاہ میں اس لیے ہوئی کہ ہجوم بہت زیادہ تھا، گھر پر جگہ نہ تھی، بعد نماز جنازہ، حضرت جناب حامد رضا خاں صاحب خلف الصدق حضرت، کے مکان میں دفن کیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ؕ

اخبار علی گڑھ گزٹ مطبوعہ ۱۱رنومبر ۱۹۲۱ء

موت العالم موت العالم

ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے، نہایت درست ارشاد ہے۔اوراس زمانہ میں اس کا مصداق حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی رحلت سے بہتر نہیں پایا جاتا، جو ۲۵رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸راکتوبر ۱۹۲۱ء روز جمعہ کو پونے تین بجے سہ پہر کے قریب واقع ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مرحوم اپنے عہد کے فقید المثال فقیہ تھے، لیکن اس کے ساتھ آپ کو تفسیر، حدیث، معقول، ریاضی، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ علوم کثیرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔آپ کی تصانیف سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، جن میں سے بعض ضخیم وجسیم کئی کئی جلدوں میں ہیں۔آپ کے شاگروں کی تعداد بھی بہت کثیر ہے، جو عراق، عرب، ترکستان، افغانستان وغیرہ تک میں پھیلی ہوئی ہے۔ البیرونی کی کتاب قانون مسعودی جو ہیات قدیم میں ایک نایاب کتاب ہے، اس کے سمجھنے والے دنیا میں ایک ہی دو ہیں اوران میں آپ بھی تھے۔آپ کا فتوی ہمیشہ بےلاگ، اور سیف قاطع ہوتا تھا۔ کبرسنی اور امراض گوناگوں کے باعث کچھ عرصہ سے صاحب فراش چلے آتے تھے۔ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا، مگر مطالعہ وتحریر کا شغل آخر وقت تک جاری رہا۔ بفضل خدا فکر معاش سے فارغ البال تھے، اور معقول زمیں داری رکھتے تھے۔حدیث شریف میں آیا ہے:ان اللّٰہ لایقبض العلم انتزاعا فینتزعہ من العباد لکن یقبض العلما حتی اذالم یبق عالما اتخذ الناس روسا جھالا فسئلوا فافتوا

بغیر علم فضلوا و اضلوا (یعنی خدائے تعالیٰ علم کو بندوں کے دلوں سے محو کر کے نہیں چھینے گا بلکہ علما کو اٹھالے گا حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے جن سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔تو جس طرح خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔) افسوس کہ مسلمان میں علما و اکابر کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے، اور جو فرد اٹھ جاتا ہے، اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔ مرحوم سلسلہ قادریہ میں بیعت بھی کرتے تھے، خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اخبار ذوالقرنین بدایوں مطبوعہ ۷ر نومبر ۱۹۲۱ء

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی عرصہ علیل تھے آخر ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ، مطابق ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کے روز ۲ ر بجکر ۳۸ رمنٹ پر اس جید عالم باعمل نے رحلت فرمائی، فوراً آپ کے انتقال کی خبر آپ کے تلامذہ و مریدین کو جو دور دور پھیلے ہوئے ہیں، دی گئی۔ ۲۶ رصفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد جنازہ اٹھا۔ آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عید گاہ کے کسی اور مقام پر نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن معلوم نہ ہوا۔ وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جا سکتی تھی، انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ ایک بجے عید گاہ پہونچے، اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز حسب وصیت نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد ادعیہ جو معمولہ مولانائے مرحوم تھیں، مقتدیوں کو بعد دعاء معمولی کے آہستہ آہستہ آمین کہنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر وہاں سے اسی شان و شوکت کے ساتھ واپسی ہوئی۔ جنازہ کے سامنے نعت خوانی و درود شریف پڑھتے ہوئے، محلّہ سوداگران لائے، اور حضرت والا مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر مولانا مرحوم کے مکان میں سپرد خاک کیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مولانا کے انتقال نے ہندوستان کے ایک بڑے شخص کی جگہ خالی کر دی جس کا پر نا مشکل ہے۔ آپ ہر معاملہ میں مستقل رائے رکھتے تھے۔ حق کے مقابلہ آپ کسی چیز سے

مرعوب نہ ہوتے تھے۔ واقعات حاضرہ میں آپ نے جو رائے غور وخوض کے بعد قائم کی تھی، اس کو کوئی قوت بدل نہ سکی، یہاں تک کہ مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے ناواجب الزام لگائے، لیکن آپ اپنی اس رائے پر جس کو اپنے نزدیک حق سمجھتے تھے، آخر دم تک قائم رہے۔

منقبتیں

تصنیف لطیف محبّ الرضا حافظ محبوب علی خاں صاحب قادری رضوی

مصطفےٰ کا دلارا ہمارا رضا ❀ غوث اعظم کا پیارا ہمارا رضا

اپنے مرشد کا پیارا ہمارا رضا ❀ رضویوں کا ہے مولا ہمارا رضا

قادریت کا سہرا رہا جس کے سر ❀ قادریوں کا دولہا ہمارا رضا

علما حرم جن سے بیعت ہوئے ❀ ایسا مرشد ہے اعلیٰ ہمارا رضا

نظر آتا نہیں اب کوئی ہند میں ❀ ہند میں ہے وہ یکتا ہمارا رضا

رضویوں کو نہیں غم ذرا حشر میں ❀ ہے مدد کرنے والا ہمارا رضا

جسکو سب اچھے کہتے ہیں اچھے میاں ❀ ہے اس اچھے کا اچھا ہمارا رضا

غم نہیں حشر سے مجھ کو کچھ اے محبّ ❀ ہے مدد کرنے والا ہمارا رضا

دیگر

تصنیف لطیف جناب مولانا محمود الحسن صاحب الوری المتخلص بہ ضیا

اودے پور

از گروہ اولیا احمد رضا ❁ تاجدار اتقیا احمد رضا

حامل علم خدا و مصطفیٰ ❁ مخزن و بحر ہدی احمد رضا

از علوم حضرت خیر الوریٰ ❁ بود قلبت پر ضیا احمد رضا

از فیوض دین اصحاب رسول ❁ بہرہ ہم حاصل ترا احمد رضا

حضرت محبوب سبحاں دستگیر ❁ در دفیض خود ترا احمد رضا

باعث فخر حنیفہ گشتئی ❁ فخر اسلام ہدیٰ احمد رضا

از میاں نوری تو نوری گشتہ ❁ با خدا یا سرورا احمد رضا

ای محی ملت اے سبحان زمان ❁ دیگرے مثلت کجا احمد رضا

عامل سنت نبی محترم ❁ بود ذاتت یا شہا احمد رضا

در تمامی علم و فن، فاضل ہدی ❁ مرحبا صد مرحبا احمد رضا

کنت کنزا مخفیا ار از داں ❁ واقف راز خدا احمد رضا

در علوم دینیہ سر آمدی ❁ اہل لحق راپیشوا احمد رضا

یا مقرب بارگاہ کبریا ❁ سالک راہ خدا احمد رضا

معدن جود و عطا مہر و کرم ❁ مصدر حلم وحیا احمد رضا

قادریاں را تو بودی سرورا ❁ باعث عز وعلا احمد رضا

اہل سنت والجماعت را توئی ❁ منہج راہ صفا احمد رضا

ہر کہ تابع گشت بر فرمان تو ❁ گشت آں تابع خدا احمد رضا

لیک آں سرچشمہ فیض وعطا ❁ باعث رشدو ہدی احمد رضا

وادریغا حسرتا واحسرتا ❁ شدازیں دنیا جدا احمد رضا

جنت الفردوس شداورامقام ❁ نیز مقبول خدا احمد رضا

یاخدابرذات آں خاک جناں ❁ راہی راہ رضا احمد رضا

رحمت باشد برولطف وکرم ❁ بر وجود سعدزا احمد رضا

ازغلامانت شدہ بےکس ضیا ❁ فخر حاصل ایں مرااحمد رضا

دیگر

از جناب مولوی صاحب موصوف

اہل حق کے پیشوا احمد رضا ❁ رہبر صدق وصفا احمد رضا

ماحی کفر و دغل بطلان وزیغ ❁ تھے تمہیں شمس الضحی احمد رضا

مصطفائی فیض تم میں تھا بھرا ❁ تھے سراپا مرتضی احمد رضا

حضرت صدیق اور فاروق کی ❁ پوری تم میں تھی ضیا احمد رضا

مخزن اسرار یزداں غوث سے ❁ فیض تم کو تھا ملا احمد رضا

اس زمانہ تیرہ و تاریک میں ❁ تھے تمہیں بدر الدجی احمد رضا

قادری اور سنیوں کے واسطے ❁ صاحب جود و عطا احمد رضا

غرض عالم کے لیے تھے بے شبہ ❁ ہادی راہ خدا احمد رضا

جستجو میں نے جو کی تاریخ کی ❁ دی فرشتے نے ندا احمد رضا

تم تھے مرغوب محمد بالیقیں ❁ اور محبوب خدا احمد رضا

التجا مسکیں ضیا کی ہو قبول ❁ میرے حق میں ہو دعا احمد رضا

کہ خدا مجھ کو بچائے دہر میں ❁ جملہ آفت سے سدا احمد رضا

از محبوب علی خاں صاحب لکھنوی

امام برحق احمد رضا سلام علیک
جناب نائب غوث الوریٰ سلام علیک

بھی جو تیرا گذر ہو رضا کے روضے پر
تو عرض کرنا مرا بھی صبا سلام علیک

غلام تیرے جو ہیں ان کو کچھ نہیں ہے غم
تو ان کا حامی ہے احمد رضا سلام علیک

ستائے حشر میں گر مہر کی تپش ہم کو
چھپالے ہم کو تو زیر ردا سلام علیک

جو نجدیوں نے نہ دیکھا ترا جمال وکمال
تو کعبہ والوں نے دیکھا شہا سلام علیک

رہیں یہ قائم ودائم غلاموں کے سر پر
یہ جانشیں تیرے حامد رضا سلام علیک

غلام جو ہوا ان کا وہ بندہ ہے تیرا
یہ ہاتھ ہے تیرا دست عطا سلام علیک

یہ ہاتھ ان کا ترے دست جود کا نائب
ترا ہے نائب غوث الوری سلام علیک

ترا ہی جلوہ ہے حامد رضا کے چہرہ میں
ترے جمال کے ہیں آئینہ سلام علیک

دعا محبّ کی ہے یارب رضائے احمد سے
کہ وقت مرگ ہو لب رضا سلام علیک

دیگر

از جناب عنایت محمد خاں صاحب غوری قادری رضوی قیصر فیروز پوری

کیا بہار باغ عالم ہے گلستان رضا ❁ چہچہا زن ہے ہر اک سو عندلیبان رضا

دیکھتے ہی میں نے پہچانا مہ و خورشید کو ❁ ضو فگن ہے چار سو رخسار تابان رضا

سجدہ گاہ اہل عرفاں حق تعالیٰ نے کیا ❁ صدقہ جائیں اللہ اللہ شان ایوان رضا

بے پیے سرشار ہیں مے کی ضرورت ہی نہیں ❁ جھومتے ہیں بادہ عرفاں سے مستان رضا

اللہ اللہ اسکی بو سے دونوں عالم بس گئے ❁ باغ رضواں درحقیقت ہے گلستان رضا

ہے زبان ریختہ میں حق تعالیٰ کا کلام ❁ ترجمہ قرآن کا ہے صاف دیوان رضا

حضرت غوث الوری کا سر پہ سایہ کیوں نہ ہو ❁ سنت خیر الوری ہو جب کہ ایمان رضا

فیض غوث پاک کا ادنی کرشمہ دیکھیئے ❁ کس قدر پھولا پھلا عالم میں بستان رضا

بوستان قادریت یاخدا پھولے پھلے ❁ لہلہائے تا ابد نخل گلستان رضا

مہر و مہ کو رخ اٹھاتے شرم آتی ہے یہاں ❁ واقعی ہے نور حق شمع شبستان رضا

مصطفیٰ برہان و حشمت حضرت عبد السلام ❁ ہیں گل و لالہ و ریحاں باغ و بستان رضا

حضرت مختار و حسنین اور مولانا نعیم ❁ اپنے اپنے ہاتھ میں تھامے ہیں دامان رضا

مرشدی مولائی قبلہ حضرت حامد رضا ❁ چشم بد دور آپ ہی ہیں زیب دیوان رضا

دیکھتے ہیں چشم حسرت سے شبیہ پاک کو ❁ آپ ہی سے لیتے ہیں تسکین جویان رضا

منقبت سن کر مری کہتے ہیں ارباب سخن ❁ قیصر رضوی تو ہی ہے آج حسان رضا

دیگر

از جناب حاجی قاسم حسین خان صاحب ہاشمی مصطفائی مداح الحبیب

غوث اعظم والے ہیں احمد رضا ❀ مصطفیٰ کے پالے ہیں احمد رضا

اللہ اللہ شان اقدس سے تیری ❀ دونوں جگ اجیالے ہیں احمد رضا

ہے تصور میں جمال مصطفیٰ ❀ ایسی رنگت والے ہیں احمد رضا

اللہ اللہ مصطفیٰ وغوث کی ❀ گودیوں کے پالے ہیں احمد رضا

بددعا جس نے عدو کو بھی نہ دی ❀ ہاں وہ اللہ والے ہیں احمد رضا

اہل سنت کے دلوں کو ہے خبر ❀ جیسے رحمت والے ہیں احمد رضا

حشر میں تجھ کو دکھادیں گے عدو ❀ کیسی عظمت والے ہیں احمد رضا

لوخبر محشر کے غم نے کھالیا ❀ لب پہ آہ و نالے ہیں احمد رضا

جاں لبوں پر آگئی فریاد ہے ❀ زندگی کے لالے ہیں احمد رضا

خوش ہو قاسم دونوں عالم میں ترے ❀ سر پہ دامن ڈالے ہیں احمد رضا

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

فیض پاتا ہے جہاں وہ آپ کی سرکار ہے ❁ اے رضا باغ شریعت آپ سے گلزار ہے

مجھ سے بیکس کا نہیں کوئی بھی اب غمخوار ہے ❁ اے رضا جو چشم رحمت ہو تو بیڑا پار ہے

مصطفیٰ حامی ہیں تیرے غوث ہے امداد پر ❁ اے رضا نقصان پہنچانا تجھے دشوار ہے

در پہ تیرے اڑ گیا ہے لیکے جائیگا ضرور ❁ دیجیے سرکار خادم مفلس ونادار ہے

ہو کرم اب رنج وغم نے ناک میں دم کر دیا ❁ خادم در کو تمہارے زندگی دشوار ہے

جو پھرا تجھ سے میرے مولا ضلالت میں پھنسا ❁ دو جہاں میں آپکا دشمن ذلیل وخوار ہے

پھول سونے کے بناتا یہ نچھاور کے لیے ❁ کیا کرے سرکار خادم مفلس ونادار ہے

دشمن احمد رضا خاں کا ٹھکانہ ہے کہاں ❁ مصطفےٰ ناراض ہیں اسسے خدا بیزار ہے

میرا بیڑا پار ہو ہی جائے گا روز شمار ❁ میرے مولا آپکی سیدھی نظر درکار ہے

تیرا دشمن جو ہوا دنیا میں رسوا ہو گیا ❁ اے رضا سچا ہے تو سچا ترا سرکار ہے

وہ گھڑی آئے مبارکباد دیں یہ اولیا ❁ دیکھے سرکار قاسم حاضر دربار ہے

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

علمیت وہ ہے کہ قائل ہے زمانہ تیرا ❁ علما مدنی بھی پڑھتے ہیں کلمہ تیرا

دودھ کا دودھ رہا پانی کا پانی ہی ہوا ❁ دیکھ دشمن یہیں منھ ہوگیا کالا تیرا

مل گئی اس کو اسی وقت نجات کونین ❁ ہوگیا آج کے دن جو کوئی بندہ تیرا

جو پھرا تجھ سے پھرے اس سے خدا اور رسول ❁ میرے آقا میرے مولا ہے وہ رتبہ تیرا

تو وہ عالم ہے نہیں جس کی زمانہ میں نظیر ❁ ہفت کشور میں بجا کرتا ہے ڈنکا تیرا

بے ادب ہے جو تیری شان میں پائیگا سزا ❁ حشر کے روز لیا جائے گا بدلا تیرا

ان کا دشمن ہے وہی تجھ سے عداوت ہے جسے ❁ مصطفٰے کا وہی پیارا ہے جو پیارا تیرا

حشر کے دن وہ دیا جائے گا رتبہ تجھ کو ❁ خلق دیکھے گی ان آنکھوں سے تماشا تیرا

کس میں طاقت ہے اتارے ترے سر سے اس کو ❁ غوث اعظم کا ہے باندھا ہوا سہرا تیرا

تیرے صدقے میں ملا کرتی ہے منھ مانگی مراد ❁ ناز قاسم کو ہے اس پر کہ ہے بندہ تیرا

دیگر

از جناب حاجی صاحب موصوف

جب ہوئے جلوہ کناں احمد رضا خاں قادری
جگمگا اٹھا جہاں احمد رضا خاں قادری

اہل سنت کی تو آن احمد رضا خاں قادری
خسرو والاشاں احمد رضا خاں قادری

ہم غلاموں کے سروں پر آپکا سایہ رہے
رہبر ہندوستاں احمد رضا خاں قادری

کیوں شریعت میں نہ یکتا ہوں کہ کس پلہ کے ہیں
آپ کے اچھے میاں احمد رضا خاں قادری

جان نشین مصطفیٰ ہو دشمن اسلام کی
بند کردی ہے زباں احمد رضا خاں قادری

ہر طرف یہ کہہ رہے ہیں اہل ایماں شوق میں
ہم بھی دیکھیں گے کہاں احمد رضا خاں قادری

یاالٰہی تاقیامت دہر میں زندہ رہیں
قاسم بے کس کی جاں احمد رضا خاں قادری

مکتوبات امام اہل سنت

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ ۴۵ مکتوبات ہیں جن میں ۴۳ خاص فقیر کے نام سے ہیں، اور ایک جناب خلیفہ تاج الدین صاحب دبیر انجمن نعمانیہ ہند لاہور، اور ایک بنام حامی دین وملت ماحی شرک و بدعت جناب حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب قادری رضوی مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہے۔ لیکن ان خطوں میں بھی میرا تذکرہ ہے، ان دونوں خطوں کو بھی مجھ سے تعلق ہے، اس لیے میں نے اپنے نام کے خطوط میں ان کو بھی درج کیا۔

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بملاحظه مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی سنت ماحی بدعت جناب خلیفه تاج الدین احمد صاحب زید کرمهم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں، اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس، اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا:۔

(۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں

(۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں

(۳) مفتی ہیں

(۴) مصنف ہیں

(۵) واعظ ہیں

(۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں

(۷) علماے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ اور اب ہند بلکہ عامۂ بلاد میں یہ علم، علما بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا، اور سات صاحب بنانا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انھوں نے بقدر کفایت اخذ کیا، اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وتاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لیے بھی بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجیے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں، اگر چہ دو عظیم کام یعنی افتا وتوقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔ اسی لیے وعظ ومناظرہ بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ وہاں گئے تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے، ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم خود ۵؍شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حبیبی و ولدی و قرۃ عینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین

صاحب قادری جعل اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلے ایک پلندہ ابانۃ المتواری وغیرہ کا آپ کو گیا تھا وہ نہ پہونچا۔ اب مدت ہوئی وقایۃ اھل السنۃ وغیرہ اشتہارات کا پلندہ بھیجا، اس کی رسید اب تک نہ آئی۔ اس کی تفتیش کیجیے کہ پلندے کہاں ضائع ہوتے ہیں؟ ایک خط آپ کو جواب مسائل میں بھیجا تھا، وہ آپ کو نہ ملا۔ رجسٹری مرسل ہو تو وہ بھی ہر شخص لے سکتا ہے، لہٰذا یہ پلندہ بیرنگ مرسل ہے۔

وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے۔ مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے۔

اپنے موافق اپنا تصدیقی خط دبدبہ سکندری میں چھپ چکا ہے، مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل ومسائل بھیجتا ہوں۔ ایک مختصر فتوی اگرچہ دو ہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہریں وہاں مل سکیں، فوراً فوراً ارسال کیجیے۔ پھر ایک پرچہ پر اس کے ہزار نسخے چھپوا کر دو سو یہاں اور دو سو مولانا محدث سورتی کو بھیجئے۔ طبع کے خرچ سے مطلع کیجیے کہ مرسل ہو۔ طبع سے پہلے اصل مہروں کا فتوی فوراً بھیج دیجیے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۳ جمادی الاولی، جاں افروز روز دوشنبہ ۱۳۳۲ھ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلاۃ والتحیۃ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی و زینی و قرۃ عینی، برادردینی ویقینی مولانا مولوی ظفرالدین صاحب جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفرالدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارت ص ۱۳۶ تاتارخانیہ بہت عمدہ ہے۔ ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں۔ مسئلہ اذان محدث وجب واقامت میں اعادہ اذان واقامت کی یہ تفصیل کہ اذان کی تکرار مشروع ہے کما فی الجمعۃ. اس میں عبارت بحر بہت نفیس واقع ہوئی، جس سے ثابت کہ ہر دو اذان جمعہ بغرض اعلام غائبین ہیں۔ اس کے مثل یا مؤید جو عبارات نکلیں وہ بھی لی جائیں۔ فقہ شافعی میں امام ابواسحٰق کی کتاب تنبیہ ہے۔ اس کی شرح امام ابوزکریا نووی نے فرمائی ہے، جس کا نام تحریر ہے۔ یہ متن وشرح اگر اس کتب خانہ میں ہو تو جلوس امام علی المنبر وقیام مؤذن للاذان کے متعلق جو کچھ اس میں ہو، نقل کر کے بھیجئے، نیز باب الاذان میں اگر کچھ لکھا ہو۔

کلکتہ میں دیابنہ کا جلسہ تھا، وہاں بھی جاکر مناظرہ کا غل کیا۔ پندرہ پندرہ ہزار روپئے جمع کر دیئے ٹھہرے۔ تاروں اور خطوں پر ۱۲ ردن مکالمہ رہا، مگر نہ تھانوی نے اقرار مناظرہ کیا، نہ دیابنہ جم سکے۔ حسب عادت قرار برقرار افتاد۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب سلمہ ان وقائع کی تفصیل کا رسالہ

چھپوانے کو ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ماہ صفر میں رہتک ضلع پنجاب سے تھانوی صاحب نے پہلے ہی خط پر فرار کیا۔ اس کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ چھپے گا۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۳۰/ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پانچ رسالے اور آپ کا فتوی مرسل بارک اللہ فیک ولک وبک وعلیک عبارت تحریر کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز شرح وقایہ یا نقایہ فصیح ھروی وہاں ہو، اس میں اس مسئلہ کے مظان اور مرور بین ید المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں لکھا ہے یہاں قرب اضافی مراد ہے۔ او کما قال والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ از بریلی ۸/ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

(۵)

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل اللہ تعالیٰ

کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتوی آیا اور تقسیم ہوا، اور آپ کو رسید نہ لکھ سکا کہ سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہوتا ہوا چھ روز میں واپس آیا؛ اور صعوبت سفر و ناسازی طبع سے اکیس روز معطل محض رہا۔ اب مبتلائے بعض افکار ہوں، طالب دعا ہوں۔

مسودہ فتوی جو آپ نے بھیجا تھا اس میں مولوی دیانت حسین صاحب ومولوی مقبول احمد خان صاحب کے بھی دستخط تھے، اس مطبوعہ میں نہیں، اس کا کیا سبب ہوا؟

مبسوط سرخسی کتب خانہ میں ہو تو اس سے اس عبارت کی نقل بھیج دیجیے۔ والاصطفاء بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلا وتخلل الاسطوانۃ بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجۃ بین رجلین وذالک لا یمنع صحۃ الاقتداء یہ عبارت یوہیں ہے یا کیا؟ اس میں کیا فرق ہے، اس کا سابق ولاحق کیا ہے؟ مبسوط چھپ بھی گئی ہے مگر یہاں ابھی نہیں آئی۔

اب کی بار نقشہ ماہ مبارک کا کیا انجام ہوگا؟ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴/ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

یہ خط ابھی ڈاک کو نہ بھیجا تھا کہ آپ کا نقشہ سحر و افطار آیا۔

فجزاکم اللہ خیرا کثیرا

(۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سات روز سے دیہات میں آیا ہوا ہوں، آپ کا کارڈ یہاں ملا۔ مولوی دیانت حسین صاحب کے دستخط کی ضرور ضرورت تھی۔ مبسوط سرخسی کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ تنشیط الأذان میں کہ اینٹھی نے مسئلہ اذان خطبہ میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے۔ ان لوگوں کا کذب بدیہی اَولی ہے۔ آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھجوائیے، بلکہ مناسب ہو تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ عبارت مبسوط امام سرخسی سے نقل کی۔ یہاں آپ کے بعض مخالفین کہتے ہیں کہ یہ عبارت مبسوط میں کہیں نہیں۔ لہٰذا براہِ مہربانی بواپسی ڈاک اطلاع دیجیے کہ عبارت مذکورہ مبسوط کے کس کتاب و باب و فصل وجلد وصفحہ میں ہے کہ مخالفوں کو دکھا کر ساکت کیا جائے۔

مٹی مطلقاً حرام نہیں، بلکہ بقدر ضرر۔ چونا بھی اس کی جنس ہے، بقدر غیر مضر جیسا پان میں ہوتا ہے، حلال ہے۔ خاص پان کے چونہ کا جزئیہ نصاب الاحتساب میں ہے۔ کتاب یہاں پاس نہیں کہ باب کا پتہ لکھوں۔ اگر آپ کو نہ ملے تو بریلی پہونچ کر انشاء اللہ تعالیٰ عبارت مع نشان باب لکھ بھیجوں گا۔

والسلام ۲۶ رشعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

مبسوط کس قیمت کو خریدی گئی، یا وہاں قلمی ہے؟

اس خط کی کاروائی باذنہ تعالیٰ جلد ہو، رجسٹری ہی مناسب ہے۔ اور اگر وہ جواب نہ دے تو مبسوط کے باب الاقامت باب مکروہات الصلوٰۃ وغیرہا ایسے استیعاب وغور سے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینے کا موقع ملے۔ اس کے مہمل رسالہ کا رد اگرچہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں، اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں۔ لہٰذا باذنہ تعالیٰ کچھ ہونا بہتر ہے۔ یہ جواب اس تحقیق وطلب نقل پر موقوف ہے، لہٰذا عجلت واحتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔ والسلام

اور اگر وہ پتہ دے اور عبارت نکلے تو ماسبق وما لحق بتمامہ نقل کر کے بھیجئے، اس عبارت کی حالت بہت مشتبہ ہے۔

اولاً: تو مسئلہ خلاف نصوص۔

ثانیاً: دعوی ودلیل میں تطابق نہیں، دعوی عدم کراہیت اور دلیل اقتدا کی صحت۔ لہٰذا اعتبار نہیں آتا کہ امام شمس الائمہ نے ایسا فرمایا، اور مقرر رکھا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلک اللہ تعالیٰ کاسمک ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارات تفاسیر آئیں، ماقی بھی درکار ہیں۔ جمل و جلالین یہاں ہیں۔ یہ روح المعانی کیا ہے، یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے؛ اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے۔ مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تصنیف لکھا ہو تو اطلاع دیجیے۔ مدارک کا کوئی حاشیہ ہو تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔

ربیسہ خاتون کے عدد ۱۳۴۲ ہیں کہ کتابت میں دو (ی) ہیں، ہمزہ کے لیے کوئی عدد نہیں، نہ اس کے عدد بھی لیے جائیں۔ اگر مرکز یعنی واو پر ہے تو اس مرکز کے عدد لیں گے۔ جیسے رأس، رؤس، رئیس میں ۱، ۶، ۱۰؛ اور کچھ نہیں، جیسے علماء، نساء، خبء، تبوء، جیء۔ میرے خیال میں دلارام خاتون (۱۳۳۳) آیا تھا اسی زمانہ میں، مگر کچھ پسند نہ تھا، لہٰذا آپ کو نہ لکھا۔

طالع وہ نقطۂ فلک البروج ہے جو کسی وقت مطلوب میں جانب شرق اُفق حقیقی بلدی پر ہو۔ یہی زائچہ وِلادت میں لیا جاتا ہے، اور یہی زائچہ سال میں بھی، یہی جملہ اعمال میں۔ اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال یا فی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو، ہرگز ہیات، زیچ، تنجیم، تکسیر، جفر وغیرہا

کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ یوں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے مقرر کرے، مگر وہ اسی تک محدود رہے گی، کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔ طالع اگر چہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہوا، مگر اہل تنجیم و (من) معھم اس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں جو وقت مطلوب افق شرقی بلدی پر ہو۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے، جب تک درجہ طالع نہ بدلے۔ اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے۔ بہر حال اس میں چار منٹ کی تخمین کے اندر از روئے محاسبہ جو نقطہ (بوقت) ولادت خاص جائے ولادت کی اُفق شرقی پر ہو، اس کو طالع کہتے ہیں۔ پھر حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں۔ پھر تسویۃ البیت کے تین قاعدوں سے (جن میں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول السموت کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں، اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل مختار تقسیم اول السموت ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی و مقاطع معلوم کر کے زائچہ ولادت درست کرتے ہیں۔ اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ اور رأس وذنب ہو، استخراج کر کے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں، (اور ہر کوکب کے ۴۵ ضعف ۶۶ نوموں اور اس کے مراتب سے نتیجہ حاصلہ قوت یا ضعف مع تعین مرتبہ نکالتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۵) اس کے بعد استخراج اسہام ہے۔ جس میں سہم السعادۃ و سہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد احکام بکنے کا وقت آتا ہے، جو محض جہل وجزاف ہے۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ

آپ کی خوشی کے لیے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویۃ البیوت کر کے میں بھیج سکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موضع ولادت کے طول وعرض کا علم ضروری ہے، اس سے اطلاع دیجیے۔ اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت خاص کے لیے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجیے کہ اس کی جانچ کرلوں۔ تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے میرے رسالہ **مسفر المطالع فی التقویم والطالع** میں ہیں۔ سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ:

[۱] المنک میں ہر مہینہ کے ص چہارم خانہ اول سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اس کا لوگارثم بعد (کوکب) اٹھائیے، پھر ختم جداول سال للنیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے۔ المنک حال میں صفحہ ۱۴۶ سے جدول عطارد ہے۔ صفحہ ۱۵۴ سے جدول زہرہ، وہکذا۔ اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول (کوکب) بمرکزیت شمس، وعرض کوکب بمرکزیت شمس، ولوگارثم بعد کوکب اٹھائیے۔ یہ اسی ترکیب پر لکھے ہیں۔ پھر تقویم شمس پر ۶ برج بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے، باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھیے۔ مفروق منہ کم ہو تو اس پر 'دور' بڑھا لیجئے، زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دور (۹۰) سے تفاضل لے کر اس کا نام محفوظ رکھیے، محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

[۲] عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثمی لیجیے۔ پھر علویات یعنی زحل، مشتری، مریخ میں اس 'لوجم' کو لو (۳۶) بعد کوکب میں جمع کر کے لو (۳۶) بعد شمس اس سے تفریق کیجیے؛ اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں لو (۳۶) بعد شمس سے اس مجموعہ لوجم ولو بعد کوکب کو تفریق کیجیے۔

بہر حال جو بچے اسے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کر کے قوس حاصل سے ۴۵ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثمی لیجیے۔

[۳] اس ظل لوگارثمی میں لو(۳۶) ظل محفوظ کو جمع کر کے جدول لوگارثمی میں مقوس کیجیے۔ قوس حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجیے، اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق۔ اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھیے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دورقف (۱۸۰) سے کم ہے (تو) تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کر لیجیے، ورنہ تقویم شمس وزاویۃ الارض کو جمع کر لیجیے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لیے ہوگی۔ اسی طرح دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم لیجیے۔ جب دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی، تعدیل مابین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہو جائے گا۔

تنبیہ: یہ ہم نے جو دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا؛ اور ابتداً وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا، اسے تطویل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ بہت تخفیف مؤنت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یوں تقویم شمس ولو بعد شمس وتقویم کوکب بمرکزیت شمس، وعرض کوکب بمرکزیت شمس، ولو (بعد) کوکب بعینہا لکھے ملیں گے، ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطرین کرنی ہوگی۔

(۲) دو نصف النہار مکتنف کی تقویمیں لینے سے کوکب کا راجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی

اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا تو ادراک تقویمات کے لیے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔

۲ نسخے جداول ضرب کے مرسل ہیں۔ آج خاص شب عرس مبارک ہے۔ فاتحہ خوانی کیجیے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۷ ذی الحجہ یوم الخمیس ۳۲ھ

(۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ ہے۔

جو عظیم جلیل ساعت میسر ہوئی، محض عطیہ الٰہی تھی، اس میں یہ نقوش تیار کیے، جو مرسل ہیں۔ والسلام

یہ نقش جلیل ہیں، ان کے مختلف شرائط تھے، اور بقدرت الٰہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے، اور ان سے اور زیادہ تھے۔

قمر سعد الاخبیہ میں ـــــ زہرہ وقمر کا قران ـــــ زہرہ شرف میں ـــــ مشتری بیت میں ـــــ زہرہ ومشتری کا قران ـــــ آفتاب خاص درجہ شرف میں ـــــ دن خاص جمعہ مبارکہ کا۔

ان کے فوائد وبرکات عظیمہ مخلوق وخالق سب کے نزدیک عظیم وجاہت، بعونہ تعالیٰ ہر ضیق سے نجات، ہمیشہ وسعت رزق، محبت الٰہی، حیات طیبہ، قلوب خلائق میں محبت۔

ان میں دو نقشوں میں مکتوب کے نام کے اعداد بھی داخل کیے جاتے ہیں۔ وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے لیے تجویز کیے، ان میں ایک آپ کا نام تھا، نقوش حاضر ہیں، مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہر پنجشنبہ یا جمعہ کو انہیں لوبان کی دھونی دی جائے، اور اس وقت دام، ناج، روٹی ما حضر پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نیاز دے کر محتاج مسلمانوں کو دے دیا کریں۔ ان عظیم نقشوں کی قدر کی جائے کہ ایسی ساعات کا پھر اجتماع بہت بعید ہے، اور ہندوستان بھر میں پندرہ نام اس کے لیے مخصوص کیے گئے، جن میں ایک آپ ہیں۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۴/ جمادی الاخریٰ ۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین صاحب جعل کاسمہ ظفر الدین آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۴ر دن کامل ہوئے، ایک ڈبیہ پارسل آپ کے نام بھیج چکا ہوں، اس وقت تک رسید کا منتظر ہوں۔ اس سال ۹ر اپریل کو عجیب اوضاع فلکی جمع تھیں، جن سے متعدد نقوش عظیمہ کی تواریخ اسی دن جمع ہوگئیں۔ آفتاب خاص درجہ شرف میں ــــــ زہرہ شرف میں ــــــ مشتری بیت میں، جو شرف سے بھی افضل ہے ــــــ زہرہ و مشتری کا قران السعدین ــــــ زہرہ و قمر کا قران ــــــ قمر سعد الاخبیہ میں ــــــ اور سب سے اعظم یہ کہ دن جمعہ مبارکہ کا۔

ان ساعات میں دو نقش عظیم وجلیل آپ کے لیے لکھے، جن میں آپ کے نام کے اعداد بھی داخل تھے۔ ایک کی ساعت و وقت صبح کی تھی؛ اور دوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ۔ اور بعد نماز جمعہ ایک نقش آپ کے لیے چاندی پر کندہ کرایا۔ یہ تینوں نقوش معظم ایک ڈبیہ میں مع پرچہ ترکیب رکھ کر پارسل کر دیئے، ڈاک خانہ کی رسید میرے پاس موجود ہے، جس میں ۲۱ر اپریل کی مہر ہے۔

رسید کا انتظار کرتے کرتے آج خط لکھا کہ پارسل پہنچا ہو تو مطلع کیجیے، ورنہ وہاں تحقیقات کیجیے کس کے ہاتھ لگا؟ ۴؍ آنہ اس پر محصول کے ٹکٹ لگا دیے تھے، رجسٹری البتہ نہ کی تھی۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۹ جمادی الاخریٰ ۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانامولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ
کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دھونی اگر ہر پنجشنبہ کو نہ ہو سکے تو ہر مہینہ ہی سہی۔ نیاز تصدق ہر ہفتہ
ضرور ہے۔ آیہ کریمہ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ
میں پانچ اسمائے الٰہیہ ہیں ،الہ ، واحد ، ھو ، رحمٰن ، رحیم ان میں ہر
ایک کی ساعات جدا ہیں حسن اتفاق سے ھو اور الہ اور رحیم کے نقوش کی
ساعتیں اسی دن مجتمع ہو گئی ہیں۔ آپ آیت کریمہ ہی کا ورد رکھیے بہ شمار اعداد۔
والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵/شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

(۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طریقہ استخراج عصر میں جس قدر تسہیلیں ممکن تھیں، کر کے بھیجتا ہوں۔ جداول اوقات ایسے کاغذ پر چھپا ہے کہ چند روز میں پرزے ہو جاتا ہے۔ پانچ بار منگا چکا ہوں، ایک بار کی تو بالکل فنا ہو گئی، تین بار کی یہ ہیں۔ ان سے ایک نقل آئے گی۔ پانچویں بار کی کہ وہ بھی پرزہ ہونے کے قریب ہے، میرے پاس ہے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری ۵ شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

وقت عصر حنفی

[ا] وقت تخمینی درجہ مطلوبہ گیرند کہ برائے بریلی واکثر بلاد قریبۃ العرض ازیں جدول کہ برائے رؤس البروج برآوردہ ایم حاصل تواں کرد۔

وقت تقریبی برج نصف النہار حقیقی،

برج			برج
سرطان	ت ء	نت	سرطان

اسد	ء	مط	جوزا
سنبلہ	ء	لط	ثور
میزان	ء	الح	حمل
عقرب	ء	ح	حوت
قوس	ح	مح	دلو
جدی	ح	لہ	جدی

[۲] روزے کہ تقویم شمس در المینک نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل میل شمس در آنروز با میل روز سابق گیرند و تعدیل مابین السطرین دانند کہ دراں وقت تخمینی چہ قدر تفاضل خواہد بود؟ اگر کاستی است از میل درجہ تامہ مطلوبہ کاہند، ورنہ فزایند تا میل تخمینی نصف النہار حقیقی آں روز شود۔

[۳] ایں میل اگر مخالف جہت عرض البلد ست با عرض جمع کنند، ورنہ تفاضل گیرند کہ آں روز بعد سمتی مرکزی حقیقی شمس وقت نصف النہار حقیقی شد۔ نیم قطر شمس کہ آں روز باشد ازاں حاصل جمع یا حاصل تفریق را کاہند کہ بعد سمتی حقیقی حاجی آں وقت شد۔ ایں را بجدول ماسوئے بعد سمتی مرئی محول کنند۔

[۴] مابین بعد سمتی مرئی حاجی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند۔ یعنی بعد مذکور را از جدول ظل اول اصلی نہ لوگارثمی ظل بردارند۔ و برآں دو مرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد۔

[۵] سایہ مذکور را در جدول ظل اول اصلی مقوس کنند۔ قوس حاصل را در جدول ما بہ بعد سمتی حقیقی رد کنند و برآں نیم قطر آں وقت افزایند، بعد سمتی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد۔ بہ تقدیر بودن شمس وقت عصر در درجہ مطلوبہ تکمیل در روے

اسد	ء	مط	جوزا
سنبلہ	ء	لط	ثور
میزان	ء	الح	حمل
عقرب	ء	ح	حوت
قوس	ح	مح	دلو
جدی	ح	لہ	جدی

[۲] روزے کہ تقویم شمس درالمینک نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل میل شمس درآنروز بامیل روز سابق گیرندو تعدیل مابین السطرین دانند کہ دراں وقت تخمینی چہ قدر تفاضل خواہد بود؟ اگر کاستی است ازمیل درجہ تامہ مطلوبہ کاہند، ورنہ فزایند تامیل تخمینی نصف النہار حقیقی آں روز شود۔

[۳] ایں میل اگرمخالف جہت عرض البلدست باعرض جمع کنند، ورنہ تفاضل گیرند کہ آں روز بعد سمتی مرکزی حقیقی شمس وقت نصف النہار حقیقی شد۔ نیم قطر شمس کہ آں روز باشدازاں حاصل جمع یا حاصل تفریق راکاہند کہ بعد سمتی حقیقی حاجبی آں وقت شد۔ ایں راجدول ماسوئے بعد سمتی مرئی محول کنند۔

[۴] مابین بعد سمتی مرئی حاجبی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند۔ یعنی بعد مذکوررا از جدول ظل اول اصلی نہ لوگارثمی ظل بردارند۔ وبرآں دومرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد۔

[۵] سایۂ مذکوررادرجدول ظل اول اصلی مقوس کنند۔ قوس حاصل رادرجدول ما بہ بعد سمتی حقیقی رد کنند وبرآں نیم قطرآں وقت افزایند، بعد سمتی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد۔ بہ تقدیر بودن شمس وقت عصر درد رجہ مطلوبہ تکمیل درو۔۔۔

اعمال توقیت اجرا کنند۔ یعنی میل درجہ مطلوبہ اگر با عرض را با بعد سمتی حقیقی مرکزی عصری مذکور جمع کردہ تنصیف کنند، و جیب لوگارثمی ایں نصف گیرند باز ایں نصف را از بعد سمتی مذکور کاستہ باقی را جیب لوگارثمی برآرند۔ ہر دو جیب با دو قاطع لوگارثمی میل درجہ مطلوبہ و عرض البلد جمع کردہ در جدول اوقات مقوس کنند۔

تنبیہ:- اگر جدول اوقات موجود نباشد، بر حاصل جمع مذکور دہ افزایند۔ مثلاً اگر حاصل ۸۲۰۰۰۰۰ء۹ بود ۸۲۰۰۰۰۰ء۱۹ تصور کنند۔ اورا تنصیف نمایند۔ چنانچہ نصف عدد مذکور ۹۱۰۰۰۰۰ء۹ شد اورا در جدول جیب لوگارثمی مقوس کنند، قوس حاصل را در ح (۸) زنند کہ وقت حقیقی ست۔ بعد نصف النہار حقیقی در غربیات اعنی عصر و غروب و شفق۔ اما در شرقیات اعنی صبح و طلوع تمامش تا ت (گھنٹہ) گیرند۔ بہر حال بعد تعدیل بتقویم وقت عصر رو مطلوب بہ تعدیل الایام بلد معدل کنند۔

مثالہ وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز رأس الاسد باشد۔

[۱] وقت تقریبش ءمط (۴۹-۴) در المنک تقویم نزدیک راس الاسد ۲۴ر جولائی ست تفاضل میل شمسی ۲۳ و ۲۴ جولائی در المنک ۲۲-۱۵-۲۰

۱۳-۰۳-۲۰

۰۹-۱۲-۰

اورا بر کد (۰۰-۰۰-۲۴) بخشیدیم حاصل ل کج (۲۳-۳۰) اورا در ء مط (۴۹-۴) زدیم حاصل ب کو کا (۲۱-۲۶-۲) چون میل متناقص ست یعنی میل ۲۴ر جولائی از میل ۲۳ کمتر ست۔ ایں حاصل از میل رأس الاسد کہ در جدول

برآوردہ ایم ك ط لج نز (۵۷-۳۳-۹-۲۰) است، کاستیم۔ باقی ك ررلو (۳۶-۷-۷-۲۰) بلکہ ك رح (۸-۷-۲۰) کہ میل نصف النہار حقیقی آں روز ست۔

[۲] چوں میل وعرض ہر دو شمالی ست۔ میل از کح کا (۰۰-۲۱-۲۸) کاستیم۔ باقی ح یج نب (۵۲-۱۳-۸) نیم قطر آں روز کہ یہ مو (۴۶-۱۵-۰۰) باشد ازو کاستیم۔ باقی ر نح و (۰۶-۵۸-۷) تحویلش بہ بعد سمتی مرئی ر نرنط (۵۹-۵۷-۷)۔

[۳] رنرنط (۵۹-۵۷-۷) از جدول ظل اول اصلی ظل گرفتیم۔ برص ۳۰۹ بازائے رنر (۵۷-۷) ۱۳۹۶۵۱۰ء ۰ یافتیم۔ وتفاضلش باظل رنح (۵۸-۷) ۲۹۶۶۔ پس بہ تعدیل ظل مطلوب ۱۳۹۹۴۲۷ ء۰ دو مرفوع فزودیم۔ ظل عصر ۱۳۹۹۴۲۷ ء۲۔

[۴] س ایں سایہ را در ہمیں جدول مقوس کردیم برص ۳۱۷ ر بازائے سدنر (۰۰-۵۷-۶۴) یافتیم ۱۳۹۶۳۰۱ ء۲۔ تفاضل مطلوب ۳۱۴۶ وتفاضل جدولی کہ کافران نوشتہ اند ۱۶۲۳۶ پس مطلوب را در ۶۰ زدہ بر تفاضل جدولی بخشیدیم۔ وحاصل قسمت را بر سد نر (۰۰-۵۷-۶۴) فزودیم شد قوس ۶۳۔ ۱۱-۵۷-۶۴ یعنی سد نریالح (۳۸-۱۱-۵۷-۶۴) تحویلش بہ بعد سمتی حقیقی سدنط ہ کا (۲۱-۰۵-۵۹-۶۴)× نیم قطر یہ مو ید (۱۴-۴۶-۱۵-۰۰)=سہ ید نب رفعا (۵۲-۱۴-۶۵)۔

بعد سمتی مرئی ر نرنط (۵۹-۵۷-۷)۔

[۵] بوجہ اتفاق جہت کح کا (۲۱-۲۸)- ك ط لد (۳۴-۰۹-۲۰)=ح یا کو (۲۶-۱۱-۸)+سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)=عج کویح (۱۸-۲۶-۳-۷۳)

نصفہ لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶) جیبہ ۹،۷۷۶۶۲۳۷-باز سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)- لو مج ط نصفہ لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶) جیبہ ۹،۷۷۶۶۲۳۷-باز سہ ید نب (۵۲-۱۴-۶۵)-

لو مج ط (۰۹-۴۳-۳۶)=کح لامج (۴۳-۳۱-۲۸) جیبش ۹،۶۷۸۹۱۲۲ مجموعہ دو قاطع میل راس الاسد وعرض بریلی ـ ۱۰،۰۸۲۹۴۲۱، مجموعہ اربعہ ۱۹،۵۳۸۴۷۸۱ بازائے ء مح (۴-۴۸) ۹،۵۳۸۴۳۸۰ باقی ماند

۴۰×۱۰=۴۰۰،۰۰ ۴۳۴÷۲ ——— ۴۳۴)۴۰۰،۰۰(۰،۹۲

۳۹۰۶

۹۴۰

۸۶۸

۷۲

پس وقت ء مح ھا نہ (۵۵-۰۰-۴۸-۴) وبالرفع ء مح ا (۰۱-۴۸-۴) کہ از وقت تخمینی مابقدر ۵۹ تفاوت دارد۔

یا بروجہ دوم ۱۹،۵۳۸۴۷۸۱ ار انصف ۹،۷۶۹۲۳۹۱ تقویس او کنیم بازاۂ اولو

یا بروجہ دوم ۱۹،۵۳۸۴۷۸۱ ار انصف ۹،۷۶۹۲۳۹۱ تقویس او کنیم بازاۂ لو ھاھا (۰۰-۰۰-۳۶) ۹،۷۶۲۹۱۸۷ باقی ماند ۲۰۴×۶۰=۱۲۲۴۰÷۱۷۳۸

۱۷۳۸)۱۲۲۴۰(۷

۱۲۱۶۶

۷۴

پس قوس لو ھار (۰۷-۰۰-۳۶)×ح (۸)=ء مح ھانو (۵۶-۰۰-۴۸-۴) کہ بالرفع ا ،ہماں، مح ا شود۔

بایں طریق درجات تامہ را اوقات بر آرند و روز حاجت را تعدیل ما بین السطرین کنند۔

فائدہ

اگر مثل اول خواہند بجائے اوقات تقریبیہ مذکورہ در جدول طلوع وغروب برآوردہ ما، ہر چہ درجہ مطلوب را وقت غروب بود، نصف اوراوقت تخمینی دانند وتبدیل میل درآں مقدار زماں از المنک گرفتہ عمل مذکور کنند بجائے دو مرفوع یک مرفوع افزایند۔

فائدہ جلیلہ

اگر اوقات تقریبیہ در عصر حنفی خواہ شافعی نداشتہ باشند بہ تخمین ہر چہ خواہند وقت فرض کنند واعمال مذکور بآخر رسانند۔ آنچہ جواب برآید باردگر اوراوقت تقریبی فرض کردہ از سر تجدید عمل گیرند۔ اگر جواب ہماں آید تقریب تحقیق ست، ورنہ تجدید کردہ باشد تا آنکہ مطابق آید در مثل اول طریقے ست کہ بہ نصف مقدار غروب گفتیم نیز محتاج تجدید بایں طریق ست زیرا کہ ایں نصف مقدار تقریب قریب نیست۔

تحقیق تعلیق

در جملہ اوقات چوں شمس را در درجات تامہ می گیریم استخراج وقت روز معین را ناگزیر ست۔ از ادراک تقویم شمس در وقت مطلوب واو خود موقوف ست بر ادراک آں وقت وایں دور صریح ست دفع اور اطرق عدیدہ داشتہ ایم احسن واجود از ہمہ ہمیں طریق ست کہ از فائدہ جلیلہ تواں گرفت یعنی در روز مطلوب بوقت تقویم شمس تخمین قریب خواہ بعید ہر چہ

توانند فرض کنند و از جدول اوقات درجات تامہ ایں تقویم را وقت بہ تعدیل مابین السطرین گیرند ایں وقت حقیقی را بذریعہ بیت یومی آں روز کہ تفاضل تقویمین دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب ست۔ تقویم شمس بوقت مطلوب دانند۔ اگر مطابق مفروض آید ہماں تخمینی تحقیقی شود، ورنہ حالا بایں تقویم از جدول اوقات تامہ وقت گیرند و باں وقت از بیت مذکور المبینکی تقویم وھکذا تا تطابق بہ یک دو بار تطبیق می شود، آں تقویم حقیقی شمس بوقت مطلوب ست۔ وقت حقیقی او بہ تعدیل مابین السطرین از جدول درجات تامہ گرفتہ بہ تعدیل ایام بلدی آں وقت معدل کنند۔ غایت تحقیق بشری باشد۔ والسلام ......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل المولی تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ضرور تکثیر عبارت علی باب المسجد مطلوب ہے۔ میرے پاس اسی قدر کتب میں نکلیں۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب کو دربارہ جواب اشتہار انتظار ہوگا۔ حد الفرار کی تکمیل ضروری تھی، پھر اجلی الانوار کی۔ بحمدہ تعالیٰ اس سے فراغ ہوا۔

طبع فتاویٰ باذنہ تعالیٰ پھر شروع ہے۔ اس زمانہ میں ایک ناتمام رسالہ النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی زیر طبع تھا، اب وہی چھپ رہا ہے۔ اس کی تکمیل اہم ہے، ورنہ مطبع معطل رہے۔ یہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ دوثلث سے زائد ہوگیا۔ بعونہ عزوجل اس سے فارغ ہوکر جواب مذکور ہی کی طرف توجہ ہوگی۔

آپ نے پہلے ایک خط میں کچھ عبارات تفاسیر جس میں نسخ کریمہ مذکور تھا، بھیجی تھیں۔ وہ خط ہر چند تلاش کیا، نہ ملا۔ یہ عبارات بھی بھیج دیجیے۔ عبارات علی الباب سے پہلے یہ تصدیق طلب رسالہ مولوی سید دیانت حسین صاحب کے نام بھیجا گیا تھا، پہنچا یا نہیں؟ آپ کو فہرست علما بھیجنے کے لیے لکھا تھا، اب بھیجیے۔

ذی الحجہ میں آپ نے عزیزہ زرینہ اور اس کی بہن کا صحیح وقت ولادت مع طول و عرض موضع ولادت بھیجنے کو لکھا تھا، اب تک نہ آیا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔

آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی بھاری اور بہت روئی کی تھی۔ ایک ولایتی صابر قانع کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کے نذر ہوئی۔ اور آپ کی مرسلہ رضائی میں نے اوڑھی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر جزاء کثیر۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ربیع الآخر ۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز حامی السنۃ ماحی الفتنہ جعلہ المولی تعالیٰ کاسمہ ظفرالدین ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدت ہوئی ہے ترکِ سلام وکلام کو۔ میں جن احوال میں ہوں الحمد لربی علی کل حال واعوذ بہ من حول اھل النار۔

ع دشمن اگرقوی ست نگہبان قوی ترست

وحسبنا ربنا ونعم الوکیل آج دردو کرب وتپ کی زیادتِ شدت رہی۔ اور حمد اس کے وجہ کریم کو کہ بے شمار عافیتیں ہیں۔

مجھے کافی شرح وافی اور غایۃ البیان اتقانی اور مبسوط شمس الائمہ سرخسی سے بحث ماء مطلق وماء مقید تمام وکمال کی ضرورت ہے، بعجلت تام ان کی تعریفیں اور ضوابط وجزئیات اور مطبوخ ومخلوط کے احکام بالتفصیل درکار۔ کسی صحیح نویس کاتب سے باجرت نقل کرایئے، اور مقابلہ خود کیجئے کہ مجھے بہت تعجیل ہے، جو اجرت قرار پائے گی۔ بعونہ تعالیٰ حاضر کی جائے گی۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۱ ر رجب المرجب ۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز جعلہ المولی سبحانہ و تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث مبسوط سرخسی وغایۃ البیان میں ہو، وہ بھی بتمامہ درکار ہے۔ کافی سے اس بحث کی حاجت نہیں کہ وہ یہاں موجود ہے۔ ماء مطلق کی بحث سے چند اوراق میرے نسخہ میں نہیں ہیں۔

اور ایک بات پہلے بھی شاید آپ کو لکھی تھی اور ممکن کہ آپ نے جواب دیا ہو جو مجھے یاد نہیں، وہ یہ کہ فتاوی امام قاضی خان فصل مایجوز بہ التیمم اس مسئلہ میں جنب تیمم للظھر وصل ثم احدث (الی قولہ) معہ ماء یکفی الاغتسال فتیمم جتنے نسخے مطبوعہ ہیں سب میں عبارت ناقص ومختل ہے مصر، کلکتہ، لکھنو تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا اور کسی مطبع کا ہو اس سے پوری عبارت نقل کر کے بھیجئے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۲ رجب ۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا المکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کئی روز ہوئے سند بھیج چکا ہوں۔ مبسوط میں بحث ماء معتصر من شجر او ثمر اوماء غلب علیہ غیرہ طبخا او اجزاءً ضرور ہوگی۔ خیال رہے اگر نظر پڑے۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری غفی عنہ ۱۱ر شعبان معظم ۳۴ھ

(۱۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شب برات قریب ہے۔ اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے، مگر چند۔ ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔

لہٰذا اہل سنت کو چاہیے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴؍شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں، یا معاف کرالیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہوکر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لیے توبہ صادقہ کافی ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ایسی حالت میں باذنہ تعالیٰ ضرور اس شب میں امید مغفرت تامہ ہے، بشرط صحت عقیدہ وھو الغفور الرحیم

یہ سب مصالحت اخوان ومعافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کرکے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ لاینقص من اجورھم شیئا کے مصداق ہوں یعنی جو اسلام

میں اچھی راہ نکالے اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے لیے اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے۔ اور اس فقیر ناکارہ کے لیے عفو عافیت دارین کی دعا فرمائیں، فقیر آپ کے لیے دعا کرے گا، اور کرتا ہے۔

سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے۔ صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔

فقیر احمد رضا قادری

از بریلی مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپا۔

(۱۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللّٰہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتح مبارک ہو پہلے ہی معلوم تھا، مگر ہمارے حاجی صاحب کا استعجاب جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے گئے۔ دیوبندیوں کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا یہ اشتہار جس میں مولوی برکات احمد صاحب کی تحریر ہے، غنیمت ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ آملیں۔ واقعی ایسی حالت میں بھڑکانا نہیں چاہئے مگر وہ حاشیہ جو حاجی صاحب کی کتاب میں ان کے خط پر چھپا ہے، ایک صاحب کی زبانی روایت ہے، جو ان کی طبع شدہ تحریر کے مقابل مقبول نہ ہوگی۔ پھر اس میں عذر بھی نہایت پادر (ہوا) ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو زید بن عمرو لکھ کر بکر بن خالد بتائے اور عذر کرے کہ میں اپنا اور اپنے باپ کا نام بھول گیا تھا۔ نہیں بلکہ ایسا کہ زید اپنے کو گمراہ بددین لکھے، پھر عذر کرے کہ مجھے یاد نہ رہا تھا کہ میں سنی ہوں۔ یہاں بعینہٖ یہی صورت ہے۔ بدگویان مصطفےٰ ﷺ کو بدگو جان کر سنی بتانا خود اپنے کو گمراہ بددین بنانا ہے۔ بھول کا عذر وہی ہوگا کہ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں سنی ہوں۔ بہر حال:

ع چوں بازآمدی ماجرا طے کنم

اس اشتہار کا مع ان کی مہر کے کتاب میں طبع ہونا ضرور ہے۔

کاغذ کے نمونے آگئے ۔ واقعی بہت گراں ہیں۔حاجی عیسی صاحب گئے ۔مولوی امجد علی صاحب کے آنے پر رائے معلوم ہوگی ۔کلکتہ میں بھی ایک عالم سنی کی بہت ضرورت ہے۔حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں؟ سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے، انھیں دین کا کم خیال ہے۔اور جنھیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے۔ ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لیے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز تھے۔ اِدھر یہ مدرسۂ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائیداد اس کے لیے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے۔ مبادا کہ کوئی دیو بندی قابض ہوجائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ افسوس کہ ادھر نہ مدرس ، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار ،ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں، اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں؟ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حاجی صاحب نے چٹائیوں کی نسبت پھر کچھ نہ لکھا۔اگر یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے بطور خود یہ کام بہ نیت لوجہ اللہ کیا ،لہٰذا اس کا معاوضہ نہیں، تو بے شک نہیں ۔وجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً اور اگر میرے لکھنے کی بنا پر میری وجہ سے ہے،تو حاشانہ یہ میرا مقصود تھا، نہ اب منظور۔لہٰذا بات صاف ہونا ضرور۔

کتاب کے دس ورق حافظ یقین الدین صاحب کے پاس رہ گئے تھے کہ وہ ان سے چھوٹی کتاب میں بنا رہے تھے۔اب لے کر بھیجتا ہوں۔ بات وہی ہے، جو آپ کی سمجھ میں آئی۔ واقعی ص ۳۷ ھا م لا (۳۱-۴۰-۰) اور،

مہ ی (۱۰-۴۵-۴) سے شروع ہوگا۔ رقم یمین کہ سواد (کالی انک) سے ہے، آخر کتاب تک مستمر رہے گی۔ رقم اخیر ام ھا(۰۰-۴۰-۱) ہوگی، اور رقم یسار کہ حمرت (لال انک) سے ہے ۳۶۰۰ پر ختم ہوجائے گی۔ رقم اخیر عای ھا (۰۰-۱۰-۱۷) ہوگی۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر سطر میں جو عدد لکھا ہے، جس کے مقابل لا ولب (۳۲-۳۱) ہے (نہ ان جداول کے اعداد جو صفحات کاملہ خواہ انصاف صفحات پر ہیں، اور ان میں محض اعداد بغیر لا وک ولب ہیں کہ وہ خارج جداول ہیں۔ اعداد جدول کے تفاضلات اور ان کے عشر کی نو تک تضاعیف ہیں) اسے ۶۰ پر تقسیم کریں، جو مرفوع ہو دقیقہ، اور اس کے بعد بھی ۶۰ پر منقسم ہو سکے تو درجہ، اور جو بچے ثوانی ہیں۔ یہ رقم یمین ہے۔ نیز اسی عدد کو ۱۰ میں ضرب دیں، وہ روابع ہیں۔ ان کے رفع سے ثوانی وثوالث حاصل ہوں گے، جو بچے رابعہ ہے۔ والسلام ......

بحاجی صاحب حامی سنت وسائر احباب اہل سنت سلمہم اللہ تعالی

سلام مسنون ......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۶ ماہ مبارہ و یوم الجمعہ ۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ حامی سنت ماحی بدعت ناصر ملت حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب دام مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ تیس روپے اور ایک نسخہ جدول ضرب حاضر ہے۔ ۲۷ روپے ۵ آنے چٹائی کی قیمت کے ہوئے، دو روپے گیارہ آنے بچے اس میں ۱۹۱۷ء کی المنک میرے لیے خرید کر محصول کے ٹکٹ لگا کر بھیج دیجیے۔ اگر المنک ابھی نہ آئی ہو تو جب آئے بھیج دیجیے۔

مولانا ظفر الدین صاحب نے تسہیل التعدیل کا کام ماشاء اللہ بہت جلد کیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر جزاء۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کے لیے آدمی وہی تجویز کریں، مجھے اطلاع دیں۔ تین مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم از کم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں۔ ورنہ ہوتا تو دو ثلث چاہیے تھا۔ آپ نے چند روز لکھے ہیں، اس میں کیا ہوتا ہے؟

یہ نوٹ توکلاً علی اللہ یوہیں بھیجتا ہوں۔ ان کی رسید سے جلد مطلع فرمایئے۔ پھر خیال ہوا کہ منی آرڈر ہی مناسب ہے۔ والسلام

مولانا ظفر الدین وسائر اہل سنت کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ دوم شوال المکرم ۳۴ھ

۷۸۶

ولدی الاعز اکرمك المولی تکرم وتعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مولوی رحم الٰہی صاحب علیل ہیں، دوسرے آدمی کی فکر میں ہوں۔ لمعة الضحیٰ کے لیے مولوی امجد علی صاحب سے کہہ دوں گا۔

وہ جن جو کچھ اس عورت کو دے جاتا ہے، اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے: مایدفعه المتعاشقان رشوة اگر وہ لینے پر مجبور کرے، لے کر فقرا پر تصدق کر دیا جائے۔ اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔

آپ اور مولانا حامی سنت ماحی بدعت حاجی لعل محمد خاں صاحب سلمکما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں۔ مولیٰ عز وجل برجستہ قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے۔ آمین۔ یہاں سے بھی دو تار گئے ایک از جانب دارالافتاء، ایک از جانب مدرسہ اہل سنت و جماعت و مدرسین و اراکین اور دو بعونہ تعالیٰ اور دیئے جائیں گے۔ ایک از جانب فقیر اور ایک کے لیے آج جلسہ کیا گیا، مجلس اہل سنت کی طرف سے جائے گا۔ پچاس خط متعدد بلاد کو بھیج دیئے گئے کہ اپنی یہاں کی انجمنوں مدرسوں یا جلسہ کر کے ان مجلسوں کی طرف سے تار دیں۔

تکسیر کی نسبت سے کل کاغذات کہ اس کے متعلق تھے خود نکال کر مصطفیٰ رضا

کو دے دیئے کہ آج ہی بصیغہ رجسٹری آپ کو بھیج دیں۔ وہ ۲۳ پرچے اور پانچ رسالے ہیں۔ ایک مطبوعہ اور ایک وہی ۱۱۵۲ مربعات اور تین اور۔ ان کاغذات میں جو مسودہ یا مبیضہ یا منتشر سے مجتمع ہونے کے قابل ہوں، یہ محنت گوارا فرمایئے۔ اور مع اس پہلی کتاب کے کہ آپ کے پاس ہے، بصیغہ رجسٹری بھیجئے کہ اس کی بھی یہاں نقل لے لی جائے۔ بملاحظہ حاجی صاحب حامی سنت سلام سنت، والسلام۔

جو خط آپ نے میاں جان خاں مرادآبادی کے نام بھیجا وہ اب تک امانت رکھا ہے۔ اس وقت تک وہ تشریف نہ لائے۔ یہاں چارشنبہ کی عید ہوئی۔ بعض مجہول شہادتیں رؤیت کی گزری تھیں، وہ شرعاً قابل اعتماد نہ تھیں۔ وہاں رؤیت ہوئی، یا ثبوت شرعی ہوا، یا کیا؟ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴ ر شوال روز سہ شنبہ ۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جان پدر بلکہ از جاں بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قریب تین مہینے ہوئے کہ مکان سے جدا ہوں، ہفتوں میں ڈاک جمع ہوکر مجھے ملتی ہے۔آپ کے تین خط ایک ساتھ پائے۔رسالہ **نور الفرقان بین جند الالہ وحزب الشیطان** صاف شدہ تھا مصطفیٰ رضا نے دو دن تلاش کیا نہ ملا۔ناچار اس کا اور **اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب** کا مسودہ بھیجتا ہوں۔بعد فراغ باحتیاط ملے۔رجسٹری کا وقت بہت کم رہا، اس لیے اسی قدر پر اقتصار، اور دعا و برکات دارین بسیار از بسیار۔والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴ رصفر المظفر روز جان افروز دوشنبہ ۳۵ھ

(۲۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعزمولانا مولوی ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا۔ بھاگل پور، فیروزآباد، راندیر۔ بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا۔ یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو۔ فیروزآباد میں ایک صاحب مورچہ لیے ہوئے ہیں۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔ 'راندیر' میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا۔ وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے فاتحان بھاگل پور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ طیار رہیں، مگر انھوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا۔ اور شاید ابھی انھیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو۔ لہٰذا آپ 'راندیر' جانے کے لیے طیار رہیں۔ میرے تار کا انتظار کریں۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۸؍رجب المرجب ۳۶ھ

(۲۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین المتین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی عبد اللہ صاحب کا کوئی تختہ اوقات مدراس یہاں نہیں آیا، صرف ایک چھوٹے رسالے تحفۃ المصلی کے کہ سمت قبلہ میں ہے، دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے۔

وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض ومیل متفق الجہت ہوں، تفاضل لیا جائے گا۔ یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا، عرض ہو خواہ میل۔ تو مدراس جس کا عرض یج ء (۴-۱۳) ہے، اس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل کلی کج کز (۲۷-۲۳) ہے، ی کج (۲۳-۱۰) ہوا۔ نیز وہ شہر جس کا عرضِ شمالی یج ن (۵۰-۱۳) ہو، اس میں بھی رأس السرطان کا بعد اقل وہی ی کج (۲۳-۱۰) ہوگا۔ غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا، اور اس شہر میں جنوبی۔ دونوں نصف اور ان کی جیبیں، اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے، اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا۔

مثلاً صبح وعشائے راس السرطان یہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں۔ یہاں مجموعہ اربعہ ۹،۸۵۹۲۷۸۶ ہوا؛ اور وقت عشا ۴۴-۴۶-۷ آیا۔ اور اس شہر میں مجموعہ ۹،۹۲۸۴۶۱۹ ہوا، اور وقت عشاء ۳۱-۵۶-۸ آیا۔ ایک گھنٹے کی منٹ سے زیادہ فرق ہوگیا۔

طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں، جن کی صحت اس پرچہ موامرہ مرسلہ سے ظاہر۔ یہ حقیقی وقت ہیں۔ اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۴،۳۴-۱-۰ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۳۴-۳۴-۱۰-۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا۔

طلوع ۷۹،۰۵-۳۳-۵+۳۴،۳۴-۱۰-۰ = ۱۳،۴۰-۴۲-۵

غروب ۲۱،۵۴-۲۶-۶+۳۴،۳۴-۱۰-۰ = ۵۵،۲۸-۳۷-۶

یہ وقت غروب وہی ہے، جو آپ نے نکالا۔ تین سکنڈ کا تفاوت اِن فرقوں سے ہوا۔ آپ نے میل کج کو نح (۲۳-۲۶-۵۸) لیا۔ جو ۲۳/ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا، اور میں نے کج کز (۲۳-۲۷) جو باسقاط خفیف ثوانیِ میل کلی ہے۔ پھر آپ نے بعمتی اُفقی مطلق حسب دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا ص لب نا (۹۰-۳۲-۵۱) لیا ہوگا۔ اور اب میں ص لد مه (۹۰-۳۴-۴۵) رکھتا ہوں۔ البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۵۲-۱-۰ لی، جو ۲۳/ جون کی تعدیل مرصدی ہے؛ اور ۹ منٹ فصل طول مل کر ۵۲-۱۰-۰ دونوں وقت حقیقی غروب وطلوع پر زائد کیے۔

دلیل یہ کہ آپ کے یہاں معدل بہ تعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵ ۳۷-۶

اس کا تمام ۳۵-۲۲-۵؛ اور طلوع ۱۹-۴۴-۵- تمام غروب ۳۵-۲۲-۵-۴۴=۲۱-۴۴ نصفہ ۵۲-۱۰-۰ وہی منٹ وہی سکنڈ آ گئے، جو تعدیل مرصدی ۲۳ رجون میں تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳-۲۶-۶ آیا، اور طلوع ۲۷-۳۳-۵ ،تو آپ کے یہاں اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے۔ خیر ایسا کثیر نہیں۔

مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے، اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے طلوع وغروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا، بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع وغروب نجومی (حقیقی مرکزی) لے کر ان میں تعدیل ریلوے ملا دی۔

ظل میل راس السرطان ۹٫۶۳۷۲۶۴۶

+ظل عرض مدراس ۹٫۳۶۵۶۶۴۱

=۹٫۰۰۲۹۲۸۷ جیب

اس جیب کی قوس تقریباً ہ مر (۴۷-۵) ہے، جس کا وقت کج ح (۸-۱۳-۰)

∴ غروب نجومی وکج ح (۸-۲۳-۶) طلوع نجومی ہ لو نب (۵-۳۶-۵۲)

∴ وکج ح (۸-۲۳-۶)+ی نب(۵۲-۱۰-۰)=و لد ہا (۰۰-۶-۳۴) غروب۔ ح لو نب (۵۲-۳۶-۵)+ی نب (۵۲-۱۰-۰)=ہ مر مد (۰۰-۴۸-۵) طلوع۔

اور دقائق تعدیل بھی انھوں نے ظاہر اُوہی ی نب (۲۲-۱۰) لیے ہیں۔ یہ ان کا منشاء غلط ہے۔

رہا وقت عشاوہ انھوں نے صحیح دیا ہے۔ پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔ وقت حقیقی ۴-۰-۶-۴۶-۷+تعدیل ریلوے ۳۴-۱۰-۰=۳۸-۵۶-۷ یہ وقت ہوا۔ سکنڈ وں میں فرق ہے وبس۔

میں نے آپ سے کے تعدیل ریلوے ۳۴؍۱۰ / ۳۸؍۵۶؍۷ دریافت کرنے کو کہا تھا، جن کا ذکر مسلہ جناب شاہ بدرالدین صاحب میں تھا، اس کا جواب آپ نے کچھ نہ دیا۔ اب مولوی عبداللہ صاحب احقر کے رسالہ تحفۃ المصلی میں انڈیا سروے رپورٹ کا حوالہ اور اس سے انھوں نے بلاد حیدرآباد دکن و دیگر بلاد حاطہ بمبئی کا طول وعرض لیا ہے۔ ان بلاد کی کتاب کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ جو آج تک نہ ملی۔ ان صاحب سے آپ کی ملاقات ہے۔ اس انڈیا سوے رپورٹ کا حال دریافت کیجیے، اس میں کیا کیا ہے؛ اور کہاں سے ملتی ہے؟

جلد اول ابھی قدرے باقی ہے۔ بعد ماہ مبارک شاید پوری طبع ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۹؍ ماہ مبارک ۳۵ھ

(۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعلہ المولی کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۲/ذی قعدہ سے آج ۲۲/ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا۔ جمعہ کے لیے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔ ۱۱/محرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا ہوں۔ لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ نقاہت وضعف اب بھی بشدت ہے۔ دعا کا طالب ہوں۔ اس بیماری میں المنک ۱۹۱۸ء منگانی یاد نہ رہی، نومبر میں منگائی، جواب ملا کہ ہو چکی، ۱۵/دن کے بعد آئے گی۔ جسے ایک مہینہ سے زیادہ ہو چکا۔ شملہ لکھا کہ شاید وہاں ہو، آج وہاں سے بھی جواب آ گیا۔ آپ نے اگر لی ہو تو ۲۰/۲۵ روز کے لیے بھیج دیجیے، مگر فوراً فوراً۔ والسلام بچیوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۲۳/ربیع الاول شریف لیلۃ الاثنین ۳۶ھ

(۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کاشف الاستار شریف کی نسبت خیال تھا کہ رضا حسین کے پاس ہے۔ وہ گاؤں میں رہے، بدایوں رہے، پریشانیاں رہیں۔ اب ان سے پوچھا۔ کہا: میرے پاس نہیں۔ اب مکان میں دیکھی گئی، تو نکلی۔ اس کے تین نسخے مجرب ارشاد ہوئے ہیں۔ ایک جس میں زعفران، سنبل خار اور پوٹا بجی ہے، یہ نسخہ مع ترکیب اور چھوٹی بیاض میں بھی ہے۔ جو آپ یہاں سے نقل کے لیے لے گئے تھے، ضرور آپ کے پاس ہوگا۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں ہر (چیز) دو ماشہ ہے، اور کاشف الاستار شریف میں زعفران اسی قدر ہے اور باقی دونوں دوائیں تین تین ماشہ۔ دوسرا جس میں اجوائین، تخم میتھی، تخم کنواڑ، کلونجی ہے۔ یہ بھی اس بیاض میں ہے، اس میں خوراک تین فلوس لکھی ہے۔ اور کاشف شریف میں ۹ ماشہ۔ پھر ارشاد فرمایا ہے۔

محب یقینی دوست محمد خاں راایں مرض در ہر دو دست رسیدہ بود و در بدن نیز جابجا نمایاں شدہ بود۔ ایں ہر چہار ادویہ مسلم آنچہ در چہار انگشت وقت برداشتن می گنجید می خوردید۔ دریں عرصہ عزیزے گفت کہ دریں ادویہ

بانچی واجمود نیز داخل بکنند ہم چناں شد۔ داغہا برطرف شدند۔ پرہیز از شیر و ماہی بود۔

تیسرا نسخہ یہ ارشاد فرمایا جو اس بیاض میں نہیں اور فرمایا ہے۔

بامتحاں رسیدہ۔ صندل سفید ۱ ماشہ، ہم الفار، سنکھیا ۱ ماشہ، ہر دو را خوب سُحق کردہ قدرے بر داغ سفید خوب بمالند، تا آنکہ آب ازاں داغ برآید ہر دو وقت بمالند جوشش خواہد کرد۔ روغن بر آتش داشتہ ٹکیہ برگ نیم درآں اندازد۔ وقتیکہ سوختہ شود بردارد۔ روغن صاف کردہ بر جراحت رساند۔ بہ خواہد شد۔ وبدن برنگ اصل میرسد۔ پسر خدا بخش مرحوم ازیں ادویہ صحت یافتہ۔ بہ تجربہ رسیدہ ست۔

امید ہے کہ بہ برکت انفاس کریمہ یہ نسخے ضرور نفع دیں گے۔ مولیٰ عزوجل شفا عطا فرمائے۔

لڑکی کا تاریخی نام ولیہ خاتون سمجھ میں آیا ہے۔ یہ تاریخ زبر و بینات میں ہے۔

و	ل	ی	ہ	خ	ا	ت	و	ن
۷۰۱۳		۱۱	۲	۶۰۱	۱۱۱	۴۰۱	۱۳	۱۰۶

۱۳۳۳

نقشہ ماہ مبارک پہنچا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا اس بار عصر بھی نکالا اور بہت صحت کے ساتھ نکالا، مگر یہاں دونوں سید صاحب مدت سے کام کر رہے تھے اور آپ کے یہاں سے نقشہ آنے سے پہلے کاپی ہو چکی تھی، بے پرواہوں نے چھاپا بہت برا۔

جس کے سبب دوبارہ کاپی کرانی ہوئی، جس کا پروف اس وقت سامنے رکھا ہے۔ آج یا کل انشاء اللہ تعالیٰ بھیجوں گا۔ طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے، ایک ہفتہ میں بخار کے تین دورے ہو چکے ہیں، دعا کا طالب ہوں۔

اب کی بار ختم سحری وافطار میں ایک ایک منٹ احتیاطی کم رکھا، اور عصر کا وقت کہ ہر روز موامرہ سے نکالا، بے کم وبیش پورا واقعی سکنڈوں تک رکھا ہے۔ بلکہ ہر وقت ثوانی تک لیا ہے۔

(۲۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز مولانا المکرم اکرمکم و جعلک کاسمک ظفر الدین

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی مستعدی پر بحمدہ تعالیٰ بہت جی خوش ہوا۔ جزاکم (اللہ تعالیٰ) خیرا وبارک فیکم وبکم ولکم وعلیکم آج ۱۳ دن ہوئے، 'راندیر' سے جواب نہ آیا۔ جواب آنے پر کچھ کہا جائے (گا) ظاہراً وہی تحریر بعونہ تعالیٰ کافی ہوگی۔

جلد اول فتاوی کی فہرست بنوائی تھی اور اس کی کاپی بھی ہوگئی، اب جو میں دیکھوں نہایت غلط بنی۔ اب از سر نو اس کی ترتیب ہے۔ اس فہرست ہی کا چھپنا باقی ہے۔ وحسبنا المولی ونعم الوکیل۔

آپ کا رسالہ مؤذن الاوقات آیا، نام بھی نہایت مناسب و موزوں پایا۔ اس کے مقصد اول و خاتمہ کو ضرور دکھالینا چاہئے، اور تہذیب کا حرف بحرف قبل طبع دکھالینا فرض اہم ہے۔ مولانا! کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔ آپ کی تصانیف عافیہ، وافیہ، تقریب پر خوشی ہوئی، مگر کاش یہ وقت آپ نے 'بہشتی زیور' 'گوہر' کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا، تو عمدہ ذخیرہ عقبی ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

میں نے آج کل ایک رسالہ سمت قبلہ میں لکھا ہے۔قواعد کے چاروں باب ہو گئے پانچواں باب قبلہ ہندوستان کا زیر تحریر ہے۔ شاید کوئی رسالہ ھدایۃ المصلی مدراس سے آیا تھا جس میں غلط و باطل قاعدے سے سمت نکالی تھی وہ میں نے آپ کو بھیج دیا تھا۔وہ ایک دوروز کے لیے بھیج دیجیے۔مدراس کا ایک اور عربی رسالہ ایسے ہی اغلاط پر مشتمل آیا ہے۔اس کے اغلاط کے ساتھ اس کے اغلاط پر بھی تنبیہ کر دی جائے۔ بمبئی حاطہ کی اب تک طول ،عرض کی کتاب نہ ملی۔والسلام......

فقیر احمد رضا قادری ،۲۲ر رجب ۱۳۳۶ھ

(۲۶)

۷۸۶

بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر ۷ دن اور زندگی بخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاوی لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے؟ احباب سے گزارش ہے کہ اس تاریخ (کو) جمع ہو کر درود مبارک جو حلقہ جمعہ میں پڑھا جاتا ہے، خواہ کوئی اور درود سو سو بار پڑھیں، اور مجلس میلاد مبارک منعقد کریں تو بہتر۔ اور رب عزوجل کی اس نعمت کا اعلان کریں کہ قرآن عظیم میں اعلان نعمت کا حکم ہے، اور حدیث میں فرمایا اعلان نعمت شکر ہے۔ اور جو کاروائی فرمائیں، فقیر کو اطلاع بخشیں کہ دعائے خیر زائد کرے۔ والسلام ......

۷ شعبان المعظم ۳۶ھ

(۲۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب وعدہ کل روز یک شنبہ باوصف دردسر رسالہ لکھ دیا۔ مع نقل فتوی ہلال مرسل ہے۔ مجھے دربارۂ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں۔ آپ کے پاس ہوں فبہا، ورنہ ایک دن کے لیے پٹنہ جا کرلائیے۔

تاتار خانیہ ' زاد المعاد ابن قیم ' عقد الفرید لابن عبدربہ ' نزھۃ المجالس

ان کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں، عبارات مستوعبہ ہوتو احسن۔

کتم اور وسمہ کی تفسیر ماورائے صراح —— وقاموس —— وتاج العروس —— وخالق زمخشری —— ومغرب مطرزی —— ومصباح المنیر —— ومختار الصحاح —— ونہایہ ابن اثیر —— ومجمع البحار —— وتحفہ ومخزن الادویہ —— وتذکرہ انطاکی —— وجامع ابن بیطار —— وانوار الاسرار بغدادی —— ومرقات —— واشعۃ اللمعات —— وفتح الباری —— وعمدۃ القاری —— وارشاد الساری —— وشرح مسلم للنووی —— وشرح شمائل ترمذی للقاری —— وشرح شرعۃ الاسلام معلی

زادہ ـــــ وشرح مشارق الانوار لابن الملک ـــــ وتیسیر ـــــ

وسراج المنیر شروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو اور عنایت ہو۔ پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں نقل کرکے بھیجی تھیں، وہ پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا، اب تلاش کیا نہ ملا۔ بچیوں کو دعا......

فقیر احمد رضا قادری ۱۵ شوال المکرم روز جان افروز دوشنبہ ۳۶ھ

(۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۳/شوال روز شنبہ وقت دوپہر آپ کا خط بطلب فتوائے تارآیا۔خط میں تاریخ تحریر ۲۹/ماہ مبارک لکھی ہے کہ ۹/جولائی تھی۔اور ڈاک کی مہر روانگی میں ۱۱/جولائی اور مہر وصول میں ۱۳/جولائی ہے، نیز آپ کا خط ۲۹/رمضان میں لکھ رہے ہیں کہ رسالہ بھیجے ہوئے ۴/۵روز ہوئے حالانکہ رسالہ ۳۰/رمضان کو یہاں آیا تو ۲۸/کو وہاں سے چلا، دوسرے دن روز پنجشنبہ یہاں عید تیسرا دن جمعہ مبارکہ کی عید جمعہ کے دن مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ہر سال روز عید یا ایک روز بعد تک درد سر رہتا ہے۔اس سال آج ۳عید تک ہے۔کل روز یکشنبہ انشاء اللہ تعالیٰ دیکھوں گا۔فتوائے تارکا کوئی نسخہ نہ رہا۔مصطفیٰ میاں سلمہ سے اسی وقت اس کی نقل کو کہہ دیا ہے۔کل یکشنبہ ہے ایک ہی وقت ڈاک جاتی ہے، اگر ڈاک کے وقت تک نقل ہوگیا تو بعونہ تعالیٰ کل روانہ ہوجائے گا۔دردہی کی حالت میں رسالہ کچھ دیکھا، بعونہ تعالیٰ بہت اچھا لکھا ہے۔جزاکم (اللہ تعالیٰ) خیرا کثیرا فی الدنیا والآخرۃ۔کاش! یہ قوت دفع خباثات جہنمی زیور میں صرف ہو۔والسلام......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارات تینوں بار کی آئیں، جزاکم المولی سبحانہ وتعالیٰ خیرا کثیرا شاید وہ کتابیں جن کو میں دیکھ چکا، اوران کی فہرست میں نے لکھ دی تھی، ان میں فتح الباری وجامع ابن بیطار کا نام لکھنا بھول گیا کہ آپ کو ان کی نقل کرنی ہوئی۔ شاید عقد فرید لابن عبد ربہ وہاں نہ ملی کہ اس کی عبارت نہ آئی۔

تاتار خانیہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار ع م لکھنا کفر ہے کہ تخفیف شان نبوت ہے۔ اب کبھی بانکی پور جانا ہوتو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجیے، اگر ملے تو بحوالہ کتاب وباب وفصل مع نقل عبارت اطلاع دیجیے۔ میں اس وقت اس کا تذکرہ بھول گیا، نیز عبارات خضاب میں مضمرات، شرح قدوری کا نام لکھنا بھول گیا۔ اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۳۰)

۷۸۶

مولانا المکرم اکرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط آیا، اس کا جواب تو بعد کو ہو۔ پہلے یہ گزارش کہ ۲۸/ذی قعدہ روز جمعہ کو آپ کا خط مژدہ ولادت صاحبزادہ وطلب نام تاریخی میں آیا، میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا، اور اس میں تاریخی نام مختار الدین[۱۳۳۶ھ] لکھا۔اس کی کوئی رسید نہ آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری جان کر آپ نے لکھی، اب کہ خط آیا اس میں بھی اس کا ئی تذکرہ نہیں، تو ظن ہوتا ہے کہ تار پہونچا ہی نہیں، جسے بھیجے ہوئے آج ۱۶/دن ہوئے اگر ایسا ہے اطلاع دیجئے کہ تار گھر مطالبہ ہو۔

فقیر قادری غفرلہ

(۳۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) جلد فتاوی اب تک آپ کو نہ پہونچی کیا عجب جب کہ مجھے بعد تقاضائے بسیا ملی۔ اب میں نے کہہ دیا ہے کہ ہدیۃً بھیجیں قیمت مجھ سے لیں۔

(۲) تحقیق میں تقصیر سے الزام ہوا، مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی۔ اگر چہ واقع میں دہم تھی کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے، یوہیں اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی فاسد ہوئی۔ اگر چہ وقت حقیقۃً ہوگیا ہو، یوہیں نماز عید بھی کہ مفسد خمس مفسد عیدین بھی ہے۔

امداد الفتاح ومراقی الفلاح ورد المحتار میں ہے:-

بشر اعتقاد دخوله لتكون عبادته بنية جازمة لان الشاک ليس بجازم حتى لوصل وعنده ان الوقت لم يدخل فظهر انه كان قد دخل لاتجزيه..

رد المحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں:-

وكذا بشرط اعتقاد دخوله فلوشک لم تصح صلاته وان ظهر انه قد دخل ٥

بدائع امام ملک العلما میں ہے:-

كل مايفسد سائر الصلوات ومايفسد الجمعة يفسد صلاة العيدين..

اور جب نماز نہ ہوئی قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلاۃ بشرط صحت اضحیہ ہے۔

والا فھو لحم قدمہ لاھلہ کما نص علیہ حدیثا وفقھا

(۳) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگر چہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادت علی الرویۃ ہے، نہ شہادت علی الشہادت۔

فتح القدیر و عالمگیریہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:-

لو شهد جماعة ان بلدة كذا رأوا هلال رمضان قبلكم بيرم وصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم ير هولاء الهلال لا يباح فطر غد ولاترک التراويح فی هذه الليلة لانهم لم يشهدوابالرؤية ولاعلى شهادة غيرهم انما حكوا رؤية غيرهم.

استفاضہ کہ بعد تحقق معتبر ہے، خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادت علی الحکم ہوگی۔

تنبیہ الغافل الوسنان میں ہے:-

لماكانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلک البلدة صاموا لزم العمل بها لان المرا د بها بلدة فيهاحاكم شرعیo

رد المحتار میں ہے:-

فكانت تلک الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور.

حاکم شرعی، سلطان اسلام یا قاضی مولی من قبلہ یا امور دینیہ میں فقیہ، بصیر، ا فقہ، اہل بلد نہ آج کل کے عام مولوی، یہی جواب سوال (۴) ہے۔

درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں بھی داخل نہیں ہوتا، نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسانی کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں۔ خصوصاً جب کہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو والمسئلة فی الحدیقة الندیه عن فتاوی الامام العتابی۔

(۵) یہ مولیٰ علی سے نہ فرمایا بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا: کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں، فقہا نے ذکر کیا، اور ساتھ ہی فرمایا یہ اسی عام کو تھا، نہ عام کو۔

فتاویٰ کبری وخزانۃ المفتین میں ہے:-

ما یروی ان یوم نحرکم یو م صومکم کان وقع ذالک العام لعینه دون الابد وجیز

امام کردری میں ہے:-

ماینقل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه ان اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاقی فی ھذہ السنة واللہ اعلم۔

(۶) یہاں کاتب کوئی نہیں، نقل کی دقت ہے۔ آپ نے جہاں تک نقل کرلیا تھا، اس کا آخر لکھ بھیجئے کہ اس کے بعد کا بقیہ لکھنا کل کے اعتبار سے کچھ تو آسان ہوگا۔

میں نے کل عصر کے بعد مولوی امجد علی صاحب کو قیمت فتاوی کے روپے دے دیے، اور تاکید کردی کہ صبح ہی آپ کو پلندہ بھیج دیں۔ انھوں نے ایک رائیہ پھیر دیا کہ اس قدر کے اجزا ان کو پہلے بھیج چکا ہوں۔ اور کل اتوار ہے۔

میں نے کہا کہ کل ۹ بجے تک آپ بھیج سکتے ہیں؟ انھوں نے وعدہ تو کیا ہے۔

نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور یہ کہ تہنیت کا تار مع تاریخی نام مختار الدین کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے، جو میں نے ۲۸, ذی القعدہ ۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا، کیا آپ کو ملا؟ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۵/ ذی الحجہ الحرام یوم الاحد ۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ کل ہی مطبع میں بھیج دیا تھا۔ شام کو مولوی امجد علی صاحب سے دریافت کئے پر معلوم ہوا کہ انھوں نے وہ اجزاء ویلو کیے۔ حالاں کہ میں کہہ چکا تھا کہ قیمت میں دوں گا۔ اور انھوں نے ایک روپیہ واپس کر دیا تھا اس گمان پر کہ بقیہ جا چکے ہیں۔ خیر اب وہ روپیہ بھیجتا ہوں۔

فتوائے تکفیر عبد الماجد بھیجتا ہوں۔ یہ پرچہ صحیفہ سے منگا لیجیے اور اس کے مطابق تصحیح کر لیجیے یا اس کی نقل فرما لیجیے۔ مشروہ میں مولوی عبد المجید فرنگی محلی کا فتوی چھپا تھا، جس میں سائل مغوی نے دھوکا دیا۔ کیا مولوی عبد الباری کا کوئی اور فتوی چھپا ہے؟ اور ان کو بھی دھوکا دیا گیا، یا دیدہ و دانستہ سیاسی علت نے کفر کو اسلام بنایا؟ اس فتوی کی بہت ضرورت ہے۔ وہ پرچہ مشروہ جہاں سے ملے بھیج دیجیے، ورنہ حرف بحرف اس فتوی کی نقل مع نمبر پرچہ مشروہ۔

دس روپے کہ آپ نے بھیجے بعونہ تعالیٰ حسنہ جاریہ ہیں، ان تین بلکہ زیادہ کے نام لکھ بھیجئے جو مستطیع نہیں اور مستحق ہیں۔ والسلام۔ بچیوں کو اور نعمت تازہ کو دعا......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۲ ذی الحجہ یوم الاحد ۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دس روپے آئے، نو کی اہل علم کے لیے تین جلدیں خریدیں۔ ایک آج بانکی پور رجسٹری کردی، ۱۳؍ مع رجسٹری صرف ہوئے، تین آنے آپ کے باقی ہیں، کیا کیے جائیں؟ مولوی عبد الباری کی تحریر ایک صاحب نے بھیج دی، اب اس کی حاجت نہیں۔ جمعہ گزشتہ کو مواخذہ کی رجسٹری بھی گئی، جو ۳۰؍ ذی الحجہ کو لکھنو پہنچی۔ ۳؍ محرم کو ڈاک کی رسید آ گئی، جواب کا انتظار ہے۔ آپ نے دربارہ اذان جو عبارات نقل کر کے بھیجیں، ان میں ایک عبارت یہ ہے۔ تفسیر سفی جلد ۹ ص ۲۳ بعینہٖ اسی شکل سے یہ لفظ ہے کہ س وف پڑھا جاتا ہے۔ کیا یہ بیہقی ہے؟ اور ہے تو کون سے بیہقی ہیں؟ صاحب سنن، صاحب کفایہ، صاحب شامل؟ آپ کے ایک پرچہ پر تصانیف منقول عنہا کے نام و مصنف لکھے، اس میں یہ متروک ہے، اس کی ضرورت ہے۔ نیز جو عبارت ان کی نقل کی اغلاط واسقاط پر مشتمل ہے، پہلے پلندہ میں ایک روپیہ کا نوٹ بھیجا تھا۔ اس کی رسید معلوم نہ ہوئی۔ نعمت تازہ اور بچیوں کو دعا۔ والسلام ۵ محرم شریف ۳۷ھ

خط میں جتنی باتیں جواب طلب ہوا کریں سب دیکھ لیا کیجیے کہ مجھے ایک ہی بار لکھنے کی فرصت نہیں۔ والسلام ......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا المکرم اکرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے فرمایا تھا وہ شنبہ کے دن بانکی پور سے عبارت ونام مصنف بھیج دیں گے جسے آج ۱۲ دن ہوئے ظاہراً انھوں نے توجہ نہ کی۔ جلد فتاوی کو بھیجے ہوئے مدت ہوئی، اس کی رسید بھی نہ آئی۔ مولوی عبد الباری کو تین رجسٹریاں طلب کی گئی ڈاک کی رسیدیں آگئیں، مگر اودھ شہر خموشاں ہے، اور کیوں نہ ہو کہ کفر کو اسلام، اسلام کو کفر بنا لیا۔ اور اخباروں نے کہ کفر چھاپنے ہی کے لیے ہیں، چھاپ دیا۔ اسلام کا قول کون چھاپے گا؟ اور اگر کوئی رسالہ چھپا، تو کون دیکھے گا؟ لہٰذا کفری دنیا میں اپنی ہی بات بالا رہتی سمجھ لی۔ وس ی ع ل م ال ذی ن ظ ل م وا الآیہ الخ۔ حدیث حق ہے جب آیت اتری کہ تم دیکھو گے، لوگوں کو دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔ فرمایا: وسیخرجون منھا افواجا کما دخلوا افواجا یہ وہی وقت ہے۔ ایک ملعون کفر بکتا ہے، ہزار اس کے پیچھے اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ بہ تعالٰی نعمت تازہ اور بچیوں کو دعا۔ والسلام ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

ہاں ایک جواب مولوی سلامت اللہ فرنگی محلی کے نام سے بھجوایا ہے کہ ہم نے خوب تحقیق کر لیا۔ ہم فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے ہم نے

سو عبد الباری سے دریافت کرلیا اس نے کہا کہ میں نے کوئی کفر نہ کیا بس ختم شد اور ایک دھمکی یہ دی کہ ہم سلطنت کفر مٹانے کی فکر میں ہے تم اس میں ساتھ نہیں دیتے، جو جواب تم اس کا دوگے وہی ہم عدم تکفیر مرتد کا دے لیں گے۔ اور چالاکی یہ کی کہ خط سلامت اللہ کی طرف سے اور اس کا کاتب بھی کوئی اور من جانب سلامت اللہ۔

(۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایسی جگہ اگر اعلائے کلمۃ اللہ پر قدرت ہو اعظم قرب ہے۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ احتمال ضرور زائد ہے، یہ تو رائے ہے۔ اور قواعد سے دیکھا جائے تو جواب آیا۔ فبیح بمرۃ

برادرم حافظ یقین الدین صاحب کے جو تعلقات اس فقیر سے ہیں آپ پر مخفی نہیں، یہ آپ کی محبت کاملہ کے اعتماد پر اپنے خوردسال بچوں کو آپ کی نگرانی میں تعلیم دیتے ہیں۔ امید کہ بعونہ تعالیٰ نتیجہ احسن ہو۔

دو رسالوں کے ۴،۴ نسخے حاضر۔ نور العین مختار الدین کو تول کر اناج تصدق کیجیے، اور ایک راس اس کی طرف سے ذبح کر کے تصدق مع پوست کردیجیے۔ میں نے ایک خواب دیکھا ان شاء اللہ العزیز اچھا ہے، یہ صدقہ مناسب ہے۔

حضرت سیدنا مخدوم شرف الحق والدین یحییٰ منیری بہاری قدس سرہ کی طرف ایک ملفوظ بنام معدن المعانی بہار میں چھپا تھا یہاں اور لکھنو میں نہ ملا وہاں ملے تو ایک نسخہ مطلوب۔ اور کسی معتمد جگہ اس کا کوئی قلمی نسخہ بھی معلوم کرنا ہے۔ بچوں کو دعا......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴ ذی القعدہ ۳۷ھ

(۳۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعزمولانا المکرم جعل کاسمه ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

آپ کا پرچہ اخبار آیا۔ نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے، جسے ہیات کا ایک حرف نہیں آتا۔ سراپا اغلاط سے مملو ہے۔ آپ نے جو تقویمات کواکب لکھیں، ان میں بھی بعض میں فرق ہے۔ مجھے ۱۷ دن سے بخار آتا ہے نقاہت بشدت ہوگئی ہے، طالب دعا ہوں خیال ہے کہ بعد صحت ایک مضمون نہ صرف اس کے اغلاط کثیرہ کے بیان میں بلکہ ہیئت جدیدہ کے مسئلہ جاذبیت کے ابطال میں بھی۔ سید صاحب ہمدرد کو بھیج دیں آپ مناسب جانیں تو آپ کے نام سے ہو اردو ہمدم کے نام سے چلا جائے اور انگریزی اس کی بانکی پور کے اخبار کو بھیج دیں۔ والسلام بچے کو دعا......

فقیر قادری ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

یہ خط مصطفیٰ رضا سے لکھوایا ہے۔

(۳۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پتہ صحیح نہ ہونے کے سبب پہلے خط کا جواب بہت دیر میں آیا۔ اور الرضا کی کاپیوں کی جلدی تھی۔ میں نے بعد انتظار اپنے ہی نام سے دے دیا۔ مسودہ کی پہلی نقل آپ کو مرسل ہے۔ دبدبۂ سکندری وغیرہ جہاں چاہیے بھیجئے، مگر جلدی چاہیے کہ ۷ اردسمبر قریب ہے۔ اگر انگریزی کی جائے، تو پہلے نمبر کی اس قدر تلخیص کافی ہے۔ اس لفظ کے بعد کہ 'خود شمس اس کے گرد دائر' اس مضمون کو مصنف نے قرآن عظیم کی آٹھ آیتوں سے ثابت کیا۔ اور اخیر کے دوسرے حاشیہ میں اس لفظ کے 'جس طرح دریا میں مچھلی' اتنا کافی ہے کہ اس مضمون کو مصنف نے آیت اور حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ آگے جیسی آپ کی رائے۔

یہاں شروع سال ۱۳۳۸ھ سے اوقات صلوات خمسہ کے نقشہ میں ہر مہینے یہ اضافہ ہوتا ہے، جس کی نقل بابت محرم شریف آپ کو مرسل کتاب القاضی الی القاضی کا دربارِ ہلال معتبرہ ہونا قیاس نہیں، صریح متون ہے کہ فی غیرہ حد وقود ظاہر ہے کہ امر ہلال بھی حدود نہیں۔

فتاوی خیریہ میں ہے:-

يصح التحكيم فى مسئلة العينين لانه ليس بحد ولادية على العاقله ان عبارات میں دین بفتح دال ہے۔

مجھے بخار کو آج ۳۳ روز ہوئے دعا کا طالب ہوں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ یکم ربیع الاول شریف ۳۸ھ

(۳۸)

۷۸۶

اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو ۱۷ر دسمبر کی بے اصل و بے ہودہ پیشگوئی کا خوف نہ کرو۔ دار الافتا میں جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب نے بانکی پور کے انگریزی اخبار اکسپریس ۱۸ر اکتوبر کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ و استصواب حاضر کیا۔ جس میں امریکہ کے منجم پروفیسر ''البرٹ'' کی ہولناک پیش گوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب و جناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا۔ جس کا خلاصہ یہ کہ

۱۷ر دسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نپچوں یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے، قران میں ہوں گے۔ آفتاب ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہوکر اسے بقوت کھینچیں گے۔ اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا، اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیات میں کبھی نہ جانا گیا، یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا، ممالک متحدہ دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷ر دسمبر کو ظاہر ہوگا۔ جو بے آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ آنکھ سے دیکھا جائے۔ جب سے انسانی

تاریخ جاری ہوئی ہے، نہ ہوا ہوگا۔ اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان بجلیاں اور سخت مینھ اور بڑے زلزلے ہوں گے، زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔ فقط

الجـــــــــــــواب

یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔

[۱] منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی، جسے ہیات جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں۔ اس میں وہ ٦ کواکب باہم ۲٦ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے۔ مگر یہ فرض، خود فرض باطل ومطرود۔ اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے۔ نہ شمس مرکز ہے، نہ کواکب اس کے گرد متحرک۔ بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم، اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

(۱) وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

اور فرماتا ہے

(۲) وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

سورج چلتا ہے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ ساد ھا ہوا زبردست علم والے کا ہے۔

اور فرماتا ہے

(۳) كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ چاند سورج سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں۔

اور فرماتا ہے

(۴) وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۚ تمہارے لیے چاند سورج مسخر کیے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورہ رعد میں فرماتا ہے

(۵) وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِي لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

بعینہ اسی طرح سورہ لقمان، سورہ ملائکہ، سورہ زمر، میں فرمایا ــــــ اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے، اس کے جواب کو آیہ کریمہ تمہیں تعلیم دی۔ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۚ کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے خبردار۔

تو پیش گوئی کا سرے سے مبنیٰ ہی باطل۔

[۲] یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بہ تعدیل اول ہیں۔ جیسا کہ واقف علم زیجات پر ظاہر ہے۔ اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے، بلکہ فرضی۔ اور اعتبار حقیقی کا ہے۔

۱۷ دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے۔

تقویم

کوکب	برج	درجہ	دقیقہ
نپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	اسد	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹

مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	قوس	۲۴	۳۰
یورنیس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ ان ۶ کا باہمی فاصلہ نہ ۲۶ ر درجے میں محدود، بلکہ ۱۱۲ درجہ تک معدود۔ یہ تقویم اس دن تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیو یارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے بارہ بجے ہوں گے۔ یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے، باہمی بعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسیں چھوٹی ہیں۔اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲۔

[۳] یہ کلام اسلامی اصول پر تھا۔اب کچھ عقلی بھی لیجئے۔ یہ کہنا کہ: "دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا، بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے، نہ جانا گیا" محض جزاف ہے۔ مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے، تو پیش کرے۔ ورنہ روز اول کواکب در کنار۔ دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کیے، اور ایسا اجتماع نہ پایا، یہ بھی یقیناً نہیں۔تو دعوائے بے دلیل باطل وذلیل۔ اور یورنیس اور نیچوں تو اب ظاہر ہوئے، اگلی زیجات میں ان کا پتہ کہاں؟ مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق ان کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں۔ یہ بھی ظاہر النفی ہے اور دعویٰ محض ادعا۔

[۴] کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کرلیا ہے؟ یہ تو محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے، تو اس کا اثر سب پر ہے۔ اور قریب تر پر قوی تر، اور ضعیف تر پر شدید تر۔ اور ۱۷ر دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے۔

تقویم

کوکب	درجہ	دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نپچون	۱۲۹	۵۳
زہرا	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورینس	۲۳۰	۵۷

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے۔ جب اتنے بڑے پر ۶ کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی، تو زحل کہ اس سے نہایت صغیر وحقیر ہے، پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورینس کی مار مار، یقیناً اس کو فنا کردینے کو کافی ہوگی۔ اور اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف پچیس درجے۔

[۵] مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم، فقط ساڑھے ۲۴ درجے۔ تو یہ چار ہی مل کر اسے پاش پاش کردیں گے۔

[۶] عطارد سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلہ میں ہیں، جو ۲۶ کا آدھا ہے۔ تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ:

دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹے داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں، اور تین ان میں سے بڑا طوفان، اور بڑا داغ، اور چار فی الحقیقت ایک بہت بڑا طوفان، اور بہت بڑا داغ۔

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے، تو بے چارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ اور زحل پر تو اکٹھے ۶ جمع ہیں۔ تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے، اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم۔ واجب تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں۔ لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے، وہ انھیں تمرد پر لائے گی۔ جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم جانا۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے گی، اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے، کھینچ آئے گی، ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے۔ اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی۔ وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے۔ نہ آفتاب کے اس طرف ۶ رہیں گے، نہ اس کے زخم آئے گا۔

بالجملہ پیشگوئی محض باطل و پادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب ﷺ کو۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جب جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ

سب باتیں واقع ہو جائیں، جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی وہ اصول محض بے اصل من گڑھت ہیں، جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر اجتماع قائم ہے، تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔ بہر حال پیش گوئی باطل۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

[۷] جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس سے ہوتا ہے، جس کا ہر سال مشاہدہ ہے۔ نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے۔ آفتاب زمین سے غایت بعد پر ہوتا ہے۔ اور نقطہ حضیض پر کہ تقریبا سوم جنوری ہے، غایت قرب پر۔ یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نوکڑور انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے۔ اور ہم نے حساب کیا، مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۳۹۲ء۲۴۵ تو بعد البعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا، اور بعد اقرب ۴۷ء۹۱۳۴۱ میل، تفاوت ۵۲ ۰ء۱۶ء۳۱ میل۔ اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیئت جدیدہ کا زعم ہے تو

اولاً نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیات ہیئت جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تین زمینوں کے (برابر ہے) اور ہم نے (۱) بر بنائے مقررات تازہ اصل کروی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا۔ یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے۔ وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں، اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے؟ تو گرد دورہ کرنا نہ تھا۔ بلکہ پہلے ہی

دن کھینچ کر اس میں مل جاتا۔ کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا، بلکہ ان کے گرد گھومے گا؟

ثانیاً جب کہ نصف دور میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی، تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ سے زیادہ دور بھاگ گئی۔ حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہوتا، اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر آ کر، اس کی قوت سست پڑے، اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر بھی اتنی ہی دور ہو جائے۔ شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زائد ملتا ہے، قوت تیز ہوتی ہے۔ اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے، کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے، تو یہ کہنا کہ ایک ظاہری لگتی ہوئی بات تھی کہ نصف دور میں یہ غالب ہوتا ہے، اور نصف دور میں وہ۔ نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے، اسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے، اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے، اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف پر قرار پائے۔

ثالثاً خاص انھیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انھیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ؟ بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب اس کے گرد ایک ایسے دائرہ پر متحرک جس کا مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے۔

اگر مرکز متحد ہوتا، زمین سے آفتاب کا بعد ہمیشہ یکساں رہتا۔ مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ اُ پر ہوگا، مرکز زمین سے اس کا فصل ء ج ہوگا۔

یعنی بقدر اَب نصف قطر مدار شمس + ب ج مابین المرکزین اور جب ء پر ہوگا، اس کا فصل ج ء ہوگا۔ یعنی بقدر ب ء نصف قطر مدار شمس - ب ج مابین المرکزین۔ دونوں فصلوں میں بقدر دو چند مابین المرکزین فرق ہوگا، یہ اصل کروی پر ہے۔ لیکن بعد اوسط اصل بیضی میں بعد اوسط منتصف مابین المرکزین پر ہے، تو بعد اوسط + نصف مابین المرکزین = بعد ابعد - نصف مذکور = بعد اقرب لا جرم مابین المرکزین فرق ہوگا، اور یہی نقطے اس قرب و بعد کے لیے خود ہی متعین رہیں گے۔ جن میں نہ جاذبیت کا جھگڑا، نا قربت کا بکھیڑا۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ؕ یہ سادھا ہوا زبردست جاننے والا کا جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا والہ وصحبہ وسلم۔ بیان منجم میں اور بہت اغلاط ہیں۔ جن کی طرف التفات نہ کیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(۳۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قرۃ عینی ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۳ دن ہوئے۔ آپ کو جواب لکھوا چکا ہوں۔ ۱۷ ربیع الاول شریف کو مفصل خط اپنی علالت وغیرہ کا بھیجا۔ ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوئے، میری آنکھ پر آشوب آیا۔ سوا پانچ مہینہ تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے، آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے۔ مجبور ہوکر اب ایک ہفتہ سے لکھنا شروع کردیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کافی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوادیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا۔ مرض زائل ہوا۔ مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں۔ مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے، اور کرسی پر لاتے ہیں۔ اسی حالت میں ترک موالات وترک تعاون واستعانت بکفار وادخال مشرکین بمسجد وغیرہا امور دائرہ پر ایک جواب لکھنا پڑا کہ پانچ جز سے زائد ہوگیا۔ آیہ کریمہ ممتحنہ کی اس میں بحث کافی کردی گئی۔ اسی کے

لحاظ سے اس کا نام الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنہ رکھا، یہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ جس دن آپ کو خط لکھا تھا اسی دن سے مطبع میں آیا ہے۔ ۴۴ صفحوں تک کاپیاں ہوگئی ہیں۔ کچھ فرمے چھپ گئے ہیں۔ بعد تکمیل انشاء اللہ تعالیٰ حاضر کرے گا۔

بدایونی شرارتیں تین مہینہ سے پھر ترقی پر ہیں احباب ان کے جواب لکھتے ہیں ان کے سننے بنوانے میں بھی وقت صرف ہوتا ہے۔ اور طبیعت کی یہ حالت ہے۔ جواب سے عاجز آتے ہیں، تو انھیں کچہری یاد آتی ہے۔ کوئی تین ہفتے ہوئے، بدایوں کے کسی مقدمہ دیوانی میں میرے نام سمن بھیجوایا کہ اس بارے میں جو فتویٰ تم نے لکھا تھا، جس جلد میں ہو اسے لے کر تصدیق کو آؤ۔ بارے بحمد اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے انھیں خائب و خاسر کیا، مجھے جانا نہ ہوا۔ اور وہ مقدمہ شاید فیصل بھی ہوگیا۔ آپ کا رسالہ بالاستیعاب اب تک میں انھیں وجوہ سے نہ دیکھ پایا۔ متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا ۱۰ اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کی طرف سے یہ تاویل کہ انھوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرک جائز رکھا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آئی۔ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت جن کا پس روان گاندھی کو ادعا ہے، کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے، مسلمان ہی نہیں تو اسے نہ صرف کار دین بلکہ ضروریات دین جانتے ہیں۔ بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے، تو اسے جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے۔ بچی مرحومہ کو جس طرح خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت مبارک ہے۔ نہانا رحمت و برکت ہے، اور برہنگی دلیل

حاضری بارگاہ ہے کہ دربار عزت میں حاضری یوہیں ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ:
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۝ وقال ﷺ: اِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً اور دیکھنے والوں کو تصحیح اعمال کی تنبیہ و انذار ہے۔ قال ﷺ:
انا النذیر العریان حضرت سرمد کا شعر ہے ؎

پوشاندہ لباس ہر کرا عیبے دید
بے عیباں را لباس عریانی داد

والسلام......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین

صاحب جعلہ اللّٰہ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

میں ۱۲ رربیع الاول شریف کی شام سے جو علیل ہوا، تو اب تک یہ حالت ہے کہ چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے، اور لاتے ہیں۔ آپ کے رسالہ میں بہت دیر ہوئی، دس بارہ روز ہوئے کہ اسے تین جلسوں میں دیکھ لیا۔ بحث خلافت کو چاہا کہ تمام کردوں، خطبہ صدارت مولوی عبد الباری صاحب میں اس کے متعلق ۱۵ سطریں ہیں، اور بہت ہذیان۔ رسالہ آزاد میں ائمہ عقائد وحدیث وفقہ کی ۷۵ عبارتیں نکالیں۔ کچھ آپ کے رسالہ کے حاشیہ پر لکھیں۔ پھر جدا ترک کے اوراق بڑھائے۔ فقط ۱۵ سطر لکھنوی کے رد تک ۱۰ ورق ہوگئے۔ رد آزاد جدا رہا۔ لہٰذا اسے ملتوی رکھا۔ وہ عبارات کاٹ دیں اور جس قدر پر آپ نے اکتفا کی تھی اسی قدر کی تمیم کردی۔

۱۳ تا ۱۵ ررجب مطابق ۲۴ تا ۲۶ رمارچ سے گاندھیوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے۔ احباب کی رائے ہے کہ اپنے علما بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر یہ قرار پایا، تو آپ کو آنا ضرور ہوگا، تیار رہیے۔

اگر میں ۱۱ر یا ۱۲ر رجب کو تار دوں تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لایئے، اس کی رسید سے مطلع فرمایئے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

فقیر قادری ۳ر رجب المرجب یوم الاثنین ۳۹ھ

درمختار شامی کی عبارتیں کاٹ دی تھیں کہ سلسلہ کتب فقہ میں رکھی جائیں۔ جب وہ سلسلہ ہی نہ رہا، تو یہ عبارتیں قائم رہیں گی۔ تقریظ نہ لکھی کہ کتاب یہیں سے منسوب ہو جائے گی۔ اور یوں بعونہ تعالیٰ زیادہ مفید ہو گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حالات حاضرہ ومصائب دائرہ نے اسلام ومسلمین کو جس درجہ سراسیمہ وپریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں۔ علمائے اہل سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہونگے تو (خدانہ خواستہ) وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارہ کار نہ پائیں گے۔ انھیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت وجماعت کا ایک مہتم بالشان جلسہ ۲۲،۲۳،۲۴ شعبان المعظم روز دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ میں جناب کی اعانت دینی وتوجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لاکر اپنے مفید مشورہ اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے۔ اور جو صاحب اس کار خیر میں اپنے صرف کے متحمل نہ ہوسکیں جلسہ ان کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔

والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۲ رشعبان المعظم ۳۹ھ محلہ سوداگران بریلی۔

جناب کی تشریف آوری اشد ضروریات سے ہے۔ روانگی سے قبل پہنچنے کے وقت سے مطلع فرمائیں۔ محمد حسنین رضا خان ناظم جمعیت ......

(۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم مولوی ظفرالدین صاحب جعله اللہ کاسمه ظفر الدین

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مبارک، مبارک، مبارک۔ مولانا مولوی عبد الباری صاحب نے ان ایک سوایک اوران کے امثال سے توبہ چھاپ دی۔ ملاحظہ ہو ''ہمدم'' ۱۱ر رمضان المبارک روز جمعہ ۲۰ رمئی ۲۰ء ص ۳ ک ۴۔

میں نے بہت گناہ دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں ۔اے اللہ! میں نے امور قولاً وفعلاً وتقریراً بھی کئے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا۔ ان سب سے اوران کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لیے کوئی قدوہ نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میری توبہ قبول کر۔ فقیر عبدالباری عفی عنہ

فقیر کی رائے میں فوراً ایک جلسہ تہنیت توبہ مولانا مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی چھاپ کر اس کی تہنیت کا جلسہ وہاں بھی کیا جائے اور اس میں وہ تحریر جو میں نے انہیں توبہ کے لیے بھیجی تھی پڑھ کر سنائی جائے۔ اس کی نقل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب

حاضر کرتا ہوں پھر ان کے یہ الفاظ توبہ پڑھ کر سنائے جائیں اور جلسہ کی طرف سے اس کی مبارک باد کا تار مولوی عبد الباری صاحب کو دیا جائے اور مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ اس طرف عالم کہلانے کے مستحق ایک یہی تھے۔ مولی تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی۔ کہ مشرکوں سے اتحاد اور وہابیہ وغیرہم بے دینوں کے میل سے توبہ فرما کر خالص سنی ہو گئے۔ ہمارے سنی بھائی جو غلطی میں پڑے ہوئے تھے، انھیں فوراً واپس آنا چاہیے۔ ہنود و دیابنہ وجدید بدمذہباں سے قطع کر کے خالص سنی جماعت انصار الاسلام میں کہ حمایت سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کے لیے قائم ہوئی ہے، شریک ہو جائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ از کوہ بھوالی پیش ڈاکخانہ شب ۱۵ ماہ مبارک ۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا یہ نعمت تازہ مبارک ہو اس کا نام وہ رکھیے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا۔ یعنی حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہما الرضوان کے نام پر ربیع خاتون [۱۳۳۹ھ]۔ مولوی عبدالباری صاحب سے میرا کچھ مکاتبہ بھی ہورہا ہے۔ باذنہ تعالیٰ اس کا نتیجہ حسب مراد ہوا، تو یا ان کو بلاؤں گا یا بعونہ تعالیٰ تحریر ہی کافی ہوگی۔ میں نے مبارک باد توبہ کا تار انھیں بھیجا تھا، جس کے جواب میں دو شبہے انھوں نے لکھ کر بھیجے۔ ان کا جواب یہاں سے ۱۹؍ ماہ مبارک کو بھیج چکا ہوں۔ اب یہ انتظار ہے کہ کیا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل بچوں کو دعا۔

نینی تال یہاں سے ۷ میل ہے۔ وہاں مکان ملنا بہت دشوار ہے۔ جس مکان میں میں دو روز رہا، بہت تنگ و تاریک و پست تھا۔ اب یہاں بھوالی میں دو مکان ساڑھے تین سو کو لیے۔ جن صاحب کی نسبت آپ نے لکھا ہے۔ ان کی مذہبی و علمی و عملی حالات سے اطلاع دیجئے۔ والسلام.....

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از کوہ بھوالی پیش ڈاکخانہ بازار ضلع نینی تال شب ۲۳؍ ماہ مبارک ۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، نام کے لیے کارڈ پہلے بھیج چکا ہوں۔ مولوی عبدالباری صاحب نے میرا خط رجسٹری واپس کردیا۔ ان کی جو رجسٹری آئی تھی اس کے لفافہ پر لکھا تھا 'مظفر علی محرر' میں نے اس کے لفافہ پر لکھوادیا 'حشمت لکھنوی محرر دارالافتا'۔ وہ کل واپس آیا۔ میں نے اسی وقت دوسرے لفافہ میں رجسٹری کرادیا، اور لفافہ پر 'مصطفیٰ رضا' کا نام لکھوادیا۔ شاید اسے بھی وہ واپس کریں کہ آج ان کا خط آیا۔

گرامی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کرچکا ہوں۔ غالبًا اسی کا جواب ہوگا۔ جو نام سے دوسرے شخص کے رجسٹری شدہ کل میرے پاس پہنچا۔ اس وقت گزشتہ واقعات اور اشتہارات کا خیال کرکے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ میں اسے واپس کردوں اور نہایت ادب سے عرض کروں کہ مجھے جناب کے نام سے جو اعتماد ہوگا۔ وہ زید وعمر کے نام سے نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کا افسوس ہے کہ جواب والا کو تاخیر سے حاصل کروں گا۔ مگر اس کا منتظر ہوں۔

اب اگر وہ اسے واپس کریں گے تو سہ بارہ میں اپنے نام سے رجسٹری کردوں گا۔ وہ اس خط پر پھر پہنچ چکے ہیں۔ عبارت مذکور کے بعد فرماتے ہیں۔

فقیر یہ چاہتا ہے کہ جناب نے جو امور تحریر فرمائے ہیں، جہاں تک تفصیلاً ان سے توبہ کر سکے توبہ کر لیے آگے اسلام برائے نام پر جو شبہ ہوا ہے کہ میری مراد کمال ایمان کی ندرت تھی اس سے اس طرح توبہ کر سکتا ہوں کہ عبارت اپنی لکھوں اور اس کے بعد لکھوں اس کا مطلب اگر یہ ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے، تو اس سے بصدق دل توبہ کرتا ہوں۔

حالانکہ ان کی عبارت کا قطعا یہی مطلب ہے —— صادق العباد مسلم کہاں ہیں جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے —— کیا جو مسلمان کامل الایمان نہیں ہوتے، کافروں سے امتیاز نہیں رکھتے؟ کافروں سے ممتاز وہی نہ ہوگا، جو سرے سے اسلام ہی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں

مولانا آپ اس کا احساس نہیں کر سکتے کہ میری اس جسارت توبہ پر کس قدر مجھ پر ہر چہار طرف سے یورش ہے۔ میں اس کو علامت قبولیت توبہ سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ میں نے اسی وجہ سے ایک تحریر 'ہمدم' میں اس تحریر کے واپس کرنے پر بھی لکھ دی ہے۔ اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے، جو حقوق اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ مرزا محمد تقی تبرائی نہ تھے ہمارے اکابر مجتہدین لکھنو سے جو تعلق رکھتے تھے، اس کو ہم نے دیکھا ہے، اور برتاؤ ہے۔ ان کی عیادت، دعوت، تعزیت میں برابر ہم لوگ شرکت کرتے رہے ہیں۔ موالات نصاریٰ سے جس قدر تحرز تھا، اس قدر ہنود کے ساتھ تحرز ہم نے نہیں دیکھا ہے۔ اس واسطے نفس مدارات ہنود کو ہم ممنوع نہیں قرار دے سکتے۔ مگر غلو و تعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جو تحریک اس وقت مقابل انگریزوں کے جاری ہے،

ہم اس میں اعتدال کے ساتھ ہنود کو اپنے ساتھ سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے ہمارے مقاصد کا، اس کے اندر رہ کر ہم آپ کی ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں ہم چاہتے ہیں کہ جلد کسی عمدہ نتیجہ پر پہنچ جائیں ورنہ سخت کوشش باہم رنجش ڈالنے کی ہوگی۔

اس خط کے بعد جلسہ تہنیت موقوف کرنے کی ضرورت میری سمجھ میں نہیں آتی، اگرچہ یہ ان کا چوتھا رنگ ہے اور معلوم نہیں کہ کل پانچواں کیا ہو۔ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۲۵ ر رمضان مبارک ۳۹ھ

بنارس سے ایک خط میرے نام آیا ہے جو بعینہ مرسل ہے، وہ دو روز کے لیے آپ کو بلاتے ہیں، آپ ہی اس کا جواب انھیں لکھیں۔ والسلام

از بھوالی ضلع نینی تال پیش ڈاکخانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین۔

آپ خط متعلق بانکی پور کا جواب دے چکا ہوں۔ آپ کا یہ خط آج ۶ بجے شام کو آیا اور یہاں پانچ بجے شام سے تار نہیں لیا جاتا۔ لہٰذا بریلی خط لکھ دیتا ہوں کہ وہ بھی غالباً کل آئندہ کے تار کے برابر پہنچے۔ ہماری طرف مدرسین وواعظین کم بلکہ معدوم ہیں۔ منظر اسلام میں خود مدرس کی کمی ہے۔ مگر میں آپ کے خط کی دونوں صورتیں لکھ بھیجتا ہوں۔ وہاں کے لوگ جیسا مناسب سمجھیں گے، عمل کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ وہ کرے، جس میں خیر ہو۔ ایک ضروری بات آپ سے بہت دنوں سے پوچھنے کو ہوں۔ جب آپ شملہ میں تھے، اور وہاں کا نقشہ رمضان شریف یہاں سے بھیجا گیا، اور آپ نے شاید ۲۷/اگست کی نسبت مجھے لکھا تھا کہ چار منٹ احتیاطی بڑھانے سے بہت فائدہ ہوا۔ یہاں آج غروب آفتاب اصل وقت سے چار منٹ بعد یعنی وقت نقشہ کے مطابق ہوا، اس میں یہ باتیں دریافت طلب ہیں۔

(۱) وہ گھڑی جس سے آپ نے دیکھا تھا، صحیح تھی اور اسی دن تارے سے ملائی گئی تھی یا کیا؟

(۲) وہ جگہ جہاں غروب دیکھا وہاں زمین نظر آتی تھی، یا پہاڑ کے پیچھے چھپا۔ اگر پہاڑ کے پیچھے چھپا، تو اس کی بلندی کتنی تھی۔

(۳) آپ نے جس جگہ دیکھا وہ شملہ کا غایت ارتفاع تھا، یا اس کی

چوٹی وہاں سے کس قدر بلند تھی؟

(۴) بعض انگریزی کتب غالباً سروے کی کتابوں میں پہاڑوں کے ارتفاعی فٹ لکھے ہوئے ہیں۔ سید سلطان احمد صاحب نینی تال، بھوالی، مسوری وغیرہا دس بارہ پہاڑوں کی بلندیاں مجھے لکھ دی تھیں، ان میں شملہ نہ تھا۔ اگر کہیں سے شملہ کے ارتفاعی فٹ معلوم ہو سکیں تو ضرور اطلاع دیجیے۔

(۵) کیا ممکن ہے کہ آپ اگست کی اسی تاریخ یا جس تاریخ غروب اُفق زمین سے دکھائی دے سکے شملہ جانے کی تکلیف فرمائیں، اور اسی روز کی ملائی ہوئی صحیح گھڑی سے غروب دیکھیں، اور مصارف مجھ سے لیں، یا اس جگہ کا صحیح پتہ بتائیں کہ دوسرے کو بھیج کر یہ کام لوں۔ والسلام...... بچوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کرلیجئے۔ وہ کریم اکرم الاکرمین برکات وافرہ عطا فرمائے۔ اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر موزر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلاۃ والتسلیم اور احسن یہ کہ استخارہ شرعیہ کرلیجیے۔

آپ کا خط دربارہ پریشانی دنیا آیا تھا۔ ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں کل دوں، مگر طبیعت علیل۔ بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم۔ ان کی دفع میں فرصت معدوم۔ علاوہ اس کے سو سے زیادہ جواب فتاوی کے اس مہینہ کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجنے ہوئے۔ اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم۔ وحسبنا ربی ونعم الوکیل۔ اس سے اعتماد رہتا ہے۔ کہ عدم جواب کو اوزار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔

اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات واحادیث دربارہ ذم دنیا وعدم التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے۔ ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے، کس پر نعمت حق بیشتر ہے؟

بشرط ایمان وعدہ علو وغلبہ باعتبار دین ہے، نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا سجن مومن ہے سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی، اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۳-۱۱-۳۹

مکتوب

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادر دینی ویقینی سنی مستقل مستقیم باذن المولی الکریم مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ

بعد سلام مسنون سید ضمیر الحسن صاحب سلمہ کی زبانی حال پر ملال انتقال برخوردار معلوم ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے، اس سے کمی وبیشی نامتصور ہے۔ بے صبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی۔ ہاں اللہ کا ثواب جاتا ہے، جو ہر چیز سے اعز واعلیٰ ہے، اور محروم تو وہی ہے جو ثواب سے محروم رہا صحیح حدیث میں ہے جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں مولیٰ عزوجل فرماتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے۔ کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ عرض کرتے ہیں: ہاں اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے: کیا تم نے دل کا پھل توڑ لیا؟ عرض کرتے ہیں: ہاں اے رب ہمارے: فرماتا ہے: پھر اس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: تیری حمد بجالایا ،اور الحمد للہ کہا۔ فرماتا ہے: گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا، اور جنت میں اس کے لیے مکان تیار کرو، اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے تین بچے نابالغی میں مرجائیں گے، آتش دوزخ سے اس کے لیے حجاب ہوجائیں گے۔ کسی نے عرض کی: اگر دو مرے ہوں؟ فرمایا:

دو بھی۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: اگر کسی کا ایک ہی مرا ہو؟ فرمایا: ایک بھی۔ اسے نیک سوالوں کی توفیق دی گئی۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں شامل ہیں۔ آپ اور آپ کے گھر دونوں صاحب یہ دعا پڑھیں۔ انشاء اللہ العزیز اللہ عزوجل نعم البدل عطا فرمائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ الحمد للہ عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الیٰ ربنا راغبون۔ اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا صحیح حدیث میں ہے۔ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا رسول اللہ ﷺ نے ان کی زوجہ مقدسہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو چیز فوت ہوتی ہے، اس سے بہتر ملتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے دعا پڑھی مگر اپنے دل میں کہتی تھیں ابوسلمہ سے بہتر کون ملے گا؟ عدت کے دن گذرنے تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اپنے والد ماجد اور سب اعزہ کو فقیر کا سلام پہنچا کر یہ خط سنایئے اور سب یہ دعا پڑھیں۔ والسلام......

فقیر احمد رضا عفی عنہ بستم ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی سلمہ

بعد ہدیہ سنت مولی عز وجل مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے، اور مدارج عالیہ بخشے۔ اور آپ سب صاحبان کو صبر واجر عطا کرے اور مدارج عالیہ بخشے۔ اسی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے، جس میں کمی بیشی نا متصور ہے۔ اور محروم تو وہ ہے، جو ثواب سے محروم رہا، بے صبری سے جانے والی چیز واپس آئے گی، ہر گز نہیں۔ مگر مولی تبارک تعالیٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب کہ لاکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ کھوئی ہوئی چیز ملے بھی نہیں اور ایسی عظیم ملتی ہوئی دولت خود ہاتھ سے کھوئی جائے۔ صابروں کو اجر حساب سے نہ دیا جائے گا۔ بلکہ بے حساب۔ یہاں تک کہ جنھوں نے صبر نہ کیا تھا، روز قیامت تمنا کریں گے۔ کاش ان کے گوشت قینچیوں سے کترے جاتے، اور یہ ثواب پاتے۔ دوسرے کے جانے کی فکر اس وقت چاہیے کہ خود جانا نہ ہو اور جب اپنے سر پر بھی جانا رکھا ہے تو فکر اس کی چاہیے کہ جانا اچھی طرح ہو کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملنا ہو کہ پھر کبھی جدائی نہیں۔ لاحول شریف کی کثرت کیجئے، اور ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے آپ بفضلہٖ تعالیٰ عاقل ہیں۔ اوروں کو ہدایت صبر کیجئے۔ سب کو دعا و سلام

فقیر احمد رضا قادری ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نور دیدہ وراحت رواں من مولوی عرفان علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آدمی کو اس قدر گھبرانا نہ چاہیے۔ اللہ عزوجل پر توکل چاہیے۔ بدعاش لوگ ایسی دھمکیاں دیا کرتے ہیں، وہ محض بے اصل باذن اللہ تعالیٰ ہوتی ہیں۔

(۱) صبح وعصر کی فرضوں کے بعد قبل کلام کرنے اور قبل پاؤں بدلنے کی اسی ہیات التحیات پر بیٹھے ہوئے دس بار پڑھیے: **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیریحیی ویمیت وھو علی کل شیٔ قدیر** صبح کو پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہیے، اور شام کو پڑھیے تو صبح تک۔ عصر کے بعد نہ ہوسکے، تو مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھیے۔

(۲) صبح یعنی آدھی رات ڈھلے سے سورج نکلنے تک اور شام یعنی دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک اس بیچ میں کسی وقت دس دس بار **حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ** صبح کا پڑھنا شام تک ہر بلا سے امان ہے، اور شام کا صبح تک۔

(۳) تین تین بار تینوں قل صبح وشام بھی فائدے رکھتے ہیں۔

(۴) صبح وشام تین تین بار **بسم اللہ ٭ ماشاء اللہ ٭ لا یسوق الخیر الا اللہ ٭ ماشاء اللہ ٭ لا یصرف السوء الا اللہ ٭ ما شاء اللہ**

ما کان من نعمة فمن اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا حول ولا قوۃ الاباللّٰہ پڑھا کیجیے۔ صبح کا پڑھنا شام تک جلنے، ڈوبنے، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، قہر حاکم سے امان ہے، اور شام کا صبح تک۔ یہ تعویذ بھیجتا ہوں بازو پر رکھیے؛ اور اللہ تعالی پر توکل کیجئے۔

فقیر احمد رضا قادری، ۲۰؍ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادرم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولی تعالی آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے۔ بعد نماز عشا ایک سو گیارہ بار "طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر" پڑھ لیا کیجیے۔ اول، آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف۔ اور آپ کے والد ماجد صاحب کو مولیٰ تعالی سلامت باکرامت رکھے، ان سے فقیر کا سلام کہیے، یہی عمل وہ بھی پڑھیں۔ نیز آپ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح و شام سوتے وقت بعونہ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔ دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلے سے سورج چمکنے تک صبح۔ اس بیچ میں ایک ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے۔ اور ایک بار سوتے وقت۔ آپ کے والد ماجد صاحب کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری بھوانی بازار شب ۲۵ ذی الحجہ ۳۹ھ

(۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ مرض دفع فرمائے اور ہر جگہ اہل سنت کی حفاظت کرے۔ شیخ عبد اللطیف صاحب مرحوم بہت خوب آدمی اور فقیر کے خالص مخلص تھے مولیٰ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ ان کی تعزیت کسے اور کس پتہ پر لکھوں؟ ہر مکان میں بعد مغرب سات سات بار اذان بآواز بلند ہوا کرے۔ سورہ تغابن شریف روز پانی پر دم کرکے سب اپنے اپنے گھر سب کو پلایا کریں۔ یہ نقشہ بھیجتا ہوں اس کی نقلیں کرکے بازو پر باندھیں۔ ھ اور م کے چشمے بند نہ ہوں۔ اس صورت کے لکھیں جائیں۔

۷۸۶ ھھھھھ ۱۱ ۶۶۶۶۶۶۶۶ ھ و ص

ہر گھر سے یہ تصدق ہو۔ خوش حال دس سیر گیہوں اور پانچ آنے پیسے، متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور ڈھائی آنے پیسے، کم استطاعت والے سیر بھر گیہوں اور دو پیسے مسکین سنی مسلمان کو دیں۔ میرا یہ خط مولوی عبد الحق صاحب ومولوی عبد الحی صاحب اور مولوی عبد الاحد صاحب آ گئے ہوں، تو انہیں، اور مولوی حکیم حبیب الرحمٰن خاں صاحب اور سب احباب کو دکھا دیجئے۔ سنا دل حصہ دوم پہونچا۔ اس رسالہ میں میرا آیا ہے یہ تو بفضلہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی

قوت ہے کہ بعونہ تعالیٰ آپ کی زبان وقلم سے ظاہر ہوتی ہے۔ وللہ الحمد مولی تعالیٰ برکات زیادہ فرمائے۔

دیوار پر کوئی تعویذ چسپاں کرنے کی اجازت نہیں ــــــــ جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے، اوراس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے، حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔

برادرم شیخ جمال الدین صاحب کو بھی بعد سلام تمام کارڈ کا مضمون واحد ہے گھر میں سب کو دعا وسلام۔ رویت کب کی ہوئی ؟اب طبیعت بحمدہ تعالیٰ پہلے سے اچھی ہے۔ دعا فرمائیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(٦)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راحت جانم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مضمون دیکھ کر اغلاط بنا کر بھیج دیا۔ حدیث شریف صحیح کا ارشاد ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد امر دینھا بے شک ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لیے ایک مجدد بھیجے گا امت کے لیے اس دین تازہ کرے گا۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز تھے، دوسری صدی کے مجدد امام شافعی وامام محمد وامام علی رضا وعلیٰ ہذا القیاس۔ یہ خیال کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار برس کے بعد ہوتا ہے سب جاہلانہ خیال ہیں۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں دعا فرمائیے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵ ر رجب ۱۳۳۲ھ

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھوالی شہر درکنار کوئی گاؤں بھی نہیں پہاڑ کی تلی میں چند دکانیں اور مسافروں کے ٹھہرنے کے معدود مکان۔ اس میں جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے۔ نینی تال شہر ہے۔ اس میں صرف دو مسجدیں ہیں، ایک چھوٹے بازار اور دوسری بڑے بازار، جہاں میرے احباب اہل سنت رہتے ہیں۔ اس مسجد کا امام ایک دیوبندی ہے، سنیوں نے مدتوں سے اس کے پیچھے نماز چھوڑ دی ہے۔ صوفی عنایت حسین صاحب کی دکان میں جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں۔ مجھے انھیں احباب نے نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا۔ اسی دکان میں جہاں مدت سے جمعہ ادا کیا اس کے بعد بھوالی چلا آیا، اور اب جا کر نماز عید پڑھائی عید تو عید جمعہ کے لیے بھی مسجد شرط نہیں مکان دکان شہر کے میدان سب میں ہو سکتا ہے۔ سب احباب کو سلام والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ شب ۱۵ رشوال مکرم ۱۳۳۳ھ از بھوالی

(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راحت جانم برادر دینی مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نفی العار کی کاپیاں ہو رہی ہیں۔ **سلامۃ اللہ لاھل السنۃ** غالباً آج چھپ گیا ہوگا۔ ماہ مبارک میں مطبع والے بھی بہت سست کام کرتے ہیں۔ قاضی عطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعد رمضان دیکھا جائے، آپ کی شادی کب ہے؟ میرا ارادہ ضرور ہے ؎

یہ سر ہو اور وہ سنگ در وہ سنگ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقت مرگ قریب ہے، اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت، اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو۔ اور وہ قادر ہے بہر حال اپنا خیال ہے مگر جائداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک بھیجنے بھی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شی نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کردی جائے۔ اور خالی ہاتھ بھیک پر گزر کرنے کے لیے جانا، نہ شرعاً جائز نہ دل کو گوارہ۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۰؍ ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فرنگی محلی نے مسلمانوں پر یہ افترا اٹھایا کہ انھیں گائے کی قربانی سے خلافت کمیٹی کے کاروبار میں رکاوٹ اور نصاری کی خوشنودی مطلوب ہے۔ حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمانوں کی قربانی اپنے رب عزوجل کے لیے ہے۔ اور اپنا واجب مذہبی ادا کرنے کے واسطے۔ اسی بنا پر اپنے رسالہ 'قربانی گاؤ' مطبوعہ شمس المطالع لکھنؤ صفحہ ۲۸ پر کہا:۔

تم پر گائے کا گوشت حرام ہے۔ اس میں بھی میں حق بجانب ہوں۔ فقہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے واقف ہیں کہ قدوم امیر کی غرض سے جو قربانی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ وہ قربانی مردار ہے۔ اور قربانی کرنے والا گنہ گار ہے۔ شیخ سدو کے بکرے کے متعلق علما کے فتوے موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ جس قربانی گاؤ میں خوشنودی حکام کی مضمر ہو اس کے حرام ہونے میں اور اس کے گوشت کے مردار ہونے میں کیا وجہ تامل کی ہے۔

اور اسی صفحہ پر اس سے دو سطر اوپر لکھا:۔

ان کو توبہ کرنا چاہیے ورنہ اصرار معصیت کبیرہ پر درجہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

فرنگی محلی کے ان اقوال پر شرعی فتوی لگایا جا چکا ہے۔ جسے ۲۰ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کو علما کے ہاتھ فرنگی محلی کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اور فرنگی محلی سے آج تک

جواب نہ ہوسکا۔ پرچہ ہمدم ۱۱ر رمضان المبارک میں جن امور سے بودی توبہ شائع کی تھی، ان میں یہ اقوال متعلقہ قربانی بھی داخل ہیں۔ پھر اس توبہ کو بھی توڑ دیا اور اب پورا عناد و استکبار ہے۔

وہ نفل صدقہ کہ میں نے لکھا تھا مساکین سادات کرام کی بھی نذر کر سکتے ہیں۔ والسلام......

فقیر قادری غفرلہ ۱۹ر ذی الحجہ ۳۹ھ از بھوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان بیسل پوری سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ اعلیٰ درجہ کا مقوی روح ،مقوی قلب نسخہ بھیجتا ہوں، میں نے بنایا تھا۔ تیس روپۓ میں قریب آٹھ سو گولیوں کے بنی تھیں ۔جن میں شاید آٹھ دس میرے کھانے میں آئی ہوں، باقی تقسیم ہوگئیں ۔جس نے کھائیں بہت مدح کی۔ یہاں ایک بڑے حکیم صاحب ایک روپیہ فی گولی بیچتے ہیں، اور وہ اس کے فائدے کے نصف وربع تک نہیں پہنچتیں۔ان میں حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی برکت شامل ہے۔

حب جواہر

یاقوت رمانی عمیق یمنی یشب سفید زہرمہرہ اصیل ورق طلا

۳ مثقال ایک مثقال یکم ونیم مثقال ۲ مثقال یک مثقال

درگلاب سرمہ سا سائیدہ حب برابر نخود بندند۔خوراک یک تا سہ حب۔

آپ کا کارڈ آیا۔ اس کے جواب میں یہ نسخہ حاضر ہے ایک مثقال ساڑھے چار ماشے ہوتا ہے۔دوسرا نسخہ قہوہ کا لکھتا ہوں۔

قہوہ مقوی معدہ وجگرو دماغ و مشتہی

پودینہ خشک دارچینی قرنفل الا ئچی سفید جوکوب انیسوں

۵ ماشہ یک ونصف ماشہ ۵ عدد ۲ ماشہ ۳ ماشہ

گاؤں زبان گیلانی بادرنجو بیہ مویز منقی عود غرقی نبات سفید مشک

۳ ماشہ ۳ ماشہ ۱۰ ادانہ ۳ سرخ ۲ تولہ ۳ برنج

گلاب عمدہ تین تولہ۔ مجموعہ ایک خوراک ہے۔ چائے کی طرح جوش دے کر روزانہ پئیں۔ حسب مزاج ان دواؤں میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۵ر شعبان المعظم روز جمعہ مبارکہ ۳۳ھ

(۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اتنا پریشان ومایوس ہو جانا ہرگز نہ چاہیے۔ دریائے رحمت کھلے ہوئے ہیں۔ استغاثہ واستعانت حضور سید عالم ﷺ وحضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے برابر جاری رہے حضور کا توشہ مان لیجئے بلکہ نصف توشہ پہلے کر دیجئے اور پورا بعد کے لیے مان لیجیے توشہ کی اشیا حسب ذیل ہیں۔

میدہ گندم شکر روغن زرد مغز بادام پستہ کشمش

۵/مار ۵/مار ۵/مار ۱/مار ۱/مار ۱/مار ۱/مار

ناریل قرنفل الائچی سفید دارچینی

۱/مار ۶/چھٹانک ۶/چھٹانک ۶/چھٹانک

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ۔

(۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی ویقینی راحت جانم مولوی عرفان علی سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام ودعائے مدعا آپ کے مسئلے گم ہوگئے تھے ہجوم کاغذات میں ملے جواب حاضر کرتا ہوں دونوں نسخے نسخہ لبوب میں بعض دوائیں کمیاب ہیں مائے شطر اعرابی یوں ہی دوسرے نسخے میں مومیائے معدنی وروغن بلسان وغیرہ اور بعض نجس جیسے مرارہ گاؤ]یا شیر۔ ایام استعمال کی نمازیں اعادہ کرنے کا حکم ہے اور بعض کا استعمال قطعی حرام ہے جیسے موئے آدمی مقرض اس سے توبہ واستغفار لازم ہے میں اپنے مجموعہ میں دوائیں کم کرکے لکھنا چاہتا ہوں دریافت فرمالیجیے کہ بغیر ان کے نسخہ خراب تو نہ ہوجائے۔ سب احباب کو سلام ودعا۔ والسلام......

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۲ ربیع الاول شریف، ۱۳۳۶ھ

القاب واوصاف

اعلیٰ حضرت ÷ امام اہل سنت ÷ مجدد المائۃ الحاضرہ ÷ مؤید الملۃ الطاہرہ ÷ صاحب الحجۃ القاہرہ ÷ عالم اہل السنۃ والجماعۃ ÷ برکۃ الزمان ÷ شمس العرفان ÷ علامۃ الزمان ÷ فخر الاعیان ÷ العلامۃ الکامل ÷ بحرالفضائل ÷ حامی سنت ÷ ماحی بدعت ÷ الشیخ الکبیر ÷ فرید الدہر ÷ وحید العصر ÷ العلامۃ المحقق ÷ الفہامۃ المدقق ÷ تاج المفتیین ÷ سید العلما الاعلام ÷ السید الفرد الامام ÷ بقیۃ السلف ÷ حجۃ الخلف ÷ البحرا لہمام ÷ برکۃ الانام ÷ ناصر الملۃ والدین ÷ سعد الملۃ والدین ÷ شیخ الاسلام والمسلمین ÷ عمدۃالعلما العاملین ÷ آیۃ من آیات اللہ ÷ حامل العلوم ÷ برکۃ اللہ فی الہند ÷ زینۃ العلم ÷ نائب المصطفی ÷ محی الشریعۃ ÷ کاسر الفتنۃ ÷ ناصر السنۃ ÷ قامع البدعۃ ÷ علامہ فاضل ÷ عالم علامہ ÷ استاذ معظم ÷ عالم جلیل ÷ بحر زخار ÷ کثیر الاحسان ÷ دریائے بلند ہمت ÷ بحر ناپیدا کنار ÷ صاحب ذکاء ÷ کثیر الفہم ÷ عالم باعمل ÷ یکتائے زمانہ ÷ عظیم العلم ÷ دریائے معرفت ÷ محافظ فرائض ÷ محافظ واجبات ÷ محافظ سنن ÷ ماہر عربیت وحساب ÷ دریائے منطق ÷ وارث النبی ÷ عالی ہمم ÷ سردار مشاہیر ÷ مایہ افتخار

فضلاء ÷ سعادت اسلام ÷ محمود سیرت ÷ صاحب عدل ÷ صاحب احسان ÷ مرکز دائرہ علوم ÷ مطلع کواکب افلاک علوم ÷ نادر روزگار ÷ معتمد عالمان باعمل ÷ یادگار متقدمین ÷ فاضل متبحر ÷ دریائے وسیع ÷ بحر کامل ÷ عالم کثیر العمل ÷ دریائے عظیم الفہم ÷ پشت پناہ امارت دین ÷ بالا ہمت ÷ صاحب عقل ÷ صاحب وجاہت ÷ صاحب جلالت ÷ انسان کامل ÷ سید المصنفین ÷ ملک العلما ÷ صاحب تنقیح وتحقیق ÷ صاحب تزئین وتدقیق ÷ غوث مسلمانان ÷ استاذ الاساتذہ ÷ امام وقت ÷ امام معظم ÷ امام الہند ÷ ابو الوقت ÷ مرشد برحق ÷ کاسر نجدی جنود ÷ پردہ درکفر ضلالت ÷ راسخ العلم ÷ پیشوائے اخیار ÷ چراغ زمان ÷.......

دعوت نامہ چہلم اعلیٰ حضرت

امہ زد بزمیں

مرغ بر گلو خنجر

طپید مہر درخشاں بخون خود زمین

شد است تیرہ زسیلے رخ مہ انور

بجائے دف زدہ ناہید سینہ وزانو

باآب دادہ عطارد زگریہ صد دفتر

محترم جناب... شاہ عزیز حسین صاحب... زید مجد ہم

حضور پر نور امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ رأس العرفا رئیس الاتقیا شیخنا و شیخ الکل فی الکل مفتی العرب والعجم سیدنا وسندنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی افاض اللہ علیہ من شابیب رضوانہ واسکنہ فی بحبوحۃ جنانہ فانی فی اللہ باقی باللہ نے سیر فی اللہ فرما کر تجلیات صفات حق سے فنائے فنا کے جلوے دکھائے اور سیر من اللہ میں مسند ارشاد پر نزول اجلال فرما کر تکمیل ناقصاں ورشد وارشاد کے خورشید تاباں چمکائے۔ پھر سیر الی اللہ سے فنائے مطلق و دنیائے دنی سے انقطاع کلی کا وقت محقق آیا، زبان شوق نے لقائے محبوب حقیقی کے لیے اخترت الرفیق الاعلیٰ کا مزا لیا، پیام وصال پر جان مشتاق نے ہزار جان سے لبیک کہا، اور ۲۵ ر ماہ صفر ۴۰ھ یوم جمعہ مبارکہ گھنٹہ ۲، ۳۸ بجے وصل محبوب کے لیے ہم ہجراں نصیب،

اسیران غم فراق سے پردہ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

عجب دردیست جانم رانمی دانم کہ چوں گریم
دلاخوں شوکہ تابر حال خود یک لحظہ خوں گریم

سفر آخرت کے وقت سفر کی پوری دعائیں اور کلمہ طیبہ پڑھا، اللہ اللہ زبان مبارک سے برابر جاری رہا۔ دم آخر ادھر جنبش لب ختم ہوئی، ادھر طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز فرمائی، اس میں ایک لمحہ کا فرق نہ ہوا۔ ۱۲، ۲۱، بجے تک وصیت نامہ مرتب کرایا۔ آخر میں فرمایا کہ وقت ملے نہ ملے لاؤ دستخط کر دیں۔ بعد دستخط خود تحریر فرمایا بصحت حواس وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ وَلَہُ الْحَمْدُ وصلی اللہ تعالیٰ وبارك وسلم علیٰ شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الیٰ ابد الآبدین آمین الحمد للہ رب العالمین

اپنے دست اقدس سے لکھی اور پچھلا کلمہ جو زبان

جس کے نکلتے ہی روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔ جیبی گھڑی سامنے رکھی تھی، وصایا پر عمل کرنے کے لیے گھڑی دیکھ کر فرمایا

وقت ہے اب یہ کرو، حتیٰ کہ یٰس شریف اور اس کے بعد سورہ رعد پڑھنے کے لیے فرمایا لفظ لفظ کامل توجہ سے سنا، اور جہاں اشتباہ ہوا اعادہ کرایا، جس سے معلوم ہوتا کہ اور منٹ منٹ کی خبر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ الشریف نے چار ماہ بائیس روز پیشتر شریف وَیُطَافُ عَلَیْہِمْ بِآنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ فرمادی۔ ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ مزار پر انوار متصل مسجد رضوی خانقاہ رضویہ

میں کا حضور و جان نور بنا۔ ہفتم ماہ فاخر ربیع الآخر یوم پنج شنبہ ۸ر دسمبر ۲۱ھ کو عرس چہلم ہوگا۔ اسی تاریخ سجادہ نشینی عمل میں آئے گی، اور باذنہ تعالیٰ یادگار حضور اعلیٰ حضرت قبلہ و تعمیر مزار و خانقاہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ اطراف ہند سے حضرات مشائخ کرام و علمائے اعلام عمائد و روسائے ذوی الاحترام کرم فرمائیں گے، اور خواجہ تاشان سلسلہ عالیہ رضویہ حصول انوار برکات کے لیے شرکت باعث شرف وسعادت جانیں گے۔ امید کہ براہ کرم تشریف لائیں، اور تاریخ ووقت آمد سے گدایان آستانہ کو مطلع فرمائیں۔ تار و خطوط تعزیت اس کثرت سے آرہے ہیں کہ ان کے جواب سے معذوری ہے۔ ہم اپنے تمام برادران طریقت و مسترشدان حضور اعلیٰ حضرت، حضرات مشائخ و علما و عمائد و روٴسا و اعزہ و احباب اہل سنت کا جنہوں نے اس عظیم سانحہ مفجعہ میں ہمدردی فرمائی اور ہمارے دل دردمند کی تسکین کے لیے خطوط و تار عزا بھیجے۔ ان کا تہ دل سے شکریہ کیا جاتا ہے، خصوصاً ان حضرات کرام کا جنہوں نے شاندار جلسہائے فاتحہ منعقد فرمائے، تلاوت مصحف کریم ایصال ثواب میں خاص اہتمام و احتشام سے کام لیا۔ فجزاھم اللہ جزاء حسنا والسلام خیر ختام ۔ ۰ ۔

گـــــــــــدایان آستانہ رضویہ

فقیر محمد حامد رضا قادری و فقیر مصطفیٰ رضا مہتمم عرس رضوی

(**نوٹ**) اخباروں نے جو خط چھاپا محض جعلی تھا وکفی باللہ شہیدا اس کے رد میں جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت چھاپ کر یہاں سے شائع کیا گیا، وہ یقیناً ہمارا ہے۔

زیارت نبوی حاصل ہونے کا طریقہ

میں ہے کسی نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت شریفہ حاصل ہونے کا طریقہ دریافت کیا۔ ارشاد ہوا: درود شریف کی کثرت شب میں، اور سوتے وقت کے علاوہ، ہر وقت تکثیر رکھے۔ بالخصوص اس درود شریف کو بعد عشا سو بار یا جتنی بار پڑھ سکے پڑھے: اللھم صلی علیٰ سیدنا محمدٍ کما امرتنا أن نصلّیَ علیہِ ٭ اللھم صلی علی سیدنا محمدٍ کما ھواھلُہٗ ٭ اللھم صلی علی سیدنا محمدٍ کما تُحِبُّ و ترضیٰ لہٗ ٭ اللھم صلی علیٰ روحِ سیدنا محمدٍ فی الأرواحِ ٭ اللھم صلی علیٰ روحِ سیدنا محمدٍ فی الالواحِ ٭ اللھم صلی علیٰ جسدِ سیدنا محمدٍ فی الاجسادِ ٭ اللھم صل علی قبرِ سیدنا محمدٍ فی القبورِ صلی اللہ علی سیدنا محمدٍ و مولانا محمدٍ ﷺ۔ حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغے ہیں، مگر خالص تعظیم شان اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔ آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا ہے

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

برکت رزق کی دعا: کسی نے عرض کیا برکت رزق کی کوئی دعا ارشاد فرمائیں میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ اس پر ارشاد فرمایا۔

ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ دنیا نے مجھ سے منہ پھیر لی (حضور ﷺ نے ارشاد) فرمایا۔ کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں، جو تسبیح ہے ملائکہ کی، اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے خلق۔

کو دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل وخوار ہو کر۔ طلوع فجر کے ساتھ

سو بار کہا کر **سبحٰن اللّٰہ و بحمدہ سبحٰن اللّٰہ العظیم**

وبحمدہ استغفر اللّٰہ۔ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن

گزرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ حضور!

دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی، میں حیران ہوں، کہاں

اٹھاؤں، کہاں رکھوں؟

اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں۔ حتی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ،

ورنہ نماز صبح سے پہلے۔ جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد

پورا کیجیے، اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوع شمس سے پہلے۔ (ق/۲۳۵)

کلمات دعائیہ

از: جانشین مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ "حیات اعلیٰحضرت" مکمل عنقریب پہلی مرتبہ منظر عام پر آرہی ہے۔ مولانا المحترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب مضطر رضوی نے جس جدو جہد سے اسے حاصل کیا پھر اس کی ترتیب وتہذیب، تصحیح وتحشیہ اور فہرست سازی میں جو عرق ریزیاں فرمائیں ان کے لئے وہ مبارک باد اور لائق صد ستائش ہیں۔

حضرت مولانا موصوف نے چند مقامات مجھے دکھائے جہاں توقیت کے حساب میں ہندسے غلط چھپ گئے تھے اور ترتیب میں بہت الٹ پھیر کاتب کی غلطی سے ہو گیا تھا۔ الحمد للہ انہوں نے "حیات اعلیٰ حضرت" کے ساتھ ساتھ "فتاویٰ رضویہ" میں بھی مطبوعہ ان غلطیوں کی تصحیح کردی۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب موصوف کو بہتر جزاء اس عمل خیر کی عطاء فرمائے اور اس میں جو بھی ان کے ممد ومعاون ہوئے ان سب کو برکات دارین سے نوازے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۲۳ر جمادی الثانی ۲۳ ہجری

ارشادات عالیہ

از: امین ملت حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، پروفیسر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر برکاتی نے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر کی مرتبہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے ضخیم مسودے کو گہرائی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مفتی صاحب نے جس قدر کاوش کی ہے وہ بے مثال ہے۔

اردو میں سوانح نگاری کا فن نیا نہیں ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی پہلی نثری سوانح ان کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی، ان سے پہلے مفتی محمود جان قادری جودھ پوری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کی مختصر منظوم سوانح لکھ چکے تھے ملک العلماء نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی وقیع سوانح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ چوتھی جلد فی الحال مفتی صاحب کی دسترس سے باہر ہے انشاء اللہ اس کی دستیابی جلد متوقع ہے۔

اس سوانح کو مرتب کرنے میں طویل مدت صرف ہوئی۔ مفتی صاحب نے بے شمار کتابوں کی مدد سے جگہ جگہ حاشئے لگا کر سونے پر سہاگا کر دیا۔

جو قومیں اپنے اکابر کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں ان کی مثال بے منزل

کے مسافر جیسی ہوتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اسلاف اور اکابر کے کارناموں کو یاد کرتے رہیں اور روشنی حاصل کرتے رہیں۔

رضا اکادمی ممبئی کے روح رواں اور محب سنیت عزیزم محمد سعید نوری اور مفتی صاحب کا سنیوں پر احسان ہے کہ "سوانح اعلیٰ حضرت" ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

میں ہر دو حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ادبی، علمی، سماجی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

گدائے برکات:

ڈاکٹر سید شاہ محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

پروفیسر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

۲۸/اگست ۲۰۰۳ء

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

اگلوں نے تو لکھا ہے بہت علم دین پر
اس صدی میں جو کچھ ہے وہ تنہا رضا کا ہے





MARKAZ-E-AHLE SUNNAT BARAKAAT-E-RAZA
Imam Ahmad Raza Road, Porbandar (Gujarat-India)
Ph.: 0091-286-2220886